حبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اور
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
(مظاہرِ محبت)
www.KitaboSunnat.com
تالیف
حافظ محمد سعد اللہ
ایڈیٹر مجلہ "منہاج" لاہور
زاویہ فاؤنڈیشن لاہور

حُبِّ رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ

(مظاہرِ محبت)

تالیف

حافظ محمد سعداللہ

ہدیہ خلوص و محبت

برائے برادر محترم جناب شاہد حنیف صاحب زید مجدہ

سعداللہ
17/5/07

زیر اہتمام

محمد ضیاء الدین صدیقی

زاویہ

8/C- دربار مارکیٹ ، لاہور

نوٹ: اس کتاب کے جملہ مواصل زاویہ فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)
کے علمی و تحقیقی مصارف کیلئے وقف ہیں

سال اشاعت	تعداد	ہدیہ
2007	1100	250

مرکز ترسیل

زاویہ

1- 10- مرکز الاویس (سستا ہوٹل) دربار مارکیٹ لاہور فون: 042-7117152

فہرست عنوانات ومندرجات

عنوان		صفحہ نمبر

باب اول: عقیدت ومحبت رسول ﷺ

پہلی فصل: ذاتِ رسول ﷺ۔ ہر شے سے زیادہ محبوب

چوتھی فصل: خدمتِ رسول ﷺ۔ بہ جان و مال ۱۱۰

پانچویں فصل: بارگاہ رسول ﷺ میں ہدیے پیش کرنا ۱۲۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حرفِ دل

نَحمدُہ ونُصلی علیٰ رسولہِ الکریم اَمّا بعد

اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ کے آخری رسول اور محبوب سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی سراپا محاسن وکمالاتِ ذات سے دنیا و مافیہا حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ اور والہانہ عقیدت ومحبت رکھنے کا مسئلہ اہل ایمان میں کبھی مختلف فیہ نہیں رہا۔ نبی کریم ﷺ کی ذات والا شان سے محبت ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن میں پیوست اور رچی بسی ہے اور عقلی ونقلی اعتبار سے حُبِّ رسول ﷺ کے وجوب پر امتِ مسلمہ کے تمام قابلِ ذکر مکاتبِ فکر اور علماء ومشائخ متفق ہیں۔ مگر اس کے باوجود وطنِ عزیز میں بدقسمتی سے حُبِّ رسول ﷺ کے اظہار کا معاملہ کچھ عرصہ سے نہ صرف ''افراط وتفریط'' کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔ بلکہ اس میں ''انتہا پسندی'' کا عنصر بھی داخل ہونے لگا ہے۔

چنانچہ کچھ لوگوں کے نزدیک حُبِّ رسول ﷺ صرف اطاعت واتباعِ رسول ﷺ تک محدود نظر آتی ہے۔ چھوٹے بڑے تمام معاملاتِ زندگی میں اتباع کے علاوہ کسی دوسرے انداز ورنگ میں حضور ﷺ کے ساتھ عقیدت ومحبت کے قلبی جذبات کا اظہار (چاہے وہ شرعی وفقہی لحاظ سے مباح ہی کیوں نہ ہو) ان کے ہاں خلافِ شریعت بلکہ شرک وبدعت کے زمرے میں آتا ہے۔

جبکہ دوسری طرف عوام الناس کی اکثریت اور بعض کاروباری حضرات حُبِّ رسول ﷺ کا شرعی تقاضا پورا کرنے کے لیے صرف رسمی، موسمی اور نمائشی قسم کی محفلوں جلسوں اور جلوسوں کے انعقاد اور مساجد وبازاروں کی تزئین وآرائش پر اکتفا کیے بیٹھے اور اپنے معاملاتِ زندگی، طرزِ معاشرت اور بود وباش میں شریعت وسنت کی اتباع اور اسوہ رسول ﷺ کی پیروی کو پس پشت ڈالے نظر آتے ہیں۔ وہ حُبِّ رسول ﷺ کے زعم میں نماز جیسے بنیادی رکن اسلام کی پابندی اور باجماعت نماز کے اہتمام کو بھی ضروری نہیں سمجھتے۔ حتیٰ کہ نعت النبی ﷺ اور میلاد النبی ﷺ کے پاکیزہ عنوان سے منعقدہ محافل میں روشنی کے لیے ڈائریکٹ بجلی لگانے اور محض ذاتی تشہیر اور نام ونمود کی

خاطر رات بھر دور دور تک بیماروں اور سونے والوں کے آرام، طلبہ کے مطالعہ اور عبادت گزاروں کی عبادت میں خلل ڈال کر ''ایذائے مسلم'' جیسے سخت ممنوع کام سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔

حُبِّ رسول ﷺ کے مظاہرہ کے حوالہ سے محبت رسول ﷺ کے جذبہ سے سرشار مگر ضروریاتِ دین سے بھی ناواقف سادہ لوح عوام کی اس طرح کی سوچ و مزاج اور اتباع شریعت و اطاعتِ رسول ﷺ کے معاملے میں انہیں بے خوف و نڈر بلکہ بے عمل بنانے میں بہت بڑا ہاتھ ان پیشہ ور، قصہ گو اور واہ واہ کے دلدادہ واعظوں اور خطیبوں کا بھی ہے جو علمِ دین کے اصل سرچشموں تک رسائی کی صلاحیت و استعداد رکھتے ہیں نہ مطالعہ و تحقیق سے دلچسپی۔ اسی طرح کسی واقعہ و کرامت کی صحت سے انہیں کوئی سروکار ہے نہ موضوع روایات کے بیان کرنے پر وعیداتِ نبوی ﷺ کی پرواہ۔ خوف خدا سے عاری، وعظ و نصیحت کے شرعی آداب سے ناواقف اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا سے زیادہ منتظمین جلسہ و مسجد کی خوشنودی کے طالب یہ واعظین اس حد درجہ بے عملی اور قبر و آخرت کے حساب کتاب سے لاپروائی اور غفلت کے زمانے میں بھی عموماً سامعین کو یہ تأثر بلکہ شہ دیتے سنائی دیتے ہیں کہ۔

عذاب قبر سے مجھے نہ ڈرا اے واعظ!
وہاں تو رسول اللہ ﷺ آئیں گے، عطا جانے خطا جانے

بے عملی کی رہی سہی کسر ان جالب زر اور گلو کار ٹائپ نعت خوانوں اور قرآن و حدیث سے لابلد اور فن خطابت کے جوہر دکھانے اور لفاظی و داد کے خواہاں ''نقیبانِ محفل'' نے نکال دی ہے جو فقط محفل میلاد و نعت کے انعقاد پر ''جنت کا ٹکٹ'' جیب میں لیے پھرتے ہیں۔

درج بالا قسم کے غیر عالم، غیر محتاط، اور غیر محقق ''اُلماء'' اور نقیبانِ محفل کے مسند وعظ و خطابت اور منبر رسول ﷺ پر براجمان بلکہ قابض ہو جانے سے عامۃ المسلمین کو جو علمی، فکری اور دینی نقصان پہنچ رہا ہے وہ ایک الگ المیہ اور لمحہ فکریہ ہے۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

بہر کیف حُبِّ رسول ﷺ کے اظہار کے حوالے سے ''افراط و تفریط'' پر مبنی درج بالا صورت حال کے علاوہ ایک دفعہ راقم کے کرم فرما دوست ڈاکٹر حافظ محمد سجاد تترالوی (استاذ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد) نے بھی ''مظاہر محبت'' کے عنوان پر کام کرنے کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اس لیے ضروری خیال کیا گیا کہ حُبِّ رسول ﷺ کے معاملے میں کیوں نہ ان خوش نصیب

حضرات کا طرزِ عمل سامنے لایا جائے جن کے مثالی و معیاری ایمان و عمل، خلوص وللّٰہیت، زہد و تقویٰ، اسلام کے لیے ایثار و قربانی اور پیغمبر اسلام کے لیے حد درجہ جاں نثاری اور بے مثال عقیدت و محبت پر خود اللہ کی عالم الغیب والشہادہ اور علیمٌ بذاتِ الصدور ذات مہر تصدیق ثبت کر چکی ہے اور جن کی راہ ہی ہدایت کی راہ ہے۔ یقیناً اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے فقیہ و مجتہد صحابی نے اپنے اہل زمانہ (تابعین) کو تلقین فرمائی تھی:

''جو آدمی (کسی معاملے میں) کسی کی سنت و طریقہ کی پیروی کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ ان لوگوں کے طریقہ پر چلے جو فوت ہو چکے ہیں۔ کیونکہ زندہ آدمی (عام طور پر) دین میں فتنہ سے مامون (محفوظ) نہیں ہوتا۔ وہ (قابلِ پیروی لوگ) حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ ہیں جو اس امت میں سب سے افضل، دلوں کے اعتبار سے سب سے نیک، علم میں سب لوگوں سے گہرے اور سب سے کم تکلف کرنے والے تھے۔ جنہیں اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت اور اپنے دین کے قائم رکھنے کے لیے (ساری کائنات سے) منتخب فرمایا تھا۔ اس لیے (دوسروں کے مقابلے میں) ان کی فضیلت (عظمت و بزرگی) کو پہچانو اور (علم و عمل میں) ان کے نقش قدم پر چلو اور مقدور بھر ان کے اخلاق اور ان کی سیرتوں کو پکڑے رہو کیونکہ وہ سیدھی راہ پر تھے۔''

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

پیسے اور کاروبار کے معاملے میں ''بنیئے'' سے زیادہ ہوشیاری کا دعویٰ جس طرح بالعموم ''بنیئے سے سیانا سو باؤلا'' کے مصداق بے وقوفی ہے۔ اسی طرح حبِ رسول کے معاملے میں صحابہ کرامؓ سے زیادہ محبتِ رسول کا دعویٰ خود فریبی کے مترادف ہے۔ اس لیے دین و دنیا کے دیگر معاملات کی طرح حُبِ رسول ﷺ کے مظاہرہ میں بھی حضور ﷺ کے براہِ راست فیض و تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ کے ہر قسم کے تصنّع تکلّف اور نمود و نمائش سے پاک طرزِ عمل پر چلنا ہی ہر طرح کے ظاہری و باطنی نقصانات و خطرات سے محفوظ و مامون اور سیدھی راہ ہے۔

آپ اس کتاب میں دیکھیں گے کہ انہوں نے اطاعت و اتباع رسول ﷺ کے بھی ریکارڈ قائم کر دیئے اور شریعت کی پابندی کرتے ہوئے بے ساختہ اور غیر مصنوعی فطری انداز میں حضور ﷺ کے ساتھ قلبی لگاؤ اور محبت کے اظہار میں بھی کبھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

حُبِ رسول ﷺ کے اظہار میں صحابہ کرام کا طرزِ عمل کیا تھا؟ انہوں نے حضور ﷺ کی

ظاہری زندگی اور وصال کے بعد آپ ﷺ کے ساتھ اپنی والہانہ محبت کا اظہار کس کس انداز میں کیا؟ زیرِ نظر کتاب میں انہی ''مظاہرِ محبت'' کو مستند مآخذ و مراجع سے جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان ''مظاہر محبت'' کو درج ذیل پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے:

باب اول: عقیدت و محبتِ رسول ﷺ

باب دوم: دفاع و حفاظتِ رسول ﷺ

باب سوم: اطاعت و اتباعِ رسول ﷺ

باب چہارم: تعظیم و توقیرِ رسول ﷺ

باب پنجم: تبرک بالرسول ﷺ

جبکہ شروع میں ''حُبِّ رسول ﷺ کی ضرورت اور عملی تقاضے'' کے عنوان سے ایک مفصل مقدمہ بھی قلمبند کیا گیا ہے۔

کتاب کے عنوان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ موضوع وسیع ہے۔ حضور ﷺ کے ساتھ صحابہؓ کی محبت کے تمام مظاہر یا واقعات و روایات کا احاطہ کرنا بڑا مشکل اور وقت طلب کام ہے۔ اس کے باوجود بحمد اللہ ''مظاہرِ محبت'' کی خاصی تعداد جمع کر دی گئی ہے۔ اس موضوع پر یکجا اتنا مواد کم از کم راقم کی نظروں سے نہیں گزرا۔ پھر یہ مظاہر محبت سیرت و رجال کی کتابوں سے کہیں زیادہ بنیادی مآخذ صحاح ستہ اور بعض دیگر کتب حدیث سے اخذ کیے گئے ہیں اور کوئی روایت مستند و مکمل حوالہ کے بغیر درج نہیں کی گئی۔ ان روایات و واقعات (مظاہرِ محبت) کے درج کرنے میں حتیٰ الامکان اس امر کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے کہ ان پر اپنی طرف سے کسی قسم کی ''حاشیہ آرائی'' اور تشریحی نوٹس کی بجائے من وعن درج کر دیا جائے اور ان سے نتیجہ اخذ کرنا قارئین پر چھوڑ دیا جائے۔

علاوہ ازیں ہر باب کے حوالہ جات و حواشی اس کے آخر میں دیئے گئے ہیں۔ ساتھ ہی مزید تحقیق کرنے والوں کی سہولت کے لیے اکثر حوالہ جات میں ''حروف ابجد'' کی ترتیب سے متعدد کتب کا پورا پورا اور تحقیقی اسلوب میں حوالہ دیا گیا ہے۔ اہل علم و تحقیق کی اطلاع کے لیے یہ بھی عرض ہے کہ کسی حوالہ میں درج متعدد حوالہ جات کے اندر جو کتاب نمبر (الف) پر درج ہے، بالعموم وہ روایت اسی کتاب کے الفاظ میں ہے جبکہ الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ وہ روایت مندرجہ دیگر کتابوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ کتاب کے آخر میں مآخذ کی تفصیلی فہرست بھی درج کر دی گئی ہے۔

راقم نے تمام مندرجات کی لفظی و معنوی اور حوالہ جاتی صحت کا اپنی طرف سے پورا پورا خیال رکھا ہے۔ اس کے باوجود بتقاضائے بشریت غلطی کا امکان رد نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا دوران مطالعہ کسی محترم اہل علم کو کوئی قابل اصلاح چیز نظر آئے تو برائے مہربانی اس سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جا سکے۔

زیرِ نظر تالیف اگرچہ "اجتہادی اور تخلیقی" نوعیت کی تو نہیں تاہم بفضلہٖ تعالیٰ اپنے موضوع پر علمی تحقیقی اور عملی افادیت سے خالی بھی نہیں۔ اللہ کریم کی رحمت سے امید ہے کہ ان ایمان افروز اور روح پرور مظاہر محبت سے قارئین مستفید ہی نہیں محظوظ بھی ہوں گے اور اس سلسلے میں ساری محنت کا بڑا مقصود بھی یہی ہے۔ اگر اس ناتمام سی کاوش اور چھوٹی سی علمی خدمت کی بدولت اگر کسی قاری کو حُبِّ رسول ﷺ کے حقیقی تقاضوں کا علم ہو جاتا اور صحابہ کرامؓ کی طرح ان کو پورا کرنے کا واقعی جذبہ اور عملی داعیہ پیدا ہو جاتا ہے تو کہہ سکوں گا کہ "شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم۔"

راقم یہاں اپنے ان اہلِ علم احباب کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری خیال کرتا ہے جنہوں نے کتاب ہذا کے مندرجات کی ترتیب وغیرہ میں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ جزاھم اللہ خیرا

نیز زاویہ فاؤنڈیشن کے صوفی منش مدیر محبّ محترم جناب رضاء الدین صدیقی کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے جنھوں نے کتاب کے مندرجات دیکھتے ہی اسے طبع کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور اپنے معتمد خاص عزیز محترم جناب سعید احمد سعیدی کو اس کی طباعت کے لیے ضروری اقدامات کرنے کی ہدایت فرمائی۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ کریم راقم کی اس چھوٹی سی علمی خدمت کو قبول فرماتے ہوئے باعث مغفرت بنائے۔ (آمين بجاه نبيه الكريم عليه التحية والتسليم)

لطف الٰہی و نظر نبوی کا طالب

حافظ محمد سعد اللہ

مدیر مجلّہ "منہاج" دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

حال مقیم 195/2/AII ٹاؤن شپ لاہور

تقریظ

ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن، ایڈیٹر سہ ماہی فکر ونظر ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد
سجادہ نشین خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ، بگھار شریف، کہوٹہ، ضلع راولپنڈی

حضور ختمی مرتبت سرورِ کائنات ﷺ سے محبت دینِ متین کی بنیاد ہے اور بقول مولانا ظفر علی خان سب غایتوں کی غایت اولیٰ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والا صفات ہے۔ (لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین) کا ارشاد مبارک اسی حقیقت کی جانب متوجہ کرتا ہے۔ محبت رسول ﷺ کا مظہر اطاعت رسول ﷺ ہے۔ دعوائے محبت ہو اور اطاعت مفقود ہو تو دعویٰ کی سچائی پر حرف آتا ہے۔ پیغمبر اعظم و آخر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ اعجاز بھی منفرد ہے کہ آپ کے جاں نثاروں کی زندگیاں جہاں محبتِ رسول کی شاہکار ہیں وہاں ہر ایک کی زندگی سنتِ رسول ﷺ کی آئینہ دار ہے۔ ان نفوس قدسیہ نے دونوں جہتوں میں راہنمائی کا عظیم الشان معیار قائم فرما دیا کہ محبت کا انداز کیا ہوتا ہے اور جو ذات مرکز محبت ہے اس کی اطاعت کا معیار کیا ہے۔

میرے انتہائی مخلص اور محترم دوست حافظ محمد سعد اللہ کی زیر نظر کتاب ''حُبِّ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ۔ مظاہر محبت'' صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پاکیزہ زندگیوں کی ان دو اہم خصوصیات کی جامع ہے۔ موصوف نے کتب حدیث وسیر سے ایسے واقعات محبتِ رسول ﷺ اور اطاعت رسول ﷺ کے ایسے نقوش جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے کہ سعید روحیں ان کا مطالعہ کرتے وقت جھوم اٹھتی ہیں اور پکار اٹھتی ہیں:

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو ۔۔۔ ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہی تو ہو

پانچ ابواب پر مشتمل یہ تصنیف لطیف محترم حافظ سعد اللہ صاحب کے تحقیقی ذوق، آپ کے ادبی کمالات اور بالخصوص حُبِّ رسول ﷺ کی آئینہ دار ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ رب العزت محترم حافظ صاحب کے علم وعمل میں مزید اضافہ فرمائے اور ان کے علم وعرفان سے مخلوق خدا کو مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

حُبِّ☆ رسول ﷺ کی ضرورت اور عملی تقاضے

اہل علم سے مخفی نہیں کہ درج بالا موضوع اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے۔ جس کی تفصیل میں جانے کی اس مقدمہ میں قطعاً گنجائش نہیں۔ تاہم زیر نظر کتاب کی ضرورت واہمیت اور افادیت واضح کرنے کے لیے آئندہ سطور میں اس موضوع کے ضروری پہلوؤں پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ موضوع کی وسعت کی بنا پر یہ اختصار بھی کچھ طویل سا ہو گیا ہے۔ مگر موضوع کے تعارف کے لیے اتنی تفصیل ضروری تھی۔ امید ہے گراں نہیں گزرے گی۔

☆ رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے والہانہ تعلق خاطر اور انتہائی قلبی میلان پر لغوی اعتبار سے اگرچہ ''عشق'' کا لفظ بولا جا سکتا ہے اور بہت سے علماء وشعراء نے ''عشق رسول'' کی ترکیب استعمال کی ہے تاہم اس کے لیے ''حُبِّ رسول ﷺ'' یا ''محبت رسول ﷺ'' کے الفاظ اولیٰ معلوم ہوتے ہیں کیونکہ:

۱- ایک تو قرآن وحدیث کے علاوہ محدثین اور شارحین نے بھی بالعموم یہی الفاظ استعمال کیے ہیں۔

۲- دوسرے محبت اور عشق میں یہ فرق بھی ہے کہ محبت روح کے میلان صحیح کا نام ہے اور عشق میں اس شرط کا پایا جانا ضروری نہیں۔ محبوب وہ ہے جو فی الواقع اپنے ظاہری وباطنی کمالات عالیہ کی وجہ سے محبت کیے جانے کے لائق ہو جبکہ معشوق وہ ہے جسے کسی نے اچھا سمجھ لیا ہو۔ محبوب بہر حال محبوب ہے خواہ اس کا کوئی محب ہو یا نہ ہو مگر معشوق اس وقت تک معشوق نہیں جب تک کہ کوئی اس کا عاشق موجود نہ ہو۔ مشہور مثل ''لیلیٰ را بہ چشم مجنوں باید دید'' شاید اسی چیز کی وضاحت کے لیے وضع ہوئی تھی۔ لہٰذا ''لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا'' کے حکم الٰہی کے پیش نظر حضور ﷺ کے لیے بے ادبی کے شائبہ والا لفظ بولنے یا لکھنے سے اجتناب ہی مناسب ہے۔

حُبِّ رسول ﷺ کی دینی ضرورت

اللہ کریم کے آخری نبی معظم ورسول محتشم سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والتسلیم کی دائمی وعالمی نبوت ورسالت پر جس طرح ایمان لانا فرض ہے اور جس کے بغیر کوئی آدمی شرعاً مومن کہلاسکتا نہ دائرہ اسلام میں داخل ہوسکتا ہے[1] نیز جس طرح آپ ﷺ کی مطلق وغیر مشروط اطاعت واتباع شرعاً لازم[2] اور ہر لحاظ سے تعظیم وتوقیر واجب ہے[3] اور جو ایک مومن پر نبی رؤف رحیم ﷺ کا لازمی حق ہے، ٹھیک اسی طرح قرآن وحدیث کی رو سے رسول مقبول ﷺ کی ذات والاشان کے ساتھ والہانہ اور ہر چیز سے زیادہ محبت رکھنا بھی واجب ہے[4] کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ جب تک اس درجہ کی محبت اور اس قسم کا قلبی تعلق اور عزت وناموس رسالت ﷺ پر مر مٹنے کا حقیقی جذبہ وداعیہ پیدا نہ ہوتو آدمی ایمان کی حلاوت پاسکتا ہے نہ کامل ایمان کے درجہ پر فائز ہوسکتا ہے نہ از روئے قرآن اللہ کا قرب حاصل کیا جاسکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں محبت نبوی ﷺ ایمان کی روح ہے اور اس کے بغیر جملہ اعمال اور مقامات واحوال بے جان ڈھانچہ ہیں۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے بالکل سچ کہا ہے کہ

مغز قرآں روح ایماں جان دیں
ہست حب رحمۃ للعالمین

علاوہ ازیں تاریخ شاہد ہے کہ محبت رسول ﷺ کے قدرتی اور فطری نتیجے میں ایک محبّ رسول ﷺ کے لیے ایمان کے سارے تقاضوں کو پورا کرنا اور اللہ ورسول ﷺ کے احکام پر چلنا نہ صرف یہ کہ آسان ہوجاتا ہے بلکہ اس راہ میں جان عزیز تک دینے میں بھی وہ ایک لذت محسوس کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایمان کی معنوی حلاوت اور باطنی مٹھاس پانے کے لیے جن خصائل وصفات کو ایک مؤمن کے لیے ضروری قرار دیا ہے ان میں سرفہرست یہ بات رکھی ہے کہ "ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما" (اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس کے نزدیک باقی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں)[5] اور حلاوۃ ایمان کا معنی امام نوویؒ نے یہ لکھا ہے کہ "آدمی کو طاعت (نیکیاں، عبادات) بجالانے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی

خوشنودی کی خاطر تکالیف اٹھانے میں لذت محسوس ہو اور اس چیز کو دنیا کے مال ومتاع پر ترجیح دے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے بندے کی محبت یہ ہے کہ اس کی اطاعت کرے اور اس کی مخالفت چھوڑ دے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت کا بھی یہی معنی ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت کرے اور آپ ﷺ کی مخالفت ترک کر دے۔[6]

اس کے برعکس جس آدمی کے دل میں محبت رسول ﷺ کا کوئی جذبہ نہ ہوگا اس کے لیے روزمرہ کے اسلامی فرائض کی ادائیگی اور عام ایمانی مطالبات کی تعمیل بھی سخت گراں اور بڑی کٹھن ہو جاتی ہے اور جتنا کچھ وہ کرتا بھی ہے تو اس کی حیثیت زیادہ سے زیادہ بس قانونی پابندی یا مجبوری کی سی ہوتی ہے جبکہ قرآن نبی اکرم ﷺ کے لیے اس اعزاز اور توقیر واکرام کا طالب ہے جو قلب کی گہرائیوں کی پیداوار ہو۔ وہ آپ ﷺ سے جذباتی لگاؤ اور محبت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ وہ آپ ﷺ کی صرف اس اطاعت پر راضی نہیں جو جذبات محبت اور تعظیم سے خالی ہو جیسے کہ رعایا کا بادشاہ کے ساتھ اور دوسرے فوجی وسول لیڈروں کے ساتھ عوام کا ایک رسمی یا مجبوری کا تعلق ہوتا ہے۔ قرآن صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ اور دیگر فرائض کی ادائیگی ہی کافی نہیں سمجھتا بلکہ اس کا مطالبہ ہے:

"لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ"[7]

''تم لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور آپ ﷺ کی مدد کرو اور تعظیم کرو۔''

اس لیے اس نے ہر اس چیز کا حکم دیا جس میں آپ ﷺ کی عزت وحرمت کی حفاظت ہوتی ہو اور ہر اس چیز سے منع کر دیا جس سے آں جناب ﷺ کی ادنیٰ بے ادبی یا بے ادبی کا شائبہ ہو اور جس سے (العیاذ باللہ) آپ ﷺ کی عزت مجروح آپ ﷺ کی رفعت شان گھٹتی اور آپ ﷺ کا ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' والا بلند مرتبہ کم ہوتا ہو۔[8]

حُبِ رسول ﷺ کی عقلی ضرورت

محبت نبوی ﷺ کی اس دینی، ایمانی، روحانی اور شرعی ضرورت واہمیت اور حد درجہ افادیت ومنفعت کے علاوہ اگر دنیا کے کسی بھی انسان کی آنکھوں پر فکری مذہبی اور نسلی تعصب کی پٹی نہ بندھی ہو اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے خدا واسطے کے بغض عناد اور مخالفت

برائے مخالفت نے اس کے دل کے دریچے بند نہ کر دیے ہوں تو وہ یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہے کہ عدل وانصاف اور عقل سلیم کا لازمی تقاضا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی رحمت عالم ذات کے ساتھ ساری دنیا سے بڑھ کر اور ٹوٹ ٹوٹ کر محبت کی جائے۔ کیونکہ محبت و پیار کی دنیا میں حسی ظاہری اور باطنی اعتبار سے محبت کے جتنے قدرتی وفطری عوامل محرکات اور اسباب ہو سکتے ہیں، مثلاً ظاہری حسن و جمال، باطنی اخلاق اور علمی وفنی کمال اور نوال واحسان وغیرہ تو یہ سب اسباب ومحرکات نبی کریم ﷺ کی جامع الصفات اور ہر جہت وزاویے سے بے عیب ومحمود ذات میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ امام نوویؒ شرح صحیح مسلم میں محبت کا معنی اور اس کے اسباب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''محبت کی اصل محب (محبت کرنے والے) کا اس چیز کی طرف میلان ہے جو اس کے موافق ہو (دل کو اچھی لگے) پھر یہ میلان کبھی تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ انسان اس چیز سے لذت حاصل کرتا اور اسے اچھا سمجھتا ہے جیسے شکل وشباہت کا حسن (خوبصورتی) آواز کا حسن (سریلی آواز) اور کھانے وغیرہ کا حسن (لذیذ ہونا) کبھی یہ قلبی میلان اس لیے ہوتا ہے کہ انسان کسی چیز میں پائے جانے والے باطنی معانی (خوبیوں) کی وجہ سے عقلی طور پر اس سے لذت حاصل کرتا ہے جیسے صلحاء، علماء اور اہل فضل کی محبت (ان کے کمال علم وفضل اور تقوی کی وجہ سے) اور کبھی آدمی کا یہ میلان کسی چیز یا انسان کی طرف اس لیے ہوتا ہے کہ اس نے اس پر کوئی احسان کیا یا اس سے کسی مضرت وتکلیف کو دور کیا ہے اور محبت کے یہ جملہ اسباب ومعانی نبی اکرم ﷺ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اس لیے کہ ظاہری جمال اور باطنی کمالات اور ہر قسم کے فضائل آپ ﷺ کی ذات میں جمع کر دیے گئے ہیں اور تمام مسلمانوں پر آپ ﷺ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں صراط مستقیم پر چلایا، جنت کی ابدی نعمتوں کا مستحق ٹھہرایا اور جہنم کی آگ سے دور کرایا۔''[9]

محبت رسول ﷺ کی ان عقلی وجوہ واسباب پر قاضی عیاض نے الشفاء میں[10]، علامہ قسطلانی نے المواھب اللدنیہ میں[11] اور دیگر علماء نے اپنی اپنی جگہ پر مزید تفصیل سے اور بڑے ایمان افروز انداز میں روشنی ڈالی ہے جس کا اندراج طوالت کے باعث یہاں ممکن نہیں۔ ان واقعی وحقیقی اسباب محبت یا کمالات نبوی ﷺ کی تفصیل سے ہماری حدیث، سیرت، تاریخ، فضائل وخصائص

اور شمائل نبوی ﷺ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات کے باعث اہل اسلام کو دنیا میں جو ظاہری و باطنی انعامات ملے اور پھر آخرت میں ملنے والے ہیں ان کی کوئی حد ہی نہیں۔ عہد نبوی ﷺ کی ایک نہیں بیسیوں ایسی مثالیں ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ظاہری حسن وجمال، چہرہ انور کے نور، اعضاء و بدن کے تناسب وخوبصورتی، حسن سیرت، حسن اخلاق، عفوودرگزر، ہمدردی، خیرخواہی، انصاف پسندی، جودوکرم اور احسان وایثار جیسے خداداد کمالات یا اسباب ومحرکات محبت نے اپنے تو اپنے بڑے بڑے جانی دشمنوں اور کٹر مخالفوں مگر انصاف پسند لوگوں مثلاً حضرت عمر فاروق، عکرمہ بن ابی جہل، ثمامہ بن اثال، ابوسفیان بن حرب، سلمان فارسی، زید بن حارثہ وغیرہ (رضی اللہ عنہم) کو صرف آستانہ نبوت پر جھکایا ہی نہیں بلکہ انہیں ذاتِ نبوی ﷺ کا ایسا گرویدہ اور جان نثار بنادیا کہ پھر دنیا کا کوئی حرص، کوئی لالچ، کوئی طمع، کوئی خوف، کوئی ڈر، کوئی رشتہ اور کوئی تعلق ان کے ہاتھ سے حضور ﷺ کا دامن نہ چھڑا سکا۔

نبی کریم ﷺ کے مؤمنین کے ساتھ رشتہ کا تقاضا

نبی کریم ﷺ کی سراپا رافت وشفقت ذات کا اہل ایمان کے ساتھ جو منفرد، بے مثال مخلصانہ خیرخواہانہ ہمدردانہ بے غرض بے لوث اور قریبی تعلق ہے، اس کا بھی فطری تقاضا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی محسن ذات سے ساری کائنات بلکہ اپنی ذات سے بھی زیادہ محبت کی جائے۔ چنانچہ مؤمنین کے ساتھ اس تعلق کی وضاحت قرآن مجید نے یوں فرمائی ہے:

"اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" (الاحزاب:٦)

''نبی اکرم ﷺ کی ذات اہل ایمان کے لیے ان کی اپنی ذاتوں پر بھی مقدم ہے۔''

اس آیت کی تفسیر میں تمام مفسرین کی تفسیری مباحث کا احاطہ یہاں ممکن نہیں۔ تاہم آیت کریمہ کی وضاحت کے لیے ایک تفسیری نوٹ کا مطالعہ ضروری ہے۔ چنانچہ مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

''یعنی نبی اکرم ﷺ کا مؤمنوں سے اور مومنوں کا نبی ﷺ سے جو تعلق ہے وہ تمام دوسرے انسانی تعلقات سے ایک بالاتر نوعیت کا ہے۔ کوئی رشتہ اس رشتے سے اور کوئی تعلق اس تعلق سے جو نبی اور اہل ایمان کے درمیان ہے، ذرہ برابر بھی کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ نبی اکرم ﷺ مسلمانوں کے لیے ان کے ماں باپ سے بھی بڑھ کر شفیق ورحیم اور ان کی اپنی ذات سے بھی بڑھ کر خیرخواہ ہیں۔ ان کے ماں باپ، بیوی بچے ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، ان کے

ساتھ خود غرضی برت سکتے ہیں، ان کو گمراہ کر سکتے ہیں، ان سے غلطیوں کا ارتکاب کرا سکتے ہیں۔ ان کو جہنم میں دھکیل سکتے ہیں۔ مگر نبی اکرم ﷺ ان کے حق میں صرف وہی بات کرنے والے ہیں جس میں ان کی حقیقی فلاح ہو۔ وہ خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار سکتے ہیں، حماقتیں کر کے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر سکتے ہیں لیکن نبی اکرم ﷺ ان کے لیے وہی کچھ تجویز کریں گے جو فی الواقع ان کے لیے نافع ہو اور جب معاملہ یہ ہے تو نبی ﷺ کا بھی مسلمانوں پر یہ حق ہے کہ وہ آپ ﷺ کو اپنے ماں باپ اولاد اور اپنی جان سے بڑھ کر عزیز رکھیں۔ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت رکھیں۔ اپنی رائے پر آپ ﷺ کی رائے کو اور اپنے فیصلے پر آپ ﷺ کے فیصلے کو مقدم رکھیں اور آپ ﷺ کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیں۔"[۱۲]

اس گہرے اور مخلصانہ تعلق کی مزید وضاحت خود نبی کریم ﷺ نے یوں فرمائی ہے:

"میری اور میری امت کی حالت اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی ہو پھر مختلف پتنگے اس میں گرنے کے لیے دوڑے چلے آ رہے ہوں۔ ٹھیک اسی طرح میں تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ پکڑ کر بچانے کی کوشش کر رہا ہوں اور تم ہو کہ اس (ہلاکت اور کفر کی آگ) میں گرے جا رہے ہو۔"[۱۳]

حقیقت یہ ہے کہ جو تعلق خاطر جو پیار و محبت جو شفقت جو خیر خواہی جو ہمدردی اور جو غم خواری حضور ﷺ کو تمام انسانیت اور اپنی امت سے رہی ہے اور جو اس وقت بھی جاری و ساری ہے، اس کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔

حُبِّ رسول ﷺ کی شرعی حیثیت

حُبِّ رسول ﷺ کی درج بالا دینی، دنیوی، عقلی ضرورت اور مؤمنین کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے مذکورہ دائمی انمٹ اور دنیا و آخرت میں بے مثال مخلصانہ تعلق کی بنا پر ہی آپ ﷺ کے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرما جانے کے بعد بعض مسلمانوں سے چند موہوم اندیشوں کی وجہ سے جب ہجرت کر جانے کے حکم کی تعمیل میں کچھ کمزوری، کوتاہی، تاخیر اور سستی کا ارتکاب ہوا تو اللہ نے تنبیہ فرمائی:

"(اے حبیب!) آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے (اولادیں) اور تمہارے

بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے بگڑ جانے سے تم ڈرر ہے ہو اور وہ گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو (یہ سب) تم کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے اور اللہ نافرمان لوگوں (فاسقوں) کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (سورہ التوبہ:۲۴)

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے مفسر قرطبیؒ نے لکھا ہے:

"وفی الایۃدلیل علی وجوب حب اللّٰہورسولہ و لاخلاف فی ذالك بین الامۃ"[۱۴]

''آیت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت کے واجب ہونے کی دلیل ہے اور اس مسئلے میں امت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔''

آیت بالا میں تفصیل کے ساتھ خصوصاً ابتدائے اسلام کے حوالے سے ان جملہ عواقب کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے جو اسلامی زندگی اختیار کر لینے کے بعد غیر متوقع نہیں ہوتے، یعنی یہ ہوسکتا ہے کہ باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے، بھائی اپنے بھائی سے، شوہر اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جائے، کنبہ قبیلہ روٹھ جائے، اپنا جمع کیا ہوا مال ہاتھوں سے نکل جائے، چلتی ہوئی تجارت اور کاروبار رک جائے، اپنے رہائشی اور اچھے اچھے مکان ترک کرنے پڑ جائیں مگر بتلاؤ ایسے وقت میں تم کس کا ساتھ دو گے؟ اگر کہیں عزیزوں کا ساتھ دیا تو یہ اس امر کا ثبوت ہوگا کہ جو ایثار و قربانی کا عہد تم نے کلمہ پڑھ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے باندھا تھا وہ غلط تھا۔ لہٰذا عند اللہ اس عہد شکنی کی جو پاداش ہو اس کا تمہیں انتظار کرنا چاہیے۔

حُبِّ رسول ﷺ کے شرعی اعتبار سے اس وجوب اور ہر چیز پر مقدم ہونے کی صراحت خادم رسول ﷺ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ایک حدیث میں جسے تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ بخاری و مسلم اور دیگر متعدد ائمہ حدیث نے نقل کیا ہے، خود نبی کریم ﷺ نے بات کو قسم کے ذریعے مؤکد کرنے کے بعد یوں فرمائی ہے:

"لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین"[۱۵]

''تم میں سے کوئی بھی آدمی اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک کہ میری ذات

اس کے نزدیک اپنے والد، اپنی اولاد اور تمام دوسرے لوگوں سے زیادہ محبوب نہیں بن جاتی۔"

یہ حدیث بتلاتی ہے کہ اگر باپ کے لیے کبھی ایسا موقعہ آئے کہ محض رسول اللہ ﷺ پر ایمان اور آپ ﷺ کے ساتھ ایمانی تعلق کی پاداش میں اسے اپنی اولاد چھوڑنی پڑ جائے یا اولاد کے لیے ایسا موقعہ ہو کہ انہیں اپنے والدین ترک کرنا پڑیں تو ایمان کا تقاضا ہے کہ یہ قربانی و ایثار کر گزرے۔

حضرت انسؓ بن مالک کی درج بالا روایت کے لیے امام مسلم نے باب کا جو طویل عنوان قائم کیا اور اس سے جو حکم مستنبط کیا ہے، وہ قابل غور اور امام موصوف کی فقاہت و باریک بینی پر گواہ ہے۔ باب کا عنون ہے:

"وجوب محبة رسول اللہ ﷺ اکثر من الاھل والولد
والوالد والناس اجمعین واطلاق عدم الایمان علی من
لم یحبہ ھذہ المحبة"

"رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے اہل خانہ، اولاد، ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت رکھنے کا واجب ہونا اور اس آدمی پر مومن نہ ہونے کا اطلاق جو آپ ﷺ سے اس درجہ کی محبت نہیں رکھتا۔"

جس ماحول میں اب ہم رہ رہے ہیں، یہ ماشاء اللہ اسلامی ماحول ہے۔ اولاد بھی مسلمان اور باپ بھی مسلمان۔ اس لیے اس طرف ذہن کم ہی جاتا ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کی محبت کا والدین یا اولاد کی محبت سے کوئی تقابل ہو سکتا ہے لیکن ابتدائے اسلام میں جب یہ ماحول نہیں تھا اور اسلام دنیا کو کفر کی تاریکی سے نورِ ہدایت کی طرف آنے کی دعوت دے رہا تھا۔ اس وقت خدا اور رسول ﷺ کی محبت والد و اولاد کی عداوت کے ہم معنی بنی ہوئی تھی۔ جو خدا سے محبت کرتا اسے اپنے مال و اولاد کو چھوڑنا پڑتا اور جو اپنے مال اولاد کا ساتھ دیتا اسے خدا اور رسول ﷺ سے بغاوت کرنا ہوتی۔

ایک دوسری روایت میں اپنی جان حضور ﷺ سے زیادہ محبوب رکھنے کو بھی ایمان کے منافی قرار دیا گیا۔ چنانچہ:

"حضرت عبداللہ بن ھشام کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ حضرت عمر بن خطابؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ اس دوران حضرت عمرؓ نے (اپنی قلبی کیفیت بیان

کرتے ہوئے) کہا: یارسول اللہ! آپ ﷺ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، جب تک میں تمہارے نزدیک تمہاری اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ قرار پاؤں تم مومن نہیں ہو سکتے۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ اب آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گئے ہیں۔ فرمایا: اے عمر! تو اب تم پکے مومن ہو گئے۔''[16]

یہ حضرت عمر فاروقؓ کی صداقت تھی کہ انہوں نے اپنی اندرونی کمزوری یا باطنی بیماری دربار رسالت میں صاف صاف بیان کر دی۔ دوسری طرف نگاہ نبوت اور فیض نبوت کا کمال تھا کہ ایک سیکنڈ میں آپ ﷺ نے ایمان کے تمام ارتقائی مدارج انہیں طے کرا دیے۔ وہ سینہ جو ابھی اپنی جان کو عزیز سمجھ رہا تھا، دوسری ساعت آنے نہیں پائی کہ رسول اکرم ﷺ کی ذات کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھنے لگتا ہے۔ کہنے کو تو یہ دو فقرے ہیں مگر آپ ﷺ کے فیض صحبت کی یہ برقی تاثیر عقل انسانی کے لیے موجب حیرت ہے۔ اب سوچو کہ جہاں سیکنڈوں کی صحبت کے آثار یہ ہوں وہاں ہفتوں، مہینوں اور کئی کئی سالوں کے اثرات کیا ہوں گے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

حُبِ رسول ﷺ سے متعلق ان احادیث کی شرح میں محدثین نے اگرچہ یہ بات لکھی ہے کہ یہاں طبعی جبلی اور فطری محبت مراد نہیں جو انسان کے اختیار میں نہیں ہوتی بلکہ ایمانی عقلی اور اختیاری محبت رسول ﷺ مراد ہے لیکن کمال ایمان کا تقاضا ہے کہ اس محبت میں اس قدر ترقی ہونی چاہیے کہ یہ محبت طبعی محبت پر غالب آ جائے اور اتباع سنت میں وہ لذت محسوس ہو جو ہر تکلیف کو راحت اور ہر تلخی کو شیریں بنا دے۔ یہی محبت کا اعلیٰ اور مطلوب مقام ہے۔

اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ ورسول ﷺ کے ساتھ اہل ایمان کو جو محبت ہوتی ہے وہ ماں باپ اور بیوی بچوں کی محبت کی طرح خونی رشتوں یا دوسرے طبعی وغیر اختیاری اسباب کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ وہ روحانی ایمانی اور عقلی وجوہ سے ہوتی ہے مگر جب عقلی محبت کامل ہو جاتی ہے تو اس کے سوا دوسری تمام محبتیں جو طبعی خود غرضانہ، مفاد پرستانہ یا نفسیاتی اسباب کی وجہ سے ہوتی ہیں، مغلوب ہو جاتی ہیں اور اس بات کو ہر وہ شخص سمجھ سکتا ہے جس کو اللہ نے اس کا کوئی

حصہ نصیب فرمایا ہو۔ حفیظ جالندھری مرحوم نے اسی لیے کہا تھا ؎

محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر مال جان اولاد سے پیارا

محبت رسول ﷺ اور ختم نبوت

نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر من جانب اللہ سلسلہ نبوت و رسالت ختم کر دینے کی ایک حکمت علماء نے یہ بھی بتائی ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ مؤمنین کے قلبی تعلق و محبت میں کسی قسم کی کمی اور کمزوری واقع نہ ہو۔ چنانچہ سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں:

''جو شخص بھی نبی اکرم ﷺ کے بارہ میں وہ ہدایات و تعلیمات اور آداب و احکام پڑھے گا جن کا سورۃ الاحزاب، الحجرات، التحریم، المجادلہ میں ذکر ہے اور ان انعامات الٰہیہ و امتیازات و معاملہ خصوصی کا تذکرہ دیکھے گا، جن کی طرف سورۃ الفتح، الضحیٰ، الانشرح میں ارشادات آئے ہیں، تو اس کی عقل اور اس کا ذوق سلیم اس کی شہادت دے گا کہ یہ صفات اس پیغمبر کی ہیں، جو تمام نسلوں اور زمانوں کے لیے مبعوث ہوا ہے، اور جس کے آفتاب اقبال کو کبھی گہن نہیں لگتا، اور جس کے عروج کا ستارہ کبھی ڈوبتا نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اب کسی بھی نبی کی بعثت (خواہ وہ کوئی جدید شریعت لے کر نہ آئے) محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں، خدا کی زبان سے اس عطر آگیں تذکرے اور مشک بیز مدح و ثنا کے منافی ٹھہرتی ہے اور اس کے ساتھ ہی نبی کریم ﷺ سے امت کے مضبوط، ابدی اور دائمی رشتہ کو کمزور کرتی ہے، آپ ﷺ کی تعلیمات و اسوہ حسنہ، آپ ﷺ کے اصحاب و اہل بیت، آپ ﷺ کے مولد و منشا (مکہ و مدینہ اور سرزمین عرب) کے ساتھ مسلمانوں کے تعلق کو نقصان پہنچاتی اور اس کو متاثر کرتی ہے، اس لیے کہ جو نبی بھی آپ ﷺ کے بعد مبعوث ہوتا، اس کا امت اور نبی ﷺ کے درمیان (دانستہ و نادانستہ) حائل ہو جانا، اور شعوری و لاشعوری طور پر رسول اللہ ﷺ کی ذات سے امت کے رشتہ اور تعلق کو کمزور بنا دینا ضروری تھا، ایسا ہونا قانون قدرت اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہے کہ ''مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ'' (الاحزاب: ۴۰) ''اللہ نے کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔''[۱۷]

حُبِّ رسول ﷺ کے عملی تقاضے

جیسا کہ پیچھے گزرا محبت ایک قلبی میلان، دلی جذبہ، اندرونی تڑپ اور باطنی کیفیت کا نام ہے جس میں کمی بیشی بھی ممکن ہے، مگر کسی کی پیشانی پر نہیں لکھا ہوتا کہ یہ آدمی فلاں شخص یا فلاں چیز سے محبت رکھتا ہے اور کس قدر رکھتا ہے، تاہم حقیقی محبت کا ظہور کسی نہ کسی طرح ہو کر رہتا ہے۔ جذبہ محبت کا فطری لازمی اور قدرتی تقاضا ہے کہ محبت کرنے والے کی ذات سے بعض ایسے اعمال افعال اور حرکات کا لامحالہ ظہور ہو جو محبوب سے محبت اور تعلق خاطر پر دلیل ہوتی ہیں ورنہ یہ دعوائے محبت چوری کھانے والے مجنوں کی طرح محض زبانی حلق سے اوپر اوپر اور جھوٹا ہوگا۔

جہاں تک نبی اکرم ﷺ کی محبوب ذات کے ساتھ ایک مسلمان کی محبت کا تعلق ہے تو کلمہ طیبہ اور ایمان بالرسول ﷺ کی برکت سے اگر چہ کسی بھی کلمہ گو کا دل محبت رسول ﷺ سے بالکل خالی نہیں ہوتا۔ تاہم بعض خوش نصیبوں کو اس کا وافر حصہ ملا ہوتا ہے اور درج بالا محبت کے فطری تقاضے کے مطابق ان سے بعض اعمال کا ظہور یا ارتکاب ہونا ضروری ہے۔ اسی چیز کو محبت کے عملی تقاضے یا محبت کی علامات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ محبت رسول ﷺ کے کچھ تقاضے تو حضور ﷺ کی ظاہری زندگی کے ساتھ خاص تھے جن پر عمل اب ممکن نہیں مگر کچھ ایسے تقاضے ہیں جن کا تعلق قیامت تک کے لیے ہر محبِ رسول ﷺ سے ہے۔ اس قسم کے چند موٹے موٹے تقاضے درج ذیل ہیں:

(۱) خواہشاتِ نفس کا شریعت محمدیہ ﷺ کے تابع ہو جانا

محبت رسول ﷺ کا اولین تقاضا ہے کہ حضور ﷺ پر ایمان لانے کے بعد شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ذاتی پسند و ناپسند اور اپنی مرضی ختم ہو جائے۔ اسے متابعت شریعت میں وہ لطف ولذت محسوس ہونے لگے جو طبعی مرغوبات میں ہوتی ہے۔ سخت سردیوں میں فجر کی نماز کے لیے اٹھنا اور کڑا کے کی گرمی میں رمضان کے روزے رکھنے کی وہ خواہش ہو جو سردی میں گرم کپڑے پہننے اور گرمی میں ٹھنڈک حاصل کرنے کی ہوتی ہے۔ یہ کیفیت اس وقت تک پیدا نہیں ہوتی جب تک کہ نفس اپنی سرشت چھوڑ کر حضور ﷺ کی شریعت کے تابع نہ ہو جائے۔ چنانچہ ایک حدیث میں اس امر کی صراحت یوں فرمائی گئی ہے کہ:

"لایؤمن احدکم حتیٰ یکون ھواہ تبعالماجئت بہ"۔[۱۸]

"تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی نفسانی خواہشات اس شریعت کے تابع نہ ہوجائیں جس کو میں لایا ہوں۔"

اس حدیث کی شرح میں ایک معاصر معروف خانقاہ کے فاضل گدی نشین سیرت نگار محترم علامہ قاضی عبدالدائم دائم کا تشریحی نوٹ لائق مطالعہ ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

"کیا ہم نے آقا کے ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کر رکھا ہے؟ کیا ہم نے اپنی ہر خواہش کو نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے تابع کردیا ہے؟ کیا ہماری صورت اور سیرت اسلامی ڈھانچے میں ڈھل گئی ہے؟ کیا ہماری گفتار و کردار پر مصطفوی رنگ چڑھ چکا ہے؟ اگر نہیں اور بالیقین نہیں تو مجھے کہنے دیجیے کہ رنگ برنگی جھنڈیاں لگانے، نو بہ نو محرابیں بنانے، بلند و بالا عمارتیں سجانے، ہزاروں شمعیں اور قمقمے جلانے، صبح دم بلند آہنگ بارودی گولے چلانے، جلسوں اور جلوسوں میں شب و روز نعتیں سنانے، پوری طاقت سے توحید اور رسالت کے نعرے لگانے اور کئی کئی گز کے علم لہرانے کے باوجود "لایؤمن احدکم" کی ہولناک تنبیہ تلوار کی طرح ہر دم سر پر لٹکی ہوئی ہے۔ اب گری کہ تب گری۔ اللّٰھم ارحم"۔[۱۸ا]

(۲) حضور ﷺ کی مرغوب چیز کا مرغوب اور ناپسند کا ناپسند ہوجانا

محبت رسول ﷺ کا لازمی تقاضا ہے کہ حضور ﷺ کی مرغوب اور پسندیدہ چیز آدمی کے نزدیک مرغوب اور پسندیدہ اور آپ ﷺ کی ناپسند، ناپسند قرار پائے۔ جیسے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ہمیشہ اس لیے سبتی جوتے پہننا کہ حضور ﷺ کو انہوں نے اس قسم کے جوتے پہنتے دیکھا تھا[۱۹] یا کدو کے سالن کا زندگی بھر کے لیے حضرت انسؓ بن مالک کی مرغوب غذا ٹھہرنا کہ ایک دعوت میں انہوں نے حضور ﷺ کو شوق سے کدو کھاتے دیکھا تھا۔[۲۰] وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح محبت رسول ﷺ کا مطالبہ ہے کہ جن چیزوں کو نبی اکرم ﷺ نے پسند نہیں فرمایا، محبت رسول ﷺ کا دعویدار بھی ہمیشہ اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے اور کبھی اس کے نزدیک بھی نہ پھٹکے۔ اس انداز محبت کی متعدد روح پرور عملی مثالیں انشاء اللہ آپ اسی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

عام محبت بھی جب کامل ہوجاتی اور رسوخ پیدا کرلیتی ہے تو نفسیات و طبیعات بلکہ شکل و شباہت پر بھی اس کا اثر پڑنے لگتا ہے۔ جس محبت کا نام ایمان ہے اس میں چونکہ عقیدت بھی

شامل ہوتی ہے اس لیے اس کی تاثیر بھی کچھ اور ہے۔ علامہ بدرالدین عینیؒ نے لکھا ہے:

''ہمارے اصحاب نے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ آنحضرت ﷺ کدو پسند فرماتے تھے اور اس کے مقابلے میں دوسرا شخص بول اٹھے کہ مجھے تو کدو پسند نہیں، تو اس بے محل انکار پر اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔''[21]

(۳) حضور ﷺ کے محبوب سے محبت اور دشمن سے دشمنی رکھنا

اس سلسلے میں اصل یہ ہے کہ محبت اور عداوت دونوں متعدی صفات ہیں۔ جب محبت پیدا ہوتی ہے تو اپنے اطراف میں بھی پھیلتی ہے۔ یہی حال عداوت کا ہے حتیٰ کہ ایک شخصیت کی وجہ سے تمام جہاں نظروں میں محبوب یا دشمن بن جاتا ہے۔ اس اصول کی روشنی میں ان تمام لوگوں سے محبت رکھنا ضروری ہے جن سے آپ ﷺ محبت فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً صحابہ کرامؓ، مہاجرین وانصارؓ، اور اہل بیت رسول ﷺ حتیٰ کہ تمام عرب[22] اسی طرح جو لوگ آپ ﷺ کے دشمن تھے یا ہیں ان سے عداوت رکھنا بھی محبت رسول ﷺ کا لازمی تقاضا ہے چاہے وہ قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہوں[23] چنانچہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے بیٹے اور مخلص صحابی حضرت عبداللہ نے بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کیا تھا کہ اگر حکم ہو تو باپ کا سر لا کر حاضر خدمت کر دوں[24] علاوہ ازیں متعدد مثالیں ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ کی محبت میں ان تمام اعزہ وا قارب اور دوست احباب سے قطع تعلق کر لی تھی جو آپ ﷺ سے عقیدت ومحبت نہیں رکھتے تھے۔

اسلام اور پیغمبر اسلام سے یہود ونصاریٰ کی عداوت اور بغض کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں۔ اس لیے امت مسلمہ خصوصاً مسلمان حکمرانوں کا محض اپنے ذاتی مالی اور سیاسی مفادات کی خاطر دشمنان اسلام وپیغمبر اسلام سے محبت کی پینگیں بڑھانا اور ضرورت سے زیادہ ان پر انحصار کرنا محبت رسول ﷺ کے قطعاً منافی ہے۔

(۴) فقیرانہ زندگی کو ترجیح دینا

دس لاکھ مربع میل کی حکمرانی[25] اور زمین کے سارے خزانوں کی چابیاں عطا کیے جانے[26] اور سونے کے پہاڑوں کی پیشکش کے باوجود[27] حضور ﷺ کے گھروں میں دو دو ماہ آگ نہ جلنے[28] اور دم وصال تک زہد وفقر اور درویشی اختیار کیے رکھنے[29] کو دیکھتے ہوئے محبت رسول ﷺ کا تقاضا ہے کہ آدمی عیش وعشرت کی زندگی کی بجائے فقیرانہ زندگی کو ترجیح دے۔ اس

چیز کی تائید حضرت عبداللہ بن مغفل کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ:

''ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا مجھے آپ ﷺ سے محبت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا غور کر کیا دعویٰ کرتا ہے؟ اس نے پھر قسم کھا کر تین مرتبہ کہا: میں آپ ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو سچ بولتا ہے تو پھر فقر کو اپنی چادر یا فقر کے لیے اپنے واسطے آہنی جھول تیار کر لے کیونکہ فقر مجھ سے محبت رکھنے والے کی طرف اس سیلاب سے زیادہ تیز دوڑ کر آئے گا جو پہاڑی سے نیچے کی طرف آتا ہے۔''[۳۰]

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص رسول مقبول ﷺ سے دعویٰ محبت رکھتا ہے اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ آپ ﷺ کی ہمرنگ زندگی اختیار کرے۔ اب اسے تجوریاں بھر کر اور مال جمع کر کے نہیں رکھنا ہوگا۔ ذرائع آمدن میں حلال حرام کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ لمبی چوڑی کوٹھیاں نہیں بنانا ہوں گی بلکہ محبت رسول ﷺ کے دعویٰ کا تقاضا ہے کہ اپنا پیٹ کاٹ کر بھوکوں کو کھانا کھلا دے اور خود بھوکا رہ جائے۔ پانی دوسروں کو پلا دے اور خود پیاسا رہ جائے۔ اپنی سواری دوسرے ضرورت مند پیادوں کو دے دے اور خود پیدل چلے۔ غرض اپنا مال و اسباب اور سارا اندوختہ حضور ﷺ کی طرح دوسروں میں تقسیم کر کے انہیں غنی بنا ڈالے اور خود زاہد و فقیر اور درویش بن جائے۔

حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ خدا کے رسول ﷺ سے محبت رکھنے والے فقیر ہی ہوتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ دوسروں کی ہمدردی میں وہ اپنی زندگی فقیرانہ بنا لیتے ہیں۔ دنیا میں ہر غمزدہ کا غم ان کے لیے موجب غم ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ دوسرے بھوکے ہوں یہ شکم سیر، دوسرے پیاسے ہوں یہ سیراب، دوسرے ننگے پھریں اور یہ لباس فاخرہ پہنیں۔

(۵) ہر سنت رسول ﷺ سے محبت رکھنا

محبت رسول ﷺ کا لازمی تقاضا ہے کہ آں جناب ﷺ کی ہر سنت، ہر طریقہ، ہر طرز عمل بلکہ ہر سوچ سے محبت ہو جائے۔ چنانچہ خادم رسول ﷺ حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''اے پیارے بیٹے اگر تم سے یہ ہو سکے کہ تم صبح اور شام اس حال میں کرو کہ دل میں کسی ایک آدمی کے لیے بھی کھوٹ (غش) نہ رہے تو کر گزرو۔ کیونکہ یہ چیز (ہر قسم کی کدورت

سے سینہ پاک رکھنا) میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی تو گویا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے میرے ساتھ محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔''[۳۱]

حدیث کا مطلب واضح ہے کہ صرف عبادات نماز روزہ مسواک عمامہ ٹخنے ننگے رکھنا اور کھانے کی پلیٹ صاف کرنا جیسی آسان سنتوں پر زور دینا ہی محبت رسول ﷺ کے لیے کافی نہیں بلکہ آپ ﷺ کے تمام اوصاف واطوار کو اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔ محبت رسول ﷺ کا بلند معیار یہ ہے کہ عبادات کے سوا محبوب مکرم ﷺ کی عادات نفسیات اور طبعیات بھی نظروں میں قابل اتباع بن جائیں بلکہ وہ غیر اختیاری جذبات جو اپنے مخالف کے لیے قلب میں موجزن ہوتے ہیں، اس لیے قلب میں جمنے نہ پائیں کہ یہ آنحضرت ﷺ کی سیرت وسنت کے خلاف ہیں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ ﷺ کی محبت رگ رگ میں سرایت کر چکی ہو۔

(٦) رضامندی رسول ﷺ کا خیال رکھنا

حکم رسول ﷺ کو بجالانا تو شرعاً واجب ہے ہی۔ کمال محبت کا تقاضا ہے کہ حضور ﷺ کی رضامندی اور خواہش کو بھی مدنظر رکھا جائے۔ اپنے بلند قبہ (مکان) کے متعلق حضور ﷺ کی ناپسندیدگی کا علم ہونے پر انصاری صحابی کا شوق اور بھاری خرچ سے تعمیر کیا گیا مکان زمین بوس کر دینا[۳۲] صرف حضور ﷺ کی مرضی اور خواہش پا کر حضرت حارثہ بن نعمان کا جگر گوشہ رسول ﷺ سیدہ فاطمہؓ کے لیے مکان پیش کر دینا[۳۳] حضور ﷺ کی ناپسند کے باعث چادر کو آگ میں ڈال دینا[۳۴] حضور ﷺ کی طرف سے سونے کی انگوٹھی ناپسند کیے جانے پر اسے پھینک دینا اور پھر نہ اٹھانا[۳۵] حضور ﷺ کے زمانے میں مسجد نبوی ﷺ کے دروازے کو خواتین کے لیے مخصوص کیے جانے کی خواہش نبوی ﷺ پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا زندگی بھر اس دروازے سے مسجد میں داخل نہ ہونا[۳۶] وغیرہ رضامندی رسول ﷺ حاصل کرنے کی عمدہ مثالیں ہیں۔ جن کی تفصیل عنقریب کتاب میں آنے والی ہے۔

دین دنیا کے تمام معاملات میں حضور ﷺ کی مرضی اور پسند کو مدنظر رکھنا ہو تو یہ چیز آج بھی قرآن، سنت سیرت اور فقہ کی کتابوں سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

(۷) دین محمدی ﷺ کی نصرت کرنا

حضور اکرم ﷺ جس دین، جس شریعت اور جس نظام کو لائے اور جس کی خاطر آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ کی گلیوں، طائف کے بازاروں اور احد کے میدان میں پتھر کھائے، اور جس کی آبیاری آپ ﷺ نے اپنے مبارک و پاکیزہ خون سے کی اور جس کی ترویج و اشاعت اور فروغ کے لیے آپ ﷺ آخری دم تک مساعی فرماتے رہے، اس دین محمدی ﷺ کی مقدور بھر اور دل و جان سے نصرت تائید ہر محاذ پر اس کا دفاع اور دامے درمے سخنے قدمے تعاون بھی محبت رسول ﷺ کا لازمی تقاضا ہے۔ صرف تعاون ہی نہیں بلکہ اس کی زندگی کا مقصد ہی دین کی سرفرازی و سربلندی بن جائے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

(۸) کتاب الٰہی سے محبت رکھنا

حضور ﷺ کو اپنے اوپر نازل ہونے والی آخری آسمانی کتاب قرآن مجید سے ذاتی طور پر جو تعلق خاطر محبت اور شغف رہا ہے اور جس طرح آپ ﷺ نے اپنی امت کو قرآن سے علمی و عملی تعلق رکھنے کی تاکیدات اور قرآن مجید کو پس پشت ڈالنے پر سخت وعیدات فرمائی ہیں، پھر قرآن مجید کی تلاوت و عمل پر دنیوی و اخروی فوائد بتائے ہیں اور جس طرح اس کی حفاظت پر زور دیا ہے، اس کو دیکھتے ہوئے محبت رسول ﷺ کا تقاضا ہے کہ قرآن مجید سے نہ صرف قلبی لگاؤ رکھا جائے بلکہ تمام دنیا میں اس کے ہمہ جہتی فروغ کے لیے مقدور بھر مساعی بھی کی جائیں کیونکہ یہی قرآن مجید آپ ﷺ کا دائمی معجزہ اور شریعت محمدیہ ﷺ کا بنیادی ماخذ و مصدر ہے۔

(۹) امت محمدیہ ﷺ سے پیار کرنا

نبی کریم ﷺ کو دنیا و آخرت کے حوالے سے اپنی امت سے جو تعلق خاطر، جو محبت، جو شفقت، جو پیار، جو ہمدردی، جو خیر خواہی، جو فکر ہے اور جس جس انداز میں آپ ﷺ نے امت سے کمال غم خواری کا مظاہرہ کیا ہے، انبیاء کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس بے مثال محبت کا عملی تقاضا ہے کہ حضور ﷺ کی امت سے بلا امتیاز اور بلا تخصیص پیار کیا جائے۔ امت

کے کسی فرد کو حقیر نہ سمجھا جائے، حتیٰ الامکان اس کی ہمدردی اور خیر خواہی کی جائے۔ بلا وجہ اس کو نقصان پہنچانے اور پریشان کرنے سے گریز کیا جائے۔ مسلمانوں کو کسی بھی حوالے سے دھوکہ دینے اور نقصان پہنچانے والوں کو حضور ﷺ نے اپنی امت سے ہی خارج قرار دیا ہے[37] اور آخرت کے لیے عذاب کی وعیدیں سنائی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"جسے اللہ نے مسلمانوں کے بعض امور کا نگران بنایا اور وہ ان کی ضروریات اور فقر سے بے پرواہو کر بیٹھا رہا تو اللہ بھی اس کی ضروریات اور فقر سے بے نیاز ہو جائے گا۔"[38]

ایک دوسری روایت میں ہے:

"عمرو بن مرہ نے حضرت امیر معاویہؓ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو امام (حاکم) ضرورت مندوں، فقراء اور مساکین پر اپنے دروازے بند کر لیتا ہے تو اللہ بھی اس کی ضروریات فقر مسکینی پر آسمان کے دروازے بند کر لیتا ہے۔ یہ سن کر امیر معاویہؓ نے ایک آدمی کو عوام کی ضروریات پوری کرنے پر مامور کر دیا۔"[39] مزید تفصیل مشکوٰۃ المصابیح اور حدیث کی دیگر کتب میں "باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق" وغیرہ کے اندر دیکھی جا سکتی ہے۔

(۱۰) حضور ﷺ کی اطاعت واتباع کرنا

محبت رسول ﷺ کی ایک بڑی پہچان یا عملی تقاضا ہر حالت میں خلوص دل ہی نہیں بلکہ کھلے دل سے اور کسی قسم کے احساس کمتری کے بغیر بڑے تفاخر سے خلوت وجلوت میں آپ ﷺ کے جملہ احکام کی بجا آوری نواھی سے اجتناب اور آپ ﷺ کے فرمودات اور سنتوں پر عمل کرنا ہے۔ اطاعت رسول ﷺ کے سلسلے میں قرآن وسنت کی تصریحات، تاکیدات اور عدم اتباع پر وعیدات اور دنیوی واخروی نقصانات کی تفصیل خود ایک مستقل کتاب کی متقاضی ہے۔ دوسرے ہر کلمہ گو اتباع رسول ﷺ کی شرعی حیثیت بخوبی جانتا ہے۔ اس لیے ان تفصیلات اور وجوب اطاعت رسول ﷺ کے نقلی دلائل کو چھوڑتے ہوئے اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ یہ بات دعوائے محبت بلکہ انصاف کے بھی خلاف ہے کہ آدمی اظہار محبت کے طور پر محفلوں، جلسوں، جلوسوں، کانفرنسوں، سیمیناروں، مذاکروں، نعتیہ وتقریری مقابلوں، اشتہاروں، پوسٹروں، نعروں، عمروں، نفلوں اور اسٹکروں جیسے آسان اور وقتی طریقہ ہائے محبت پر تو بڑا زور لگائے مگر زندگی

میں ہر موقعہ، ہر مرحلہ اور قدم قدم پر دل و جان سے آپ ﷺ کی پیروی اور آپ ﷺ کے رنگ میں رنگے جانے سے شرم اور عار محسوس کرے یا کسی قسم کی نرمی، کمزوری، سستی اور چشم پوشی کا مظاہرہ کرے۔ اسی لیے کہا گیا ہے: ؎

گر نہ داری از محمد رنگ و بو　　از زبان خود میالا نام او

شریعت اسلامیہ میں رسول اکرم ﷺ کی حیثیت اور مرتبہ و مقام (العیاذ باللہ) کسی ''بابائے قوم'' کا نہیں کہ صرف اس کی ولادت اور برسی کے موقعہ پر بھرپور انداز میں خراج عقیدت پیش کر دیا جائے بس اللہ اللہ خیر سلا۔ محبت رسول ﷺ کے معاملے میں شاید اسی عمومی طرز عمل کو دیکھتے ہوئے رحمان کیانی مرحوم نے کہا تھا: ؎

شرط ایماں مصطفےٰ سے پیار ہے　　پیار لیکن پیروی ہے، پیروی دشوار ہے
پیروی سے عاشقی آسان ہے، سو اس لیے　　جس کو دیکھو انؐ کا دیوانہ سربازار ہے
ہر قدم ''اقرء'' سے ''اکملت لکم'' تک راہ میں　　زہر ہے، زنداں ہے، مقتل ہے صلیب و دار ہے

حضور ﷺ کی فرمانبرداری چھوڑ کر محبت و عقیدت کا اظہار خود حضور ﷺ کو بھی پسند نہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے حضور ﷺ کے حکم پر دیگر صحابہؓ کے ہمراہ جہاد کے لیے روانہ ہونے کے حکم پر عمل پیرا ہونے سے قبل از راہ عقیدت و محبت جب آپ ﷺ کے پیچھے جمعہ پڑھنے کی سعادت حاصل کرنے کو مقدم سمجھا تو آپ ﷺ نے ایسی سوچ یا ایسے اظہار محبت کو سخت ناپسند فرمایا۔[۳۰]

اسی طرح ایک دن نبی اکرم ﷺ نے وضو فرمایا تو آپ ﷺ کے (موجود) صحابہؓ آپ ﷺ کے وضوء کا پانی جسموں پر ملنے لگے۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا اس اظہارِ عقیدت پر تمہیں کیا چیز ابھار رہی ہے؟ انہوں نے عرض کی: ''اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت'' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس آدمی کو یہ بات پسند ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھے یا اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت فرمائے تو اسے چاہیے کہ جب وہ بات کرے تو (ہمیشہ) سچ بولے اور جب اس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اپنی امانت ادا کرے اور جو آدمی اس کے پڑوس میں رہتا ہو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔''[۳۱]

محبت کا ایک فطری اصول ہے کہ اگر آدمی محبت میں کامل اور سچا ہو تو وہ اسے اپنے محبوب کی اطاعت پر مجبور کر دیتی ہے۔ اسی لیے ایک قدیم شاعر اور تجزیہ نگار نے کہا تھا:

لو كان حبك صادقا لا طعته ان المحب لمن يحب مطيع

''اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کی اطاعت کرتا کیونکہ محب ہمیشہ اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوا کرتا ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ کے احکام کی بجا آوری ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ کے طبعی عادات وطوار میں بھی اتباع اور پیروی کے ریکارڈ قائم کیے تھے۔ جس کی مثالیں آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے تو بعض ایسے احکام میں بھی آپ ﷺ کی پیروی کی ہے جو بظاہر قرآن مجید کی نص کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً چار بیویوں تک نکاح کرنے کی قرآنی اجازت کے باوجود حضرت علی المرتضےٰؓ کا حضور ﷺ کی خواہش پر سیدہ فاطمۃ الزہراء کی وفات تک دوسرا نکاح نہ کرنا[42] اور معاملات میں دو گواہوں کے ضروری ہونے کے قرآنی ارشاد کے باوجود معاملات میں اکیلے حضرت خزیمہ کی گواہی کو کافی سمجھنا وغیرہ۔[43]

حضور ﷺ کی اطاعت نہ کرنا ایک قسم کا انکار ہے۔ زبانی انکار کرنے والا تو خیر دائرہ اسلام سے ہی خارج ہے مگر اپنے عمل سے کھلے منکر کی مشابہت کرنے والا بھی کم مجرم نہیں۔ اسے بھی کچھ عرصہ آخرت میں اپنے اس طرز عمل کی سزا بھگتنا پڑے گی۔[44]

خالصتاً مادی نقطہ سے دیکھا جائے تو بھی اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ اللہ کریم نے ہر قسم کی عزت، کامیابی اور کامرانی اتباع نبوی ﷺ میں ہی رکھی ہے۔ اسی لیے علامہ اقبالؒ نے کہا تھا: ؎

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اور

مقام خویش گر خواہی دریں دیر
بحق دل بند وراہ مصطفیٰ رو

آج دنیا معاشی معاشرتی اور اخلاقی اعتبار سے تباہی کے جس دہانے پر کھڑی ہے آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ پیامبر امن وسلامتی (ﷺ) کی تعلیمات مقدسہ اور اسوہ حسنہ کے سوا کسی پیغمبر، کسی مصلح، کسی حکیم، کسی فلسفی، کسی دانشور اور کسی بڑے سے بڑے لیڈر کی تعلیمات دنیا کو تباہی سے

بچا سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ضروری ہے کہ آستانہ نبوت پر سر ادب سے جھکا کر عرض کیا جائے: ؎

کرم اے شہ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغ سکندری

شاعر مشرق نے بلا سبب تو نہیں کہا تھا: ؎

اے تہی از ذوق وشوق وسوز ودرد می شناسی عصر ما باما چہ کرد
عصر ما مارا زما بیگانہ کرد وز جمال مصطفٰےؐ بیگانہ کرد

(۱۱) ذکرِ رسولؐ اور زیارت نبوی ﷺ کا اشتیاق

نبی اکرم ﷺ کا بار بار اور کثرت سے ذکر اور دیدار کا شوق بھی محبت رسول ﷺ کا خاصہ اور ایمان کی غذا ہے۔ کیونکہ محبت کا اصول ہے کہ "من احب شیئا اکثر ذکرہ" (جو کسی چیز سے محبت رکھتا ہے وہ کثرت سے اسے یاد کرتا ہے) اس کے ساتھ ساتھ ذکر نبوی ﷺ نام رسول اور تذکار رسالت کے سامنے عاجزی وانکساری تعظیم وتوقیر اور خشوع کا اظہار بھی شرعاً ضروری ہے۔[۴۵]

دوسرے یہ ایمان وروح کی مستقل غذا ہے اس لیے تذکار نبوی ﷺ کا کسی خاص مہینے اور معین وقت کے ساتھ مخصوص کیا جانا اور صرف اسی پر اکتفا کر لینا کمال محبت کے منافی اور ایمان کو کمزور کرنے کے مترادف ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ذکر اور نام نامی سن کر نہ صرف اس کے دل کو سکون اور لذت محسوس ہو بلکہ اس کا دل کھل اٹھے اور عظمت مصطفٰی ﷺ کے سامنے اس کا سر ادب سے جھک جائے۔ حضور ﷺ کا نام لے تو بے ساختہ اس کی زبان پر آجائے "قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ﷺ" ذکر نبوی ﷺ کا کوئی متعین طریقہ نہیں۔ یہ سعادت حاصل کرنے کی شریعت میں بہت سی صورتیں ہیں مگر بدقسمتی یا جہالت سے ذکر نبوی ﷺ کے ساتھ بے بنیاد قسم کی متعدد قیدیں، شرائط، تکلفات اور لوازمات کو نتھی کر کے اسے اتنا مہنگا اور مشکل بنا دیا گیا ہے کہ کسی غریب آدمی کو یہ سعادت حاصل کرنے کے لیے پہلے ہزار مرتبہ سوچنا پڑتا ہے۔

صحابہ کرامؓ تھوڑی دیر کے لیے بھی حضور ﷺ کو نظروں سے اوجھل پاتے تو بے چین ہو جاتے تھے۔[۴۶] حضرت صدیق اکبرؓ ابتدائے اسلام میں اپنے اسلام وایمان کے اعلان پر حرم شریف میں کفار مکہ کے ہاتھوں مار کھانے کے بعد جب بے ہوش ہو گئے اور دن ڈھلے جب آنکھیں کھولیں تو ماں کے اصرار کے باوجود اس وقت تک کوئی چیز کھانے سے انکار کر دیا جب تک

کہ اپنے محبوب کی زیارت نہ کرلیں۔[47] اسی طرح صحابیات راتوں کو اٹھ اٹھ کر آپ ﷺ کو یاد کرتیں۔[48] سیدہ عائشہ صدیقہؓ آپ ﷺ سے تھوڑی دیر کی جدائی بھی برداشت نہ کرسکتیں[49] اور ان کی ہر مجلس ''محفل میلاد'' ہوتی تھی۔ ان مظاہر محبت کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی قبرانور کی زیارت، مدینہ منورہ اور دیگر آثار نبوی ﷺ کے دیدار کا شوق اور سارا اثاثہ خرچ کر کے حاضری دینے کا جذبہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

خاک طیبہ از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

ذاتِ رسول ﷺ میں نقص تلاش نہ کرنا

انسان کی عمومی عادت بلکہ فطرت ہے کہ اسے جس آدمی یا جس چیز سے محبت ہوتی ہے، اس میں اسے کوئی نقص وعیب نظر نہیں آتا۔ اسی لیے کہا گیا ہے:

"عین الرضا عن کل عیب کلیلۃ وعین السخط تبدی المساویا"

''خوشنودی کی آنکھ (محبوب کے) ہر عیب سے بند ہوتی ہے جبکہ ناراضگی کی آنکھ برائیاں ہی برائیاں دکھاتی ہے۔''

محبت کے اس قدرتی خاصہ کی طرف حضرت ابوالدرداء سے مروی ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے یوں اشارہ فرمایا ہے کہ:

"حبك الشئی یعمی ویصم"[50]

''کسی چیز کے ساتھ تیری محبت (اس کے عیب دیکھنے سے) نابینا اور (اس کے عیب سننے سے) بہرا بنا دیتی ہے۔''

محبت کا یہ خاصہ یا تقاضا ہر اس محبوب شے سے متعلق ہے جس میں نقص وعیب کا پایا جانا ممکن ہے تو رسول اللہ ﷺ کی وہ ذات والاشان جو ظاہری وباطنی اور خَلق وخُلق کے اعتبار سے نیر اعظم ہے اور ہر قسم کے نقص وعیب سے پاک پیدا کی گئی ہے، اس میں العیاذ باللہ نقائص وعیوب کو تلاش کرنا اور ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' کی خداداد رفعت وعظمت اور بے حد وغیر محدود بلند مرتبہ ومقام کو کسی نہ کسی طرح گھٹانے کی کوشش کرنا آپ ﷺ کے ساتھ محبت کے خلاف ہی نہیں بلکہ حقیقت اور عقلی طور پر انصاف کے بھی برعکس ہے۔

چنانچہ جب ہم نامِ نامی ''محمد'' کی لفظی و معنوی حقیقت کا جائزہ لیتے ہیں (جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں) تو معلوم ہوتا ہے کہ محمد کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ ذات ستودہ صفات جس کی ہمیشہ، بار باراور ہر جہت وزاویہ سے تعریف کی گئی ہو، جس کی تعریف کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو، تعریف کے بعد تعریف اور توصیف کے بعد توصیف ہوتی رہے۔ چنانچہ خالق کائنات سے لے کر مخلوق تک انبیاء کرام سے لے کر جن و ملک تک، حیوانات سے لے کر جمادات تک، غرض ہر ذی روح اور غیر ذی روح، سب نے آپ ﷺ کی تعریف کی ہے اور آج بھی دنیا کے کوئی ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی زبانیں دن میں نہ جانے کتنی بار آپ ﷺ کی تعریف و توصیف کے لیے متحرک رہتی ہیں، حتیٰ کہ کفار اور غیر مسلموں میں بھی ایک انصاف پسند طبقہ ایسا ہے جو اگرچہ آپ ﷺ کو رسول تسلیم نہیں کرتا مگر آپ ﷺ کے اخلاقِ عالیہ، امانت و دیانت، عدل و انصاف، صداقت و راست بازی اور انسانی ہمدردی و خیر خواہی جیسی خوبیوں کا معترف ہے۔

اسم ''محمد'' کی درج بالا یہ معنوی حقیقت بھلا عرب کے اہل زبان سے کیسے مخفی رہ سکتی تھی، کوئی شخص آپ ﷺ کو ''محمد'' کہہ کر آپ ﷺ کی مذمت بیان نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی کرے گا تو اپنے منہ سے جھوٹا ہوگا کہ ایک تو آپ ﷺ کو محمد (سراپا تعریف) کہتا ہے، دوسرے آپ ﷺ کی مذمت بھی کرتا ہے۔ چنانچہ اہل مکہ نے اسی تضاد اور مشکل سے بچنے کے لیے آپ ﷺ کا نام ''محمد'' کی بجائے ''مذمم (مذمت کیا گیا)'' تجویز کر رکھا تھا اور اسی نام سے آپ ﷺ کی ذاتِ والا شان کو سب و شتم کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے تھے [۵۱] گویا ان کا یہ طرزِ عمل اور سب شتم کا انداز بھی خود ''محمد'' کی معنوی حقیقت پر دلالت کرنے والا تھا۔ اسی لیے حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث میں رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

''الا تعجبون کیف یصرف اللہ عنی شتم قریش ولعنھم؟
یشتمون مذمما و یلعنون مذمما وانا محمد......'' [۵۲]

''کیا یہ بات باعث تعجب و حیرت نہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے قریش مکہ کے سب و شتم اور ان کی لعنت کو میری ذات سے پھیر دیا ہے؟ وہ مذمم، نامی شخص کو گالیاں دیتے اور اس پر لعنت کرتے ہیں جبکہ میں تو (بحمد اللہ) ''محمد'' (سراپا تعریف) ہوں...''

جبکہ ابن سعد نے یہی روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے:

"یا عباداللّٰہ انظروا کیف یصرف اللّٰہ عنی شتمھم
ولعنھم یعنی قریشا؟ قالوا کیف یارسول اللّٰہ! قال
یشتمون مذمما ویلعنون مذمما وانامحمد......"[۵۳]

''اے بندگانِ خدا: دیکھو اللہ کریم نے کیسے قریش مکہ کی گالیوں اور لعنت وملامت کو میری ذات سے پھیر دیا ہے؟ لوگوں نے پوچھا، وہ کیسے یارسول اللہ! فرمایا وہ مذمم نامی آدمی کو گالیاں دیتے اور اسے برا بھلا کہتے ہیں، جب کہ میں بحمد اللہ ''محمد'' (سراپا تعریف) ہوں۔''

نیز نام محمد کی اس معنوی گہرائی اور حقیقت سے یہ بات بھی عیاں ہوئی کہ حضور ﷺ کی ذات والاصفات میں انسانی اور پیغمبرانہ حیثیت سے کسی قسم کے نقص وعیب کا تصور کرنا آپ ﷺ کی شان محمدیت کے منافی ہے۔ یقیناً اسی حقیقت کے پیش نظر شاعر رسول حضرت حسان بن ثابتؓ نے کہا تھا ؎

خلقت مبراء من کل عیب   کانك قد خلقت کما تشاء

اور اسی چیز کو فاضل بریلویؒ نے یوں خوبصورت شعری جامہ پہنایا ہے: ؎

وہ کمال حسنِ حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

یہاں اس بات کی طرف اشارہ کرنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ نبی اکرم ﷺ محبوب خدا، حد درجہ عظیم المرتبت، فخر الاولین والآخرین، سید المرسلین اور سید الکونین والثقلین ہونے کے باوجود اللہ جل شانہ کی مخلوق، اس کے بندے، اس کے آخری رسول ونمائندے اور قیامت تک تمام انسانوں کے لیے نمونہ ہیں، اس لیے اس نے اپنی شان الوھیت وصمدیت اور کائنات میں لامحدود قدرت وعلم واختیار کے اظہار نیز تشریعی مصلحتوں وحکمتوں اور آپ ﷺ کے اسوہ کو مثالی بنانے کے لیے قرآن مجید میں اگر کہیں کسی قول وفعل پر رسول اللہ ﷺ کو تنبیہ وفہمائش فرمائی ہے یا علم واختیار کے حوالے سے آپ ﷺ کی ذاتی بشری اور انسانی حیثیت کا تعین کیا ہے تو اس مالک الملک، خالق الکل اور عالم الغیب کا حق ہے۔ اب اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی ''علامہ صاحب'' ان آیات کی تفسیر کی آڑ میں رسول مقبول اور حبیب خدا ﷺ کے انتہائی بلند مرتبہ اور ''ورفعنا لك ذکرك'' کے خداداد مقام کو گھٹانے کی کوشش کرے اور قرآن وحدیث میں موجود دیگر بے شمار

فضائل وکمالات نبوی اس کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں۔ یہ روش قرآن اور صاحب قرآن کے ساتھ محبت نہیں بلکہ خود اس کے ایمان میں نقص اور نفاق کی علامت ہے۔

حُبِّ رسول ﷺ کے اظہار میں تعلیماتِ رسول ﷺ کا خیال

محبت رسول ﷺ کا یہ بھی ایک لازمی تقاضا ہے کہ جوش محبت کے ساتھ ساتھ ہوش سے بھی کام لیا جائے۔ محبت رسول کے اظہار کا ہر ایسا انداز اور طریقہ وطرز عمل جس سے تعلیمات رسول یا شریعت مصطفوی کے کسی حکم کی واضح نفی اور کھلم کھلا نافرمانی ہوتی ہو، وہ خود اس ذاتِ بابرکات اور صاحب شریعت کو پسند نہیں جس سے اظہار محبت کے لیے اسے اختیار کیا جارہا ہے۔ اظہار محبت کے لیے ایسے خلاف شرع طرز عمل سے خوش فہمی میں ظاہر بین لوگوں کی داد تو سمیٹی جاسکتی ہے مگر حضور ﷺ کی خوشنودی حاصل نہیں کی جاسکتی۔

اس امر کا اندازہ اس چیز سے لگایا جاسکتا ہے کہ بعض صحابہ وصحابیات نے اس قسم کے خلاف شرع اور تعلیمات رسول کے برعکس انداز میں حضور ﷺ سے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرنا چاہا تو صاحب شریعت ﷺ نے اس کی اجازت دی نہ اس چیز کو پسند کیا۔ چند روایات ملاحظہ ہوں:

۞ ... ''حضرت قیس بن سعد سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں حیرہ (کوفہ کے پاس ایک شہر) میں آیا تو میں نے اہل حیرہ کو دیکھا کہ وہ اپنے سردار کو (تعظیماً) سجدہ کرتے ہیں۔ اس پر میں نے (دل میں) کہا کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ ﷺ کے لیے سجدہ کیا جائے۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو میں نے عرض کیا (یارسول اللہ!) میں حیرہ میں گیا تھا اور وہاں میں نے لوگوں کو اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ لہٰذا آں جناب ﷺ تو اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ ﷺ کی تعظیم کے لیے سجدہ کیا جائے۔ اس پر آپ ﷺ نے مجھے فرمایا:

تمہارا خیال ہے کہ اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو گے تو کیا اسے سجدہ کرو گے؟ تو میں نے عرض کیا نہیں۔ اس پر فرمایا ایسا (میری زندگی میں بھی) ہرگز نہ کرنا۔ اگر میں کسی ایک آدمی کو حکم دیتا کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے تو یقیناً عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ

کریں۔ بوجہ شوہروں کے اس حق کے جو اللہ نے ان پر واجب کیا ہے۔

(رواہ ابوداؤد و رواہ احمد عن معاذ بن جبل)[54]

۞...ایک صحابیہ حضرت امیمہ بنت رقیقہ کا بیان ہے کہ میں چند خواتین کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کریں۔ آں جناب ﷺ نے ہم سے قرآن مجید میں موجود ان احکام پر بیعت لی کہ ''تم چوری نہیں کرو گی، بدکاری نہیں کرو گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی اور کسی (بے گناہ) پر بہتان نہیں لگاؤ گی'' پھر (از راہ شفقت و رحمت) فرمایا تم حسب استطاعت و طاقت ان احکام کو بجالانا۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہم پر ہماری اپنی ذاتوں سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ پھر ہم نے (فرطِ عقیدت میں) عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ ہم سے مصافحہ نہیں فرمائیں گے؟ فرمایا: میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا ہوں۔ کسی ایک عورت کے لیے میری کوئی بات (حکم) سو عورتوں کے لیے بات کی مانند ہے۔[55]

صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت سے بھی حضور ﷺ کے عورتوں سے کبھی مصافحہ نہ کرنے کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ آں محترمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (بحکم قرآن) مہاجر عورتوں سے امتحان اور سورۃ الممتحنہ کی آیت ''يَاأَيُّهَاالنَّبِيُّ إِذَاجَاءَ كَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى .....غَفُوْرٌ رَّحِيْم'' میں موجود شرائط پر مہاجر خواتین سے بیعت لیتے تو جو عورت ان شرائط کا اقرار کر لیتی اسے آپ ﷺ زبانی فرماتے کہ میں نے تجھے بیعت کر لیا۔ قسم بخدا آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک بیعت میں کبھی کسی عورت کے ہاتھ سے مس نہیں ہوا۔[56]

۞...حضرت ابن عباس سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو ایک سریہ (جنگی مہم) میں (جانے کا حکم) بھیجا۔ تو اتفاق سے وہ جمعہ کا دن تھا اور ان کے سارے ساتھی (حسب حکم) صبح کے وقت روانہ ہو گئے۔ مگر انہوں نے (دل میں) کہا: میں پیچھے رہ جاتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز (جمعہ) پڑھوں گا پھر ان ساتھیوں سے مل جاؤں گا۔ تو جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آں جناب ﷺ نے انہیں دیکھ لیا۔ فرمایا: تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح روانہ نہیں ہوا؟ تو انہوں نے عرض کی: میں نے چاہا کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھوں گا پھر اُن کے ساتھ مل جاؤں گا۔

فرمایا: تو اگر زمین میں موجود تمام کے تمام خزانے بھی خرچ کر ڈالے تو (میرے حکم پر) ان لوگوں کے صبح روانہ ہو جانے کی فضیلت کو نہیں پا سکتا۔[۵۷]

🌸 ...حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی کو چھینک آئی تو اس نے کہا: ''الحمدللّٰه و السلام علی رسول اللّٰه'' جس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: اور میں بھی کہتا ہوں ''الحمدللّٰه والسلام علی رسول اللّٰه'' (کہ یہ دونوں بڑے عظیم ذکر ہیں) مگر اس طرح (اِس موقعہ پر مسنون) نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تعلیم دی کہ ہم (ایسے موقعہ پر) کہیں: ''الحمدللّٰه علی کل حال'' (رواہ الترمذی)[۵۸]

بعد ازیں پہلی امتوں نے فرط عقیدت میں اپنے انبیاء علیہم السلام کی محبت کے معاملے میں خود انہی کی شریعت وتعلیمات کے خلاف جو مبالغہ آمیز طرز عمل اپنایا تھا وہ حضور ﷺ سے مخفی نہیں تھا اس لیے بر سر منبر صحابہ کرامؓ کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

''میری مدح وتعریف میں اس طرح (خلاف شرع وباطل) مبالغہ نہ کرنا (کہ مجھے اصل مرتبہ سے بڑھا دینا) جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم کے معاملے میں کیا (کہ انہیں اللہ کا بیٹا اور تیسرا خدا قرار دے دیا سن لو) میں صرف اور صرف اس کا بندہ ہوں البتہ (میرے بارے میں) تم یہ کہو کہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول۔''[۵۹]

اسی طرح مرض الوفات میں نبی اکرم ﷺ نے اس خدشہ کے پیش نظر کہ کہیں میری امت بھی پہلی امتوں کی طرح فرط عقیدت ومحبت اور تعظیم کے مبالغہ میں خلاف شریعت میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنا لے۔ صحابہ کرامؓ کو متنبہ فرمایا کہ اللہ نے یہود ونصاری پر محض اس لیے غضب اور لعنت فرمائی کہ انہوں نے اپنے انبیاء کرام اور صلحاء کی تعظیم میں ان کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔ اس لیے میں تمہیں سختی سے اس بات سے منع کرتا ہوں کہ قبروں کو سجدہ گاہ نہ ٹھہرالینا جبکہ ایک روایت میں اللہ کریم سے یہ دعا بھی مانگی کہ اے اللہ میری قبر کو ایسا بت نہ بنا دینا کہ لوگ تعظیم میں اس کی پوجا کرنے لگیں۔[۶۰]

یہ روایات محبتِ رسول ﷺ کے ان مظاہرین، دعویداروں اور نعرہ زن حضرات کے لیے لمحہ فکریہ ہیں جو شاید لاعلمی میں محبت رسول ﷺ کے نام پر سب کچھ جائز سمجھتے ہیں۔ حتیٰ کہ میلاد النبی ﷺ اور نعت شریف کی پاکیزہ محفلوں اور جلسے جلوسوں میں واپڈا کی تاروں سے

''ڈائریکٹ'' بجلی، ریکارڈنگ، گانے، گانوں کی طرز پر نعتیں، عمرہ کے ٹکٹ، سامان جہیز اور دیگر انعامات کے لالچ میں خواتین کو محفل میں آنے کی ترغیب اور رات بھر ساؤنڈ سسٹم کی کان پھاڑتی آواز سے اہل محلّہ کی عبادات اور آرام میں خلل ڈال کر ایذاءِ مسلم جیسے خلاف شرع امور تک کی پروا نہیں کی جاتی۔

(۱۲) اُمّتِ رسول ﷺ میں تفریق پیدا نہ کرنا

عام مشاہدہ ہے کہ محبت دوئی اور غیرت برداشت نہیں کرتی۔ ایک حسین بہت سی مشتاق نگاہوں کو اسیر بنا لے تو ان میں باہم رقابت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ مگر اللہ کریم اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے چاہنے اور محبت کرنے والوں میں کسی قسم کی رقابت غیریت اور دشمنی کی بجائے رنگ و نسل اور زبان و علاقہ کے اختلاف کے باوجود وہ باہمی محبت واخوت مثالی بھائی چارہ اور گہرا رشتہ پیدا ہو جاتا ہے جو تمام خونی اور قریبی رشتوں کو بھی پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ اسی لیے علامہ اقبال نے کہا تھا:

دل بہ محبوب حجازی بستہ ایم ــــ زیں جہت با یک دگر پیوستہ ایم

ملا علی قاریؒ نے حضور ﷺ کے ساتھ والہانہ محبت کے حوالے سے متفق علیہ حدیث:

''لا یؤمن احد کم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین''

کی شرح میں امام قرطبیؒ کا ایک قول نقل کیا ہے، جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ:

''ہر وہ آدمی جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ صحیح ایمان رکھتا ہے، اس قسم کی ترجیحی محبت رسول ﷺ سے بالکل خالی نہیں ہو سکتا۔ چاہے وہ خواہشات نفس میں مستغرق اور اکثر اوقات غفلت کے پردوں میں ہی کیوں نہ پڑا ہو۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ ہم ایسے (غافل و گنہگار) لوگوں کی اکثریت کو دیکھتے ہیں کہ جب ان کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر خیر کیا جاتا ہے تو وہ آپ ﷺ کی زیارت کے لیے بے تاب ہو جاتے اور اس چیز کو اپنے اہل وعیال، اپنے مال، اپنی اولاد اور اپنے ماں باپ پر ترجیح دیتے ہیں اور اس محبت میں اپنے آپ کو پوری طمانیت قلبی کے ساتھ بلاتردد (بلاخوف وخطر) مصائب وخطرات میں ڈال دیتے ہیں۔ چنانچہ خارج میں اس چیز کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ ایسے بہت سے لوگ شہوت وغفلت کے غلبہ کے باوجود آپ ﷺ کی قبر شریف کی زیارت اور آپ ﷺ کے آثار ونشانات کی جگہوں کو دیکھنے کے لیے

ایثار و قربانی کرتے نظر آتے ہیں۔اس لیے کہ ان کے دلوں میں آپ ﷺ کی محبت گھر کر چکی ہے۔صرف اتنی کمی ہے کہ ان کے قلوب مسلسل غفلت اور کثرت شہوت کی وجہ سے زیادہ تر فضول چیزوں میں مصروف اور اپنے لیے نفع مند چیزوں کو بھولے ہوئے ہیں۔اس کے باوجود اس نوع کی محبت رسول ﷺ کی برکت سے محروم نہیں رہیں گے اور ان کے لیے ان شاء اللہ ہر قسم کی خیر کی امید کی جائے گی۔''[61]

اس امر کی تائید درج ذیل حدیث نبوی ﷺ سے بھی ہوتی ہے جسے الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ کئی محدثین نے نقل کیا ہے۔صحیح بخاری میں ہے:

''حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں ایک آدمی تھا جس کا نام عبداللہ اور لقب حمار تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کو (اپنی بعض محبانہ اداؤں سے) ہنسایا کرتا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے شراب پینے کے جرم میں اس پر (کئی مرتبہ) حد بھی جاری فرمائی (چنانچہ اس نے شراب کی دیرینہ عادت کے ہاتھوں مجبور ہو کر پھر شراب پی لی) تو ایک دن اسے حضور ﷺ کے پاس لایا گیا۔حضور ﷺ نے اسے کوڑے مارے جانے کا حکم فرمایا جس پر اسے کوڑے لگائے گئے تو لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا''اے اللہ اس پر لعنت فرما یا یہ کتنی مرتبہ شراب پینے کے جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔'' یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''لا تلعنوه فو اللّٰہ ما علمت انه يحب اللّٰہ و رسوله''[62]

''اس پر لعنت نہ بھیجو۔قسم بخدا میرے علم کے مطابق یہ شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے۔''

اسی طرح حضرت انسؓ (بن مالک) سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! قیامت کب آئے گی؟ فرمایا: تو ہلاک ہو پہلے یہ بتا کہ تو نے اس کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے؟ اس نے عرض کی: (یارسول اللہ ﷺ!) میں نے اس کے لیے نہ تو کوئی زیادہ نماز تیار کر رکھی ہے، نہ روزہ اور نہ صدقہ۔البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت رکھتا ہوں۔فرمایا: تو (قیامت کے دن) اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت رکھتا ہوگا۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں، میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی چیز پر اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا (حضور ﷺ کی) اس بات پر خوش ہوئے۔[63]

ان احادیث نبوی ﷺ اور امام قرطبی کے درج بالا قول سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کلمہ طیبہ پڑھ لینے اور حضور ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کی برکت سے کسی گنہگار سے گنہگار آدمی کا دل بھی محبت رسول ﷺ سے بالکل خالی نہیں ہوسکتا۔ خواہشات نفس کی پیروی اور مسلسل گناہوں کی نحوست و بے برکتی کے سبب محبت رسول ﷺ کی یہ چنگاری وقتی طور پر دب سکتی ہے مگر بجھ نہیں سکتی۔ چنانچہ اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ بسا اوقات بعض عام قسم کے مسلمان نوجوانوں نے محبت رسول ﷺ کے سلسلے میں ایسے یادگار کارنامے سرانجام دیے جو کوئی علامہ صاحب، خطیب صاحب، پیر طریقت، رہبر شریعت، اور مذہبی قائد سرانجام نہ دے سکا۔ اس لیے کسی بھی مکتبہ فکر کا اظہار محبت کے لیے اپنے مخصوص و متعین طریق کار اور مخصوص سوچ کے پیش نظر محبت رسول ﷺ کے جذبہ پر ''اجارہ داری'' کا دعویٰ اور دوسرے مکاتب فکر کے مسلمانوں کو محبت رسول ﷺ کے ''سرٹیفکیٹ'' کے لیے غیر مستحق قرار دینے کا طرز عمل نہ صرف شریعت محمدیہ میں پائی جانے والی وسعت و آسانی کے خلاف ہے بلکہ اہل اسلام کے درمیان شرعی طور پر مطلوب و مقصود ''باہمی اتحاد و اتفاق'' اور امت مسلمہ کو درپیش معروضی حالات اور چیلنجوں سے نمٹنے کے لازمی تقاضوں کے بھی برعکس ہے۔

مختصر یہ کہ کلمہ طیبہ اور ایمان بالرسالت کی برکت سے کسی بھی مسلمان کا دل محبت رسول ﷺ سے خالی نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا مسلکی، فکری، فقہی، اجتہادی، فروعی، سیاسی، نسلی، علاقائی، معاشرتی اور سماجی قسم کے معمولی اختلافات کو بنیاد بنا کر امت میں مستقل فرقہ بندی اور لڑائی جھگڑے کو ہوا دینا بھی محبت رسول ﷺ کے عملی تقاضا کے خلاف ہے۔ حضور ﷺ نے تو دنیا میں امن قائم کرنے کی خاطر صلح حدیبیہ کے معاہدہ میں ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ مٹا دینا بھی قبول کرلیا تھا [64] اور امت میں تفریق کے خدشہ سے بیت اللہ کی ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر کا ارادہ ترک کردیا تھا۔[65] مگر ہم ہیں کہ حضور ﷺ کے نام پر ہی سر پھٹول کر رہے ہیں۔ اور ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ کی الگ الگ مسجد بنا رکھی ہے۔

صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہاء کرام اور دیگر علماء امت میں ہمیشہ نقطہ نظر، رائے اور اجتہاد کا اختلاف رہا مگر انہوں نے اس اختلاف کو بنیاد بنا کر وحدت امت کو پارہ پارہ کرنے سے ہمیشہ گریز کیا۔ یہ نظریاتی و فروعی اختلافات کبھی بھی ان کے درمیان باہمی محبت اور

احترام میں رکاوٹ نہ بنے۔ زندگی میں لڑائی جھگڑا ایک دوسرے کی ذاتیات پر حملہ اور فریق مخالف کو نیچا دکھانے کے لیے دوسرے گھٹیا ہتھکنڈے استعمال کرنا تو بہت دور کی بات ہے وہ تو ایک دوسرے کی قبروں کا بھی احترام کرتے تھے۔[٦٦] جبکہ ہم ادھر تو ائمہ مجتہدین کی تقلید و پیروی کا دم بھرتے ہیں اور ادھر ان کے طرز عمل کے خلاف بھی کرتے ہیں۔ آج دنیائے کفر ''الکفر ملة واحدة'' کا منظر پیش کر رہی ہے جبکہ عالم اسلام ''اتفقوا علی ان لا یتفقوا'' کی تصویر بنا ہوا ہے۔ ایسے حالات میں امت مسلمہ کو اتحاد کی جتنی اب ضرورت ہے شاید کبھی نہیں تھی۔

(۱۳) ناموسِ رسالت ﷺ کا تحفظ کرنا

مذکورہ بالا معروضات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور ملت اسلامیہ کے درمیان وہی تعلق ہے جو جسم و روح کے درمیان ہے۔ اگر آپ ﷺ تشریف نہ لاتے تو آج ہم بھی العیاذ باللہ رام رام کر رہے ہوتے۔ آپ ﷺ نے ہی ہمیں کونین کی ہر قسم کی سعادتوں سے نوازا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے صحیح فرمایا تھا:

نسخہ کونین را دیباچہ اوست   جملہ عالم بندگان وخواجہ اوست

دشمنان اسلام اور شیطان کی مجلس شوریٰ کے ارکان سے بھی یہ حقیقت مخفی نہیں، اس لیے ہمیشہ ان کی کوشش رہی ہے اور اب بھی ہے کہ:

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

بنا بریں اسلام میں آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے اندر اور وفات کے بعد آپ ﷺ کے ناموس کی حفاظت امت کا اولین فریضہ اور آپ ﷺ سے محبت کا عملی تقاضا ہے۔ امت مسلمہ پر تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے واجب ہونے سے متعلق قرآن وحدیث کے دلائل، فقہاء وائمہ مجتہدین کی تصریحات، علماء کے اقوال، خلفاء راشدین کا طرز عمل اور حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت سے لے کر غازی علم الدین شہیدؒ تک تحفظ ناموس رسالت کی ایمان افروز داستانوں اور شہادتوں کو یہاں دہرانا مناسب ہے نہ ممکن۔ تاہم ان تمام تصریحات کا نچوڑ یہ ہے کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے لیکن اپنے پیغمبر ﷺ کی توہین تنقیص یا آپ ﷺ کی شان میں ادنی گستاخی کا شائبہ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ ہر انسان اپنی ناموس کی فکر میں رہتا ہے لیکن مسلمان

اپنی جان کو حرمت رسول ﷺ پر لٹا دینے کو اپنے لیے سعادت تصور کرتا ہے۔

نماز اچھی، حج اچھا روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

اگر چہ مسلمان ہزار بار سر راہ لوٹے گئے یورپ انہیں لوٹ کر لے گیا، امریکہ اب بھی لوٹ رہا ہے لیکن جب خود لٹانے پر آتے ہیں تو اپنا سب کچھ تحفظ ناموس مصطفیٰ ﷺ کی خاطر لٹا کر خوش ہوتے ہیں بلکہ اس پر بھی مطمئن نہیں ہوتے اور کہتے ہیں: ؎

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

۞۞۞۞۞۞

حوالہ جات مقدمہ

۱۔ ملاحظہ ہو: سورۃ تغابن: ۸۔۷، سورۃ الفتح: ۸۔ ۹، سورۃ الاعراف: ۱۵۷۔ ۱۵۸، الصحیح بخاری، الصحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں موجود ''کتاب الایمان'' کے متعدد ابواب، قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، ج ۲ ص ۳ طبع مصر، قسطلانی، المواھب اللدنیہ، جلد سوم وغیرہ۔

۲۔ دیکھیے: متعدد آیات قرآنی مثلاً سورۃ آل عمران: ۳۱، سورۃ النساء: ۶۵،۴۹، سورۃ الحشر: ۷، قاضی عیاض، الشفاء: ۳/۲

۳۔ سورۃ الفتح: ۹

۴۔ ابوعبداللہ القرطبی: الجامع لاحکام القرآن، ج ۸ ص ۹۵ طبع قاہرہ، مصر ۱۳۸۷ھ

۵۔ دیکھیے: (الف) صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حلاوۃ الایمان ۱/ ۷

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الایمان، باب بیان خصال من اتصف بھن وجد حلاوۃ الایمان) ۱/ ۴۹

(ج) ولی الدین، مشکوۃ المصابیح (کتاب الایمان) ص ۱۲،

۶۔ نووی، شرح مسلم مع صحیح مسلم (کتاب و باب مذکور) ۱/ ۴۹

۷۔ سورۃ الفتح: ۹

۸۔ دیکھیے: سورۃ الحجرات: ۲۔۳، سورۃ النور: ۶۳، سورۃ البقرۃ: ۱۰۴، سورۃ الاحزاب: ۵۳ اوران آیات کریمہ کی تفسیر

۹۔ امام نووی، شرح صحیح مسلم (مع مسلم) باب وجوب محبۃ الرسول الخ ج ۱ ص ۴۹

۱۰۔ قاضی عیاض، الشفاء ۲/ ۲۰ تا ۳۱ (فصل فی معنی المحبۃ للنبی ﷺ وحقیقتھا)

۱۱۔ قسطلانی، المواھب اللدنیہ: ۳: ۲۷۲

۱۲۔ مولانا مودودی، تفہیم القرآن، ج ۴ ص ۷۱

۱۳۔ دیکھیے: (الف) جامع ترمذی (ابواب الامثال) ص ۴۰۷ طبع کلاں کراچی

(ب) مشکوۃ المصابیح (باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) ص ۲۸

(ج) تفسیر قرطبی (الجامع لاحکام القرآن) تحت سورۃ الاحزاب، آیت نمبر ۶

۱۴۔ ابوعبداللہ القرطبی: الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۹۵، قاہرہ ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۷ء

۱۵۔ (الف) صحیح بخاری (کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان) (واللفظ للبخاری)

(ب) مشکوٰۃ المصابیح (کتاب الایمان) ص ۱۲

(ج) صحیح مسلم (مع شرح نووی) باب وجوب محبۃ الرسول الخ ج ۱ ص ۴۹

۱۶۔ (الف) صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب قول النبی ﷺ وایم اللہ

(ب) قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ: ۲: ۱۹ (قدرے لفظی اختلاف کے ساتھ)

۱۷ سید ابوالحسن علی ندوی، منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین ص ۲۱۵، کراچی

۱۸۔ مشکوٰۃ المصابیح (باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) ص ۳۰،

۱۸A۔ رونمائیاں، ص ۶۴ مطبوعہ بزم صدریہ، ہری پور ہزارہ، پاکستان، ۲۰۰۶ء

۱۹۔ دیکھئے: (الف) صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب النعال السبتیۃ (ج ۲ ص ۸۷۰)

(ب) قاضی عیاض: ۲: ۲۷، مصر

۲۰۔ دیکھئے: (الف) امام مالک بن انس، موطا: ص ۱۵۱، طبع بیروت ۱۹۸۱ء

(ب) امام ترمذی، شمائل (مع جامع ترمذی) ص ۵۹۵،

(ج) ابن حبان، الصحیح: ۹: ۹۹ طبع سانگلہ ہل

۲۱۔ عمدۃ القاری شرح بخاری، ج ۵ ص ۴۴۶ بحوالہ مولانا بدر عالم: ترجمان السنۃ، ج ۱ ص ۳۶۰۔۳۶۱

۲۲۔ دیکھئے (الف) قاضی عیاض: ۲: ۲۶، مصر

(ب) مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب الصحابہ، باب مناقب اہل بیت النبی، باب مناقب قریش

۲۳۔ سورۃ المجادلہ: ۲۲

۲۴۔ دیکھئے: قاضی عیاض، الشفاء: ۲: ۲۷، مصر

۲۵۔ دیکھئے: ڈاکٹر محمد حمید اللہ: عہد نبوی میں نظام حکمرانی: ص ۲۴۴، کراچی ۱۹۸۱ء

۲۶۔ دیکھئے: صحیح بخاری: ۲: ۹۵۱، طبع کلاں کراچی

۲۷۔ دیکھئے: (الف) الماوردی، اعلام النبوۃ، ص ۱۹۸، ازہر، مصر ۱۳۹۱ھ

(ب) حلبی، سیرت حلبیہ: ۳: ۴۵۴، مصر ۱۳۸۴ھ

(ج) ابن منظور، مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر: ۲: ۲۴۹،

(د) محمد ابو زہرہ: خاتم النبیین: ۱: ۲۴۳، طبع بیروت

۲۸۔ دیکھئے: (الف) صحیح بخاری، ۲: ۹۵۶،

(ب) صحیح مسلم: ۲: ۴۰۱،

(ج) صحیح ابن حبان: ۹: ۸۸،

۲۹۔ دیکھئے: (الف) ابن سعد، الطبقات، ۱: ۴۴۲، بیروت

(ب) مسند ابی یعلی الموصلی: ۴: ۱۱۷، بیروت

(ج) قسطلانی، المواہب اللدنیہ: ۲: ۳۸۵، بیروت ۱۹۹۱ء

(د) شہاب الدین خفاجی، نسیم الریاض شرح الشفاء: ۱: ۴۷، مصر ۱۳۲۵ھ

۳۰۔ قاضی عیاض، الشفاء: ۲: ۲۸، مصر

۳۱۔ (الف) قاضی عیاض، الشفاء: ۲: ۲۵، مصر

(ب) مشکوٰۃ المصابیح (باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) ص ۳۰،

۳۲۔ دیکھئے: (الف) سنن ابی داؤد (کتاب الادب) ج ۲ ص ۷۱۱۔۱

(ب) مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۰۱

۳۳۔ دیکھئے: (الف) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۸: ۲۲۔۲۳، بیروت

(ب) ابن حجر، الاصابہ: ۸: ۱۵۸، مصر ۱۳۲۵ھ

۳۴۔ دیکھئے: سنن ابی داؤد (کتاب اللباس، باب فی الحمرۃ) ج ۲ ص ۵۶۲

۳۵۔ دیکھئے: مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۱۸، کراچی

۳۶۔ دیکھئے: سنن ابی داؤد (کتاب الصلوٰۃ باب اعتزال النساء فی المساجد) ج ۱ ص ۶۶

۳۷۔ دیکھئے: صحیح مسلم (کتاب الایمان) ج ۱ ص ۶۹۔۷۰

۳۸۔ سنن ابی داؤد کتاب (الخراج والفیئ والامارۃ باب فیما یلزم الامام من امر الرعیۃ والاحتجاب عنھم) ج ۲ ص ۴۰۹

۳۹۔ دیکھئے: (الف) جامع ترمذی (کتاب الاحکام، باب ماجاء فی امر الرعیۃ)

(ب) مستدرک حاکم، کتاب الاحکام، ج ۲ ص ۹۳، حیدر باد دکن

۴۰۔ ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح، (باب آداب السفر) ص ۳۴۰،

۴۱۔ (الف) مشکوٰۃ المصابیح (باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق) ص ۴۲۴

(ب) ابن حجر، الاصابہ ۴/ ۱۷۹ (نمبر شمار ۵۱۷۷)

(ج) ایضاً ۷/ ۱۵۷ (نمبر شمار ۹۱۹)

۴۲- دیکھئے: (الف) صحیح بخاری، ج ا ص ۴۳۸۔ ۴۲۸،

(ب) ایضاً، ج ۲ ص ۵۸۷،

(ج) صحیح مسلم، ج ۲ ص ۲۹۰،

(د) جامع ترمذی، ص ۵۴۹، طبع کلاں کراچی

(ھ) فتح الباری شرح بخاری، ج ۹ ص ۲۷۰، لاہور

(و) ذہبی: سیر اعلام النبلاء: ۲: ۱۱۹۔ ۱۳۳، بیروت

(ز) بلاذری، انساب الاشراف، ج ا ص ۴۰۳۔ ۴۰۴، دار المعارف، مصر

(ح) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ۶ ص ۳۳۳ (۱۱ھ)

(ط) سیرت شامی، ج ۱۱ ص ۴۵، بیروت ۱۴۱۴ھ

۴۳- دیکھئے: (الف) سنن ابی داوٗد (کتاب القضاء باب اذا علم الحاکم صدق شھادۃ الواحد ۲/ ۵۱۸

(ب) ابن سعد، الطبقات ۴/ ۳۷۸۔ ۳۷۹

۴۴- دیکھئے: مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ/ قاضی عیاض: الشفاء: ۲: ۷، مصر

۴۵- قاضی عیاض، الشفاء: ۲/ ۲۶

۴۶- دیکھئے: صحیح مسلم (کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ) ج ا ص ۴۵

۴۷- دیکھئے: ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ۳ ص ۳۰، مصر ۱۳۵۱ھ

۴۸- دیکھئے: قاضی عیاض، الشفاء: ۲: ۲۳، مصر

۴۹- دیکھئے: (الف) صحیح بخاری (کتاب النکاح باب القرعۃ بین النساء) ج ۲ ص ۷۸۴،

(ب) صحیح مسلم (کتاب الفضائل باب مناقب عائشہ ام المؤمنین) ج ۲ ص ۲۸۶،

۵۰- (الف) ابوداؤد، سنن (کتاب الادب، باب فی الھوی) ۲/ ۶۹۹

(ب) احمد، مسند ۵/ ۱۹۴ اور ۶/ ۴۵۰ (بقیہ حدیث ابی الدرداءؓ) طبع قدیم مصر

۵۱- ابن حجر، فتح الباری شرح البخاری ۶/ ۵۵۸

۵۲- (الف) بخاری، الصحیح (کتاب المناقب، باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ ۱/ ۵۰۱

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح، باب اسماء النبی وصفاتہ ﷺ

۵۳۔ ابن سعد، الطبقات ۱/۱۰۶، دار صادر، بیروت ۱۹۶۰ء

۵۴۔ ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب عشرۃ النساء) ص ۲۸۲

۵۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ۸/۶

۵۶۔ بخاری، الصحیح (کتاب التفسیر ۔ تفسیر سورۃ الممتحنۃ) ۲/۷۲۶

۵۷۔ ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب آداب السفر) ص ۳۴۰

۵۸۔ ایضاً (باب العطاس والتثاؤب) ص ۴۰۶

۵۹۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الانبیاء باب قولہ یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم) ۱/۴۹۰

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب المفاخرۃ والعصبیۃ) ص ۴۱۷

۶۰۔ دیکھیے: (الف) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح، باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ

(ب) ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح ۲/۲۰۲ (باب مذکور)

۶۱۔ ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح ۲/۲۰۲ (کتاب الایمان ۔ الفصل الاول)

۶۲۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الحدود، باب ما یکرہ من لعن شارب الخمر وانہ لیس بخارج من الملۃ) ۲/۱۰۰۲

(ب) قاضی عیاض، الشفاء ۲/۲۵

۶۳۔ دیکھیے: (الف) ولی الدین، مشکوٰۃ (باب الحب فی اللہ ومن اللہ) ص ۴۲۶

(ب) قاضی عیاض، الشفاء (فصل فی ثواب محبتہ) ۲/۱۹۔۲۰

۶۴۔ صحیح بخاری (کتاب الصلح) ج ا ص ۳۷۲، طبع کراچی

۶۵۔ صحیح بخاری (کتاب العلم باب من ترک بعض الاختیار الخ) ۱/۲۴

۶۶۔ مولانا مناظر احسن گیلانی، مقدمہ تدوین فقہ ص ۲۰۸، مکتبہ رشیدیہ، لاہور
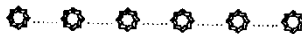
باب اول

باب اوّل: عقیدت ومحبتِ رسول ﷺ

پہلی فصل: ذاتِ رسول ﷺ ۔ ہر شے سے محبوب

رسول مقبول ﷺ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ دنیا و مافیہا سے زیادہ اور والہانہ محبت رکھنا عقلی ونقلی اعتبار سے کیوں ضروری ہے؟ اس کی ضروری تفصیل مقدمہ میں گزر چکی ہے۔ محبتِ رسول ﷺ کی اسی اہمیت وضرورت کے مدنظر صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی ذات والا شان کے ساتھ کس طرح دنیا کی قیمتی سے قیمتی چیز اور قریبی سے قریبی رشتہ سے زیادہ والہانہ ٹوٹ ٹوٹ کر اور دل و جان سے محبت رکھتے تھے اور کس کس انداز میں عملی طور پر اس محبت کا اظہار ہوتا تھا، اس کا کچھ اندازہ درج ذیل جذبات وتاثرات اور مظاہر سے لگایا جا سکتا ہے:

جذبات وتأثراتِ محبت ۔ چند جھلکیاں

۞ ...حضرت علی بن ابی طالبؓ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگوں (صحابہ) کی محبت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیسی تھی؟ فرمایا اللہ کی قسم آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہمارے نزدیک ہمارے اموال، اولاد، ماں باپ اور پیاسے کے لیے ٹھنڈا پانی جتنا عزیز ہوتا ہے، اس سے بھی زیادہ محبوب تھی۔[1]

۞ ...حضرت عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی ایک (آدمی) زیادہ محبوب نہ تھا۔[2]

۞ ...روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا پاؤں سن ہو گیا۔ آپ کو کہا گیا کہ جس آدمی سے آپ کو زیادہ محبت ہے، اس کو یاد کریں، آپ کا پاؤں درست ہو جائے گا۔ آپ نے زور سے کہا:

''یا محمداہ ﷺ'' اسی وقت آپ کا پاؤں درست ہو گیا۔[3]

۞ ...حضرت بلالؓ کی وفات کا وقت قریب آیا ان کی زوجہ آپ کے سرہانے بیٹھی تھیں۔ شدت غم سے ان کی زبان سے نکلا ''واحزناہ'' حضرت بلالؓ نے فرمایا یہ مت کہو بلکہ کہو:

"واطرباه" (کتنا خوشی کا وقت ہے)

"غدًا القىٰ الاحبه محمدًا و صحبه"

"کل اپنے احباب یعنی حضرت محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ سے ملاقات کرونگا۔"[۴]

۞ ...روایت ہے کہ ایک عورت حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر تھیں۔ عرض کی مہربانی فرما کر حضور ﷺ کی قبر سے چادر ہٹائیے۔ آں محترمہ نے چادر ہٹائی تو ان پر گریہ طاری ہو گیا اتنا روئیں کہ روح پرواز کر گئی۔[۵]

۞ ...حضور ﷺ نے اپنی چچا زاد بہن حضرت ام ہانیؓ بنت ابی طالب کو پیغام نکاح دیا تو انہوں نے اپنے نقطہ نظر سے یہ عرض کر کے معذرت کر لی کہ: یارسول اللہ! آپ ﷺ کی ذات میرے نزدیک میری قوت سماعت اور قوت بصارت (کانوں اور آنکھوں) سے بھی زیادہ محبوب ہے مگر بات یہ ہے کہ خاوند کا حق (اور وہ بھی آں جناب ﷺ) بہت بڑا ہے۔ میں ڈرتی ہوں کہ کہیں خاوند کا کوئی حق ضائع نہ کر بیٹھوں۔[۶]

۞ ...حضرت عمر فاروقؓ حضور ﷺ کے ازواج مطہرات سے ایلاء کے دنوں میں جب بالا خانہ میں حاضر ہوئے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے، تو عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ حفصہ (میری بیٹی) کی طرف سے کوئی چیز ناپسند فرماتے ہیں تو (بے شک) اسے طلاق دے دیجئے۔ اللہ کی قسم آپ کی ذات میرے نزدیک اپنے مال اور اپنے اہل سے زیادہ محبوب ہے، اس پر رسول ﷺ نے فرمایا: اے عمر! کوئی بندہ اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ قسم بخدا آپ میرے نزدیک میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔[۷]

۞ ...حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم میں آپ ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو کچھ تم کہہ (دعویٰ کر) رہے ہو، اس پر غور کر لو (یہ دعویٰ اتنا آسان نہیں) اس نے دوبارہ کہا اللہ کی قسم میں آپ ﷺ کی ذات سے محبت رکھتا ہوں اور یہ جملہ (دعویٰ) تین مرتبہ دہرایا۔ فرمایا! اگر تم

میرے ساتھ محبت رکھتے ہو تو پھر فقر کے لیے اپنی کمر کس لو کیونکہ جو آدمی مجھ سے محبت رکھتا ہے تو فقر اس کی طرف (کثرت انفاق اور جود و سخا کے سبب) اس سیلاب سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے آتا ہے جو اپنے بہاؤ کی طرف تیزی سے بہتا ہے۔[8]

۞...حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاریؓ کہتے ہیں کہ جب غزوہ احد پیش آیا تو رات کو میرے والد (حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حزم الانصاری) نے مجھے بلا کر فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ میں اس غزوہ میں شہید ہو کر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے اولین شہداء کے زمرے میں شامل ہوں گا۔ اور (بیٹا!) میں نے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی کے بعد دنیا میں کوئی ایسا آدمی نہیں چھوڑا جو میرے نزدیک تجھ سے زیادہ عزیز ہو۔ اور (سن لو) ایک تو میرے اوپر بہت سا قرضہ ہے اسے میری طرف سے ضرور ادا کرنا دوسرے اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ حضرت جابر کہتے ہیں جب صبح ہوئی تو (میدان میں) میرے والد سب سے پہلے شہید ہوئے اور انہیں ایک دوسرے شہید کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا مگر میرا دل اس بات پر مطمئن نہیں تھا کہ وہ ہمیشہ دوسرے آدمی کے ساتھ ایک ہی قبر میں مدفون رہیں۔ لہٰذا میں نے ان کی لاش کو چھ ماہ بعد نکالا تو وہ اسی دن کی طرح ترو تازہ تھی جس دن میں نے انہیں دفن کیا تھا۔ البتہ ان کا ایک کان مبارک تھوڑا سا متاثر ہو چکا تھا۔[9]

حضور ﷺ کے لیے معمولی تکلیف بھی پسند نہ ہونا

سچی، حقیقی اور واقعی محبت کا طبعی و فطری تقاضا ہے کہ محبّ اپنے محبوب کو معمولی سے معمولی تکلیف اور رنج میں بھی دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ اس قسم کی واقعی محبت رسول ﷺ کا ایک روح پرور مظاہرہ ملاحظہ فرمائیے:

صحابی رسول ﷺ حضرت زید بن دثنہؓ چند دیگر صحابہ کے ہمراہ ۴ھ میں دو عرب قبائل کی درخواست پر حضور ﷺ کی طرف سے انکی تبلیغ و تعلیم دین کے لیے تشکیل دیئے گئے ایک تبلیغی قافلہ میں شامل تھے کہ راستے میں ان قبائل کی بد عہدی کی بناء پر آپ قبیلہ بنولحیان کے کچھ لوگوں کے دھوکے میں آگئے اور گرفتاری دے دی۔ انہوں نے جناب زیدؓ کو مکہ میں لا کر فروخت کر دیا۔ زید بن دثنہ کو مشہور رئیس مکہ صفوان بن امیہ نے خرید لیا کہ غزوہ بدر میں جہنم

رسید کیے گئے اپنے باپ امیہ کے عوض حضرت زیدؓ کو قتل کر کے اپنا غصہ ٹھنڈا کر سکے۔ چنانچہ صفوان نے انہیں اپنے غلام نسطاس کے ہاتھ حرم کے باہر تنعیم میں لے جا کر قتل کرنے کے لیے بھیج دیا۔ اس کے ہمراہ قریش کے چند لوگ اور بھی تھے جن میں ابو سفیان بن حرب بھی شامل تھا۔ زید کے قتل کی تیاری ہوئی تو ابو سفیان نے کہا: اے زید! خدارا بتاؤ کہ کیا تمہیں پسند ہے کہ اب تیرے بجائے ہم تمہارے محمد ﷺ کو قتل کرتے اور تو اپنے گھر میں ہشاش بشاش ہوتا۔ تو حضرت زید نے کہا: واللہ! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ حضرت محمد ﷺ کو اپنے مکان میں کانٹا چبھ جائے اور میں اپنے اہل وعیال میں آرام سے بیٹھا رہوں (چہ جائیکہ آں جناب ﷺ کو العیاذ باللہ شہید کر دیا جائے) یہ سن کر ابو سفیان نے کہا: میں نے لوگوں میں سے کسی کو ایسی محبت کرتے نہیں دیکھا جیسی محمد ﷺ کے ساتھی اس سے کرتے ہیں۔ پھر نسطاس نے حسبِ منصوبہ جناب زیدؓ کو جامِ شہادت نوش کرا دیا۔[10]

سلامتیٔ رسول ﷺ کے بعد ہر مصیبت آسان

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ انصار کی ایک خاتون جس کا باپ، بھائی اور خاوند غزوہ احد میں شہید ہو چکے تھے، انہوں نے صحابہ سے پوچھا "ما فعل رسول اللہ ﷺ" رسول اللہ ﷺ کا کیا ہوا؟ صحابہؓ نے کہا حضور ﷺ بخیر و عافیت ہیں۔ حضور ﷺ اسی طرح ہیں جس طرح تو آپ ﷺ کو دیکھنا پسند کرتی ہے۔ اس نے کہا مجھے دکھاؤ حضور ﷺ کہاں ہیں تاکہ میں آپ ﷺ کو آنکھ بھر کر دیکھ لوں۔ جب اس خاتون نے حضور ﷺ کا دیدار کر لیا اور حضور ﷺ کو بخیریت پایا تو اچانک اس کے منہ سے آواز نکلی "كل مصيبة بعدك جلل" یارسول اللہ ﷺ اگر آپ بخیریت ہیں تو آپ ﷺ کی سلامتی کے بعد ہر مصیبت میرے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتی۔[11]

جبکہ دوسری روایت میں یہ ایمان افروز اور روح پرور واقعہ کچھ یوں ہے کہ غزوہ احد کے دن جب یہ افواہ اڑا دی گئی کہ حضور ﷺ شہید کر دیئے گئے ہیں اور سارا مدینہ چیخ اٹھا تو انصار کی ایک عورت (مدینہ منورہ) سے سے نکل کھڑی ہوئی۔ اس کا سامنا پہلے اپنے بھائی، اپنے بیٹے، اپنے شوہر اور اپنے باپ سے ہوا جو سب کے سب شہید ہو چکے تھے۔ وہ جب ان میں سے ہر ایک کی گری ہوئی لاش کے پاس سے گزری تو اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگ بتاتے یہ تمہارے بھائی، تمہارے شوہر، اور تمہارے بیٹے ہیں۔ وہ کہنے لگی بتاؤ نبی رحمت ﷺ کا کیا ہوا؟

لوگ کہنے لگے۔ حضور ﷺ تمہارے سامنے ہیں۔ وہ آگے بڑھتی گئی حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئی۔ تو آپ کے کپڑے کا ایک کنارہ پکڑا پھر کہنے لگی: یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں جب آپ ﷺ ہلاکت سے محفوظ و سلامت ہیں تو مجھے (کسی کے بھی مرنے کی) کوئی پروانہیں۔[12]

سینۂ نبوی سے پیٹھ کو خوب چپکانا

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ دیہات کا ایک آدمی جس کا نام زاہر (بن حرام الاشجعی) تھا، از راہ عقیدت بارگاہ نبوی میں دیہات کے مخصوص تحائف لایا کرتا تھا اور جب وہ واپس اپنے گاؤں جانے لگتا تو حضور اکرم ﷺ بھی اپنے اس محبّ صادق کو بطور خاص ہدایا عنایت فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ از راہ لطف یہ بھی فرمایا کرتے کہ زاہر ہمارا ''دیہات'' اور ہم اس کا ''شہر'' ہیں۔ یہ زاہر شکل و شباہت کے اعتبار سے اگرچہ اتنے خوبصورت نہ تھے مگر اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ ان سے انتہائی محبت و شفقت فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دن نبی اکرم ﷺ نے دیکھا کہ وہ ''منہ دھیانے'' بازار میں سامان فروخت کررہا ہے۔ آپ ﷺ نے چپکے سے آکر پیچھے سے اس کو یوں اپنے سینہ سے لگایا کہ وہ آں جناب ﷺ کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ وہ کہنے لگا کون ہو؟ مجھے چھوڑ دو۔ پھر اس نے دائیں بائیں منہ پھیر کر دیکھا تو پہچان لیا کہ نبی رحمت ﷺ کی ذات والاشان ہے۔ یہ پہچان کر اپنی پشت کو سینہ نبوی سے خوب چپکانے لگا۔ اس محبت بھرے انداز کو دیکھ کر حضور ﷺ از راہ مزاح فرمانے لگے۔ کون اس غلام کو خریدے گا؟ اس آدمی (زاہر) نے عرض کیا یارسول اللہ! تب تو قسم بخدا آپ ﷺ اس غلام کو بہت کم قیمت اور سستا پائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مگر تم اللہ کے ہاں کم قیمت نہیں بلکہ بہت قیمتی ہو۔[13]

اسی طرح بہیسہ نامی ایک عورت اپنے باپ کے بارے میں کہتی ہیں کہ میرے باپ نبی اکرم ﷺ سے اجازت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو (دیوانہ وار) آپ ﷺ اور آپ کے قمیص کے درمیان داخل ہوگئے اور فرط جذبات محبت میں آں جناب ﷺ کو بوسے دینے لگے اور جسم اطہر سے چمٹ گئے۔ پھر عرض کیا یارسول اللہ! وہ کیا چیز ہے جس کا روکنا جائز نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پانی، اس نے دوبارہ عرض کیا یا نبی اللہ! وہ کیا چیز ہے جس کا روکنا

حلال نہیں؟ فرمایا نمک۔ اس نے تیسری مرتبہ پوچھا یا نبی اللہ! وہ کیا چیز ہے جس کا روکنا جائز نہیں؟ فرمایا تو جو بھی بھلائی کر سکے تیرے لیے بہتر ہے۔[۱۴]

حضور ﷺ سے والہانہ لپٹ جانا اور خاطر تواضع کرنا

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ (ایک مرتبہ) حضور ﷺ ایسے وقت میں (دولت خانہ سے) باہر نکلے جس میں آپ ﷺ عام طور پر باہر نہیں نکلا کرتے تھے اور نہ ہی کوئی آدمی اس وقت میں آپ ﷺ سے ملاقات کرتا تھا۔ تو (اس وقت) ابو بکرؓ بھی آپ ﷺ کے پاس آ گئے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر! اس وقت کیسے آنا ہوا؟ تو عرض کیا: اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ حضور ﷺ سے شرفِ ملاقات حاصل کرلوں، آپ ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت کر لوں اور آپ ﷺ کو سلام عرض کرلوں۔ اس کے بعد تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ (دل را بدل را ہست کے مصداق) حضرت عمرؓ بھی آ گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اے عمرؓ! اس وقت کیسے آئے؟ انہوں نے (صاف صاف) کہہ دیا: یارسول اللہ ﷺ اس وقت بھوک لے آئی ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا بھوک تو کچھ مجھے بھی محسوس ہو رہی ہے۔

بعد ازاں تینوں حضرات ابو الہیثم ابن التیہا انصاری کے گھر تشریف لائے۔ وہ کئی کھجوروں کے باغات اور متعدد بکریوں کے مالک تھے مگر ان کے پاس کوئی خادم نہ تھا۔ یہ حضرات پہنچے تو انہیں گھر پر نہ پایا۔ اس لیے ان کی اہلیہ محترمہ سے پوچھا: تمہارے میاں کہاں ہیں؟ اس نے عرض کیا وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ وہ بھی مشکیزہ کو جو مشکل سے اٹھتا تھا، بدقت اٹھاتے ہوئے واپس آ گئے۔ پھر آ کر (جوشِ محبت میں) حضور ﷺ سے چمٹ گئے اور آپ ﷺ پر اپنے ماں باپ کو قربان کرنے لگے۔ پھر تینوں حضرات کو اپنے باغ میں لے گئے ان کے لیے فرش بچھایا پھر ایک کھجور کے درخت کی طرف گئے اور خوشہ لا کر سامنے رکھ دیا۔ جس پر نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: تو نے (کچا پکا خوشہ توڑنے کی بجائے) اس میں سے صرف پکی کھجوریں کیوں نہ ہمارے لیے چن لیں؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں نے ارادہ کیا کہ آپ لوگ اس میں سے پکی اور کچی کھجوریں جو چاہیں اختیار فرما لیں۔ اس پر تینوں حضرات نے کھجوریں تناول کیں اور اس پانی سے پانی نوش کیا۔ پھر حضور ﷺ نے (تعلیم امت کے لیے) فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری

جان ہے یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن تم سے سوال کیا جائے گا یعنی ٹھنڈا سایہ، پاکیزہ (عمدہ) کھجوریں اور ٹھنڈا پانی۔

اس کے بعد ابو الہیثم ان حضرات کے لیے کھانا تیار کرنے کے لیے جانے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا: ہمارے لیے (از دیاد خوشی و محبت میں) کہیں دودھ دینے والا جانور ذبح نہ کر دینا۔ اس پر انہوں نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور اسے (جلدی جلدی پکا کر) ان کے پاس لے آئے۔ تینوں حضرات کھانا کھا چکے تو حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی خادم ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا جب ہمارے پاس قیدی آئیں تو ہمارے پاس آنا۔ کچھ عرصہ بعد حضور ﷺ کے پاس دو غلام آئے جن کے ساتھ کوئی تیسرا غلام نہ تھا۔ اس پر (حسبِ ہدایت) حضرت ابو الہیثم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ان دونوں میں سے جس کو چاہتے ہو اس کا انتخاب کر لو۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ ﷺ ہی میرے لیے (مناسب و بہتر کو) منتخب فرما دیں۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔ لہٰذا اس غلام کو لے لو کیونکہ میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

حضرت ابو الہیثم (غلام کو لے کر) اپنی بیوی کے پاس آئے اور اسے حضور ﷺ کی ہدایت سے آگاہ کیا۔ جس پر ان کی بیوی نے کہا: اس غلام کے بارے میں حضور ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے صحیح معنوں میں تم اس کی تعمیل نہ کر سکو گے اِلّا یہ کہ تم اس کو آزاد کر دو، اس پر انہوں نے کہا: تو وہ آزاد ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے کمال تعمیل حکم کی یہ خبر پا کر فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی اور خلیفہ نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس کے دو باطنی مشیر بھی بنائے ہیں ایک باطنی مشیر تو اسے (ابو الہیثم کی بیوی کی طرح) نیکی کا حکم دیتا اور اسے برائی سے روکتا ہے جبکہ دوسرا باطنی مشیر اسے تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا۔ جو آدمی اس کی برائی سے بچا لیا گیا تو وہ ہر قسم کی برائی سے بچا لیا گیا۔[15]

اسی طرح انصاری صحابی حضرت طلحہ بن البراءؓ کا ابھی لڑکپن ہی تھا کہ ایک دفعہ سرِ راہے حضور اکرم ﷺ سے ملاقات ہو گئی۔ آپ کو دیکھ کر بے ساختہ اور بے تابانہ انداز میں آپ ﷺ سے چمٹ گئے آپ ﷺ کے قدم چومنے لگے اور شدت جذبات میں یہ کہنے لگے: یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ

جو بھی پسند فرماتے ہیں ناچیز کو اس کا حکم فرمایئے۔ میں آپ کے کسی بھی (مشکل سے مشکل) حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ حضور اکرم ﷺ کو ان کے اس اندازِ محبت پر بڑی مسرت ہوئی۔[16]

بارگاہِ رسول ﷺ میں حبشہ سے سلامِ محبت

حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ازواجِ مطہرات کی والہانہ محبت وعقیدت کے بیان میں یہ بات آگے آئے گی کہ سیدہ امِ حبیبہؓ کو حبشہ میں قیام کے دوران جب حضور ﷺ کی طرف سے پیغام نکاح ملا تو خوشی میں آں محترمہ نے پیغام نکاح لانے والی ابرھہ نامی لونڈی کو اپنا تمام زیور اتار کر دے دیا تھا۔ پھر حق مہر کی رقم ملنے پر سیدہ امِ حبیبہؓ نے لونڈی موصوفہ کو مزید پچاس دینار بطور انعام دینا چاہے تو اس نے یہ کہہ کر قبول کرنے سے معذرت کر لی کہ بادشاہ نے مجھے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ اس موقعہ پر ابرھہ نے ام المؤمنین امِ حبیبہؓ سے کہا (یہ انعام تو نہیں) البتہ میری ایک دوسری حاجت یا درخواست آپ سے متعلق ہے اور وہ یہ کہ جب آپ حضور ﷺ کے پاس پہنچیں تو ایک تو میری طرف سے آں جناب ﷺ کو سلام پیش کر دیں دوسرا آں جناب ﷺ کو بتا دیں کہ میں نے ان کے دین کی اتباع کر لی ہے۔ سیدہ امِ حبیبہؓ کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ مجھ سے بڑی محبت سے پیش آتی رہی اور اس نے میرا سامان سفر بھی تیار کیا۔ اس سلسلے میں جب بھی وہ میرے پاس آتی تو کہتی "لا تنسی حاجتی الیك" (میں نے آپ کی خدمت میں جو حاجت یا درخواست پیش کی ہے، اسے بھول نہ جانا)۔ سیدہ امِ حبیبہؓ کا کہنا ہے کہ جب میں حضور ﷺ کے پاس (مدینہ منورہ میں) آئی تو میں نے پیغام نکاح اور ابرہہ کے جذبات ومحبت کے بارے میں آپ کو آگاہ کیا اور اس کا سلام محبت بھی آپ ﷺ کو پہنچایا تو آپ نے جواب میں فرمایا:

"وعلیھا السلام ورحمة اللہ وبرکاته"[17]

جسمِ رسول ﷺ کا بوسہ لینے کے لیے عجیب بہانہ

حضور ﷺ کی ذات سے صحابہؓ کی عقیدت ومحبت کا ایک اور انداز ملاحظہ فرمایئے:

غزوہ بدر کے موقع پر حضور ﷺ نے صحابہ کی صفوں کو ایک نیزہ کے ذریعے سیدھا کیا تھا جو آپ ﷺ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے تھے۔ اور جس میں پھل یا نیزہ نہیں لگا ہوا تھا۔ حضور ﷺ

جب اس نیزہ کے ذریعے صفوں کو سیدھا کرتے ہوئے سواد ابن غزیہ کے پاس سے گزرے جو بنی نجار کے حلیف تھے تو وہ اپنی صف سے کچھ آگے کو کھڑے ہوئے تھے، حضور ﷺ نے اس نیزہ سے ان کے پیٹ میں ٹھوکا دیا اور فرمایا: ''سواد! سیدھے یعنی صف میں کھڑے ہو'' اس پر حضرت سواد نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! آپ ﷺ نے مجھے ٹھوکر مار کر تکلیف پہنچائی، حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حق اور انصاف دے کر بھیجا ہے لہٰذا مجھے موقع دیجئے کہ میں آپ ﷺ سے بدلہ لوں'' حضور ﷺ نے فوراً اپنا پیٹ کھولا اور حضرت سوادؓ سے فرمایا: ''لو! اپنا بدلہ لے لو'' حضرت سواد فوراً حضور ﷺ کے سینے سے لگ گئے اور حضور ﷺ کے شکم مبارک کو بوسہ دیا۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے ایسا کس لیے کیا؟ تو حضرت سوادؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ آپ ﷺ دیکھ رہے ہیں کہ جنگ سر پر ہے اس لیے میری تمنا تھی کہ آپ ﷺ کے ساتھ میرے آخری لمحے جو گزریں وہ اس طرح کہ میرا جسم آپ ﷺ کے جسمِ مبارک سے مس کرے، اس پر حضور اکرم ﷺ نے حضرت سوادؓ کے لیے دعائے خیر فرمائی۔[18]

سواد بن غزیہ کے ساتھ حضور ﷺ کا جو واقعہ پیش آیا ایسا ہی ایک واقعہ ایک انصاری کے ساتھ بھی آپ ﷺ کو پیش آیا تھا جن کا نام سواد ابن عمرو تھا، چنانچہ ابوداؤد میں روایت ہے کہ ایک انصاری شخص جو بہت مزاحیہ آدمی تھے وہ لوگوں کے ساتھ باتیں کر رہے تھے اور ان کو ہنسا رہے تھے کہ حضور ﷺ نے ان کے پہلو میں ایک چھڑی سے ٹھوکا دیا، جو آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی، ایک روایت میں ہے کہ کھجور کے گچھے کی ٹہنی سے، اور ایک روایت کے مطابق اپنے عصا سے ٹھوکا دیا، اس پر سواد نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے بدلہ لینے کی اجازت دیں! حضور ﷺ نے فرمایا تم بدلہ لے سکتے ہو، اس پر حضرت سوادؓ نے عرض کیا: ''مگر آپ ﷺ تو کرتہ پہنے ہوئے ہیں جبکہ میرے جس پر آپ ﷺ نے مارا تو میں کرتہ پہنے ہوئے نہیں تھا، اس پر حضور ﷺ نے اپنا کرتہ اٹھا دیا، حضرت سوادؓ اسی وقت آپ ﷺ کے پہلو سے لپٹ گئے اور آپ ﷺ کے جسمِ مبارک پر اس جگہ بوسے دینے لگے۔ اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ یہی میرا مقصود تھا۔''[19]

خصائص صغریٰ میں حضورا کی یہ خصوصیت درج ہے کہ جس مسلمان نے بھی حضور ﷺ کے جسمِ مبارک کو چھولیا اس کے جسم کو آگ نہیں چھوئے گی، خصائصِ صغریٰ میں ہی ایک دوسری جگہ ہے کہ جو چیز حضور ﷺ کے جسمِ مبارک سے لگ گئی اس کو آگ نہیں جلائے گی اور تمام انبیاء کا یہی حال ہے۔[20]

ملاقاتِ رسول ﷺ کے لیے بے تاب

ام ابان بن وازع بن زارع اپنے دادا زارع بن عامر سے جو وفد عبد القیس کے ہمراہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تھے، روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے بیان کیا:

"لما قدمنا المدينة فجعلنا نتبادر من رواحلنا فنقبل يد رسول الله ﷺ و رجله"

''جب ہم مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو اپنی سواریوں سے جلدی جلدی اترنے لگے اور رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک اور پاؤں کو بوسہ دینے لگے۔''

البتہ المنذر رالاشج (رئیسِ قافلہ) نے اس طرح جلد بازی سے کام نہ لیا بلکہ پہلے اپنے صندوق/تھیلا کے پاس آئے، اپنے کپڑے تبدیل کیے پھر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے ان سے (ان کی یہ ادا دیکھ کر) فرمایا: بے شک تمہارے اندر دو ایسی خصلتیں ہیں جن کو اللہ پسند کرتا ہے۔ بردباری اور آہستگی۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا میں اپنے طور پر ان اخلاق/عادات کا مظاہرہ کر رہا ہوں یا اللہ نے یہ خصلتیں میری جبلت وطبیعت میں رکھی ہیں؟ فرمایا بلکہ اللہ نے تمہیں ان خصلتوں میں پیدا کیا ہے۔ انہوں نے کہا سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے میری جبلت وفطرت میں (خلقی طور پر) ایسی دو خصلتیں رکھ دی ہیں جن کو اللہ اور اس کا رسول ﷺ پسند کرتا ہے۔[1]

رسول اللہ ﷺ دھوپ میں ہوں، اور ابوخیثمہؓ سائے میں بیٹھے؟

غزوہ تبوک کے سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بوجوہ نہ جا سکنے والوں میں حضرت ابو خیثمہ بھی تھے۔ ایک روز شدید گرمی تھی۔ ابوخیثمہ اپنے اہل خانہ کے پاس آئے اور دیکھا کہ ان کے باغ میں ان کی دونوں بیویاں اپنے اپنے چھپر میں تھیں۔ ہر ایک نے اپنے چھپر پر چھڑکاؤ کر کے اسے ٹھنڈا بنا لیا تھا اور ہر ایک نے اپنے چھپر میں ٹھنڈے پانی سے بھرے ہوئے گھڑے سجا رکھے تھے نیز بڑا لذیذ کھانا بھی انہوں نے تیار کر رکھا تھا۔ جب ابوخیثمہؓ اپنے باغ میں داخل ہوئے تو دونوں چھپروں کے دروازے تک آ کر رک گئے، اپنی بیویوں کو دیکھا، انہوں نے ان کے آرام و آسائش کے لیے جو اہتمام کر رکھے تھے اسے بھی ملاحظہ فرمایا تو

عاشق صادق کی زبان سے نکلا:

"رسول اللّٰہ فی الضحّ والریح وابو خیثمۃ فی ظلالٍ

باردۃٍ وماءٍ باردٍ وطعامٍ مھیّاءٍ وامرءۃ حسناءَ فی مالٍ

مقیمٍ ما ھٰذا بالنصف"

اللہ کا پیارا رسول ﷺ تو دھوپ اور لو میں اور ابوخثیمہ ٹھنڈے سائے میں، جہاں ٹھنڈا پانی رکھا ہے لذیذ کھانا تیار ہے اور خوبرو بیوی موجود ہے۔ یہ تو انصاف کا تقاضا نہیں۔

پھر اپنی بیویوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

میں تم میں سے کسی ایک کے چھپر میں قدم بھی نہیں رکھوں گا بلکہ اپنے ہادی و مرشد ﷺ کے ساتھ جا ملوں گا۔ میرے لیے زادِ راہ تیار کرو۔ چنانچہ ان نیک بخت بیویوں نے ان کے لیے فوراً زادِ راہ تیار کر دیا۔ پھر آپ کی اونٹنی آپ کے سامنے پیش کی گئی اور اس پر سوار ہو کر ابو خثیمہ حضور ﷺ کی جستجو میں نکلے۔ چنانچہ جس روز حضور ﷺ تبوک کے مقام پر پہنچے تو یہ بھی وہاں شرفِ باریابی سے مشرف ہوئے۔ ان کے علاوہ عمیر بن وہب الجمحی بھی پیچھے رہ گئے تھے، وہ بھی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے گھر سے روانہ ہوئے راستہ میں ان کی ملاقات ابوخثیمہؓ سے ہوگئی۔ دونوں جب ایک ساتھ تبوک کے قریب پہنچے تو ابوخثیمہؓ نے عمیر بن وہب کو کہا کہ مجھ سے ایک بڑا گناہ سرزد ہوا ہے، اگر تم مجھ سے کچھ پیچھے رہ جاؤ تو میں بارگاہِ رسالت ﷺ میں تم سے پہلے حاضر ہو جاؤں۔ لوگوں نے جب ایک سوار کو اپنی طرف آتے دیکھا تو عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کوئی شتر سوار ہماری طرف آ رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "کن ابا خیثمۃ" (خدا کرے یہ ابوخثیمہ ہو)

کچھ دیر بعد صحابہ کرامؓ نے عرض کی، بخدا یہ سوار ابوخثیمہ ہی ہے وہاں پہنچ کر ابوخثیمہ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا، اور بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہونے کے بعد سلام عرض کیا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ابوخثیمہ کو فرمایا "اولیٰ لک یا ابا خیثمۃ ثم اخبرہ خبرہ" "اے ابوخثیمہ! تمہیں مبارک ہو۔ پھر حضور ﷺ نے ابوخثیمہ پر جو بیتی تھی اس سے اسے آگاہ کیا۔" حضور ﷺ نے اس کے لیے دعائے خیر فرمائی۔[22]

سایہ دار درخت حضور ﷺ کے لیے چھوڑ دینا

معروف صحابی حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ (ایک سفر جہاد میں) حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ یہاں تک ہم ''ذات الرقاع'' کے مقام تک پہنچ گئے۔ حضرت جابرؓ کا کہنا ہے کہ یہاں جب ہم ایک سایہ دار درخت کے پاس پہنچے تو ہم نے وہ (خود بیٹھنے کی بجائے) رسول اللہ ﷺ کے لیے چھوڑ دیا۔ حضرت جابر کہتے ہیں (حضور ﷺ وہاں محوِ استراحت ہوئے) تو ایک مشرک آدمی (جس کا نام شارحین نے غورث بتایا ہے) وہاں آ گیا۔ حضور ﷺ کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی۔ اس نے آپ ﷺ ہی کی تلوار پکڑ کر سونت لی پھر اس نے آپ ﷺ سے پوچھا: اتخافنی (کیا آپ کو مجھ سے ڈر لگ رہا ہے؟) آپ ﷺ نے بڑے اعتماد سے فرمایا ''لا'' (نہیں) اس نے کہا تو کون آپ ﷺ کو مجھ سے بچائے گا؟ آپ ﷺ نے (پیغمبرانہ اعتماد سے) فرمایا: اللہ کریم مجھے تجھ سے بچائے گا۔ حضرت جابر کہتے ہیں حضور ﷺ کے صحابہ نے (یہ دیکھا تو) اسے ڈرایا دھمکایا تو اس نے تلوار نیام میں ڈال کر درخت سے لٹکا دی۔[۲۳]

اس حدیث کی شرح میں شارح مشکوۃ ملا علی قادری نے واقدی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اس مشرک نے جب آپ ﷺ پر تلوار سونتی اور وار کرنا چاہا تو اسی وقت اس کی پیٹھ میں سخت درد اٹھی اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی۔ یہ معجزہ دیکھ کر وہ اسلام لایا اور خلقِ کثیر کی ہدایت کا ذریعہ ثابت ہوا۔[۲۴]

حضور ﷺ کی بسلامت واپسی پر دف بجانے کی نذر

حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ کسی غزوہ کے سلسلے میں (مدینہ منورہ سے باہر) تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ واپس آئے تو ایک سیاہ فام باندی حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ کریم آپ ﷺ کو صحیح سلامت واپس لائے گا تو میں آپ ﷺ کے سامنے دف بجاؤں گی اور گاؤں گی۔ اس پر حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: اگر تو نے واقعی نذر مان رکھی ہے تو دف بجاؤ ورنہ ایسا مت کرو۔

چنانچہ (حسب اجازت) وہ دف بجانے لگی۔ اس دوران حضرت ابوبکرؓ اندر آئے تو وہ دف بجاتی رہی پھر حضرت علیؓ آئے تو بھی دف بجاتی رہی پھر اسی طرح حضرت عثمانؓ آئے تو

وہ بدستور دف بجاتی رہی۔ بعد ازیں حضرت عمرؓ آئے تو اس نے فوراً دف اپنے نیچے رکھ لی پھر اس پر بیٹھ گئی۔ اس پر حضور ﷺ نے (حضرت عمرؓ سے) فرمایا: اے عمر! بے شک شیطان تجھ سے ڈرتا ہے اور (اس کا ثبوت یہ ہے کہ) میں بیٹھا تھا اور یہ باندی دف بجاتی رہی، اسی طرح حضرت ابوبکرؓ آئے تو دف بجاتی رہی پھر حضرت علیؓ اور عثمانؓ باری باری آئے تو ان کے آنے پر بھی دف بجاتی رہی مگر اے عمرؓ! جب تم اندر آئے تو اس نے فوراً دف کو نیچے رکھ لیا۔[۲۵]

حضور ﷺ کے طوافِ کعبہ سے قبل طواف سے انکار

ایک طویل عرصہ کے بعد کسی مسلمان کو طوافِ کعبہ کا موقع ملے تو یہی توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اس سعادت اور غنیمت موقع کو اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دے گا۔ مگر معروف خلیفہ راشد اور دوہرے دامادِ رسول ﷺ حضرت عثمان بن عفانؓ نے ایک ایسے ہی موقعہ سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمانے کے چھ سال بعد (۶ھ) میں جب نبی رحمت ﷺ اپنے چودہ سو صحابہ کے ہمراہ بیت اللہ کی زیارت، طواف اور عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو اہلِ مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر حضور ﷺ کو روک دیا۔ اس موقع پر قریش مکہ سے بات چیت اور آمد نبوی کی غرض و غایت سے آگاہ کرنے کے لیے حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کے مشورہ پر اہلِ مکہ کے ہاں حضرت عثمان بن عفانؓ کے خاص مرتبہ و مقام کے پیشِ نظر انہیں اپنی طرف سے سفیر بنا کر قریشِ مکہ کے پاس بھیجا۔ تو انہوں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو بیت اللہ کا طواف کرنے کی اجازت دے دی مگر حضور ﷺ کو اجازت دینے پر رضامند نہ ہوئے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے اس چیز کو بے ادبی تصور فرماتے ہوئے بیت اللہ کا طواف کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

"ما کنت لا فعل حتیٰ یطوف بہ رسول اللہ ﷺ"[۲۶]

"میں اس وقت تک بیت اللہ کا طواف نہ کروں گا جب تک کہ حضور ﷺ اس کا طواف نہیں فرما لیتے۔"

ادھر حدیبیہ میں صحابہ کرام حضرت عثمان بن عفانؓ کی قسمت پر رشک کر رہے تھے کہ انہیں مکہ کے اندر جانے کا موقعہ مل گیا ہے، اب وہ جی بھر کر طواف کریں گے اور بیت اللہ کا

دیدار کریں گے۔ جانِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: ''وہ ہمارے بغیر طواف نہیں کرے گا۔ اگرچہ کتنا عرصہ ہی وہاں ٹھہرا رہے۔''[27]

سبحان اللہ اگر ایک طرف حضرت عثمان بن عفانؓ کی محبت رسول ﷺ اور ادبِ رسول ﷺ مثالی تھا تو دوسری طرف ان کے محبوب آقا کا ان پر اعتماد بھی مثالی تھا۔

طویل سجدہ نبوی ﷺ پر وفات کا خوف لاحق ہو جانا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ (عشرہ مبشرہ میں شامل خوش نصیب صحابی) بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسولِ مقبول ﷺ باہر نکلے تو (ازراہ عقیدت و حفاظت) میں آں جناب ﷺ کے پیچھے ہولیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ ایک باغ میں داخل ہو کر سجدہ ریز ہو گئے۔ پھر اتنا لمبا سجدہ فرمایا کہ مجھے اس بات کا خوف لاحق ہونے لگا کہ کہیں آپ ﷺ اللہ کو پیارے تو نہیں ہو گئے؟ یہی چیز دیکھنے کے لیے میں آں جناب ﷺ کے قریب آیا تو آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا، اے عبدالرحمٰن! کیا بات ہے؟ (پریشان دکھائی دیتے ہو)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی گھبراہٹ کی وجہ بیان کر دی۔ فرمایا: (ایسا نہیں بلکہ) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا تھا کیا میں آپ ﷺ کو بشارت نہ دوں کہ اللہ عزوجل آپ ﷺ سے فرماتے ہیں کہ جو آدمی آپ ﷺ پر درود بھیجے گا میں (اللہ) بھی اس پر سلام بھیجوں گا۔[28] (گویا یہ طویل سجدہ اس عظیم انعام و کرام الٰہی کا شکریہ تھا)

حضور ﷺ کی ناراضگی اور قطع کلامی کا سب سے زیادہ فکر

مشہور صحابی حضرت کعب بن مالکؓ غزوہ تبوک میں بوجوہ پیچھے رہ جانے پر حضور ﷺ کی طرف سے ناراضگی قطع کلامی اور پھر قبولیت توبہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''دو غزوات غزؤہ عسرت (یعنی غزوہ تبوک) اور غزوہ بدر کے سوا اور کسی غزوے میں کبھی میں حضور ﷺ کے ساتھ جانے سے نہیں چوکا تھا۔ فرماتے ہیں کہ چاشت کے وقت جب رسول اللہ ﷺ (غزوہ سے واپس تشریف لائے) تو میں نے سچ بولنے کا پختہ ارادہ کر لیا (اور سچی بات آپ ﷺ کے سامنے بیان کر دی کہ میں بلا کسی عذر کے غزوہ میں شریک نہ ہوا) اور آپ ﷺ کا سفر سے واپس آنے میں یہ معمول تھا کہ چاشت کے وقت ہی آپ ﷺ (مدینہ) پہنچتے تھے۔

سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے (بہر حال) حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے اور میری طرح عذر بیان کرنے والے دو اور صحابہ سے تمام صحابہ کو بات چیت سے منع کر دیا۔ ہمارے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ (جو بظاہر مسلمان تھے) غزوے میں شریک نہیں ہوئے، لیکن آپ ﷺ نے ان میں سے کسی سے بھی بات چیت کی ممانعت نہیں کی تھی چنانچہ لوگوں نے ہم سے بات چیت کرنا چھوڑ دیا۔ میں اسی حالت میں ٹھہرا رہا معاملہ بہت طول پکڑتا جا رہا تھا۔ ادھر میری نظر میں سب سے اہم معاملہ یہ تھا کہ اگر کہیں (اس عرصہ میں) میں مر گیا تو حضور اکرم ﷺ مجھ پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھیں گے یا (خدانخواستہ) حضور ﷺ کی وفات ہو جائے تو لوگوں کا یہی طرزِ عمل میرے ساتھ پھر ہمیشہ کے لیے باقی رہ جائے گا، نہ مجھ سے کوئی گفتگو کرے گا اور نہ مجھ پر نمازِ جنازہ پڑھے گا، آخر اللہ کریم نے ہماری توبہ حضور ﷺ پر اس وقت نازل کی جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ گیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ اس وقت امِ سلمہؓ کے گھر تشریف رکھتے تھے۔ امِ سلمہؓ کا معاملہ میرے ساتھ احسان و کرم کا تھا وہ میری مدد کیا کرتی تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اُمِ سلمہ! کعب کی توبہ قبول ہو گئی۔ انہوں نے عرض کی پھر میں ان کے یہاں کسی کو بھیج کر خوشخبری کیوں نہ پہنچا دوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ خبر سنتے ہی لوگ جمع ہو جائیں گے اور ساری رات تمہیں سونے نہیں دیں گے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول کر لی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے جب یہ خوش خبری سنائی تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک منور اور روشن ہو گیا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو (اور غزوہ میں نہ شریک ہونے والے دوسرے افراد سے) جنہوں نے معذرت کی تھی اور ان کی معذرت قبول بھی ہو گئی تھی۔ ہم تین صحابہ کا معاملہ بالکل مختلف تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول ہونے کے متعلق وحی نازل کی، لیکن جب ان دوسرے غزوہ میں شریک نہ ہونے والے افراد کا ذکر کیا جنہوں نے حضور ﷺ کے سامنے جھوٹ بولا تھا اور بے بنیاد معذرت کی تھی تو اس درجہ برائی کے ساتھ کیا کہ کسی کا بھی اتنی برائی کے ساتھ ذکر نہ کیا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''یہ لوگ تمہارے سب کے سامنے عذر پیش کریں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے۔ آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ بہانے نہ بناؤ۔ ہم ہرگز تمہاری بات نہ مانیں گے بے شک ہم کو اللہ تمہاری خبر دے چکا ہے اور عنقریب اللہ اور اس کا رسول ﷺ تمہارا عمل دیکھ لیں گے'' آخر آیت تک۔[29]

حضور ﷺ کی طرف سے سلام کا جواب نہ ملنے پر انتہائی غم

اہلِ علم کو معلوم ہے کہ ابتدائے اسلام میں نماز کے دوران سلام (السلام علیکم) کہنے اور سلام کا جواب دینے کی اجازت تھی۔ اس اجازت کے ماتحت صحابہ کرام حضور ﷺ کے نماز میں مشغول ہونے کے باوجود آپ ﷺ کو سلام پیش کرتے اور آپ ﷺ سلام کا جواب مرحمت فرماتے تھے [۶۳] مگر بعد میں یہ منسوخ ہو گیا۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ کو ابھی اس منسوخی کا علم نہیں تھا کہ ایک سفر جہاد میں نبی اکرم ﷺ نے انہیں اپنے کسی کام کے لیے بھیجا۔ حضرت جابر کہتے ہیں، کہ میں حسبِ حکم کام کے لیے چلا گیا پھر میں کام پورا کر کے لوٹا، تو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا: آپ ﷺ کو سلام کیا مگر آپ ﷺ نے مجھے (خلاف عادت) سلام کا جواب نہ دیا۔ تو مجھے جو شدید غم لاحق ہوا میں اس کا اندازہ نہیں بتا سکتا، اس کا اندازہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے، پھر میں نے دل میں کہا کہ شاید نبی اکرم ﷺ اس لیے مجھ پر ناراض ہیں کہ میں نے واپس آنے میں دیر کر دی ہے۔ پھر میں نے دوبارہ آپ ﷺ کو سلام عرض کیا، تو دوبارہ بھی آپ ﷺ نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا۔ اب تو میرے دل میں پہلی مرتبہ سے بھی زیادہ غم واقع ہو گیا۔ پھر میں نے تیسری مرتبہ سلام عرض کیا تو آپ ﷺ نے سلام کا جواب عنایت فرمایا۔ اور پہلے سلام کا جواب نہ دینے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: پہلے دو بار میں نے جواب نہ دیا تو اس وجہ سے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے جس کا منہ قبلہ کی طرف نہ تھا۔ [۶۴]

آخرت میں معیتِ نبوی ﷺ کی آرزو

بارگاہ نبوی میں حاضری کوئی معمولی سعادت نہیں تھی۔ صحابہ کرامؓ معیت نبوی میں ایمانی و روحانی انوار و برکات، ذہنی اطمینان و سکون، قلبی جذب و کیف اور مسلسل سرشاری کے عینی مشاہدہ کے بعد اس بات کی اکثر آرزو کرتے تھے کہ جس طرح دنیا میں انہیں حضور ﷺ کے پاس آنے جانے حضور ﷺ کے پاس اٹھنے بیٹھنے اور آپ ﷺ کی معیت اختیار کرنے کا موقع حاصل ہے، اسی طرح آخرت اور جنت میں بھی حضور ﷺ کی معیت کی دولت حاصل رہے۔ اس واحد آرزو اور خواہش کے متمنی صرف صحابہ کرامؓ ہی نہ تھے صحابیات کی بھی سب سے بڑی تمنا یہی ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ بن عمران انصاری اپنی دادی ام انس سے بیان کرتے

ہیں کہ ایک مرتبہ دادی صاحبہ نے حضور ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے یوں دعا کی:

"جعلك الله في رفيق الاعلىٰ وانا معك"

''اللہ کریم آپ کو رفیق اعلیٰ کے ساتھ ملائے اور میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوں۔''

اس پرخلوص دعا پر حضور ﷺ نے آمین کہی اور فرمایا اس سعادت کے حصول کے لیے تم پر لازم ہے کہ ایک تو نماز کی پابندی کرو دوسرے تمام گناہ اور معصیت کے کام چھوڑ دو۔ کیوں کہ افضل جہاد یہی نماز کی پابندی اور ترکِ معاصی ہے۔[۳۲]

علی ہذا القیاس خدمت نبوی ﷺ کی سعادت حاصل کرنے والوں میں ایک نام حضرت ربیعہ بن کعب الاسلمی الانصاری (م ۶۳ھ) کا بھی ہے۔ یہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں رات بارگاہ نبوی میں گزارتا اور آپ کے لیے وضو کا پانی لاتا اور دیگر خدمات سرانجام دیتا۔ (ایک رات ان کی پرخلوص اور بے لوث خدمت دیکھ کر حضور کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا) آپ ﷺ نے فرمایا! ربیعہ مانگو (جو کچھ مانگنا چاہتے ہو) میں نے عرض کیا!

"اسئلك مرافقتك في الجنة"

''میں جنت میں بھی آپ ﷺ کی رفاقت وصحبت کی درخواست کرتا ہوں۔''

فرمایا ''او غیر ذالك'' علاوہ ازیں کوئی سوال؟ میں نے عرض کیا بس میری یہی ایک آرزو ہے۔ فرمایا (اگر اتنے بلند مرتبے کے خواہاں ہو) تو اپنی خواہشات نفس کے برعکس کثرت سجود سے اس معاملے میں میری مدد کرنا۔[۳۳]

اسی طرح حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ قیامت کب آئیگی؟ آپ نے فرمایا تو ہلاک ہو تو نے اُس (ہولناک دن) کے لیے تیاری کیا کر رکھی ہے؟ اُس نے کہا میں نے اس کے لیے نہ تو زیادہ نمازیں تیار کر رکھی ہیں نہ روزے اور نہ صدقہ البتہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ضرور رکھتا ہوں۔ فرمایا: تو تم (قیامت کے دن) اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت رکھتے ہوگے۔ حضرت انس کہتے ہیں میں نے مسلمانوں (صحابہ) کو اسلام کے بعد کسی چیز پر اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا وہ اس بات پر خوش ہوئے۔ متفق علیہ[۳۴]

غلامیٔ رسول ﷺ پر آزادی قربان

زید بن حارثہؓ سیدہ خدیجہؓ کے غلام تھے جنہیں آٹھ سال کی عمر میں ہی عرب لٹیروں نے اغوا کر کے غلام بنا کے بیچ دیا۔ حکیم بن حزام انہیں شام سے خرید کر لائے اور پھوپھی صاحبہ (سیدہ خدیجہؓ) کی خدمت میں پیش کر دیا۔ سیدہ نے حضور ﷺ کی زوجیت میں آ کر جہاں اور سب کچھ حضور ﷺ کے لیے وقف کر دیا وہاں زید بھی آں جناب ﷺ کو ہبہ کر دیا۔ حضور ﷺ کا رویہ اس غریب غلام کے ساتھ عام آقاؤں اور مالکوں والا نہ تھا بلکہ آپ ﷺ نے اسے بیٹوں اور گھر کے افراد کی طرح رکھا۔ حضور کی پدرانہ شفقتوں کو دیکھ کر وہ گھر بار وطن بہن بھائی اور ماں باپ کو بھول گیا تھا۔ ادھر ماں باپ آخر ماں باپ ہی ہوتے ہیں ماں باپ کو اولاد کے ساتھ کتنا پیار اور کتنا قلبی تعلق ہوتا ہے یہ صاحب اولاد لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ زید کے باپ بیٹے کے اغوا کے صدمہ میں پاگل ہو گئے تھے۔ انہیں بیٹے کا انتہائی غم تھا بیٹے کی یاد میں ہمہ وقت روتے رہتے تھے۔ بیٹے کی یاد میں وہ تڑپتے بے قرار ہوتے اور اشعار کی صورت میں ''بین'' کہتے گھومتے تھے۔ قدیم سیرت نگار ابن ہشام وغیرہ نے ان تمام درد بھرے اشعار کو درج کیا ہے۔[۳۵]

حلبی کے بیان کے مطابق زید کی قوم کے کچھ لوگ حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ آئے تو انہوں نے زید کو پہچان لیا۔ واپس جا کر انہوں نے زید کے باپ کو اطلاع دی تو ان کا باپ اور چچا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حلبی نے ہی ایک دوسری روایت لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زید حضرت ابو طالب کے چند اونٹ لے کر شام گئے۔ رستے میں اپنی قوم کے قریب سے گزرے وہ اب تک اپنی قوم اور اپنے وطن کی نشانیوں کو بھول چکے تھے مگر ان کے چچا نے انہیں پہچان لیا۔ چند سوالات کے بعد جب انہیں یقین ہو گیا کہ یہ زید بن حارثہؓ ہی ہے تو بھائی حارثہ کو اطلاع دی۔ باپ نے بیٹے کو دیکھا تو فوراً پہچان لیا اور اس سے اس کے مالک (حضور اکرم ﷺ) کے رویہ کے بارے میں پوچھا۔ حضرت زیدؓ نے بتایا:

"یؤثرنی علیٰ اھلہ وولدہ ورزقت منہ حباً فلا اصنع الا ما شئت۔"[۳۶]

''وہ مجھے اپنے اہل و عیال سے مقدم سمجھتے ہیں۔ میرے ساتھ انتہائی محبت فرماتے ہیں کام کا بھی زیادہ بوجھ نہیں اپنی مرضی کے مطابق کام کرتا ہوں۔''

یہ سن کر ان کا باپ اور چچا اور بھائی انکے ہمراہ حضور ﷺ کے پاس آئے۔سہیلی نے صرف باپ اور چچا کا نام لکھا ہے۔بہر کیف ان لوگوں کے آنے کا باعث جو بھی ہوا ہو یہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں آئے (یاد رہے جب یہ لوگ حضور ﷺ کے پاس آئے ہیں تو اس وقت تک آپ ﷺ نے اعلان نبوت نہیں فرمایا تھا) اور عرض کیا حضور ﷺ آپ حرم شریف کے رہنے والے اور حرم کے پڑوسی ہیں۔قیدیوں کو چھوڑنا اور بھوکوں کو کھلانا آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کا پرانا معمول ہے۔ہمارا ایک بیٹا آپ کا غلام ہے۔ہمارے اوپر احسان کرتے ہوئے اسے ہمارے سپرد فرمادیں،ہم اس کا فدیہ دینے کے لیے تیار ہیں۔حضور ﷺ نے پوچھا کونسا غلام؟انہوں نے عرض کیا:زید۔آپ نے فرمایا:میں اسے تمہارے سامنے بلا لیتا ہوں اور اسے پنی مرضی پر چھوڑ دیتا ہوں چاہے تو تمہیں اختیار کر لے اور چاہے تو مجھے اختیار کر لے۔اگر تمہیں اختیار کرے گا تو وہ بغیر کسی فدیے کے تمہارا ہوگا۔اور اگر مجھے اختیار کرے گا تو میں ایسا گھٹیا اور دنیا کا بھوکا آدمی نہیں ہوں کہ اسے چھوڑ کر تمہارے فدیے (معاوضے) کو اختیا کر لوں۔چنانچہ زید کو بلایا گیا۔حضور ﷺ نے اس سے پوچھا:جانتے ہو یہ کون لوگ ہیں؟زید نے عرض کیا،یہ میرے باپ حارثہ بن شرجیل ہیں اور یہ میرے چچا کعب۔آپ نے فرمایا:زید!تجھے پورا اختیار ہے چاہے تو ان کے ساتھ چلا جا یہ لوگ تجھے لینے آئے ہیں اور چاہے تو حسب سابق میرے پاس رہ جا۔زید نے عرض کیا حضور!میں آپ ﷺ کے پاس رہوں گا۔میں آپ ﷺ پر کسی کو ترجیح نہ دوں گا۔آپ ﷺ ہی میرے ماں باپ ہیں۔باپ نے متعجب ہو کر کہا:

زید!تو آزادی،اپنے باپ،اپنی ماں،اپنے وطن،اپنے اہل بیت اور اپنی قوم کے مقابلے میں غلامی کو اختیا کر رہا ہے؟زید نے جواب میں کہا:ابا جان!جو پیار و محبت اور حسن سلوک میں نے اس گھر میں اور اس آقا سے دیکھا ہے اسے دیکھنے کے بعد اب میں کبھی بھی اپنے اس آقا سے جدا نہیں ہوں گا۔اور اس کے مقابلے میں کسی کو اختیار نہیں کروں گا۔زید کا یہ جواب سن کر اور یہ انتخاب دیکھ کر حضور ﷺ نے انہیں پیار سے اپنی گود مبارک میں لیا اور بھری مجلس میں اعلان فرمایا:

''لوگو!گواہ ہو جاؤ زید آج سے میرا بیٹا ہے۔میں اس کا وارث بنوں گا اور یہ میرا''

حارثہ اور کعب نے اپنے بیٹے کا یہ مثالی احترام اور اکرام دیکھا تو انکی طبیعت خوش ہوگئی۔

بیٹے کے بارے میں ان کے سارے اندیشے ختم ہو گئے اور خوش و خرم واپس چلے گئے ۔ زید اس کے بعد "زید بن محمد ﷺ" کہہ کر پکارے جانے لگے۔ [۳۷]

اسی طرح حضور ﷺ نے جب اپنے غلام حضرت ثوبان (جنہیں آپ ﷺ کو دیکھے بغیر چین نہیں آتا تھا اور جنہوں نے آپ ﷺ کے دیدار کے بغیر جنت میں بھی بے چینی کے خدشہ کا اظہار کیا تھا) کو آزاد کرتے ہوئے یہ اختیار دیا کہ چاہو تو اپنے اہل خانہ و خاندان کے پاس چلے جاؤ پھر تمہارا شمار انہیں میں سے ہو گا۔ اگر چاہو تو حسب سابق میرے پاس رہو۔ اس صورت میں تمہارا شمار رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت میں سے ہو گا۔ انہوں نے برضا و رغبت دوسری صورت اختیار کی۔ [۳۸] یہی جذبہ محبت اور حضور ﷺ کے ساتھ قلبی لگاؤ آپ کے غلام ابوضمیرہ کا تھا کہ انہوں نے بھی آزادی کے باوجود غلامیٔ محمد ﷺ کو ترجیح دی۔ [۳۸۸]

حضور ﷺ کے کلماتِ ناراضگی و مزاح بھی محبوب

انسان کو اگر اس کی کسی غلطی پر یا تنبیہ کے طور پر کوئی سخت کلمہ کہہ دیا جائے تو وہ اپنی فطرت کے مطابق عام طور پر اس سخت کلمہ کو دہرانا چاہتا ہے نہ دوسروں کو آگاہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر حضور ﷺ کی ناراضگی کے سلسلے میں صحابہ کرامؓ کا معاملہ اس سے بالکل مختلف تھا۔ اگر حضور ﷺ نے کسی موقعہ پر بوجوہ کسی صحابی سے ناراضگی کا اظہار فرمایا یا ازراہ مزاح کوئی لفظ کہہ دیا تو وہ اسے چھپانے کی بجائے فخریہ لوگوں کو بتاتا تھا۔ اس قسم کے اندازِ محبت کی ایک ایمان افروز نظیر ملاحظہ فرمایئے!

معروف اور قدیم الاسلام صحابی حضرت ابوذر غفاریؓ کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ اس وقت ایک سفید کپڑا لیے محوِ استراحت تھے۔ میں واپس چلا گیا تھوڑی دیر بعد پھر آیا تو آپ ﷺ جاگ چکے تھے۔ مجھے دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی ایسا بندہ نہیں جو "لا الہ الا اللہ" کہے، پھر اسی کلمہ پر اس کا خاتمہ ہو مگر یہ کہ وہ جنت میں داخل ہو گا۔ میں نے (ازراہ تعجب) کہا اگرچہ وہ زنا کرے، اور اگرچہ چوری کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اگرچہ زنا کرے اور اگرچہ چوری کرے۔ میں نے دوبارہ اسی سوال و تعجب کا اظہار کیا آپ ﷺ نے دوبارہ یہی جواب دیا۔ جب میں نے تیسری مرتبہ بھی یہی کہا کہ اگرچہ وہ

زنا کرے اور اگر چہ چوری کرے؟ تو آپ ﷺ نے (ناراضگی اور سختی سے) فرمایا وہ اگر چہ زنا کرے اور اگر چہ چوری کرے (ہر صورت جنت میں داخل ہو گا) چاہے ابو ذر نہ چاہے اور اس کی ناک خاک آلود ہو۔

حضرت ابو ذر غفاریؓ جب بھی اس حدیث کو بیان کرتے، آخر میں حضور ﷺ کی ناراضگی کے اس جملہ ''وان رغم انف ابی ذر'' کو بڑے فخر سے بیان کرتے۔[۳۹]

اسی نوعیت کی محبت نبوی ﷺ کا ایک اور ایمان افروز واقعہ ملاحظہ ہو۔

ایک شخص حضرت سہل بن سعدؓ کے یہاں آیا اور کہا کہ یہ فلاں شخص، اس کا اشارہ امیر مدینہ (مروان بن حکم) کی طرف تھا، برسرِ منبر حضرت علیؓ کو برا بھلا کہتا ہے۔ ابو حازم نے بیان کیا کہ حضرت سہل بن سعدؓ نے پوچھا کیا کہتا ہے؟ اس نے بتایا کہ انہیں ''ابوتراب'' کہتا ہے۔ اس پر حضرت سہلؓ ہنسنے لگے اور فرمایا کہ خدا کی قسم! یہ نام تو ان کا رسول کریم ﷺ نے رکھا ہے۔ اور خود حضرت علیؓ کو اپنے لیے اس نام سے زیادہ اور کوئی نام پسند نہ تھا۔ یہ سن کر میں نے اس حدیث کے جاننے کے لیے حضرت سہل بن سعدؓ سے خواہش ظاہر کی اور عرض کیا کہ اے ابو عباس! یہ واقعہ کس طرح ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کے یہاں آئے اور پھر (بوجوہ) باہر آ کر مسجد میں لیٹ رہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے (حضرت فاطمہؓ سے) دریافت کیا: تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مسجد میں ہیں، آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے، دیکھا کہ ان کی چادر پیٹھ سے نیچے گر گئی ہے اور ان کی کمر پر اچھی طرح سے خاک لگ چکی ہے۔ آپ ﷺ مٹی ان کی کمر سے صاف فرمانے لگے اور بولے: اٹھو اے ابوتراب اٹھو۔ (دو مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا)[۴۰]

علی ہذا القیاس حمزہ نامی ایک جنگجو اور بڑے بہادر صحابی اکثر غزوات میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہے، ان کی بہادری اور جنگی چالبازیوں کو دیکھتے ہوئے حضور ﷺ نے انہیں ایک مرتبہ کہہ دیا: ''یا متعب'' (اے گرگٹ) یہ صحابی کہتے ہیں کہ تمام ناموں میں میرے نزدیک محبوب ترین اور پسندیدہ نام یہی ''متعب'' تھا، اور میں چاہتا تھا کہ مجھے اسی نام سے پکارا جائے۔[۴۱]

اسی طرح ''سفینہ'' کے لقب سے معروف صحابی (جن کے اصل نام میں اختلاف ہے۔

ابوعبدالرحمٰن مہران، عُمیر، عبس۔سقبہ) ایک سفر میں جب حضور ﷺ اور دیگر صحابہؓ کے ساتھ چل رہے تھے، تو صحابہؓ نے اپنے اپنے سامان کا بوجھ زیادہ ہونے کی وجہ سے بہت سا سامان ان کی پیٹھ پر لاد دیا۔ حضور ﷺ نے دیکھا تو ان سے فرمایا: سامان اٹھاؤ بے شک تو ''سفینہ'' ہے۔ یہ سفینہ کہتے ہیں کہ اس دن میرے اوپر اونٹ کا بوجھ بھی لاد دیا جاتا تو (حضور ﷺ کے سفینہ کہنے کی برکت سے) مجھے محسوس نہ ہوتا۔ دوسرے وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میرا نام ''سفینہ'' رکھا ہے اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ اس کے علاوہ مجھے کسی دوسرے نام سے پکارا جائے۔[۴۲]

رسول مقبول ﷺ سے قریب العہد ہونے کا اشتیاق

معروف صحابی حضرت مغیرہ بن شعبہ فخر کے طور پر یہ دعویٰ کیا کرتے تھے کہ وہ تمام لوگوں (صحابہ) سے رسول ﷺ کی ذاتِ اقدس سے ''قریب العہد'' یا ''حدیث العہد'' ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں اور اس منفرد اعزاز و اجمال کی تفصیل یوں بیان کیا کرتے تھے کہ حضور ﷺ کی جب تدفین ہو چکی تو میں نے اپنی انگوٹھی اتاری اور اسے (نظریں بچاتے ہوئے) قبرِ انور میں پھینک دیا۔ پھر میں نے (حاضرین سے) کہا کہ میری انگوٹھی مجھ سے قبر انور میں گر گئی ہے حالانکہ میں نے اسے عمداً پھینکا تھا، اور اس لیے پھینکا تھا کہ حضور ﷺ کے جسد اطہر کو دنیا سے جاتے ہوئے ایک مرتبہ مس کرلوں تاکہ میں ''احدث الناس عهداً به'' آپ ﷺ کی ذات سے تمام لوگوں سے بڑھ کر قربِ زمانہ کا اعزاز حاصل کرلوں۔[۴۳]

جب کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ سے قریب العہد ہونے کا اعزاز قثمؓ بن عباس کو حاصل تھا۔[۴۴]

عمِّ رسول ﷺ کے ایمان پر والد کے ایمان سے زیادہ خوشی

فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے والد ابوقحافہ (عثمان بن عامر جن کی بینائی جاتی رہی تھی) کا ہاتھ پکڑتے ہوئے حرم شریف میں حضور ﷺ کے پاس لائے تو انہیں دیکھ کر ازراہ تواضع وعزت افزائی آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا: تم نے ان بزرگوں کو گھر پر ہی کیوں نہ رہنے دیا۔ میں خود ہی ان کے پاس پہنچ جاتا، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! یہ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ خود چل کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں، بجائے اس کے کہ آپ ﷺ تکلیف اٹھا کر ان کے پاس جائیں۔ بعد ازیں حضرت

ابو بکرؓ نے انہیں حضور ﷺ کے سامنے لے جا کر بٹھا دیا۔ حضور ﷺ نے ان کے سینے پر دستِ مبارک پھیرا اور فرمایا: مسلمان ہو کر عزت و سلامتی کا راستہ اختیار کرو۔ وہ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ حضور ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو ان کے والد کے ایمان لانے کی مبارک باد دی تو انہوں نے عرض کیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق و صداقت کے ساتھ ظاہر فرمایا، میرے والد ابو قحافہ کے اسلام کے مقابلے میں حضرت ابو طالب کا اسلام[45] میرے لیے زیادہ خوشی و مسرت کا سبب ہوتا۔ اسی طرح حضرت ابو طالب کا اسلام خود آپ ﷺ کے لیے زیادہ اطمینان و مسرت کا سبب ہوتا۔[46]

حافظ ابن حجر کے بیان کے مطابق جب حضرت ابو قحافہ نے حضور ﷺ سے بیعت و قبول اسلام کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا تو حضرت ابو بکرؓ رو پڑے، حضور ﷺ نے اس موقع پر رونے کی وجہ پوچھی تو عرض کیا۔ آج میرے والد کے ہاتھ کی بجائے آپ ﷺ کے چچا کا ہاتھ ہوتا اور وہ اسلام قبول کرتے جس سے اللہ آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا فرماتا۔ تو یہ امر میرے نزدیک موجودہ صورت حال سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہوتا۔[47]

اسی طرح حضرت عمرؓ نے عم نبوی حضرت عباسؓ سے کہا تھا کہ آپ کا اسلام لے آنا میرے نزدیک میرے باپ کے اسلام لانے سے زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ یہ امر (آپ کا اسلام لانا) رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پسند ہے۔[48]

قرابتِ رسول ﷺ سے صلہ رحمی اپنی قرابت سے زیادہ محبوب

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہؓ اور حضرت عباسؓ (حضور ﷺ کے چچا) حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آئے اور حضور ﷺ کی زمین جو فدک میں تھی اور جو خیبر میں حضور ﷺ کو حصہ ملا تھا، اس میں سے اپنی میراث کا مطالبہ کرنے لگے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے کہا! کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ جو کچھ ہم (انبیاء) چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ تاہم آلِ رسول ﷺ کو حسبِ سابق اس مال میں سے حصہ ضرور ملتا رہے گا اور قسمِ بخدا حضور ﷺ کے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی (حسنِ سلوک) مجھے خود اپنے عزیزوں کے ساتھ صلہ رحمی سے زیادہ محبوب ہے۔[49]

اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ خلافت ۲۰ھ میں جب وظائف دینے کا سلسلہ شروع کیا تو سب سے پہلے بنی ہاشم میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رشتے میں ''الاقرب فا لاقرب'' کا اصول اپنایا۔ اسی قرابتِ رسول ﷺ کے پیشِ نظر حسنین کریمینؓ کا وظیفہ دیگر بدری صحابہؓ کی اولاد کے وظیفہ (دو ہزار درہم فی کس) سے زیادہ بدری صحابہ کے برابر پانچ پانچ ہزار درہم مقرر فرمایا۔ جبکہ حضور ﷺ کے چچا عباسؓ کا وظیفہ بھی بدری صحابہ کے برابر اور ایک روایت کے مطابق سات ہزار درہم مقرر فرمایا۔ جبکہ حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے لیے بارہ بارہ ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا۔[50]

اسی طرح حضرت اسامہ بن زیدؓ کا وظیفہ اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ مقرر فرمایا۔ اس پر حضرت عبداللہ نے ایک آدمی کے کہنے پر والد کے سامنے اپنے فضائل و خدمات گنوائیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ میں نے اس لیے کیا کہ زید بن حارثہؓ حضور ﷺ کے نزدیک تمہارے باپ سے زیادہ محبوب تھے اور اسامہ تم سے زیادہ حضور ﷺ کو محبوب تھے۔[51]

حضور ﷺ کی خاطر مزدوری کی رقم قربان

حضرت خباب بن ارتؓ جو دنیوی مال و دولت کے اعتبار سے اگرچہ فقیر مگر ایمانی دولت کے لحاظ سے ایک ''سرمایہ دار'' اور بلند ہمت و بلند قامت صحابی بھی تھے۔ جن کا شمار السابقون الاوّلون میں ہوتا ہے اور جنہیں اسلام قبول کرنے اور ایمان لانے کی پاداش میں اہلِ مکہ کی طرف سے ظلم وستم کا نشانہ بننے اور اس آزمائش وامتحان میں ثابت قدم رہنے کا ''اعزاز'' بھی حاصل ہے۔ نبی رحمت ﷺ کے دامن سے اپنی کمال وابستگی کا ایک ایمان افروز واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میں ایک لوہار (لوہے کا کام کرنے والا) آدمی تھا۔ میں نے (معروف دشمن رسول ﷺ) عاص بن وائل (سہمی) کے لیے ایک کام کیا۔ جس کے بدلے میں میری کچھ مزدوری اس کے نام جمع ہوگئی۔ میں اپنی مزدوری (یا اجرت کی رقم) لینے کے لیے اس کے پاس آیا تو اس نے کہا قسم بخدا میں تمہیں اس وقت تک ادائیگی نہیں کروں گا جب تک تم محمد ﷺ کا انکار نہیں کرتے ہو۔ تو میں نے کہا! اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوگا، یہاں تک کہ تو مرے اور پھر اٹھایا جائے (یعنی قیامت تک ایسا نہیں ہوسکتا) اس نے کہا کیا میں مروں گا اور دوبارہ اٹھایا جاؤں گا؟ میں نے کہا

ہاں ایسا ہو گا۔ تو ازراہِ مذاق کہنے لگا، پھر وہاں بھی میرے پاس مال و اولاد ہو نگے لہٰذا میں تمہاری مزدوری وہاں ادا کروں گا۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:[52]

''اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا'' (سورۃ مریم: ۷۷)

صحبتِ رسول ﷺ کی خاطر قطعہ زمین واپس کر دینا

ابن سیرین کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے سلیط نامی ایک انصاری کو جس کے فضل و احسان کا وہ ذکر کرتے تھے، ایک قطعہ زمین دیا تھا۔ یہ شخص اپنی اس زمین پر جا کر وہاں کچھ دنوں قیام کر کے واپس آیا کرتا تو لوگ اسے بتاتے کہ تمہاری عدم موجودگی میں قرآن مجید کا فلاں فلاں حصہ نازل ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے فلاں فلاں مسئلوں کے فیصلے فرمائے۔ چنانچہ وہ شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے عنایت کردہ قطعہ زمین نے مجھے آپ ﷺ کی صحبت سے محروم کر دیا ہے لہٰذا میری جانب سے آپ ﷺ اسے قبول (واپس) فرمالیں۔ مجھے ایسی کوئی چیز درکار نہیں جو آپ ﷺ کی صحبت سے مجھے محروم کر دے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے وہ قطعہ زمین اس سے واپس لے لیا (اور ایک دوسرے صحابیؓ کو دے دیا)۔[53]

حضور ﷺ کی طرف ہجرت اور راہ میں موت

اللہ کریم نے جب اہلِ اسلام پر مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرض فرمائی۔[54] تو ضمرہ بن العیص نامی قبیلہ خزاع کے ایک آدمی بیمار تھے (اور اس بیماری میں ان کے لیے چلنا اور سفر کرنا مشکل تھا) اس لیے انہوں نے اپنے اہلِ خانہ کو حکم فرمایا وہ ان کے لیے چارپائی پر بستر بچھا دیں اور اسے چارپائی پر ہی اٹھا کر حضور ﷺ کے پاس (مدینہ منورہ) لے جائیں۔ اہلِ خانہ حسبِ حکم انہیں چارپائی پر اٹھا کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے۔ ابھی مقامِ تنعیم (مکہ سے چھ میل کے فاصلے پر ایک مقام جہاں سے اہلِ مکہ احرام باندھتے ہیں) پر ہی پہنچے تھے کہ ان کا وقتِ اجل آ پہنچا اور وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اس موقع پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:[55]

''وَ مَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِہٖ مُھَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ ثُمَّ

يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا" (سورۃ النساء: ۱۰۰)

''اور جو آدمی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے اور پھر اس کو موت (راہ میں) پالے تو بے شک اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ثابت ہوگا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

اجازتِ رسول ﷺ کے بغیر مشرکہ ماں کو گھر نہ آنے دینا

حضرت اسماء بنتِ ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ میری ماں (قتیلہ) جو مشرک تھیں (جنہیں حضرت ابو بکرؓ نے زمانہ جاہلیت میں ہی طلاق دے دی تھی۔ صلح حدیبیہ کے بعد) مجھ سے ملنے آئیں۔ مین نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ مجھ سے کچھ توقع لے کر آئی ہیں کیا میں ان کے ساتھ تعاون اور ہمدردی کر سکتی ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔[۵۶]

جبکہ ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بطورِ تحفہ گوہ۔ پنیر اور مکھن لائی تھیں لیکن حضرت اسماء نے انہیں اپنے گھر میں آنے کی اجازت دینے اور ان کا تحفہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حضور ﷺ سے دریافت کرایا تو آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ وہ ان کا تحفہ قبول کر لیں اور اپنے گھر بھی آنے دیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ اسی موقع پر اللہ کریم نے یہ وحی نازل فرمائی تھی:

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (سورۃ الممتحنۃ: ۸)[۵۷]

رسالتِ محمدی ﷺ کے مقابلے میں مسیلمہ کذاب کا انکار

نبی آخر الزماں ﷺ کے آخری ایام میں مشہور مدعی نبوت مسیلمہ کذاب نے اپنی جھوٹی اور خود ساختہ نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ حضور ﷺ نے ایک انصاری صحابی حبیب بن زید بن عاصم کو اس مردود سے بات چیت کرنے کے لیے یمامہ میں بھیجا۔ دورانِ گفتگو مسیلمہ کذاب جب ان سے کہتا کہ ''اتشھدان محمداً رسول اللّٰہ'' (کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ حضور ﷺ

اللہ کے رسول ہیں) تو جواب میں وہ کہتے ہاں۔ اور جب وہ یہ پوچھتا کہ ''اتشھد انی رسول اللہ'' (کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں) تو وہ جواب میں فرماتے: میں بہرا ہوں اور تمہاری بات مجھے سنائی نہیں دے رہی۔ مسیلمہ کذاب نے یہی بات ان سے کئی مرتبہ پوچھی، وہ ہر مرتبہ حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتے اور اس کی رسالت کے معاملے میں فرماتے: میں بہرا ہوں مجھے کچھ سنائی نہیں دیتا۔ مسیلمہ کذاب کو جب یقین ہو گیا کہ یہ مصنوعی بہرے پن کے روپ میں اس کی جھوٹی رسالت کا انکار ہے، تو اس نے ان کا ایک ایک عضو کاٹتے ہوئے انہیں شہید کر دیا۔ یوں اس محبِ صادق نے جامِ شھادت نوش کر لیا مگر حضور ﷺ کی سچی، آخری اور دائمی رسالت کے مقابلے میں مسیلمہ کی جھوٹی نبوت و رسالت کا اقرار نہ کیا۔ (رضی اللہ عنہ)[۵۸]

حضور ﷺ سے نفقہ میں زیادتی کے مطالبہ پر بیٹیوں کو سرزنش

سیدنا صدیق اکبرؓ کی صاحبزادی سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادی سیدہ حفصہ دونوں کو نبی پاک ﷺ کی ازواجِ مطہرات ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ازواج مطہرات نے جب حضور ﷺ سے اپنے نفقہ میں زیادتی کا مطالبہ کیا تو یہ دونوں بھی اس مطالبہ میں شامل تھیں جسے آں جناب ﷺ نے ان کے شایانِ شان نہ سمجھتے ہوئے اور تعلیم امت کے لیے ناپسند فرمایا۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس مطالبے کی اطلاع ہوئی تو وہ آستان نبوت ﷺ پر پہنچے اور رسول اللہ ﷺ سے حاضری کی اجازت طلب کی۔ اس وقت اور بھی بہت سے حضرات دروازے پر موجود تھے لیکن کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ ملی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اطلاع کرائی تو آپ ﷺ نے انہیں ان کی خصوصیت کی بناء پر اندر بلا لیا۔ پھر حضرت عمرؓ آئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ چنانچہ انہیں بھی اجازت مل گئی۔ ہنوز عورتوں کے لیے پردے کا حکم نہیں آیا تھا۔ جب یہ دونوں اندر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سردار انبیاء ﷺ تشریف فرما ہیں اور ازواج مطہراتؓ آپ ﷺ کے گرد چپ چاپ غم زدہ بیٹھی ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے دل میں خیال کیا کہ کوئی ایسی بات کہیں جس سے حضور ﷺ کا انقباضِ طبع دور ہو جائے۔ چنانچہ بولے ''یارسول اللہ ﷺ! اگر خارجہ کی بیٹی (حضرت عمرؓ کی زوجہ محترمہ) مجھ سے زیادتی نفقہ کا مطالبہ کرے تو حضور ﷺ دیکھ لیں کہ میں کس طرح اس کا گلا گھونٹتا ہوں''۔ آپ ﷺ یہ

سن کر مسکرائے اور مخدرات کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔"یہ سب بھی تو اضافہ نفقہ کا مطالبہ کر رہی ہیں۔" یہ سن کر دونوں جان نثاروں کو تاب نہ رہی، اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہؓ اور جناب فاروقؓ نے حضرت حفصہؓ کا گلا گھونٹنا اور انہیں پیٹنا شروع کر دیا۔ یہ دونوں جان نثار کہہ رہے تھے: "تم رسول اللہ ﷺ سے وہ چیز مانگتی ہو جو آپ ﷺ کے پاس نہیں" وہ کہنے لگیں۔" آئندہ ہم حضور ﷺ سے کوئی ایسی چیز نہ مانگیں گی جو آپ ﷺ کی استطاعت سے باہر ہوگی۔"[59]

ایک روایت میں ازواج مطہراتؓ کو سرزنش یا فہمائش کرنے کا واقعہ اس طرح منقول ہے کہ فتح خیبر اور فتوحات اسلام کا دائرہ وسیع ہونے کے بعد ازواج مطہرات نے بتقاضائے بشریت جب حضور ﷺ سے اپنے نان نفقہ میں زیادتی کا پرزور مطالبہ کیا تو یہ مطالبہ طبیعت نبوی پر گراں گزرا اور آں جناب ﷺ کو قلبی ایذاء پہنچی۔ یہ معاملہ اگرچہ حضور ﷺ کا گھریلو معاملہ تھا تاہم حضرت فاروق اعظمؓ سے حضور کی ایذا رسانی برداشت نہ ہوئی اور ایک دن ارادہ کیا کہ ازواج مطہراتؓ کو رسول خدا کی ایذا رسانی پر تنبیہ کریں۔ چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور کہنے لگے: "ابوبکرؓ کی دختر! کیا اب آپ اس درجے پر پہنچ گئیں کہ رسول خدا کو ایذا دینے لگی ہیں؟ انہوں نے کہا۔ اے ابن خطاب! تمہیں مجھ سے اور مجھے تم سے کیا سروکار؟ تم جا کر اپنے بچے کی خبر لو (اپنی بیٹی حفصہؓ کو جا کر سمجھاؤ کہ زیادتی نفقہ کے مطالبہ میں دوسری ازواج کی ہمنوا ہیں) حضرت عمر فاروقؓ وہاں سے حضرت حفصہؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے: "حفصہ! تمہاری حالت اب یہاں تک پہنچ گئی کہ تم رسول خدا کو ایذا دینے لگی ہو اور شاید تمہیں معلوم نہیں کہ رسول خدا تمہیں نہیں چاہتے اور اگر میں نہ ہوتا تو تمہیں اب تک طلاق دے چکے ہوتے۔" یہ سن کر حضرت حفصہؓ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ "ام سلمہؓ سے میری قرابت تھی۔ میں حفصہؓ کے پاس سے اٹھ کر ام سلمہؓ کے پاس جا پہنچا اور انہیں نصیحت کرنا چاہی۔ وہ غصے سے کہنے لگیں: اے ابن خطاب! تمہاری عادت ہے کہ ہر بات میں مداخلت کرنے لگتے ہو اور اب چاہتے ہو کہ رسول خدا ﷺ کی بیبیوں کے معاملے میں بھی دخل دو۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں: "مجھے ان کی بات سے اتنا رنج ہوا کہ میں اپنی پند و نصیحت کو جس کے لیے وہاں گیا تھا، بھول گیا۔"[60]

ازواج النبی ﷺ کو طلاق کی افواہ پر صحابہؓ کا زار و قطار رونا

حضور ﷺ کے ساتھ صحابہؓ کی عقیدت اور محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کی تکلیف ان کی تکلیف اور آپ ﷺ کی پریشانی ان کی ذاتی پریشانی بن کر رہ گئی تھی۔ اس درجہ کی قلبی و عملی محبت کا اظہار کئی مواقع پر ہوا۔ ذیل کی طویل روایت (جو اور بھی بہت سے ضمنی فوائد پر مشتمل ہے) سے اس محبت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

۹ھ میں بعض خانگی مسائل و معاملات اور اسباب[1] کی بنیاد پر جب نبی رحمت ﷺ نے ازواج مطہرات کی تنبیہ و سرزنش کی خاطر عہد کر لیا کہ ایک مہینے تک ان سے ملاقات نہ فرمائیں گے تو اتفاق سے اسی دوران گھوڑے سے گرنے کے باعث دوش مبارک یا پنڈلی مبارک زخمی ہو گئی اور آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے حجرہ سے متصل بالا خانہ میں تنہا نشینی اختیار فرما لی۔ اسی اثناء میں شرپسند اور بغض و کینہ کے مارے منافقین نے یہ ہوائی اور بے پر کی اڑا دی کہ حضور ﷺ نے اپنی تمام بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ چونکہ آپ ﷺ بالا خانے پر تشریف فرما تھے، جسمانی تکلیف کی وجہ سے نیچے نہیں اترتے تھے اور وہاں کوئی جا نہیں سکتا تھا، صحابہ کرامؓ کے پاس اس افواہ کی تحقیق کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ طلاق کی خبر سن کر تمام بیبیاں شب و روز گریہ زاری میں مصروف رہنے لگیں لیکن آپ ﷺ کی مرضی کے خلاف وہاں جا بھی نہیں سکتی تھیں اور حضرت عائشہؓ کی یہ حالت تھی کہ ان پر ایک ایک دن سال سال کا گزر رہا تھا اور مہینہ گزرنے کے انتظار میں ایک ایک دن گنتی رہتی تھیں۔ (بخاری مع التصرف)

ان ایام میں حضرت عمر فاروقؓ عوالی مدینہ میں سکونت پذیر تھے۔ یہ جگہ مسجدِ نبوی ﷺ اور آستانِ رسالت سے ذرا زیادہ فاصلے پر تھی اس لیے حضرت عمرؓ نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ وہ اور ان کا ایک انصاری ہمسایہ باری باری بارگاہ نبوت ﷺ میں حاضر ہوتے تھے اور واپس جا کر دونوں اپنی اپنی باری میں دوسرے کو تمام واقعات و حالات کی اطلاع دیا کرتے تھے۔ انہیں دنوں یہ افواہ گرم تھی کہ شاہ غسان جو عیسائی تھا، مدینۃ الرسول ﷺ پر حملے کی تیاری کر رہا ہے۔ ایک دن انصاری رفیق نے عشاء کے بعد حضرت عمرؓ کے مکان پر آ کر دستک دی، جب حضرت عمرؓ باہر نکلے تو کہنے لگے "بڑا غضب ہو گیا" حضرت عمرؓ نے کہا: کیا شاہ غسان چڑھ آیا؟ بولے! نہیں اس سے بھی بڑا واقعہ پیش آ گیا۔ حضور ﷺ نے اپنی تمام بیبیوں کو طلاق دے

دی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کہنے لگے حفصہؓ بے نصیب ہوئی اور ہلاکت میں پڑی، اس کے بعد بولے: مجھے پہلے سے کھٹکا تھا کہ ایک دن ایسا ہونے والا ہے۔ حضرت عمرؓ علی الصبح نماز فجر سے فراغت پا کر ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس پہنچے دیکھا کہ وہ زار و قطار رو رہی ہیں، پوچھا کیا حضور ﷺ نے تمہیں طلاق دے دی ہے؟ بولیں: میں نہیں جانتی، حضور ﷺ تو ہم سے کنارہ کیے ہوئے بالا خانے میں قیام فرما ہیں۔ (مسلم)

حضرت عمرؓ وہاں سے بالا خانے کے پاس پہنچے۔ اس وقت رباح نامی ایک سیاہ فام غلام جھروکے کی چوکھٹ پر بیٹھے تھے اور انہوں نے اپنے پاؤں کھجور کے ایک ڈنڈے سے لٹکا رکھے تھے۔ آنحضرت ﷺ اسی لکڑی کے ذریعے اوپر چڑتے اور اترتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے نیچے سے آواز دی: رباح میرے لیے حضور ﷺ سے حاضری کی اجازت مانگو۔ رباح اندر گئے اور باہر نکل کر حضرت عمرؓ کو آواز دی کہ میں نے حضور ﷺ سے آپؓ کا ذکر کیا لیکن حضور ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمرؓ وہاں سے ناکام و ناشاد مسجد کی طرف آئے، وہاں لوگ آپس میں نہایت پُر حسرت لہجے میں کہہ رہے تھے کہ حضور ﷺ نے ازواج کو طلاق دے دی ہے۔

اب حضرت عمرؓ منبر کے پاس جا کر عالمِ اندوہ میں بیٹھ گئے وہاں چند صحابہ کو دیکھا کہ طلاق کا ذکر کر کے زار و قطار رو رہے تھے۔ حضرت فاروقِ اعظمؓ تھوڑی دیر بیٹھے تھے کہ طبیعت میں جوش و اضطراب ہوا اور وحشت دلی ابھری۔ مسجد سے اٹھ کر حضور ﷺ کے گھروں کے پاس پھرنے لگے۔ ہر گھر میں کہرام مچا ہوا تھا۔ امہات المومنینؓ میں سے ہر ایک کے قریبی رشتہ دار باصد رنج و اندوہ اس کے پاس بیٹھے اشک بار تھے۔ اب تو حضرت عمرؓ کو اس بات میں کوئی شک نہیں رہا تھا کہ حضور ﷺ نے سب کو طلاق دے دی ہے۔

اب حضرت عمرؓ یہاں سے بصد رنج و اندوہ بالا خانے کے پاس گئے اور رباح کو مکرر آواز دے کر کہنے لگے، میرے لیے حضور ﷺ سے اجازت لو کہ آپ ﷺ کے پاس پہنچوں۔ رباح نے نبی کریم ﷺ کی طرف نظر کی اور حضرت عمرؓ کی طرف دیکھ کر خاموش رہ گئے، حضرت عمرؓ نے پھر آواز دی کہ رباح! میرے لیے حاضری کی اجازت حاصل کرو۔ اس کے بعد بولے ''شاید رسولِ خدا ﷺ نے خیال فرمایا ہو کہ میں حفصہؓ کی سفارش کرنے آیا ہوں، مگر خدا کی قسم! اگر رسولِ خدا ﷺ حکم دیں تو ابھی حفصہؓ کا سر کاٹ کر حضور ﷺ کے قدموں میں لا ڈالوں۔''

''سبحان اللہ ! خلوص، قوت ایمان اور شیفتگی رسول ﷺ ہو تو ایسی ہو۔ رباح نے حضرت عمرؓ کو آواز دی کہ چڑھ آیئے، آپؓ کے لیے اجازت ہو گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے حاضرِ خدمت ہو کر سلام کیا۔ حضور ﷺ اس وقت کھجور کی ایک سخت کھردری چٹائی پر لیٹے تھے اور تہمد باندھ رکھا تھا اس تہمد کے سوا اس وقت آپ ﷺ کے پاس کوئی کپڑا نہ تھا اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ ﷺ پر رنج اور غصے کی کیفیت طاری ہے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ چٹائی اور آپ ﷺ کے جسم کے درمیان کوئی بچھونا نہیں اور چٹائی کے نشان پشت مبارک پر منقوش ہیں۔ آپ ﷺ کے سر مبارک کے نیچے ایک تکیہ ہے جس میں (روئی کے بجائے) کھجور کی چھال بھری ہے۔ اسی بالا خانے میں جہاں ان دنوں آپ ﷺ کا قیام تھا، آپ ﷺ کا خزانہ کل تھا۔ حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کے خزانے کی طرف نظر دوڑائی تو دیکھا کہ تھوڑے سے جو رکھے ہیں جو ایک صاع کے قریب ہوں گے (صاع قریباً پونے تین سیر کا ہوتا ہے) آپ ﷺ کے پاؤں کی طرف سلم کے پتوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا جس سے چمڑا رنگتے اور پکاتے ہیں، اور آپ ﷺ کے سرہانے ایک چمڑا لٹکا ہوا تھا۔ یہ نظارہ دیکھ کر حضرت عمرؓ بے تاب ہو گئے، ان پر سخت رقت طاری ہوئی اور بے اختیار رونے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب ! کیوں روتے ہو عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! یہ حال دیکھ کر مجھے رونا آ گیا کہ یہ کھردری چٹائی حضور ﷺ کے جسد پر نقش ہو گئی ہے، اور یہ آپ ﷺ کا خزانہ ہے جس میں جو کچھ ہے وہ نظر آ رہا ہے۔ قیصر اور کسریٰ تو خدا کے بے فرمان ہو کر زندگی عیش و عشرت میں گزار رہے ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ اور برگزیدہ خلق ہو کر آپ ﷺ کی یہ حالت ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب ! کیا تم اس حقیقت پر مطمئن اور مسرور نہیں کہ ہمارے لیے آخرت ہو اور ان کے لیے دنیا؟ حضرت عمرؓ عرض پیرا ہوئے: یارسول اللہ ﷺ! ہم اس تقسیم پر راضی ہیں۔

شارع ﷺ کا یہ فرمانا کہ ''ہمارے لیے آخرت ہے اور ان کے لیے دنیا'' اس کا یہ مطلب نہیں کہ اہلِ ایمان کے لیے دنیا میں کچھ نہیں، غرض یہ ہے کہ اگر مومن دار دنیا میں تنگی معاش یا ضیاع مال میں مبتلا ہو تو آخرت میں اس کے لیے کامل نعمت اور ہرزیاں کی پوری تلافی ہے۔ بہ خلاف غیر مسلم کے اس کے لیے جو کچھ ہے اسی سرائے فانی میں ہے۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے التماس کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اللہ سے دعا کیجیے کہ آپ ﷺ کی امت کو بھی اسی طرح فارغ البالی اور وسعت رزق نصیب ہو، جس طرح خدائے

واہب نے روم اور فارس والوں کو دے رکھی ہے۔ حالانکہ وہ شرک اور کفر میں مبتلا ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ اٹھ بیٹھے اور فرمایا: ''اے ابن خطاب! کیا تم شک میں ہو؟ اور کیا تمہیں معلوم نہیں کہ روم اور فارس والوں کو ان کے نیک عملوں کا صلہ اسی دنیا میں دے دیا جاتا ہے۔'' اس کے بعد حضرت عمرؓ عرض پیرا ہوئے: یارسول اللہ ﷺ! بیبیوں کے متعلق آپ ﷺ کی راہ میں کوئی دشواری حائل نہیں۔ اگر حضور ﷺ نے انہیں طلاق دے دی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ حق تعالیٰ کی نصرت آپ ﷺ کی میر سامان ہے۔ اس کے فرشتے، جبرئیلؑ، میکائیلؑ، میں اور ابوبکرؓ اور تمام اہل ایمان آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ پوچھنے لگے: یارسول اللہ ﷺ! کیا واقعی آپ ﷺ نے انہیں طلاق دے دی ہے؟ فرمایا: نہیں۔ حضرت عمرؓ اس مژدہ جان بخش پر بہت مسرور ہوئے۔ اب انہوں نے حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، اور امّ سلمہؓ کے پاس بغرض پند و نصیحت جانے کا ذکر کیا اور بتایا: امّ سلمہؓ نے مجھے ڈانٹا اور بولیں 'عمرؓ! تم ہر بات میں دخل دینے لگتے ہو اور اب پیغمبر ﷺ اور ان کی بیویوں کے معاملے میں بھی مداخلت کرنے لگے ہو۔ یہ سن کر حضرت مخدوم انام ﷺ نے تبسم فرمایا۔ جناب فاروقؓ فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کا غم غلط کرنے کے لیے مختلف موضوعوں پر گفتگو کرتا رہا! یہاں تک کہ رخ انور سے رنج اور غصے کا اثر بالکل زائل ہو گیا اور آپ ﷺ ہنسنے لگے۔ سبحان اللہ! آپ ﷺ کا تبسم کیا ہی جاذب اور دلفریب تھا۔ اب حضرت عمرؓ نے التماس کی: یارسول اللہ ﷺ! اگر اجازت ہو تو جا کر لوگوں کو یہ مژدہ سنا دوں کہ حضور ﷺ نے ازواج کو طلاق نہیں دی۔ فرمایا تمہیں اختیار ہے۔ اب حضرت عمرؓ اٹھ کھڑے ہوئے چونکہ اب ایلاء کی مدت ختم ہو چکی تھی اس لیے حضور ﷺ نے بھی نیچے جانے کا قصد فرمایا حضرت عمرؓ کہتے ہیں، میں کھجور کے ڈنڈے کو تھامے ہوئے نیچے اترا لیکن آنحضرت ﷺ اس طرح بے تکلف اترے، جیسے کوئی زمین پر چلتا ہے، آپ ﷺ نے کہیں ہاتھ تک نہ لگایا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ عرض کرنے لگے: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ بالا خانے میں مہینے کی بجائے انتیس دن رہے؟ فرمایا: مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے مسجد کے دروازے پر آ کر بآواز بلند پکارا کہ ''حبیب رب العالمین ﷺ نے ازواج کو طلاق نہیں دی'' یہ سن کر صحابہؓ کی جان میں جان آئی اور امہات المومنینؓ کی گریہ وزاری بھی موقوف ہوئی۔[۶۲]

۞۞۞۞۞۞

دوسری فصل: دیدارِ رسول ﷺ کے لیے بے چینی

محبوب کی زیارت کی دلی تمنا، اس کے دیدار کا ہمہ وقت شوق، اس کی جدائی برداشت نہ کرسکنا اور غم فراق میں دنیا کی ساری لذتیں بھول جانا حقیقی محبت کی ایک واضح نشانی ہے۔ محبت کی اس علامت کی روشنی میں جب ہم صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہیں دیدارِ رسول ﷺ کے بغیر دنیا میں چین تھا نہ آخرت میں ہوگا۔ حضور ﷺ کا نورانی و مبارک چہرہ دیکھنے سے انہیں سارے غم بھول جاتے تھے۔ دیدار رسول ﷺ کے لیے اس طرح کی بے قراری کی چند ایمان افروز جھلکیاں ذیل میں ملاحظہ فرمایئے۔

دیدارِ رسول ﷺ کے بغیر چین نہ آنا

حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلاموں (موالی) میں ایک نام حضرت ثوبان بن بُجدد (م ۵۴ھ) کا بھی ملتا ہے یہ حضور ﷺ کے ساتھ شدید محبت رکھتے تھے کچھ دیر آپ ﷺ کو نہ دیکھتے تو بے چین ہو جاتے تھے۔ سفر و حضر میں آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔ موت کے بعد حضور ﷺ کا دیدار نہ کر سکنے کے خوف کی وجہ سے ان کا رنگ اڑ گیا اور جسم لاغر ہو گیا تھا۔ ایک دن یہ عاشق زار بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے میری جان اور اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں جب کبھی میں اپنے غریب خانے میں ہوتا ہوں اور آپ ﷺ کی یاد آتی ہے تو مجھے اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک آپ ﷺ کا دیدار نہ کر لوں۔ اب مجھے رہ رہ کر یہ خیال ستا رہا ہے کہ مرنے کے بعد میں تو پتہ نہیں جنت کے کس گوشے میں ہوں گا اور آپ ﷺ یقیناً نبیوں کے ساتھ جنت کے اعلیٰ اور بلند مقامات پر فائز ہونگے تو میں آپ ﷺ کا دیدار کیسے کرسکوں گا؟ اگر روئے تاباں کی زیارت نہ ہوئی تو میرے لیے جنت کی ساری لذتیں ختم ہو جائیں گی فراق و ہجر کا یہ جانکاہ صدمہ اس دل ناتواں سے برداشت نہ ہو سکے گا۔ علماء[۶۳] نے لکھا ہے کہ یہ سن کر حضور ﷺ خاموش ہو گئے اتنے میں جبرئیلؑ امین حاضر ہوئے اور ثوبان جیسے اہل محبت اور اطاعت گزاروں کو من جانب اللہ یہ مژدہ سنایا کہ!

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ

عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيۡقِيۡنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيۡنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا (سورۃ النساء: آیت ٦٩)

''اور جو اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور (اس کے) رسول ﷺ کی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی۔''

دوسری حدیثِ پاک میں ہے ایک صحابی جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے تو ٹکٹکی باندھ کر حضور ﷺ کا رخ انور دیکھتے رہتے اور آنکھ تک نہ جھپکتے۔ حضور ﷺ نے ان سے دریافت کیا ''مَالَكَ'' کیا بات ہے؟ عرض کیا: میرا باپ اور میری ماں آپ ﷺ پر قربان، جب دل اداس ہوتا ہے تو حضور ﷺ کے رخ انور کو دیکھ دیکھ کر اس کو تسلی دلاتا ہوں لیکن جب قیامت کا دن ہوگا حضور ﷺ کا مقام بڑا اعلیٰ و ارفع ہوگا، میں کیونکر حضور ﷺ کا دیدار کر سکوں گا؟ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''من احبّني كان معي في الجنة'' جو میرے ساتھ محبت کرتا ہوگا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔[٦٤]

سورۃ النسآء کی مذکورہ آیت کے شانِ نزول میں مذکور واقعات کے علاوہ بعض اور ایمان افروز اور کمال محبت رسول ﷺ پر دلالت کرنے والی روایات بھی ملتی ہیں، مثلاً:

انصارِ مدینہ کے ایک آدمی نے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! قسمِ بخدا آپ ﷺ کی ذات میرے نزدیک میری جان، میرے مال، میری اولاد اور میرے اہل وعیال سے زیادہ محبوب ہے اور (میری کیفیت یہ ہے کہ) اگر میں حاضر خدمت ہو کر جناب ﷺ کا دیدار نہ کروں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ میری موت واقع ہو جائے گی۔ یہ کہہ کر وہ انصاری پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: (بیٹا!) کیا چیز تمہیں رلا رہی ہے؟ اس نے اپنے رونے کی وجہ بتاتے ہوئے عرض کیا کہ میں اس چیز کو یاد کرتا ہوں کہ آپ ﷺ عنقریب اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ جائیں گے اور ہم بھی مر جائیں گے۔ پھر آپ ﷺ تو دیگر انبیاء کے ساتھ جنت کے اعلیٰ مقامات پر ہونگے اور اگر ہم جنت میں گئے تو بھی آپ ﷺ کے درجہ سے کہیں نیچے ہونگے۔ اس پر حضور ﷺ نے ابھی کچھ نہیں فرمایا تھا کہ مذکورہ آیت نازل ہوگئی۔[٦٥]

اسی حضرت عبداللہ بن عباسؓ (اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ قبیلہ

ازد کا ایک آدمی جسے جندب بن زہیر الغامدی کہا جاتا تھا۔ حضور ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا اور (اپنی دلی کیفیت بیان کرتے ہوئے) کہا (یارسول اللہ ﷺ!) میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ جب میں آپ ﷺ کے ہاں سے لوٹ کر جاتا ہوں تو مال واولاد سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہوتیں (مجھے وہاں چین وسکون نہیں ملتا) یہاں تک کہ میں دوبارہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں آکر آپ ﷺ کا دیدار کرتا ہوں۔[۶۶]

دیدارِ نبوی ﷺ کے بغیر کھانے پینے سے انکار

نبی رحمت ﷺ کے یار غار بلکہ زندگی بھر اور قبر و برزخ کے ساتھی اور خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی پوری زندگی عقیدت ومحبت نبوی اور جان نثاری سے عبارت ہے۔ اس بے مثال عقیدت ومحبت رسول ﷺ کا مظاہرہ آپ نے قدم قدم پر فرمایا اور اپنے ابنائے زمانہ بلکہ قیامت تک آنے والے لوگوں پر عملی طور پر یہ ثابت کیا اور ان سے اعتراف کرایا کہ اس وصف میں کوئی بڑے سے بڑا محبت کا دعویدار آپؓ کی گردِراہ کو بھی نہیں پا سکتا۔ اس اجمال کی تفصیل اور دعویٰ کی دلیل کے طور پر ابتدائے اسلام کا ایک ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

جب صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت تیار ہوگئی (اور ان کی تعداد ۳۸ تھی) تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضور ﷺ سے اعلانیہ دعوتِ اسلام پیش کرنے پر اصرار کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابو بکر ہم ابھی تھوڑے ہیں مگر ابوبکرؓ جوشِ ایمان میں برابر اصرار کرتے رہے۔ آخر رسول اللہ ﷺ نے اس جذبہ ایمانی کی رعایت کرتے ہوئے اعلان فرما دیا اور سارے مسلمان حرم شریف میں پھیل گئے اور ہر آدمی اپنے قبیلے میں بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ بھی تشریف لے آئے۔ اب ابوبکرؓ کھڑے ہوئے اور بڑی جرأت سے آگے بڑھ کر کعبہ کے عین بیچ لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف دعوت دی اور یوں اسلام میں ''خطیبِ اول'' ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ مشرکین برافروختہ ہوکر مسلمانوں پر پل پڑے، زدوکوب کیا، اذیتیں پہنچائیں اور طرح طرح کے اہانت آمیز سلوک کیے۔ عتبہ بن ربیعہ خود حضرت ابوبکرؓ کے گرد ہوگیا اور اپنے جوتوں سے اس قدر مارا پیٹا کہ چہرے نے متورم ہوکر ناک تک کو ڈھک دیا اور پہچان تک مشکل ہوگئی۔

آپ کے قبیلہ بنوتیم کو واقعہ کی اطلاع ہوئی تو فوراً موقع پر پہنچ گئے اور آپ کو مشرکین کے

نرغے سے نکال کر خون آلود کپڑوں میں گھر لے گئے۔ سب کو یقین ہو چکا تھا کہ آپ جانبر نہ ہو سکیں گے، اس بناء پر آپؓ کے قبیلے کے کسی فرد نے اس وقت کعبہ کے اندر چیخ کر کہا تھا کہ ابوبکر نہ بچے تو ہم عتبہ کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ غرض گھر پہنچنے کے بعد یہ لوگ آپ کا احاطہ کیے اس وقت تک بیٹھے رہے جب تک کہ آپ کو افاقہ نہ ہو گیا۔ ہوش میں آنے کے بعد اس درد و کرب کی حالت میں بھی سب سے پہلے جو بات آپ کی زبان سے سنی گئی وہ یہ تھی کہ ''مافعل رسول اللہ ﷺ'' (رسول اللہ ﷺ کس حال میں ہیں؟) اس پر لوگوں نے ناراضگی کا اظہار کیا اور والدہ سے کہا کہ آپ کو کچھ کھلائیں پلائیں تا کہ ہوش ٹھکانے آ جائیں۔ مگر آپؓ نے حضور ﷺ کی حالت معلوم کرنے سے پہلے کھانے پینے سے انکار کر دیا۔

ماں نے کہا، ''میں تمہارے ساتھی کے متعلق کچھ نہیں جانتی!'' آپ نے فرمایا: ''بنت خطاب کے پاس جا کر معلوم کر آؤ۔''

والدہ جب حضرت حفصہؓ کے پاس گئیں تو حضرت حفصہؓ نے ان کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا اور خیال کیا کہ شاید وہ مشرکین کی مخبری کے لیے آئی ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ ''مجھے ابوبکرؓ اور محمد ﷺ بن عبداللہ کے بارے میں کوئی علم نہیں'' ماں نے گزارش کی کہ آپ خود ہی حضرت ابوبکرؓ کے پاس چل کر ان کی تسلی کر دیں۔ حضرت حفصہ تشریف لے گئیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو شدید درد و کرب کی حالت میں پایا۔ ان سے یہ حالت نہ دیکھی گئی اور فرمایا، ''جن لوگوں نے آپ کے ساتھ ظلم کیا ہے ان کے فاسق و فاجر ہونے میں کوئی شک نہیں۔ مجھے یقین ہے خدا ان سے ضرور انتقام لے گا۔'' حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وہی پرانا سوال حضرت حفصہ سے بھی کیا کہ ''ما فعل رسول اللہ'' (حضور ﷺ کس حال میں ہیں؟) حضرت حفصہؓ نے ماں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ''ان کی موجودگی میں؟'' آپ نے فرمایا ''ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں'' حضرت حفصہؓ نے فرمایا ''حضور ﷺ بالکل صحیح سلامت ہیں'' اس جواب سے بھی تسلی نہ ہوئی جب تک کہ خود آنکھوں سے حضور ﷺ کا جلوہ نہ دیکھ لیں۔ چنانچہ مزید دریافت کیا کہ حضور ﷺ کس مقام پر تشریف رکھتے ہیں؟ حضرت حفصہؓ نے بتایا، ارقم بن ابی الارقم کے مکان میں۔ آپؓ نے یہ سنتے ہی وہاں جانے کی خواہش ظاہر کی۔ ماں نے اس اندیشہ سے روکنا چاہا

کہ بغیر کھائے پئے یوں ہی باہر جانے اور چلنے پھرنے سے حالت اور زار ہو جائے گی۔ مگر آپؓ نے قسم کھالی کہ جب تک حضور ﷺ کو نہ دیکھ لوں، کچھ نہ کھاؤں پیوں گا۔

دونوں خواتین انگشت بدنداں تھیں کہ اس شخص کو اپنے دوست اور نبی اکرم ﷺ سے کس درجہ گہری محبت ہے! چنانچہ وہ اس کے مطالبے کے آگے جھک گئیں۔ رات کو راستے ٹھہر گئے اور لوگوں کی آمد و رفت رک گئی، تو رات کی تاریکی میں اس بے تاب و تواں جسم کو اپنے کندھوں کا سہارا دیتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئیں، وہاں پہنچتے ہی آپ رسول اللہ ﷺ سے والہانہ لپٹ گئے۔ حضور ﷺ کا دل بھی اس مخلص رفیق کو دیکھ کر بھر آیا، جھک کر بوسہ لیا اور تسلی دی۔ اس مخلص رفیق نے عرض کیا ''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر نثار! مجھے کچھ زیادہ تکلیف نہیں۔ اس فاسق و فاجر نے محض میرا چہرہ کچھ زخمی کر دیا ہے۔ یہ میری ماں ہیں جو اپنی اولاد کا حق ادا کرتی رہی ہیں ان کو آپ ﷺ اللہ کی طرف دعوت دیجیے، اور ان کے حق میں دعا فرمائیے کہ اللہ آپ ﷺ کے طفیل ان کو بھی آگ سے محفوظ رکھے'' آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور اسلام کی دعوت دی اور وہ دعاء نبوی ﷺ کی برکت سے مسلمان ہو گئیں۔[67]

علاوہ ازیں مشرکین کی طرف سے جب بھی کوئی ایذاء خود آپؓ کو پہنچائی گئی تو اس کو خوشی خوشی گوارہ کر لیا، مگر جب حضور ﷺ کو کوئی ایذاء پہنچائی جاتی تو فوراً بے تاب ہو جاتے اور ظالموں کا ہاتھ پکڑ لیا کرتے۔ آگے ذرا تفصیل سے آئے گا کہ ایک دفعہ مشرکین حضور ﷺ کا گریبان مبارک پکڑ کر گستاخیاں کر رہے تھے، آپؓ یہ دیکھ کر فوراً بے تاب ہو گئے اور ان کے اندر گھس کر کہا ''تمہارا برا ہو! تم ایک انسان کو محض اس لیے قتل کر دینے پر تلے ہوئے ہو کہ وہ اللہ کو اپنا رب مانتا ہے۔'' مشرکین حضور ﷺ کو چھوڑ کر آپؓ پر پل پڑے، جی بھر کر زدوکوب کیا بال پکڑ کر گھسیٹا اور اس وقت چھوڑا جب آپؓ نڈھال ہو گئے۔[68]

چہرہ رسول ﷺ کے دیدار پر صحابہؓ کی مسرت و بے خودی

حضور ﷺ اپنے وصال سے قبل جسمانی نقاہت اور علالتِ طبع کی وجہ سے جب چند نمازوں کے لیے اپنے حجرہ مبارک سے باہر تشریف نہ لا سکے تو اس دوران صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے دیدار و زیارت سے محروم رہے پھر وفات کے دن جب آپ ﷺ کے نامزد و منتخب امام

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت میں صبح کی جماعت کھڑی ہوگئی اور اس وقت آپ ﷺ نے حجرہ مبارک کا پردہ ہٹا کر صحابہ کرامؓ کو دیکھا، تو اس موقع پر صحابہ کرامؓ کو جو خوشی ہوئی اور جس طرح ان پر مسرت و بیخودی کا عالم طاری ہوا، اس کی تفصیل خادمِ رسول ﷺ حضرت انس بن مالکؓ کی زبانی ملاحظہ ہو جو اس واقعہ کے چشم دید گواہ ہیں۔ چنانچہ آپؓ (حضرت انس) فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی اس تکلیف و بیماری میں جس میں آپ ﷺ نے وفات پائی حضرت ابوبکر صدیقؓ نماز پڑھاتے تھے دو شنبہ کے دن جب لوگ صبح کی نماز میں صف باندھے کھڑے تھے تو حضور ﷺ حجرہ مبارک کا پردہ ہٹائے کھڑے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ چہرہ مبارک قرطاس ابیض کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ آپ ﷺ خوشی سے مسکرا دیئے، ہمیں اتنی مسرت و بیخودی ہوئی کہ خطرہ ہوگیا تھا کہ کہیں ہم سب (دوران نماز) نبی کریم ﷺ کو دیکھنے میں نہ مشغول ہو جائیں حضرت ابوبکر صدیقؓ رجعت قہقری کر کے صف کے ساتھ آکر ملنا چاہتے تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ نبی کریم ﷺ نماز کے لیے تشریف لائیں گے لیکن آپ ﷺ نے ہمیں اشارہ کیا کہ نماز پوری کرلو۔ پھر پردہ ڈال دیا۔ حضور ﷺ کی وفات اسی دن ہوئی۔[۶۹]

حضرت انسؓ سے ہی مروی ایک دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اس موقع پر محبوبِ خدا نے جب حجرہ مبارک کا پردہ ہٹایا اور آپ ﷺ کا چہرہ انور دکھائی دیا، تو حضور ﷺ کے روئے انور سے زیادہ حسین منظر ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔[۷۰]

اسی طرح حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ جب ہم حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے تو ہم اس بات کو پسند کرتے کہ ہم آپ ﷺ کے دائیں جانب کھڑے ہوں تاکہ آپ ﷺ (نماز کے بعد اکثریتی معمول کے مطابق جب دائیں طرف رخ کر کے بیٹھیں تو) اپنے چہرہ انور سے ہمارے اوپر توجہ (نظر کرم) فرمائیں۔[۷۱]

حضور ﷺ کے بعد آنکھوں کی ضرورت نہیں

حضور ﷺ کے وصال کے موقع پر حضرت عبداللہ بن زید الانصاری جنہوں نے خواب میں فرشتہ کو اذان دیتے ہوئے دیکھا تھا، مدینہ منورہ سے باہر اپنے باغ میں کام کر رہے تھے کہ اسی دوران آپؓ کا بیٹا آیا اور یہ (روح فرسا اور اندوہناک) خبر سنائی کہ جان دوعالم ﷺ کا

انتقال ہو گیا ہے۔ تو حضرت عبداللہؓ نے وہیں بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: ''اے اللہ! میری بینائی ختم فرما دے کیونکہ میں اپنے محبوب حضور ﷺ کے بعد کسی ایک کو بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔'' دعا چونکہ دل کی اتھاہ گہرائیوں، کمال اخلاص اور سوز و گداز سے کی گئی تھی، اس لیے فوراً قبول ہوئی اور ان کی بینائی چلی گئی۔[۲]

اسی طرح ایک دوسرے صحابی حضرت ابواسید الساعدیؓ (مالک بن ربیعہ) کی بینائی حضور ﷺ کے بعد اور شہادت عثمانؓ سے پہلے چلی گئی تھی۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا فتنہ کھڑا ہوا تو کہنے لگے: اللہ کریم کا شکر ہے جس نے حضور ﷺ کی زندگی میں میری نظر قائم رکھی اور جب اس نے اپنے بندوں کی آزمائش (فتنہ) کا ارادہ فرمایا تو میری نظر ختم فرما دی۔[۳]

علیٰ ہٰذا القیاس حضرت قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ اصحابِ محمد ﷺ میں سے ایک آدمی کی بینائی چلی گئی تو لوگ ان کی عیادت کے لیے آئے، اور ان کی بینائی ختم ہونے پر افسوس کا اظہار کیا تو وہ کہنے لگے: میں ان آنکھوں کو محض اس لیے پسند کرتا تھا کہ حضور ﷺ کی طرف دیکھ سکوں۔ تو جب حضور ﷺ کا وصال ہو گیا تو قسم بخدا مجھے ان کے بدلے اگر ہرن کی آنکھیں بھی مل جائیں تو مجھے خوشی نہ ہو گی۔[۴]

حضور ﷺ کے دیدار اور آمد پر اہلِ مدینہ کی خوشی

حضور ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی طرف نکلے تو اس بات کی اطلاع اہلِ مدینہ کو ہو چکی تھی چنانچہ وہ روزانہ صبح مقام حرہ تک آتے اور حضور ﷺ کا انتظار کرتے رہتے۔ یہاں تک کہ دوپہر کی سخت گرمی انہیں واپس لوٹنے پر مجبور کر دیتی۔ ایک دن طویل انتظار کے بعد جب یہ حضرات (حسبِ معمول) واپس لوٹ گئے اور اپنے گھروں میں داخل ہو چکے تو ایک یہودی نے اپنے ایک قلعہ پر سے بغور دیکھا تو اسے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھی نظر آئے جو اس وقت سفید کپڑوں میں ملبوس تھے اور بہت دور تھے۔ تو یہودی بے اختیار چلا اٹھا اور بآواز بلند کہا اے معاشر عرب! تمہارے وہ بزرگ آ گئے جن کا تمہیں انتظار تھا۔ مسلمان ہتھیار لے کر دوڑ پڑے اور حضور ﷺ کے مقام حرہ پر پہنچنے سے پہلے استقبال کیا۔ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ داہنی طرف کا راستہ اختیار کیا، اور بنی عمرو بن عوف (قبا) میں قیام کیا۔[۵]

حضور ﷺ نے یہاں تقریباً دس دن قیام فرمایا، مسجد کی بنیاد رکھی اور اس کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے مدینہ منورہ پہنچے تو اس دن مدینہ کے باوفا لوگوں نے جس اہتمام، جس اشتیاق، جس سج دھج، اور جس والہانہ انداز میں اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کا استقبال کیا۔ جس حد درجہ مسرت و انبساط اور انتہائی محبت و عقیدت کا اظہار کیا اور جس طرح ہر آدمی اپنا سر اور اپنی آنکھیں بلکہ اپنا دل فرشِ راہ کیے ہوئے تھا۔ اس کی نظیر آسمان کی آنکھ نے آج تک نہیں دیکھی۔ مدینہ کی تاریخ میں یہ عجیب و مبارک دن تھا۔ بنونجار اور تمام انصار ہتھیاروں سے آراستہ دو رویہ صف بستہ کھڑے تھے۔ روٗسا اپنے اپنے محلوں میں قرینے سے کھڑے تھے۔ پردہ نشین ایک جھلک نبوی ﷺ دیکھنے کے لیے گھر سے باہر نکل آئی تھیں۔ مدینہ کے حبشی غلام جوشِ مسرت میں اپنے اپنے فوجی کرتب دکھا رہے تھے۔ حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے کہ جتنے جوش میں اہل مدینہ کو اس دن میں نے دیکھا پھر کبھی نہ دیکھا[6] حضرت انس بن مالکؓ اپنا آنکھوں دیکھا حال یوں بیان کرتے ہیں کہ اس دن جیسا منظر ہم نے کبھی نہ دیکھا تھا، خواتین اور بچیوں کی زبان پر محبت بھرا گیت تھا:

"طَلَعَ البدر علینا مِن ثنیات الوداع وجب الشکر علینا مَا دَعا للّٰہ داع"[7]

صحیح مسلم میں حضرت ابو بکر صدیقؓ ہجرت نبوی کا واقعہ اور ورودِ مدینہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"فصعد الرجال والنسآء فوق البیوت وتفرق الغلمان والخدم فی الطرق ینادون یامحمد یارسول اللّٰہ یا محمد یارسول اللّٰہ"[8]

''مرد اور ساری عورتیں (حضور ﷺ کے چہرہ انور کا دیدار اور ایک جھلک دیکھنے کے لیے) سب گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے۔ جبکہ تمام لڑکے اور خادم سارے رستوں میں پھیل گئے۔ اور ''یا محمد ﷺ یارسول اللہ ﷺ یا محمد یارسول اللہ ﷺ'' کے (ایمان افروز) نعرے لگا رہے تھے۔''

ایک دوسری روایت کے مطابق خادم اور بچے کہہ رہے تھے:

"اللہ اکبر جاء نا رسول اللہ جاء نا محمد ﷺ۔"[۷۹]

مدینہ منورہ کے ہر چھوٹے بڑے گھرانے کی یہ زبردست خواہش تھی کہ حضور ﷺ ان کے گھر میں قدم رنجہ فرمائیں، اور انہیں اولین مہمان نوازی کا شرف بخشیں۔ حضور ﷺ اونٹنی پر سوار تھے، بنو سالم بن عوف کے سرکردہ لوگ سامنے کھڑے ہو گئے اور مہمان نوازی قبول کرنے کی پر خلوص دعوت پیش کی مگر آپ ﷺ کسی بھی محبّ و مخلص کی دل شکنی نہیں فرمانا چاہتے تھے، فرمایا:

"خلوا سبیلھا فانھا مامورۃ........ بارك اللہ علیکم"

''اس اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے اللہ تمہیں برکت دے (جہاں اللہ کا حکم ہوگا وہاں خود بخود بیٹھ جائے گی)۔''

آگے چلے تو بنی بیاضہ نے اسی طرح مہمان نوازی کی مخلصانہ پیشکش کی مگر آپ ﷺ نے انہیں بھی وہی جواب دیا جو بنو سالم کو دیا تھا۔ بنو ساعدہ، بنو عدی بن النجار اور بنو مالک بن النجار سب نے باری باری اپنے ہاں ٹھہرانے کی خواہش کا اظہار کیا مگر آپ ﷺ نے سب کو ایک ہی جواب دیا کہ یہ اونٹنی من جانب اللہ مامور ہے۔ اونٹنی جب اس مبارک مقام پر پہنچی جہاں آج مسجد نبوی ہے تو از خود بیٹھ گئی۔ سامنے ایک غریب صحابی حضرت ابوایوب خالد بن زید الانصاریؓ کا غریب خانہ تھا انہوں نے کجاوے سے سامان اٹھایا اور گھر لے گئے اب آپ ﷺ نے سب سے فرمایا۔ ''المرء مع رحلہ'' انسان اپنے سامان اور کجاوے کے ساتھ جاتا ہے اور یوں مہمانداری کا شرف حضرت ابوایوبؓ کے حصے میں آ گیا۔[۸۰]

✿✿✿✿✿✿

تیسری فصل: یادِ رسول ﷺ پر آنسو امنڈ آنا

حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی والہانہ عقیدت اور شدت محبت کا یہ عالم تھا کہ آں جناب ﷺ کے وصال کے بعد جب آپ ﷺ کا نام نامی ان کی زبانوں پر آتا یا تذکرہ ہوتا تو اکثر اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکتے اور آپ ﷺ کی یاد میں رونے لگتے۔ ذیل میں اس شدت محبت اور وفور جذبات کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمایئے۔

حضورؐ کے تذکرہ پر رو پڑنا

حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ وفات نبوی کے دوسرے برس حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک مرتبہ خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو ابھی اتنا ہی کہا تھا۔ ''قام فینا رسول اللہ ﷺ عام الاول'' (رسول اللہ ﷺ پہلے سال جب خطبہ دینے کھڑے ہوئے) کہ حضور ﷺ کی وفات کا سانحہ یاد آ گیا اور بلک بلک کر رونے لگے۔ سنبھل کر پھر خطبہ شروع کیا۔ لیکن پھر ہچکی بندھ گئی۔ آخر تیسری بار ضبط سے کام لیکر خطبہ تمام کیا۔[81]

اسی طرح حضرت ام ایمنؓ نے آنحضرت ﷺ کو گود کھلایا تھا۔ اس رشتہ سے آپ ﷺ ان کے گھر آتے جاتے تھے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے بھی یہ وضع قائم رکھی۔ چنانچہ ایک دن وہ اور حضرت عمرؓ وہاں پہنچے تو ام ایمنؓ ان کو دیکھتے ہی رونے لگیں، یہ دونوں بولے: روتی کیوں ہو؟ اللہ کے رسول ﷺ کے لیے بہتر یہی تھا کہ اللہ سے تقرب ہو جائے۔ حضرت ام ایمنؓ نے کہا یہ تو میں بھی جانتی ہوں لیکن صدمہ اس بات کا ہے کہ اب وحی کا آنا بند ہو گیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں پر یہ اثر ہوا کہ بے ساختہ ان کے ساتھ رونے لگے۔ (رواہ مسلم)[82]

طبری اور ابن اثیر میں ایک روایت ہے کہ دراصل حضرت ابوبکرؓ کی وفات کا باعث ہی یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی جدائی کا غم برداشت نہ ہو سکا۔ وہ سوز دروں سے اندر ہی اندر پگھلتے رہے اور آخر اپنے محبوب سے جا ملے۔[83] اسی طرح ایک ملاقات میں بعض صحابہ نے جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا تو حضرت ابوبکرؓ رونے لگے۔[84]

اسی طرح آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد جب آپ کا نام حضرت ابوذرؓ کی زبان پر آجاتا تو آنسوؤں کا دریا امنڈ آتا، احنف بن قیس روایت کرتے ہیں کہ میں نے بیت المقدس میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مسلسل سجدے کر رہا ہے، جس سے میرے دل پر ایک خاص اثر ہوا، جب میں دوبارہ لوٹ کر گیا تو پوچھا کہ آپ بتا سکتے ہیں کہ میں نے جفت نماز پڑھی ہے یا طاق، اس نے کہا کہ اگر میں لاعلم ہوں تو خدا ضرور جانتا ہے، اس کے بعد کہا کہ ''میرے دوست ابو القاسم ﷺ نے مجھ کو خبر دی ہے''۔ ابھی بات پوری نہ ہوئی تھی کہ پھر آنسو امنڈ آئے، آخر میں سنبھل کر کہا کہ ''میرے دوست ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو بندہ خدا کو سجدہ کرتا ہے، خدا اس کا ایک درجہ بلند کر کے اس کی بدی کو مٹا کر نیکی لکھتا ہے'' میں نے پوچھا آپ کون ہیں، فرمایا: ابوذر رسول اللہ ﷺ کا صحابی، یہ سن کر میں اپنی تقصیر پر بہت نادم ہوا۔[85]

اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس جب نبی اکرم ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو رونے لگتے اور اتنا روتے کہ ان کی آنکھوں میں آنسو بھی باقی نہ رہتے۔[86]

وصالِ نبوی ﷺ کے اندیشہ پر رو پڑنا

متعدد محدثین نے الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی رحمت ﷺ حجۃ الوداع سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو ایک دن لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا: اللہ نے ایک بندہ کو دنیا میں اور اس چیز میں جو اللہ کے پاس ہے۔ اختیار دیا کہ ان دونوں میں کسی ایک چیز کو اختیار کرلے۔ تو اس بندہ نے ''ما عند اللہ'' (قرب خداوندی) کو اختیار کرلیا۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ کہتے ہے کہ حضورؐ کا یہ ارشاد سن کر حضرت ابوبکرؓ نے رونا شروع کردیا۔ ہم نے ان کے اس رونے پر تعجب کیا کہ اس میں کونسی رونے کی بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فقط ایک آدمی کے متعلق خبر دی ہے جسے دنیا اور قرب خداوندی (آخرت) میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ جو ہم سب سے زیادہ عالم، محرم اسرار نبوت اور رمز شناس کلام رسالت تھے فوراً سمجھ گئے تھے کہ یہ مختار بندہ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا سے آپ کی رحلت کا وقت قریب آپہنچا ہے۔[87]

دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضور ﷺ نے (اپنے محبِّ صادق کو روتے دیکھ کر تسلی کے انداز میں) فرمایا: تمام لوگوں میں مجھ پر اپنی صحبت اور مال کے اعتبار سے سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر ہیں۔ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل [88] بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اس کے بدلہ میں اسلام کی برادری اور اسکی محبت کافی ہے۔ دیکھو، مسجد میں کسی کا دروازہ کھلا نہ رہے بند کر دیا جائے مگر ابوبکر کا دروازہ کھلا رہے۔ [89]

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کا اندیشہ سچ ثابت ہوا اور اس کے تھوڑا عرصہ بعد نبی رحمت ﷺ کا وصال ہو گیا۔

فاقہ نبوی ﷺ کی یاد پر رقت طاری ہو جانا

فاقہ نبوی ﷺ کی یاد پر رقت طاری ہو جانے اور رو پڑنے کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۞... عشرہ مبشرہ میں داخل خوش نصیب اور جلیل القدر صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حوالے سے نوفل بن ایاس الہذلی کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہمارے ہم مجلس (دوست تھے) اور کیا ہی بہترین ہم مجلس تھے۔ ایک دن وہ (از راہ خلوص ومحبت) ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ جب ہم ان کے دولت کدہ پر پہنچے تو وہ اندر (زنان خانہ میں) داخل ہوئے غسل کیا اور پھر ہمارے پاس تشریف لائے۔ اسی دوران ہمارے پاس کھانے کا ایک بڑا پیالہ لایا گیا۔ جس میں روٹی اور گوشت تھا۔ جب یہ پیالہ (دستر خوان پر) رکھا گیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ رونے لگے۔ تو میں (نوفل بن ایاس) نے ان سے کہا: اے ابومحمد! یہ رونا کیوں اور کیسا؟ فرمایا سرورِ کونین رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں دنیا سے رحلت فرمائی تھی کہ کبھی آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے اہل بیت نے جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہ کھائی تھی (دراصل حضور ﷺ کی اسی ''کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا'' والی کیفیت یاد آ گئی تھی۔ جبکہ ہمارے سامنے اس وقت پر تکلف کھانا رکھا جا رہا ہے۔) ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اتنے دنوں تک زندہ رہنے میں کوئی بھلا نظر نہیں آتا۔ [90]

۞... حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا تو آں محترمہؓ نے میرے لیے کھانا منگوایا اور فرمایا میں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتی مگر رونے کو دل چاہتا ہے،

پس رونے لگتی ہوں۔ مسروق کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: کیوں؟ آں محترمہؓ نے فرمایا: مجھے وہ حالت (فقر و تنگدستی) یاد آجاتی ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے اس دنیا سے مفارقت فرمائی۔ اللہ کی قسم آپ ﷺ نے کبھی ایک دن میں دو مرتبہ روٹی پیٹ بھر کر کھائی اور نہ ہی گوشت۔[91]

۞... نبی اکرم ﷺ نے ازواج مطہرات سے ایلاء کے زمانے میں جس بالا خانہ (مشربہ) میں قیام فرمایا تھا، وہاں ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ حاضر ہوئے (جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے) تو اس رہائش گاہ رسول ﷺ میں انتہائی مختصر ساز و سامان اور جسمِ اطہر میں چٹائی کے نشان دیکھ کر ان کی آنکھوں میں بے ساختہ آنسو آ گئے حضور ﷺ نے رونے کی وجہ پوچھی تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا:

> ''یارسول اللہ ﷺ! میں کیوں نہ روؤں دراں حالیکہ اس چٹائی نے آپ ﷺ کے جسم مبارک پر نشان ڈال دیئے ہیں اور (مشربہ میں سامان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) یہ آپ ﷺ کا کل خزانہ ہے۔ جو میری آنکھوں کے سامنے ہے جبکہ قیصر و کسریٰ مال و دولت باغات اور نہروں کے مزے لے رہے ہیں اور آپ ﷺ کا یہ حال ہے، حالانکہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اس کے محبوب ہیں۔'' یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب! کیا تو اس امر پر راضی نہیں کہ ہمارے لیے آخرت اور ان کے لیے فقط دنیا کی نعمتیں ہوں۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کیوں نہیں''[91A]

راتوں کو یادِ رسول ﷺ

عبدہ بنت خالد بن معدان سے مروی ہے، آپ کہتی ہیں کہ میرے باپ خالد اس وقت تک بستر پر آرام نہیں کرتے تھے جب تک وہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو جی بھر کر یاد نہیں کر لیا کرتے تھے۔ آپ مہاجرین و انصار کے نام لے کر یاد کرتے تھے۔ وہ فرماتے ''ھم اھلی و فخری'' وہ میرے اہل خانہ اور میرا سارا ناز ان پاک لوگوں پر ہے، انہیں کے دیدار کے لیے میرا دل تڑپتا ہے اور میرا شوق بڑھتا ہے، آپؒ یہ دعا مانگتے ''فعجل رب قبضی الیك'' یا اللہ مجھے جلدی جلدی اپنے پاس بلا لے تاکہ میں محبین مصطفیٰ ﷺ کا دیدار کر سکوں، یہی کہتے کہتے ان پر نیند غالب آجاتی اور وہ سو جاتے۔[92]

زید بن اسلم روایت کرتے ہیں کہ ایک رات حضرت عمرؓ مدینہ کی گلیوں میں نکلے تاکہ

لوگوں کی پاسبانی کریں۔ ایک گھر میں چراغ دیکھا، وہاں ایک بوڑھی عورت اون دھن رہی تھی اور یہ پڑھ رہی تھی:

"علیٰ محمد صلوٰۃ الا برار صلّیٰ علیہ الطیبون الا خیار
قد کنت قواماً بکاء بالاسحار یا لیت شعری و المنایا اطوار
هل یجمعنی وحبیبی الدّار"

"نیک اور پاک لوگوں کا درود و سلام حضور ﷺ پر ہو، پاک لوگ اور نیک لوگ اللہ کے محبوب پر درود شریف بھیجتے ہیں۔ یارسول اللہﷺ! آپ ساری رات عبادت الٰہی میں کھڑے ہونے والے اور سحری کے وقت گریہ وزاری کرنے والے تھے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ موتیں کس طرح مختلف ہوتی ہیں۔ کیا کوئی ایسا وقت آئے گا کہ میں اور میرا محبوب ایک مکان میں جمع ہونگے۔"

حضرت عمرؓ اس عورت کے شعر سن کر بیٹھ گئے اور رونے لگے[93] تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر اس خاتون کے خیمہ کے دروازے پر گئے تین مرتبہ "السلام علیکم" کہہ کر دعا دینے کے بعد کہا: بہن! یہ بول مجھے دوبارہ سناؤ۔ اس نے غم واندوہ کے اندر ڈوبی ہوئی آواز میں مذکورہ اشعار دوبارہ سنائے، تو حضرت عمرؓ پھر رونے لگے۔ اور اس سے کہا: "وعمر لاتنسینہ یرحمك اللّٰہ" (اور عمرؓ کو بھی نہ بھولنا اللہ تیرے اوپر رحم فرمائے) تو اس عورت نے (فی البدیہہ یہ مصرعہ) کہا: "وعمر فاغفرلہ یاغفار" (اے بخشنہار! اور عمرؓ کی بھی بخشش فرما)[94]

اسی طرح خادم رسول ﷺ حضرت انس بن مالکؓ کو حضور ﷺ سے اتنا والہانہ اور قلبی تعلق تھا کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی کوئی رات ایسی نہ گزرتی تھی جس میں آپ ﷺ کا دیدار نہ کرتے ہوں۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:

"مامن لیلة الا و انا اری فیھا حبیبی ثم یبکی"[95]

"کوئی رات نہیں گزرتی مگر یہ کہ میں اس میں اپنے محبوب کی زیارت کرتا ہوں پھر (یادِ رسول ﷺ اور فراقِ رسول ﷺ میں) رونا شروع کر دیتے۔"

وصالِ نبوی ﷺ پر صحابہ کرامؓ کی گریہ وزاری

حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی سے والہانہ عقیدت و محبت جس درجہ صحابہ کرام کے دلوں بلکہ رگ رگ اور انگ انگ میں سرایت کیے ہوئے تھی اور جس طرح تھوڑی دیر کے لیے وقتی

وعارضی جدائی پر بھی وہ آپ ﷺ کے لیے بے قرار واداس ہو جاتے تھے، اس کا کچھ اندازہ گزشتہ اور آئندہ کے جذبات ومظاہر محبت سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، شدید محبت، قلبی لگاؤ اور تعلق خاطر کے اس عالم میں جب حضور ﷺ نے دنیا سے مستقل رحلت اور قیامت تک کے لیے جدائی اختیار فرمائی تو اس وقت متعدد صحابہ حتیٰ کہ حضرت عثمان بن عفانؓ بھی ایک مرتبہ ہوش وحواس کھو بیٹھے [95A] حضور ﷺ کے وصال پر صحابہ کرام کو کتنا رنج وغم پہنچا اور ان کے دلوں پر کیا قیامت گزری، اس قیامت خیز کیفیت کا قدرے اندازہ درج ذیل جذبات وتاثرات اور احساسات سے لگایا جا سکتا ہے۔

چنانچہ حضرت انسؓ اپنی آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''جب وہ دن تھا جس میں رسول اللہ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے تھے تو مدینہ کی ہر چیز (انوار نبوی سے) روشن ہوگئی تھی۔ پھر جب وہ دن آیا جس میں آپ ﷺ فوت ہوئے تو مدینہ کی ہر شے (انوار نبوی کے اوجھل ہو جانے اور غم واندہ کے باعث) تاریک ہوگئی اور ہم نے ابھی (قبر نبوی کی) مٹی سے اپنے ہاتھ نہیں جھاڑے تھے اور ابھی آپ ﷺ کے دفن میں مصروف تھے کہ ہم نے اپنے دلوں (کی روحانی کیفیت) کو بدلا ہوا پایا۔'' [96]

جبکہ سنن دارمی کی روایت کے مطابق حضرت انسؓ وفات نبوی پر اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ''میں نے کبھی کوئی دن اس دن سے زیادہ خوشی کا اور زیادہ روشن نہیں دیکھا جس دن رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں (مدینہ منورہ میں) تشریف لائے تھے اور میں نے کوئی دن اس دن سے زیادہ بُرا (غمناک) اور زیادہ تاریک نہیں دیکھا جس دن رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی۔ [97] حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ (تعلیم امت کے لیے) موت کی تکلیف جتنی بھی تھی، محسوس فرمانے لگے تو سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ نے بے ساختہ کہا ''واکرباہ'' (ہائے اباجان کی تکلیف) اس پر نبی اکرم ﷺ نے (دلاسہ دیتے ہوئے) فرمایا: آج کے بعد تیرے باپ پر کسی قسم کی تکلیف نہیں رہے گی۔ بیشک آج تیرے باپ کے پاس وہ اٹل حقیقت یعنی وفات آچکی ہے جس سے قیامت کے دن تک کوئی آدمی بچنے والا نہیں۔ [98]

اسی طرح حضرت انسؓ ہی کہتے ہیں، جب نبی اکرم ﷺ کی روح مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی تو سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ نے (شدتِ غم میں) کہا: اے ابا جان! آپ ﷺ کی وفات حسرت آیات کی خبر ہم جبرئیل امین کو پہنچاتے ہیں۔ اے ابا جان آپ ﷺ اپنے رب کے کس قدر قریب ہونگے، اے ابا جان! آپ ﷺ کا ٹھکانہ اب تو جنت ہے۔ اے میرے ابا جان! آپ ﷺ نے اپنے رب کی دعوت قبول فرمالی۔ حضرت حمادؒ کا کہنا ہے کہ میں نے اس حدیث کے راوی حضرت ثابتؒ کو دیکھا کہ جب انہوں نے یہ حدیث بیان کی تو اتنا روئے کہ ان کی پسلیاں ایک دوسرے کے ساتھ مل گئیں۔[99]

حضرت انس بن مالکؓ ہی بیان کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہؓ نے (شدت جذبات میں) مجھ سے کہا، اے انس! تم لوگوں نے کیسے گوارہ کرلیا کہ تم نے (اپنے ہاتھوں سے) رسول پاک ﷺ پر مٹی ڈالی۔[100]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نبی اکرم ﷺ کے پاس آپ ﷺ کی وفات کے بعد داخل ہوئے تو اپنا منہ آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان رکھا (پیشانی رسول ﷺ کا بوسہ لیا) اور آپ ﷺ کی دونوں کلائیوں (بازوؤں) پر اپنے ہاتھ رکھے اور (حزن وغم کا فطری اظہار کرتے ہوئے) کہا ''وانبیاہ'' (اے ہمارے جلیل القدر نبی ﷺ) ''واصفیاہ'' اے میری جان سے پیارے محبوب، ''یا خلیلاہ'' اے میرے خلیل۔[101]

قبل ازیں حضرت ابو بکرؓ اسی دن (دوشنبہ) نماز فجر کے بعد نبی اکرم ﷺ کی طبیعت میں افاقہ محسوس کرتے ہوئے آپ ﷺ کی اجازت سے مقام سنح میں اپنی بیوی بنت خارجہ کے پاس چلے گئے تھے۔[102] پھر حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کے مطابق جب آپ کو حضور ﷺ کی وفات کی خبر پہنچی تو وہاں سے آکر مسجد نبوی کے دروازہ پر اترے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ لوگوں سے مخاطب ہیں مگر آپ نے کسی کی طرف توجہ نہ کی اور سیدھے حضرت عائشہؓ کے حجرے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس داخل ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس وقت گھر کے ایک کونے میں کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا تھا اور آپ ﷺ پر ایک لمبی چادر ڈال دی گئی تھی۔ تو حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھے، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور سے کپڑا اٹھایا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے پھر حضرت ابو بکر آپ ﷺ پر جھکے اور آپ ﷺ کا بوسہ لیا پھر کہا (یا رسول اللہ ﷺ) میرے ماں

باپ آپ پر قربان، رہی وہ موت جس کو اللہ نے آپ ﷺ پر فرض کر رکھا تھا، تو اب آپ ﷺ نے اس کا ذائقہ چکھ لیا، پھر اس کے بعد آپ ﷺ کو کبھی موت نہیں آئے گی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ پھر حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ پر چادر ڈال دی۔ پھر حجرہ شریف سے باہر نکلے تو دیکھا کہ حضرت عمرؓ لوگوں سے ہم کلام ہیں، ان کا خیال یہ تھا کہ حضور ﷺ فوت نہیں ہوئے بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح کچھ دنوں کے لیے اپنے رب کے پاس گئے ہیں پھر واپس آئیں گے[۱۰۳] اور وہ اس معاملے میں یہاں تک سختی کر رہے تھے کہ جو آدمی یہ کہے گا کہ حضور ﷺ فوت ہو گئے ہیں تو میں اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا۔ آپؓ نے کہا کہ اے عمرؓ! ٹھہر جایئے اور خاموش ہو جائیں مگر وہ بدستور بولتے رہے، جب حضرت ابو بکرؓ نے انہیں دیکھا کہ وہ (شدت جذبات کی وجہ سے) خاموش نہیں ہو رہے ہیں تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جب لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کی گفتگو سنی تو ان کی طرف متوجہ ہو گئے، اور حضرت عمرؓ کو چھوڑ دیا۔ اب حضرت ابو بکرؓ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر (ذات الٰہی اور ذات رسول ﷺ کا فرق بیان کرتے ہوئے اور لوگوں کا غم ہلکا کرنے کے لیے) کہا:

"لوگو! سن لو جو آدمی حضرت محمد ﷺ کی عبادت کرتا (انہیں اپنا معبود سمجھتا) تھا تو اس کو پتہ ہونا چاہیے کہ حضرت محمد ﷺ (اس کے معبود) وفات پا چکے ہیں اور جو آدمی اللہ کی پوجا کرتا تھا، تو بیشک اللہ زندہ ہے جس پر کبھی موت طاری نہیں ہوگی۔"

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ پھر آپؓ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

ترجمہ: اور حضرت محمد ﷺ نہیں ہیں مگر ایک رسول۔ جن سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں، تو کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں واپس (کفر کی طرف) لوٹ جاؤ گے؟ اور جو کوئی بھی الٹے پاؤں (کفر کی طرف) لوٹ جائے گا تو وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نقصان نہیں کرے گا (بلکہ اپنا ہی نقصان کرے گا) اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو نیک صلہ دے گا۔" (سورۃ آل عمران: ۱۴۴)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے اس حقیقت کشا خطبہ پر یوں محسوس ہو رہا تھا کہ (شدت غم کے باعث) گویا لوگ اس بات کو نہیں جانتے تھے کہ یہ آیت کریمہ قرآن مجید میں پہلے سے نازل شدہ ہے۔ حتیٰ کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس دن اس کی تلاوت فرمائی۔ اور لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ سے اس آیت کو لیا تب ان کی زبانوں پر آئی۔ حضرت

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا: قسم بخدا جب میں نے حضرت ابو بکرؓ کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو میں کانپ اٹھا حتیٰ کہ (شدت غم میں) زمین پر گر گیا، اب میری ٹانگیں میرا بوجھ اٹھا نہیں رہی تھیں اور مجھے یقین ہو گیا تھا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں۔[104]

حضور ﷺ کے وصال پر صحابہ کرامؓ کے غم اندوہ اور گریہ وزاری کے حوالے سے سیرت و رجال کی کتابوں میں متعدد روایات مذکور ہیں مگر یہاں ایک تو طوالت کا کوخوف دامن گیر ہے دوسرے اکثر روایات کی روایتی و درایتی حیثیت بھی محل نظر ہے اس لیے انہیں عمداً ترک کر دیا گیا ہے۔

اذانِ بلال پر حضور ﷺ کی یاد اور رقت

مؤذن رسول حضرت بلالؓ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد اذان دینا چھوڑ دی تھی۔ کیونکہ اپنے آقا و محبوب ﷺ کی جدائی سے ان کا دل بجھ گیا تھا اور انہیں اذان میں وہ روحانی حلاوت و لذّت اور لطف و سرور محسوس نہیں ہوتا تھا، جو انہیں حضور ﷺ کی زندگی میں مخمور کیے رکھتا تھا۔ اس لیے خلیفۃ الرسول حضرت ابو بکرؓ سے شام کے جہاد میں شریک ہونے کے لیے اجازت طلب کی، حضرت صدیق اکبرؓ انہیں اپنے سے جدا نہیں کرنا چاہتے تھے، اس وجہ سے فرمایا: ابھی کچھ عرصہ ہمارے ساتھ رہو حضرت بلالؓ نے کہا:

"اے ابو بکر! اگر آپؓ نے مجھے اپنی ذات کے لیے خریدا (آزاد کرایا) تھا تو مجھے روک لیں اور اگر آپ نے مجھے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے خریدا (آزاد کرایا) تھا تو پھر مجھے چھوڑ دیجیے۔"[105]

جبکہ ایک روایت میں حضرت بلالؓ نے یہ بھی کہا کہ:

"میں رسول اللہ ﷺ کے بغیر مدینہ میں نہیں ٹھہرنا چاہتا اور نہ میں رسول اللہ ﷺ کے مقام (کھڑے ہونے کی جگہ) کو آپ ﷺ سے خالی دیکھ سکنے کی طاقت رکھتا ہوں۔"[106]

اس پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے انہیں شام کی طرف جانے اور جہاد میں شریک ہونے کی بخوشی اجازت دے دی، اور وہ شام کی طرف جانے والے مجاہدوں میں شامل ہو گئے۔[107]

پھر ۱۶ھ میں جب امیر المومنین حضرت عمرؓ نے شام کا سفر کیا، اور وہاں کئی دن قیام فرمایا

تو ایک دن حضرت بلالؓ سے اذان کی فرمائش کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں عزم کر چکا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کے لیے اذان نہیں دوں گا، لیکن آج آپؓ کا فرمان بجا لاؤں گا۔ پھر انہوں نے اپنے مخصوص لہجہ و انداز میں اذان دینا شروع کی تو صحابہ کرامؓ کو حضور ﷺ کا مبارک دور یاد آ گیا اور سب پر رقت طاری ہو گئی۔ حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ روتے روتے بے تاب ہو گئے اور حضرت عمرؓ کی ہچکی بندھ گئی اور کافی دیر تک یہی اثر قائم رہا۔[۱۰۸]

حضور ﷺ کے وصال کے بعد حضرت بلالؓ کی اذان کے حوالے سے ایک اور روایت بھی بعض کتابوں میں موجود ہے کہ ''حضرت بلالؓ نے شام میں قیام کے دوران حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ ﷺ نے شکوہ کیا کہ بلال یہ کیا جفا ہے کہ تم ہماری ملاقات کے لیے نہیں آتے، بیدار ہوئے تو رختِ سفر باندھا اور عازمِ مدینہ ہو گئے۔ روضۂ رسول ﷺ پر پہنچے تو گریہ و زاری کرتے اور فرطِ محبت میں قبرِ انور پر لوٹتے پوٹتے رہے۔ اہلِ مدینہ کو مؤذن رسول ﷺ کے آنے کی اطلاع ہوئی تو سب نے ایک دفعہ اذان سنانے کی خواہش کی مگر آپؓ نے معذرت کر لی تو انہوں نے حسنین کریمینؓ سے کہلوایا جس پر آپؓ مسجد نبوی کی چھت پر چڑھ گئے اور اذان دینا شروع کی ''اللہ اکبر، اللہ اکبر'' کہا تو مدینہ منورہ گونج اٹھا ''اشہد ان لا الہ الا اللہ'' کہا تو کہرام مچ گیا اور جب ''اشہد انّ محمد رسول اللہ'' کہا تو پردہ نشین عورتیں بھی گھروں سے نکل آئیں اور کہنے لگیں: کیا رسول اللہ ﷺ دوبارہ مبعوث ہو گئے ہیں؟ اس دن مدینہ منورہ میں اہل مدینہ کو جتنا روتے ہوئے دیکھا گیا اتنا اس سے پہلے کبھی بھی نہیں روئے تھے۔''

مگر محدثین نے اس روایت کو خلافِ واقعہ اور موضوع قرار دیا ہے۔[۱۰۹]

✿✿✿✿✿✿

چوتھی فصل: خدمتِ رسول ﷺ - بہ جان و مال

رسول اکرم ﷺ کے ذاتی غلام اور کنیزیں جن کی تعداد بالترتیب ۴۰ اور ۲۳ تھی۔[۱۱۱] عام غلاموں اور کنیزوں کے برعکس اپنے مہربان آقا ﷺ کی خدمت دل و جان سے سرانجام دینے کے لیے اگرچہ موجود ہوتے تھے تاہم متعدد صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کا اصطلاحی و قانونی غلام نہ ہونے کے باوجود آپ ﷺ کی ذاتی خدمت و غلامی کو بڑی سعادت سمجھتے تھے چنانچہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ بیس نوجوان انصاری رسول اللہ ﷺ کی ضروریات کے لیے حاضر رہتے تھے۔ آپ ﷺ کو جب کوئی امر درپیش ہوتا تو آپ ﷺ ان کو روانہ فرماتے۔[۱۱۱]

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جہاں آپ ﷺ کے راز دان تھے وہاں سفر میں آپ ﷺ کے پاپوش مبارک اٹھانے کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے وضو کا اہتمام کرتے، تکیہ و بستر اٹھاتے اور جب آپ ﷺ سوار ہونا چاہتے تو سواری پر کجاوہ ڈالتے تھے۔ آپ ﷺ کو نعلین پہناتے، جب آپ چلتے تو عصا لے کر آپ ﷺ کے آگے آگے چلتے حتیٰ کہ آپ ﷺ اپنی مجلس میں پہنچتے تو آپ ﷺ کے نعلین شریف اتار کر اپنے بازوؤں میں پکڑ لیتے اور آپ ﷺ کو عصا پکڑا دیتے اور جب آپ ﷺ اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو نعلین پہنواتے اور عصا لیکر آپ ﷺ کے آگے آگے چلتے حتی کہ حضور ﷺ سے پہلے حجرہ میں داخل ہوتے[۱۱۲] علیٰ ھذا القیاس حضرت بلالؓ (مؤذن رسول ﷺ) نے آپ ﷺ کے اہل و عیال کے نان نفقہ کی نگرانی اور آپ ﷺ کے خزانچی ہونے کی ذمہ داری سنبھال رکھی تھی[۱۱۳] علاوہ ازیں صحابہؓ اپنا مال و دولت ذاتِ رسول ﷺ پر خرچ کرنا اور مال کے ذریعے آپ ﷺ کی خدمت کو بھی بڑی سعادت تصور کرتے تھے۔ جان و مال سے صحابہ کرامؓ کی اس خدمت رسول ﷺ پر مشتمل چند مظاہر محبت ہم آئندہ سطور میں درج کرنے کی کوشش کریں گے۔

خدمتِ رسول ﷺ کی سعادت از خود حاصل کرنا

جہاں حکم رسول ﷺ پر صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی خدمت بجا لاتے تھے وہاں از خود بھی خدمت کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۞...حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ پیشاب کے لیے بیٹھے تو حضرت عمرؓ (از خود) پانی کا کوزہ لے کر آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! یہ کیا؟ انہوں نے عرض کیا: پانی ہے تا کہ آپ ﷺ اس سے وضو فرما سکیں۔ فرمایا: مجھے اس بات کا حکم نہیں فرمایا گیا کہ میں جب بھی پیشاب کروں تو ساتھ وضو بھی کروں،اور اگر میں نے ایسا کیا تو یہ سنت (لازمی طریقہ) بن جائے گا۔[114]

۞...حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ بیت الخلاء میں تشریف لے گئے تو میں نے (از خود) آپ ﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھ دیا۔تو جب آپ ﷺ (بیت الخلاء سے) نکلے تو فرمایا یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ابن عباس نے۔تو آپ ﷺ نے (اس خدمت سے خوش ہو کر دعا دیتے ہوئے) فرمایا:''اللھم فقھه فی الدین'' اے اللہ! اسے دین میں گہری سمجھ (فقہ کا علم) عنایت فرما۔[115]

۞...ابراہیم بن جریر اپنے والد حضرت جریرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ (ایک دفعہ) جھاڑی (درختوں کے جھنڈ) میں داخل ہوئے اور قضائے حاجت فرمائی تو حضرت جریر آپ ﷺ کے پاس ایک برتن میں پانی لائے تو آپ ﷺ نے اس سے استنجا فرمایا اور اپنا ہاتھ مبارک مٹی رگڑ کر دھویا۔[116]

خدمتِ رسول ﷺ کے لیے بیٹا مستقل پیش کر دینا

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو حضرت ابوطلحہ (میرے سوتیلے باپ) نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے رسول ﷺ کے پاس لائے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! یہ انس بڑا ذہین لڑکا ہے یہ آپ ﷺ کی خدمت کیا کرے گا۔

حضرت انسؓ کا کہنا ہے کہ میں نے سفر وحضر میں آپ ﷺ کی خدمت کی،قسم بخدا آپ ﷺ نے کسی چیز کے بارے میں جو میں نے کی، یہ نہ فرمایا کہ تو نے یہ کام اس طرح کیوں کیا اور جو کام میں نے نہ کیا،اس کے بارے میں بھی کبھی نہ فرمایا کہ یہ کام تو نے اس طرح کیوں نہ کیا؟ صرف یہیں تک نہیں بلکہ کبھی ''اُف'' تک نہ فرمایا۔[117]

جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت انسؓ کا بیان یوں ہے کہ کسی بھی دینی معاملے

میں اور کام کے سلسلے میں حضور ﷺ نے کبھی میری ملامت نہ فرمائی، اور اگر میری غلطی پر کبھی گھر کے کسی دوسرے فرد نے ملامت کی تو فرماتے: "اسے کچھ نہ کہو جو کچھ ہونا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔"[118]

خدمتِ رسول ﷺ کی خاطر شادی سے گریز

نبی رحمت ﷺ کے خدام میں ایک نام حضرت ربیعہ بن کعب الاسلمیؓ کا بھی ہے۔ یہ رات کو حضور ﷺ کے استنجا اور وضو کے لیے پانی وغیرہ لانے کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ یہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا ربیعہ! کیا تو شادی نہیں کرے گا؟ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں نہیں چاہتا کہ کوئی چیز مجھے آپ ﷺ کے خدمت سے غافل کر دے۔ آپ خاموش ہو گئے۔ کچھ دن بعد پھر مجھ سے پوچھا ربیعہ! کیا تو شادی نہیں کرے گا؟ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ایک تو میں نہیں چاہتا کہ کوئی مشغولیت مجھے آپ ﷺ کی خدمت سے غافل کر دے دوسرے میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ بیوی کو مہر بھی دے سکوں۔ آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ میں نے سوچا حضور ﷺ میرے پاس جو کچھ ہے اسے بخوبی جانتے ہیں اس کے باوجود مجھے شادی کی دعوت دے رہے ہیں لہٰذا مجھے انکار نہیں کرنا چاہیے اب کے پوچھیں گے تو ضرور ہاں کر دوں گا۔ چنانچہ ایک دن آپ ﷺ نے پھر پوچھا: ربیعہ! کیا تو شادی کرے گا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے کون رشتہ دے گا میرے پاس تو اتنا پیسہ نہیں کہ بیوی کو دے سکوں۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: فلاں قبیلے کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ "رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کر دو۔" انہوں نے پیغامِ نکاح سن کر حضور ﷺ کو اور مجھے مرحبا کہا اور مجھے نکاح کر کے دے دیا۔ میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور سارا ماجرا کہہ سنایا اور عرض کیا کہ اب حق مہر کہاں سے دوں؟ حضور ﷺ نے بریدہ اسلمیؓ سے فرمایا کہ ربیعہ کے لیے ایک گٹھلی کے برابر سونے کا انتظام کرو۔ انہوں نے سونا مجھے جمع کر کے دے دیا اور میں نے لا کر اپنی بیوی کے گھر والوں کو دے دیا۔ میں پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ اب ولیمہ کہاں سے کروں؟ آپ ﷺ نے پھر بریدہؓ سے فرمایا کہ ربیعہ کے لیے ایک مینڈھے کی قیمت کا انتظام کرو، انہوں نے فوراً مینڈھے کا انتظام کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ عائشہؓ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ان کے پاس جو کچھ جو ہیں وہ تیرے حوالے کر دیں۔ میں گیا تو انہوں نے جو (یا آٹے کی

ٹوکری) میرے حوالے کر دی حالانکہ کاشانہ نبوی میں اس کے سوا شام کے کھانے کو کچھ نہ تھا۔ جب مینڈھا اور جو آ گئے تو میرے سسرال والوں نے کہا کہ جو ہم تیار کر دیتے ہیں اور مینڈھے کے متعلق اپنے ساتھیوں سے کہو کہ وہ اسے ذبح کر دیں اور پکائیں اور یوں روٹی اور گوشت کا ولیمہ تیار ہو گیا۔[۱۱۹]

ہجرتِ رسول ﷺ میں حضرت علیؓ کا ایثار و خدمت

۱۳ نبوی میں ہجرت مدینہ کے وقت مکہ کرمہ میں مشرکین و معاندین اور مسلمانوں کے درمیان جو شدید تناؤ اور مذہبی و معاشرتی کشمکش کی جو صورت حال تھی اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ اس وقت قریش کو یہ کھٹکا لگا ہوا تھا کہ کہیں رسول اللہ ﷺ بھی دیگر اہلِ اسلام کی طرح مدینہ نہ چلے جائیں۔ ان حالات میں قریش مکہ دارالندوہ میں جمع ہوئے اور باہمی غور و خوض کے بعد بالآخر اس تجویز پر سب متفق ہو گئے کہ ہر قبیلہ سے ایک مضبوط اور باہمت آدمی لیا جائے اور یہ سب مل کر اس طرح حضور ﷺ پر وار کریں کہ سب مل کر ایک ہاتھ بن جائیں۔ اس طرح خون کی ذمہ داری تمام قبائل پر ہو گی، اور عبد مناف تمام قبائل سے خون کا بدلہ لینے کے لیے جنگ کی ہمت نہیں کریں گے، اس تجویز کو سب نے منظور کیا اور مجلس برخواست ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اس سازش سے آگاہ کر دیا اور آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر میں سونے کا حکم دیا اور فرمایا: ''تمہیں کوئی بھی گزند نہیں پہنچا سکے گا'' یہ بات آسان نہ تھی اور کوئی بھی ان کی جگہ ہوتا اس کی پلک سے پلک نہ لگتی الا یہ کہ اس درجہ کا ایمان اللہ پر مضبوط ہوتا، اور رسول اللہ ﷺ سے اس درجہ الفت و جان نثاری کا تعلق رکھتا ہوتا اور آپ ﷺ کی بات پر اس کو کامل یقین اور مکمل اعتماد ہوتا، اور وہ خود اپنے آپ کو حضور ﷺ پر قربان کرنے کا جذبہ رکھتا ہوتا، جس درجہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تھا، کیونکہ اس کو پتہ تھا کہ دشمنوں کو جب پتہ لگے گا کہ حضور ﷺ ان کے ہاتھ سے نکل گئے ہیں، تو وہ اپنی تسکین نفس کی خاطر ان کی جگہ پر لیٹے ہوئے شخص کی بوٹی بوٹی کر دیں گے۔ لیکن حضرت علیؓ ان باتوں کو خاطر میں نہیں لائے اور بسترِ رسول (ﷺ) پر لیٹ گئے اور گہری نیند سو گئے۔

حضور ﷺ کے مکان کے دروازے پر دشمن اکٹھے ہو گئے، یکبارگی حملہ کرنے کا منصوبہ تھا جس کے لیے سب تیار تھے، حضور ﷺ نے ایک مٹھی بھر خاک اپنے ہاتھوں میں لی اور گھر سے

باہر آ گئے، اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، آپ ﷺ اس خاک کو ان کے سروں پر پھینکتے ہوئے نکل گئے۔ اس وقت آپ ﷺ سورۃ یٰسٓ کی یہ آیت پڑھ رہے تھے:

فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (آیت:۹)

''پس ہم نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تو وہ کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے۔''

آپ ﷺ جب جا چکے تو کسی آنے والے نے کفار کے مجمع کو مخاطب ہو کر کہا: تمہیں کس کا انتظار ہے؟ بولے محمد کا، اس نے کہا، اے نامرادو! وہ تو نکل چکے اور اپنے کام پر روانہ ہو گئے، لوگوں نے اندر جھانک کر دیکھا تو حضرت علیؓ بستر پر نظر آئے، ان کو یقین ہو گیا کہ یہی حضور ﷺ ہیں، مگر جب صبح ہوئی تو حضرت علیؓ اس پر سے اٹھے اور لوگ ناکام و بے نیل مرام واپس چلے گئے۔[۱۲۰]

ابن سعد، حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب حضور ﷺ ہجرت کی نیت سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو مجھے حکم دیا کہ میں آپ ﷺ کے یہاں ٹھہرا رہوں تاکہ وہ امانتیں جو لوگوں کی حضور ﷺ کے پاس تھیں وہ سب ان کے مالکوں کو پہنچا دوں (حضور ﷺ کے پاس لوگ اپنی امانتیں رکھا کرتے تھے اور آپ ﷺ کو امین کہتے تھے) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد تین دن رہا، میں لوگوں کے سامنے آتا جاتا، میں ایک روز بھی غائب نہیں رہا، ان تین دنوں کے بعد حضور ﷺ جس راستے سے گئے تھے، اس راستے پر چلتا ہوا میں عمرو بن عوف کے محلّہ میں پہنچا، وہاں حضور ﷺ تشریف رکھتے تھے، میں بھی کلثوم بن الہدم کے مکان پر پہنچا جو حضور ﷺ کے قیام فرمانے کی جگہ تھی۔[۱۲۱]

حضرت علیؓ راتوں کو چلا کرتے، اور دن کو کہیں چھپ رہتے اس طرح مدینہ پہنچے، آپؓ کے پاؤں پھٹ گئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت علیؓ کو بلاؤ، لوگوں نے عرض کیا کہ وہ چل نہیں سکتے، آپ ﷺ خود ان کے پاس تشریف لے گئے، گلے سے لگایا، اور ان کے پاؤں کے ورم دیکھ کر رو پڑے، پھر ان پر لعابِ دہن لگایا اور دستِ مبارک ان کے پیروں پر پھیرا، جس کا اثر یہ تھا کہ حضرت علیؓ کی شہادت تک پھر کوئی پیروں کی تکلیف نہیں ہوئی۔[۱۲۲]

فاقہ نبوی ﷺ کا سامان کرنے کے لیے مزدوری

بارگاہ نبوی ﷺ اور کاشانہ رسول ﷺ میں وقتاً فوقتاً مختلف ہدایا اور نذرانے پیش کر کے (جیسا کہ آگے آ رہا ہے) مخیرّ اور صاحب حیثیت و ثروت صحابہ اپنی محبت کا اظہار کرتے رہتے

تھے اور جو صحابی ناداری اور فقر و فاقہ کے باعث ایسا نہ کرسکتا وہ مزدوری کر کے حضور ﷺ کی خدمت اور راحت رسانی کا سامان کرتا۔ اس نوعیت کے اظہار محبت کی دو تین ایمان افروز مثالیں ملاحظہ ہوں:

۞...حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ: ''ایک دن رسول ﷺ کے گھر فاقہ تھا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ معلوم ہوا تو وہ کسی مزدوری کی تلاش میں نکل پڑے تا کہ اس سے اتنا مل جائے کہ رسول اللہ ﷺ کی ضرورت پوری ہو جائے، اس تلاش میں ایک یہودی کے باغ میں پہنچے اور اس کے باغ کی سینچائی کا کام اپنے ذمہ لیا، مزدوری یہ تھی کہ ایک ڈول پانی کھینچنے کی اُجرت ایک کھجور، حضرت علیؓ نے سترہ/۱۷ ڈول کھینچے، یہودی نے انہیں اختیار دیا کہ جس نوع کی کھجور چاہیں لے لیں، حضرت علیؓ نے سترہ/۱۷ عجوہ لے لیے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔[۱۲۳]

ایک دوسری روایت میں اس پر مزید اضافہ ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: جناب ابو الحسن! یہ کہاں سے لائے؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے پتہ لگا کہ آج فاقہ درپیش ہے، اس لیے کسی مزدوری کی تلاش میں نکل گیا تھا کہ کچھ کھانے کا سامان کرسکوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت نے آمادہ کیا تھا؟ عرض کیا ہاں یارسول اللہ ﷺ۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والا ایسا کوئی نہیں ہے جس پر افلاس ایسی تیزی سے نہ آیا ہو جیسے سیلاب کا پانی اپنے رخ پر تیزی سے بہتا ہے، اور جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت کرے اس کو چاہیے کہ مصائب کے روک کے لیے ایک چھتری بنالے یعنی حفاظت کا سامان کرے۔[۱۲۴]

۞...حضرت ابو ہریرہؓ (اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ انصار کا ایک (مخلص محب اور جاں نثار) آدمی بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو (آقا علیہ السلام کی رنگت دیکھ کر) اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا وجہ ہے کہ میں جناب کے (گورے من موہنے اور خوبصورت) رنگ میں تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا (رنگت میں اس تبدیلی کی بڑی وجہ ہے) بھوک۔ یہ معلوم کر کے وہ انصاری اپنی قیام گاہ (گھر) پر آیا، مگر اپنے گھر میں بھی اس نے کوئی چیز نہ پائی (جس سے حضور ﷺ کی بھوک کا سامان کر کے دلی مسرت و سکون

حاصل کرتا) چنانچہ وہ کھانے پینے کی کسی چیز کی تلاش میں گھر سے نکل کھڑا ہوا، تو اس دوران اس نے دیکھا کہ ایک یہودی اپنے باغ کو (کنویں سے ڈول نکال نکال کر) پانی دے رہا ہے۔ مذکور صحابی نے پوچھا کیا میں تمہارے باغ کو سینچ (پانی لگا) دوں؟ اس نے کہا ہاں۔ انصاری نے کہا تو سن لو ایک ڈول کے بدلے ایک کھجور ہو گی۔ علاوہ ازیں اس نے یہ شرط بھی لگائی کہ وہ معاوضے میں نہ اندر سے سیاہ (خراب) کھجور لے گا نہ خشک کھجور اور نہ گری پڑی کھجور بلکہ وہ اس سینچائی کے بدلے میں موٹی تازی کھجور وصول کرے گا۔ اس معاہدہ کے مطابق اس نے تقریباً دو صاع کھجور کے برابر یہودی کے باغ کی سینچائی کی (پانی لگایا) اور مزدوری سے حاصل شدہ کھجوروں کا یہ نذرانہ بارگاہ محبوب ﷺ میں پیش کر دیا۔[۱۲۵]

بعض روایات میں اس پر یہ اضافہ ہے کہ جب اس نے کھجوریں لا کر حضور ﷺ کے سامنے رکھیں اور عرض کیا کہ تناول فرمایئے۔ اس پر آپ ﷺ نے پوچھا: تم یہ کھجوریں کہاں سے لائے ہو؟ اس نے سارا واقعہ بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا، میرا خیال ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والے ہو۔ اس نے عرض کیا: ہاں، بے شک آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی میرے نزدیک میری جان، میری اولاد، میرے اہل و عیال اور میرے مال سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے (محبت رسول ﷺ کی قیمت بتاتے ہوئے) فرمایا: اگر یہ بات ہے تو پھر فقر و فاقہ پر صبر کرنا اور آزمائشوں کے لیے اپنی کمر کس لینا۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، جو شخص میرے ساتھ (سچی) محبت رکھتا ہے تو یہ دونوں مذکورہ چیزیں (فقر و فاقہ اور آزمائشیں) اس کی طرف اس پانی سے بھی زیادہ تیز دوڑ کر آتی ہیں جو پہاڑ کی چوٹی سے نیچے کی طرف گرتا ہے۔[۱۲۶]

۞...اسی طرح کعب بن عجرہ بن امیہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا، تو میں نے جناب کے چہرہ اور رنگت کی تبدیلی سے بھانپ لیا کہ یہ تبدیلی فاقہ کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ میں فوراً مزدوری کی تلاش میں نکلا تو میں نے ایک یہودی کو اپنے اونٹوں کو پانی پلاتے پایا۔ میں نے ایک ڈول پانی کے عوض ایک کھجور پر اس کے اونٹوں کو پانی پلایا۔ یوں جب کچھ کھجوریں جمع ہو گئیں تو بارگاہ نبوی ﷺ میں لا کر پیش کر دیں۔[۱۲۷]

حضور ﷺ کا فاقہ دیکھ کر فوراً کھانے کا انتظام کرنا

حضور ﷺ نے اپنی طبعی فیاضی، حد درجہ جود وسخا، رحمۃ للعالمینی کے باعث دوسرے تعلیم امت اور فقراء و مساکین کی نفسیاتی تسکین و غمخواری کی خاطر دس لاکھ مربع میل کا حکمران اور زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں عطا کیے جانے کے باوجود ہمیشہ زہد وفقر اور درویشی کی زندگی اختیار فرمائے رکھی جس کے سبب دو دو ماہ تک گھروں میں آگ جلتی نہ صابر و قانع پیغمبر عام طور پر اس چیز کا اظہار فرماتے (جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے) اس کے باوجود جب کبھی صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے ہاں فقر و فاقہ اور بھوک محسوس کر لیتے تو کس طرح بے قرار ہو جاتے اور کس طرح فوراً کھانے کا انتظام کرتے، اس کے چند ایمان افروز مظاہر ملاحظہ فرمایئے:

۞...حضرت عثمان ابن عفانؓ کے انفاق فی سبیل اللہ اور آپؓ کی زر پاشیوں کے سلسلے کی ایک کڑی یہ ہے کہ آپؓ خاندان نبوت کے معاون اور بڑے خدمت گزار تھے اور اہلِ بیت کی ضرریات سے کبھی غافل نہ ہوئے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ پر اور آپ ﷺ کے اہل بیت پر چار دن بے آب و دانہ گزر گئے، یہاں تک کہ ہمارے بچے بھوک سے رونے لگے، سرورِ انبیاء ﷺ حجرے میں تشریف لائے اور دریافت کیا کہ میرے بعد تم کو کچھ ملا؟ میں نے گزارش کی کہ یارسول اللہ ﷺ! اگر خدائے برتر آپ ﷺ کے ہاتھ سے نہ دلائے تو مجھے اور کہاں سے مل سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے وضو کر کے دعا کی اور تسبیح کرتے ہوئے گھر سے باہر تشریف لے گئے، آپ ﷺ فاقہ کشی کے عالم میں کبھی یہاں نماز پڑھتے اور کبھی وہاں۔ تیسرے پہر کو عثمانؓ آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت چاہی میں نے اجازت دی۔ انہوں نے آکر پوچھا ام المومنین! حضور ﷺ کہاں ہیں؟ میں نے کہا حضور ﷺ کے گھر والوں نے چار دن سے کچھ نہیں کھایا۔ حضور ﷺ تشریف لائے تھے اور پھر یہ پوچھ کر کہ کھانے کو کچھ ملا یا نہیں، چلے گئے۔ یہ سن کر حضرت عثمانؓ آبدیدہ ہو گئے اور کہا برا ہو دنیا کا۔ اس کے بعد عثمانؓ نے کہا ام المومنین آپؓ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ آپؓ کو کھانے پینے کی تکلیف ہو اور آپ مجھے یا عبد الرحمٰن یا دوسرے مال داروں کو اس کی اطلاع نہ دیں۔ یہ کہہ کر چلے گئے اور آٹا، گیہوں اور کھجوریں اونٹوں پر لدوا کر اور کھال اتاری ہوئی بکری اور تین سو درہموں کی ایک تھیلی لائے اور کہا کہ آپ کھایئے اور حضور ﷺ کے واسطے رکھ چھوڑیے۔ پھر عثمانؓ نے مجھے

قسم دلائی کہ جب کبھی کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھے اس کی اطلاع ضرور دینا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد سرورِ انبیاء ﷺ تشریف لائے اور پوچھا کہ میرے بعد تم کو کچھ ملا؟ میں نے التماس کی کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے درگاہ رب العالمین میں دعا کی اور خدائے برتر آپ ﷺ کی دعا رد نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا ملا؟ میں عرض پیرا ہوئی کہ آٹے کے اتنے اونٹ، گیہوں کے اتنے اونٹ، کھجوروں کے اتنے اونٹ، تین سو درہم کی ایک تھیلی، ایک کھال اتاری ہوئی بکری، بہت سی روٹیاں اور بھونا ہوا گوشت۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ سب کہاں سے آیا؟ میں نے کہا کہ عثمان بن عفانؓ لائے تھے۔ اس کے بعد میں نے حضور ﷺ کو بتایا کہ عثمانؓ ہماری فاقہ کشی پر رو پڑے تھے اور دنیا کو برا کہا تھا اور مجھے قسم دلائی کہ آئندہ جب کبھی اس قسم کی حالت رونما ہو تو مجھے ضرور خبر کرنا۔ یہ سن کر حضور ﷺ کھڑے کھڑے مسجد میں تشریف لے گئے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی الٰہی! میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی رہنا۔ (الریاض النضرہ)[۱۲۸]

۞ ...حضرت ابن مسعودؓ نے بیان کیا کہ انصار میں سے ایک آدمی (صحابی) جن کی کنیت ابو شعیب تھی، آئے اور اپنے غلام سے جو قصاب تھا، کہا: میرے لیے اتنا کھانا تیار کر دو جو پانچ آدمیوں کے لیے کافی ہو کیونکہ میرا ارادہ ہے کہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ چار اور آدمیوں کو (کھانے کی) دعوت دوں، اس لیے کہ میں نے آپ ﷺ کے چہرہ انور پر بھوک (کے اثرات) کو محسوس کیا ہے۔ چنانچہ اس نے تمام مہمانوں کو دعوت دی تو ان کے ساتھ ایک مزید آدمی بھی آ گیا۔ نبی رحمت ﷺ نے (اس بن بلائے مہمان کے بارے میں) فرمایا یہ آدمی ہمارے پیچھے آ گئے ہیں اگر تم اسے بھی (اندر آنے کی) اجازت دینا چاہو تو اجازت دے دو۔ اور اگر چاہو کہ یہ آدمی واپس لوٹ جائے تو یہ واپس لوٹ جائے گا۔ انہوں نے عرض کیا نہیں بلکہ میں نے اسے بھی اجازت دے دی۔[۱۲۹]

۞ ...حضرت انس بن مالکؓ اپنا چشم دید اور آپ بیتا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ نے ام سلیمؓ سے کہا کہ میں نے حضور ﷺ کی آواز سنی تو آپ ﷺ کی آواز میں بہت ضعف محسوس ہوا۔ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ فاقے میں ہیں۔ کیا تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں چنانچہ انہوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں پھر اپنی

اوڑھنی نکالی اور اس کے ایک حصے سے روٹیوں کو لپیٹ کر میرے ہاتھ میں اسے چھپا دیا اور اس کا دوسرا حصہ میرے اوپر رکھ دیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مجھے بھیجا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں گیا تو حضور ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے، آپ ﷺ کے ساتھ بہت سے صحابہ کرامؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں آپ ﷺ کے پاس کھڑا ہو گیا تو آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا ابو طلحہؓ نے تمہیں بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کھانے کے لیے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ جو صحابہؓ آپ ﷺ کے ساتھ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے، ان سب حضرات سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ چلو۔ حضور ﷺ تشریف لانے لگے اور میں آپ ﷺ کے آگے آگے چل رہا تھا۔ ابو طلحہؓ کے گھر پہنچ کر میں نے انہیں اطلاع دی، ابو طلحہؓ نے کہا، ام سلیم! حضور ﷺ تو بہت سے لوگوں کو ساتھ لائے ہیں، ہمارے پاس اتنا کھانا کہاں ہے کہ سب کو کھلایا جا سکے؟ امّ سلیمؓ نے کہا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں (یعنی آپ ﷺ سے صورتحال کوئی چھپی ہوئی نہیں ہے) پھر ابو طلحہؓ استقبال کے لیے آگے آئے اور حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی۔ اب رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ آپؓ بھی چل رہے تھے (گھر پہنچ کر) حضور ﷺ نے فرمایا: امّ سلیم! تمہارے پاس جو کچھ ہے یہاں لاؤ۔ امّ سلیمؓ نے وہی روٹی لا کر آپ ﷺ کے سامنے رکھ دی۔ پھر حضور ﷺ کے حکم سے روٹیوں کا چورا کر دیا گیا۔ امّ سلیم نے اس پر گھی ڈال دیا جو گویا اس کا سالن تھا۔ حضور ﷺ نے اس کے بعد اس پر دعا کی، جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو (اندر آ کر کھانے کے لیے) بلا لو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ان سب حضرات نے (وہی گھی میں چری ہوئی روٹی) پیٹ بھر کر کھائی۔ جب باہر گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: پھر دس ہی آدمیوں کو اندر بلا لو۔ انہوں نے بلا لیا اور اس جماعت نے بھی پیٹ بھر کر کھایا۔ جب باہر گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر دس آدمیوں کو اندر بلا لو، انہوں نے ایسا ہی کیا اور انہوں نے بھی پیٹ بھر کر کھایا۔ جب باہر گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: پھر دس آدمیوں کو اندر بلا لو۔ اس طرح سب حضرات نے پیٹ بھر کر کھایا، جن کی تعداد ستر ۷۰ یا اسی ۸۰ تھی۔[۱۳۰]

۞...حضرت جابر بن عبد اللہؓ کا بیان ہے کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے محسوس کیا کہ نبی اکرم ﷺ انتہائی بھوک میں مبتلا ہیں، میں فوراً اپنی بیوی کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میرا خیال ہے کہ حضور ﷺ شدید بھوک میں

مبتلا ہیں۔ وہ میرے پاس ایک تھیلا نکال لائیں جس میں ایک صاع جو تھے علاوہ ازیں ہمارا ایک بکری کا بچہ بھی بندھا ہوا تھا۔پس میں نے اسے ذبح کیا اور اس (میری بیوی) نے جو کو چکی میں پیسا۔میرے ذبح سے فارغ ہونے تک وہ بھی جو پیسنے سے فارغ ہوگئی۔اب میں نے گوشت کی بوٹیاں کر کے ہانڈی میں رکھ دیا، پھر حضور ﷺ کے بلانے چل پڑا تو بیوی نے کہا کہ مجھے رسول اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کے سامنے رسوانہ کر دینا (یعنی کھانے کی مقدار سے زیادہ آدمیوں کو نہ لے کر آجانا) چنانچہ میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور سرگوشی کرتے ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم نے ایک چھوٹا سا بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع جو پیس لیے ہیں جو ہمارے پاس تھے۔اس لیے آپ ﷺ خود تشریف لائیں اور آپ ﷺ کے ہمراہ چند آدمی۔اس پر نبی رحمت ﷺ نے باواز بلند کہا: اے اہلِ خندق! جابر نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے لہٰذا سارے کام چھوڑ دو اور جلدی چلے چلو۔اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا: جب تک میں نہ آجاؤں نہ ہانڈی چولھے پر سے اتارنا اور نہ روٹیاں پکانا شروع کرنا۔میں گھر کے لیے چل پڑا ادھر رسول اللہ ﷺ بھی صحابہؓ کے ساتھ پہنچ گئے، حتیٰ کہ میں اپنی بیوی کے پاس آیا تو وہ (اس صورتحال پر) مجھے برا بھلا کہنے لگی۔تو میں نے کہا کہ میں نے وہی کچھ کیا تھا جو تم نے کہا تھا۔اب اس نے گوندھا ہوا آٹا لا کر حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیا تو آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ملا دیا اور برکت کی دعا فرمائی، پھر ہانڈی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس میں بھی لعاب دہن ڈال کر برکت کی دعا کی۔پھر فرمایا کہ اب روٹی پکانے والی کو بلاؤ وہ میرے سامنے روٹی پکائے اور گوشت ہانڈی سے نکالے، اور تم لوگ ہانڈی کو چولھے سے نہ اتارنا۔صحابہ کرامؓ کی تعداد ایک ہزار تھی۔میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سب نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا اور کھانا بچ بھی گیا۔جب تمام حضرات واپس لوٹ گئے تو ہماری ہانڈی اسی طرح ابل رہی تھی جس طرح شروع میں تھی۔اور آٹے کی روٹیاں برابر پکائی جا رہی تھیں۔[131]

حضور ﷺ کو دودھ پلانے پر خوشی

رسول اکرم ﷺ کے سفر ہجرت کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بیان فرمایا کہ چونکہ ہماری نگرانی ہو رہی تھی (یعنی کفار ہماری تاک میں تھے)

اس لیے ہم (غار سے) رات کے وقت باہر آئے اور پوری رات اور دن بھر بہت تیزی سے چلتے رہے، جب دوپہر ہوئی تو ہمیں ایک چٹان دکھائی دی ہم اس کے قریب پہنچے تو اس کی آڑ میں تھوڑا سا سایہ بھی موجود تھا، ابوبکرؓ نے بیان کیا کہ میں نے حضور ﷺ کے لیے ایک چمڑا بچھا دیا جو میرے ساتھ تھا، آپ اس پر لیٹ گئے اور میں قرب وجوار کی گرد جھاڑنے لگا۔ اتفاق سے ایک چرواہا نظر پڑا جو اپنی بکریوں کے تھوڑے سے ریوڑ کے ساتھ اسی چٹان کی طرف آرہا تھا۔ اس کا مقصد بھی اس چٹان کے ساتھ وہی تھا جس کے لیے ہم یہاں آئے تھے (یعنی سایہ حاصل کرنا) میں نے اس سے پوچھا کہ لڑکے تو کس کا غلام ہے؟ اس نے بتایا کہ فلاں کا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم اپنی بکریوں سے کچھ دودھ نکال سکتے ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر وہ اپنے ریوڑ سے ایک بکری لایا تو میں نے (از راہ نفاست پسندی وحب نبوی ﷺ) اس سے کہا کہ پہلے اس کا تھن جھاڑ لو۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر اس نے کچھ دودھ دوہا۔ میرے ساتھ پانی کا ایک چھاگل تھا، اس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا یہ پانی میں نے حضور ﷺ کے لیے ساتھ رکھا تھا۔ وہ پانی میں نے اس دودھ پر اتنا ڈالا کہ وہ نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا۔ تو میں اسے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دودھ نوش فرمایئے یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے اسے نوش فرمایا یہاں تک کہ میں خوش ہو گیا۔ اس کے بعد ہم نے پھر کوچ شروع کیا اور ڈھونڈنے والے لوگ ہماری تلاش میں تھے۔[۱۳۲]

اسی طرح ایک موقع پر حضور ﷺ نے سیر ہو کر دودھ نوش فرمایا تو اس وقت حضرت مقداد بن الاسودؓ کو جو حد درجہ مسرت اور خوشی ہوئی، اس کی ایمان افروز تفصیل اور عجیب پس منظر صحیح مسلم کے الفاظ میں خود انہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ حضرت مقداد (بن الاسودؓ) کہتے ہیں، میں اور میرے دوسرے دو ساتھی آئے اور ہمارے کانوں اور آنکھوں کی قوت جاتی رہی تھی تکلیف (فاقہ وغیرہ) سے۔ تو ہم اپنے تئیں پیش کرتے تھے رسول اکرم ﷺ کے اصحاب پر مگر کوئی آدمی نہ تھا جو ہمیں قبول کرتا۔ آخر ہم نبی رحمت ﷺ کے پاس آئے، تو آپ ﷺ ہمیں اپنے گھر لے گئے وہاں تین بکریاں تھیں، تو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا ان کا دودھ دوہو ہم تم سب پئیں گے۔ حضرت مقدادؓ کہتے ہیں کہ ہم ان کا دودھ دوہا کرتے اور ہر ایک ہم میں سے اپنا حصہ پی لیتا اور نبی رحمت ﷺ کے لیے آپ ﷺ کا حصہ اٹھا رکھتے۔ حضرت مقدادؓ کا کہنا ہے کہ

آپ ﷺ رات کو تشریف لاتے اور اتنی آواز سے سلام کرتے جس سے سونے والا نہ جاگے اور جاگنے والا سن لے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ مسجد میں تشریف لاتے اور نماز پڑھتے پھر اپنے دودھ کے پاس آتے اور اس کو پیتے تو ایک رات شیطان نے مجھ کو بھڑکایا میں اپنا حصہ پی چکا تھا۔ شیطان نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ تو انصار کے پاس جاتے ہیں وہ آپ ﷺ کو تحفے دیتے ہیں اور جو آپ ﷺ کو احتیاج ہوتی ہے وہ مل جاتا ہے، آپ ﷺ کو اس ایک گھونٹ دودھ کی کوئی حاجت نہیں۔تو میں اس پیالے کے پاس آیا اور دودھ پی گیا۔ جب میرے پیٹ میں چلا گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب اس دودھ تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں، تو اس وقت شیطان نے مجھ کو ندامت دی اور کہنے لگا خرابی ہو تیری تو نے کیا کام کیا؟ کیا تو نے حضرت محمد ﷺ کے حصے کا دودھ پی لیا تو اب وہ آویں گے اور دودھ کو نہ پاویں گے تو تجھ پر بدعا کریں گے، جس کے نتیجے میں تیری دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہونگی۔ میں ایک چادر اوڑھے تھا جب اس کو پاؤں پر ڈالتا تو سر کھل جاتا اور جب سر ڈھانپتا تو پاؤں کھل جاتے اور نیند بھی مجھے نہیں آرہی تھی، جبکہ میرے دونوں ساتھی سو گئے اور انہوں نے یہ کام نہیں کیا تھا جو میں نے کیا تھا۔ حضرت مقدادؓ کہتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ آئے اور معمول کے موافق سلام کیا، پھر مسجد میں آئے اور نماز پڑھی بعد اس کے دودھ کے پاس آئے برتن کھولا تو اس میں کوئی چیز نہ پائی۔ اس پر آپ ﷺ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا میں سمجھا کہ اب آپ ﷺ بدعا کریں گے اور میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! کھلا اس کو جو مجھے کھلا دے اور پلا اس کو جو مجھے پلا دے۔ حضرت مقدادؓ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے اپنی چادر کو لیا اسے اپنے اوپر مضبوطی سے اوڑھا اور چھری لی اور بکریوں کی طرف چلا کہ جو ان میں سے موٹی ہوگی اسے ذبح کر دوں گا رسول اللہ ﷺ کے لیے۔ دیکھا تو اس کے تھن میں دودھ بھرا ہوا ہے۔ پھر دیکھا تو سب کی سب بکریوں کے تھنوں میں بھی دودھ بھرا ہوا ہے، تو میں نے آلِ محمد ﷺ کا ایک برتن لیا جس میں وہ دودھ نہ دوہتے تھے (یعنی اس میں دودھ دوہنے کی خواہش نہیں کیا کرتے تھے) چنانچہ میں نے اس میں دودھ دوہا یہاں تک کہ اس میں جھاگ چڑھ آیا (برتن بھر گیا) تو اسے لے کر حضور ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اپنے حصے کا دودھ رات کو پی لیا تھا؟ مقدادؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ دودھ پیجئے آپ ﷺ نے پیا پھر مجھے

دیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اور پیجئے آپ ﷺ نے اور پیا، پھر مجھے برتن پکڑا دیا۔ تو جب میں نے معلوم کر لیا کہ نبی اکرم ﷺ سیر ہو گئے اور آپ ﷺ کی دعاء میں نے لے لی تو اس وقت میں ہنس پڑا یہاں تک کہ خوشی کے مارے میں زمین پر لیٹ گیا۔ حضرت مقدادؓ کہتے ہیں کہ اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، اے مقداد! یہ تمہاری بری حرکتوں میں سے ایک حرکت ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! دراصل میرا ایسا معاملہ تھا اور اس طرح کیا (گویا سارا ماجرا سنا دیا) تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ (دودھ کا خلاف معمول اترنا) نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی رحمت۔ تو نے مجھے پہلے ہی کیوں نہ بتا دیا تا کہ اپنے دوسرے دونوں ساتھیوں کو جگا لیتے اور وہ بھی (رحمت الٰہی) میں سے حصہ لیتے۔ حضرت مقدادؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے جب آپ ﷺ نے اس (رحمت الٰہی) کو پا لیا اور آپ ﷺ کے ساتھ میں نے بھی اسے پا لیا تو اب مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ لوگوں میں سے کون اسے پاتا ہے۔[۱۳۳]

مہمانِ رسول ﷺ کی خاطر اہل وعیال سمیت بھوکا رہنا

حضرت ابوھریرہؓ کا بیان ہے کہ ایک آدمی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا (اور شدت بھوک کی شکایت کی) آپ ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات کی طرف کھانے کا پیغام بھیجا مگر سب نے یہی کہا کہ ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔ تو رسول مقبول ﷺ نے (حاضرین سے) فرمایا: کون آدمی اس مہمان کو اپنے ساتھ لے جائے گا یا اس کی مہمان نوازی کرے گا؟ انصار میں سے ایک آدمی نے عرض کیا: میں، پھر وہ انصاری صحابی اس آدمی کو لے کر اپنی بیوی کے پاس گئے اور کہا: رسول اللہ ﷺ کے اس مہمان کی اچھی تواضع کرو۔ تو اس نے بتایا کہ ہمارے پاس بچوں کے کھانے کے سوا کوئی کھانا نہیں۔ خاوند نے کہا تم اپنا کھانا تیار کرو، دیے کو جلاؤ اور بچے جب کھانے کا ارادہ کریں تو انہیں (کسی طرح) سُلا دینا۔

چنانچہ حسب ہدایت اس نے اپنا کھانا تیار کیا، دیا جلایا اور اپنے بچوں کو سلا دیا۔ پھر اٹھی اور دیے کو صحیح کرنے کے بہانے اسے بجھا دیا او دونوں میاں بیوی مہمان رسول ﷺ کو اپنے ہاتھوں اور منہ سے یہ تاثر دینے لگے کہ گویا وہ بھی اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہیں۔ یوں دونوں میاں بیوی نے صبر کے ساتھ رات گزاری۔ جب صبح ہوئی اور یہ انصاری صحابی رسول اللہ ﷺ

کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے (اس کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا: آج رات اللہ کریم نے تم دونوں میاں بیوی کے ایثار پر خوشی کا اظہار فرمایا ہے۔ پھر اللہ کریم نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

"وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" (سورۃ الحشر: ۹)

یہ محب رسول اور ایثار کنندہ انصاری صحابی حضرت ابوطلحہؓ تھے۔

مہمانانِ رسول ﷺ کے کھانے کا سامان

مشہور انصاری صحابی حضرت سعد بن عبادہ الخزرجی اور ان کے بیٹے قیس بن سعد ہر سال باری باری غزوات میں شرکت کرتے تھے۔ ایک غزوہ میں دیگر صحابہؓ کے ہمراہ حضرت سعدؓ خود بھی شامل تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بہت سے مسلمان مہمان کے طور پر آ گئے۔ اتنی کثیر تعداد میں مہمانوں کی آمد کی خبر حضرت سعد جو اسی لشکر میں شامل تھے، کو پہنچی تو (دل میں) کہنے لگے اگر آج یہاں میرا بیٹا قیس ہوتا تو وہ میرے غلام نسطاس سے کہتا گودام کی چابیاں دو تا کہ میں نبی اکرم ﷺ کی ضرورت کا سامان نکال سکوں۔ اور نسطاس جواب میں کہتا کہ اپنے ابا جی کا اجازت نامہ/رقعہ لے کر آؤ تب چابیاں دوں گا۔ تو وہ (قیس) اس کے منہ پر تھپڑ مارتا اور چابیاں پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی ضرورت کا سامان نکال لیتا۔ چنانچہ حضرت سعدؓ کے گمان کے عین مطابق بعد میں اسی طرح واقعہ پیش آیا اور قیس بن سعد نے سو (۱۰۰) وسق[۱۳۵] (کھجور) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لا کر پیش کی۔[۱۳۶]

میزبانی رسول ﷺ اور حضرت ابو ایوبؓ انصاری

ہجرت کے موقع پر مدینہ منورہ میں نبی رحمت ﷺ کی اونٹنی بحکمِ الٰہی جب حضرت ابوایوب انصاری (خالد بن زید الخزرجی) کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی اور آپ ﷺ ان کے گھر میں جلوہ افروز ہو گئے تو آپ ﷺ نے مسجد اور اپنے حجرے تعمیر ہونے تک چھ سات مہینے حضرت ابوایوبؓ کو مہمان نوازی کا شرف عنایت فرمائے رکھا۔ یوں تو سارے انصار ایک دوسرے سے بڑھ کر حضور ﷺ کے عقیدت مند تھے سب تحائف اور کھانا بھیجتے تھے، مگر امّ ایوب بھی روزانہ شوق سے کھانا تیار کرتیں اور بارگاہ نبوی ﷺ میں لے آتیں، اور جو کھانا بچ رہتا اسے

بطور تبرک بڑے شوق سے کھاتے۔ اور برتن کی اسی جگہ سے کھاتے جہاں حضور ﷺ کے ہاتھ لگے ہوتے تھے۔[137]

ایک دفعہ کھانا واپس آیا تو معلوم ہوا کہ جانِ جاناں نے کھانا تناول نہیں فرمایا۔ مضطربانہ حالت میں خدمت اقدس میں پہنچے اور نہ کھانے کا سبب دریافت کیا۔ فرمایا: کھانے میں لہسن تھا اور میں لہسن پسند نہیں کرتا۔ ابو ایوبؓ نے عرض کیا ''انی اکرہ ما تکرہ'' تو جو چیز حضور ﷺ کو ناپسند ہے مجھے بھی ناپسند ہے۔[138]

حضور ﷺ کی مالی خدمت- چند مظاہر

صحابہ کرامؓ اپنی ذاتوں اور اپنے سب مال و دولت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی ﷺ کی ملکیت تصور کرتے تھے۔[139] ان کے ذاتی مال و دولت میں سے جتنا مال حضور ﷺ کسی ضرورت کے وقت قبول فرماتے تھے۔ ان کے نزدیک وہ مال اس مال سے زیادہ پسندیدہ ہوتا تھا جو حضور ﷺ ان کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔ اس طرح کے چند مظاہر محبت ملاحظہ ہوں:

۞...سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کی حضرت علی المرتضیٰؓ سے شادی کے بعد جس گھر میں رخصتی ہوئی وہ کاشانہ نبوی سے تھوڑے فاصلے پر تھا۔ حضور ﷺ ایک دن تشریف لائے اور فرمایا: بیٹی! میں چاہتا ہوں کہ تمہاری رہائش کہیں اپنے قریب لاؤں۔ سیدہؓ نے عرض کیا: ابا جان! اس سلسلے میں حارثہ بن نعمان سے بات کریں وہ مجھے اپنا مکان دے دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ حارثہ ہمیں پہلے ہی کئی مکان دے چکے ہیں[140] اب اس سلسلے میں مجھے ان سے بات کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ باپ بیٹی کی یہ بات کسی طرح حضرت حارثہؓ کو پہنچی تو وہ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ آپ ﷺ سیدہ فاطمہؓ کو اپنے قریب لانا چاہتے ہیں، تو یہ میرا غریب خانہ ہے جو بنو نجار کے گھروں میں سب سے زیادہ کاشانہ نبوی ﷺ کے قریب ہے۔ بیشک میں اور میرا مال سب اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ یارسول اللہ ﷺ! قسم بخدا جو مال آپ ﷺ اس خادم سے قبول فرمائیں گے وہ مجھے اس مال سے زیادہ پسند ہوگا جو آپ ﷺ چھوڑ دیں گے۔ محب صادق کی اس بات کی حضور ﷺ نے تصدیق فرمائی، ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی اور یوں سیدہ فاطمہؓ اپنے ابا جان کے قریب گھر میں منتقل ہوگئیں۔[141]

۞ ...مخیریق نامی یہودی یہود کے مشہور قبیلہ بنو نضیر کا عالم تھا۔ غزوہ احد کے دن حضور ﷺ پر ایمان لے آیا اور اپنے تمام مال کی حضور ﷺ کے لیے وصیت کی جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب غزوہ احد کی لیے نکلے تو موصوف نے تمام یہودیوں سے کہا: کیا تم لوگ حضرت محمد ﷺ کی نصرت نہیں کرو گے؟ اور میں قسمیہ کہتا ہوں کہ تم بخوبی جانتے ہو کہ ان کی مدد کرنا تمہارے اوپر حق (لازم) ہے۔ انہوں نے کہا آج تو ''یوم السبت'' ہے (جس میں شکار تک کھیلنا ہمارے لیے ممنوع ہے چہ جائیکہ ہم میدان جنگ میں جائیں) اس نے کہا کہ کوئی ''سبت'' نہیں ہے۔ یہ کہہ کر تلوار لی اور نبی اکرم ﷺ کے پاس میدان احد میں حاضر ہو کر جنگ میں شریک ہوا۔ جنگ میں زخمی ہو گیا اور پھر اسی زخم سے اس کی شہادت ہوئی۔ موت سے قبل اس نے وصیت کی کہ میرا تمام مال جو سات باغات (المیثب، الصائب، الدلال، حسنی، برقہ، الاعواف، مشربہ ام ابراہیم) پر مشتمل تھا، میری موت کے بعد حضور ﷺ کی ملکیت ہو گا۔ اور آپ ﷺ جہاں چاہیں گے اس کو خرچ کر سکیں گے۔[۱۴۲]

۞ ...حضرت البراء بن معرورؓ انصار مدینہ میں سے قبیلہ خزرج کے وہ عظیم المرتبت صحابی تھے، جنہیں ہجرت نبوی سے قبل مکہ مکرمہ میں حج کے موقع پر اسلام قبول کرنے اور انصار میں سب سے پہلے دستِ نبوی پر بیعت عقبہ اولی کا شرف حاصل ہوا۔ تحویل قبلہ کے حکم سے پہلے ہی خانہ کعبہ (بیت اللہ شریف) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے حکم بھیجا کہ ابھی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرو۔

بہر کیف ابھی حضور ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت نہیں فرمائی تھی کہ ان کا وقتِ اجل قریب آ گیا حضور ﷺ کے ساتھ عقیدت وفدویت کا یہ عالم تھا کہ بوقتِ وفات یہ وصیت فرمائی کہ میرے کل مال کا تہائی حصہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے، آپ ﷺ جہاں چاہیں اسے صرف فرمائیں۔ کوئی مہینہ بعد حضور ﷺ تشریف لائے تو حسبِ وصیت حضرت براء کے مال کا تہائی حصہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے ازراہ شفقت یہ مال قبول فرمایا مگر دوبارہ انہی کے صاحبزادے کے سپرد فرمایا۔ پھر اس محب صادق کی قبر پر تشریف لے گئے اور چار تکبیر سے نماز جنازہ پڑھی (یعنی اس مخلص و جان نثار صحابی کی بلندی درجات کے لیے دعائیں فرمائیں)۔[۱۴۳]

۞...حضرت سعد بن مالکؓ (قبیلہ خزرج سے تعلق رکھنے والے انصاری اور بدری صحابی) نے نبی اکرم ﷺ کے لیے وصیت فرمائی اور وصیت کو لکھ کر اپنے کجاوہ (سامان) کی پچھلی طرف میں رکھ دیا۔ اس وصیت میں انہوں نے حضور ﷺ کے لیے اپنے کجاوہ (سامان) اپنی سواری اور پانچ وسق (پانچ اونٹوں کا بوجھ) جو کی وصیت کی تھی۔ جسے نبی اکرم ﷺ نے قبول فرمالیا مگر پھر اس سارے مال کو ان کے ورثاء کو لوٹا دیا۔[۱۴۴]

۞۞۞۞۞۞

پانچویں فصل: بارگاہِ رسول ﷺ میں ہدیے پیش کرنا

محبت کا ایک فطری ولازمی تقاضا جو کسی محبّ سے مخفی نہیں، اپنی پسندیدہ اور محبوب کی ضرورت کی چیز محبوب کی خدمت میں پیش کرنا بھی ہے۔ محبت کے اس لازمی تقاضے کے مطابق صحابہ و صحابیات وقتاً فوقتاً بارگاہ رسول ﷺ میں مختلف ہدیے و تحفے پیش کر کے کس طرح اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے تھے، اس کا اندازہ اس نوعیت کے درج ذیل چند مظاہر محبت سے لگا جاسکتا ہے۔

بارگاہِ رسول ﷺ میں ہدیے بھیجنے کی چند مثالیں

❁ ...معروف انصاری صحابی حضرت زید بن ثابتؓ کا بیان ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ حضرت ابو ایوبؓ کے گھر جلوہ افروز ہوگئے تو سب سے پہلا آدمی جو ہدیہ لے کر حضور ﷺ کی رہائش گاہ میں داخل ہوا وہ میں تھا۔ گندم کی روٹی سے تیار کی گئی ثرید کا پیالہ کچھ گھی اور دودھ آپ ﷺ کے سامنے رکھتے ہوئے میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ پیالہ (کھانا) میری والدہ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے اس پر مجھے ''بارك الله فيها'' کے الفاظ سے برکت کی دعا دیتے ہوئے اپنے تمام ساتھیوں کو بلالیا اور سب نے مل کر کھالیا۔ میں (حضرت زید بن ثابت) ابھی دروازے سے نہیں ہٹا تھا کہ ایک دوسرے محبّ صادق حضرت سعد بن عبادہؓ (رئیس الانصار) کا غلام سر پر ایک ڈھکا ہوا پیالہ رکھے ہوئے آ گیا، میں نے ابو ایوب کے دروازے پر کھڑے ہوکر اس پیالہ کا ڈھکنا اٹھا کر دیکھا تو اس میں ثرید تھی جس کے اوپر گوشت کی ہڈیاں نظر آ رہی تھیں۔ غلام نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوکر وہ پیالہ پیش کر دیا۔ حضرت زید بن ثابتؓ مزید فرماتے ہیں کہ کوئی رات ایسی نہیں گزرتی تھی جس رات ہم بنی مالک بن النجار میں سے تین چار آدمی باری باری حضور ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش نہ کرتے ہوں۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ اپنے دولت کدہ میں منتقل ہو گئے۔[١٣٥]

❁ ...حضرت عروہؓ (بن زبیر) سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہؓ نے (زہد وفقر نبوی ﷺ بیان کرتے ہوئے) مجھ سے فرمایا: اے میرے بھانجے! اللہ کی قسم ہم لوگ (اہلِ خانہ نبوی ﷺ)

ایک چاند کو دیکھتے پھر دوسرے کو پھر دوسرے مہینے کے اختتام پر تیسرے ماہ کے چاند کو بھی دیکھ لیتے ،مگر رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں (کھانا پکانے کے لیے) آگ جلانے کی نوبت نہ آتی۔ حضرت عروہ کہتے ہیں میں نے پوچھا خالہ جان! تو پھر آپ کا گزارہ کس چیز پر تھا؟ فرمایا دو سیاہ چیزوں یعنی کھجور اور پانی پر۔البتہ کچھ انصار حضور ﷺ کے پڑوسی تھے جن کے پاس اونٹنیاں تھیں اور جو (ازراہ محبت اور بطور ہدیہ) آپ ﷺ کے پاس دودھ بھیج دیا کرتے تھے جسے آپ ﷺ ہمیں پلا دیتے تھے۔[146]

۞...حضرت سعد بن عبادہؓ،حضرت سعد بن معاذؓ اور اسعد بن زرارہؓ کی عقیدت و محبت کا یہ عالم تھا کہ روزانہ بلا ناغہ ان کے کھانے کا پیالہ دولت کدہ نبوی میں پہنچتا تھا[147] چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب کسی خاتون کی طرف پیغام نکاح بھجواتے تو ظاہری فقر و درویشی کے پیشِ نظر اس کی تسلی کے لیے فرماتے کہ اسے سعد بن عبادہؓ کے پیالہ کے بارے میں بھی بتا دینا،اس پیالہ میں کبھی گوشت ہوتا کبھی گھی اور کبھی دودھ جسے بارگاہ نبوی میں بھیجا جاتا تھا۔آپ ﷺ اپنی ازواجِ مطہرات میں سے (باری کے مطابق) جس گھر میں بھی ہوتے وہیں یہ پیالہ پہنچ جاتا۔[148]

۞...مدینہ منورہ کے انصار جو کسان اور زراعت پیشہ تھے،ان میں سے صاحب ثروت حضرات نے اپنے اپنے باغات میں سے ایک ایک درخت نشان زدہ کر دیا تھا کہ اس کو پھل رسول اللہ ﷺ کے لیے ہوگا۔[149] چنانچہ ہر سال کھجور کی فصل کٹنے پر اس درخت سے جتنی کھجوریں حاصل ہوتیں وہ سب حضور ﷺ کے گھر پہنچا دی جاتیں۔[150]

۞...حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ مرّ الظہر ان میں ہم نے ایک خرگوش کا پیچھا کیا۔لوگ (اس کے پیچھے) دوڑے حتیٰ کہ اسے تھکا دیا۔تو میں نے اس کو پا لیا اور پکڑ لیا۔پھر میں اسے حضرت ابو طلحہؓ کے پاس لایا۔آپ نے اسے ذبح کیا اور اس کے پیچھے کا یا دونوں رانوں کا گوشت رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بھیجا۔شعبہ راوی نے (بعد میں یقین کے ساتھ) کہا کہ دونوں رانیں انہوں نے بھیجی تھیں،اس میں کوئی شبہ نہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے قبول فرما لیا تھا۔میں نے پوچھا اور کیا آپ ﷺ نے اس میں سے تناول بھی فرمایا تھا؟ انہوں نے بیان کیا کہ ہاں اس میں سے تناول فرمایا تھا۔اس کے بعد پھر انہوں نے کہا کہ آپ نے وہ ہدیہ قبول فرمایا تھا۔[151]

🌸...حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت صعب بن جثامہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک وحشی گورخر کا ہدیہ پیش کیا جبکہ آپ ﷺ ابواء یا مقام ودان میں تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ نے وہ ہدیہ انہیں واپس کر دیا۔ مگر جب آپ ﷺ نے (ہدیہ واپس کیے جانے پر) رنج کے آثار ان کے چہرے پر دیکھے تو فرمایا، ہم نے یہ ہدیہ تمہیں محض اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم (اس وقت) احرام کی حالت میں ہیں۔[۱۵۲]

🌸...ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ لوگ یعنی صحابہ کرامؓ (رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں) ہدیہ بھیجنے کے لیے سیدہ عائشہ کی باری کا انتظار کیا کرتے تھے۔ اس لیے کہ وہ اپنے ہدایا سے یا اس خاص دن کے انتظار سے (راوی کو شک ہے) رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے تھے۔

ازواج مطہرات نے سیدہ امّ سلمہ کی معرفت صحابہ کی طرف سے اس امتیازی رویہ پر اپنے تحفظات بھی پہنچائے۔ دو رات تک آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ تیسری رات ام سلمہؓ نے پھر اس معاملے میں بات کی تو فرمایا: امّ سلمہؓ عائشہؓ کے بارے میں مجھے اذیت نہ پہنچاؤ۔ عائشہؓ کے سوا تم میں سے کسی کے لحاف میں بھی مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی۔[۱۵۳]

🌸...اس نوعیت کی عقیدت و محبت نبوی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت ام اوس البہز یہ نے ایک مرتبہ گھی صاف کر کے ایک ڈبے میں ڈالا پھر ہدیۃً اسے بارگاہ نبوی میں بھجوایا۔ حضور ﷺ نے ازراہ شفقت اس پرخلوص ہدیہ کو قبول فرماتے ہوئے ڈبے میں موجود گھی کو لے لیا اور ام اوس کے لیے برکت کی دعاء دیتے ہوئے گھی کا ڈبہ واپس بھجوا دیا۔ جب یہ ڈبہ موصوفہ کو ملا تو برکت کی خصوصی دعاء نبوی ﷺ کی بدولت جوں کا توں گھی سے بھرا ہوا تھا۔ موصوفہ کو گمان ہوا کہ شاید نبی اکرم ﷺ نے اس کا حقیر ہدیہ قبول نہیں فرمایا۔ اس لیے فوراً بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئیں اور اپنا پرخلوص ہدیہ قبول نہ ہونے کے گمان کے باعث زارو قطار رو رہیں تھیں۔ حضور ﷺ نے اس خادمہ کی بیقراری اور پریشانی کو دیکھا، تو حاضرین سے فرمایا کہ اس بیچاری کو اصل قصہ، واقعہ اور صورتحال سے آگاہ کرو۔ حاضرین نے اسے گھی کے ڈبہ کے پہلے کی طرح بھر جانے کے معجزانہ سبب سے آگاہ کیا تو مطمئن ہوگئیں اور واپس گھر آگئیں۔

موسیٰ بن عمران کا بیان ہے کہ دعاء نبوی کی بدولت اللہ کریم نے اس گھی میں اتنی برکت

ڈال دی کہ اُمّ اوس اس ڈبہ میں سے نہ صرف حضور ﷺ کی بقیہ زندگی میں کھاتی رہیں بلکہ خلفاء راشدین اور حضرت امیر معاویہؓ کے دور تک بھی کھاتی رہیں۔[154]

ٹھیک اسی طرح بارگاہ نبوی میں گھی کا پرخلوص ہدیہ بھیجنے اور برتن سے گھی انڈیلے جانے کے بعد اس کے دوبارہ گھی سے حسبِ سابق بھر جانے کا، ایمان افروز اور درج بالا واقعہ سے مشابہ واقعہ حضرت انس کی والدہ ام سلیمؓ کے ساتھ پیش آیا[155] اور اسی نوعیت کا ایک ہدیہ بارگاہ نبوی ﷺ میں بھیجے جانے اور خالی برتن کے دوبارہ گھی سے بھر جانے کا ایک واقعہ حضرت ام مالک الانصاریہؓ سے بھی پیش آیا۔[156]

۞...حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی رحمت ﷺ (ان کی والدہ) حضرت امّ سلیمؓ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں گھی اور کھجور پیش کی۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنا یہ گھی اس کے برتن میں واپس رکھ دو اور اپنی کھجوریں بھی اس کے برتن میں واپس رکھ دو۔ کیونکہ میں روزے سے ہوں پھر آپ ﷺ گھر کے ایک گوشے کی طرف اٹھے اور نفل نماز پڑھی، بعدازاں حضرت امّ سلیم اور ان کے اہلِ خانہ کے لیے دعاء فرمائی، تو حضرت امّ سلیم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! بیشک میرا ایک لاڈلا بھی تو ہے فرمایا کون؟ انہوں نے عرض کیا آپ ﷺ کے خادم انسؓ۔ پھر حضور ﷺ نے دنیا اور آخرت کی کوئی خیر و بھلائی نہیں چھوڑی جس کی ان کے لیے دعاء نہ فرمائی ہو۔ آپ ﷺ نے (دعا کرتے ہوئے) فرمایا: اے اللہ اس کو مال اور اولاد عطا فرما اور اس کو برکت عطا فرما چنانچہ (دعاء نبوی ﷺ کا اثر و برکت ہے کہ) میں انصار میں سب سے زیادہ مال دار ہوں اور مجھ سے میری بیٹی امینہ نے بیان کیا کہ حجاج کے بصرہ آنے تک میری جبلی اولاد میں ایک سو بیس سے کچھ زائد افراد کا انتقال ہو چکا تھا۔[157]

نکاحِ رسول ﷺ پر کھانا تیار کر کے بھیجنا

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ایک بیوی سے نکاح کیا اور ان کے پاس تشریف لے گئے تو میری والدہ نے حیس (ایک قسم کا کھانا جو کھجور، پنیر اور گھی یا آٹا ملا کر تیار کیا جاتا تھا۔ حاشیہ ترمذی) بنایا اور اسے کسی تانبے کے برتن میں ڈال کر مجھے دیا اور کہا کہ اسے حضور ﷺ کے پاس لے جاؤ اور کہو کہ میری ماں نے بھیجا ہے، وہ آپ ﷺ کو

سلام کہتی اور عرض کرتی ہیں کہ ہماری طرف سے یہ تھوڑا سا آپ ﷺ کے لیے ہدیہ ہے یا رسول اللہ ﷺ! انس فرماتے ہیں کہ میں اسے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور والدہ کا سلام پہنچایا اور وہ بات بھی عرض کر دی جو انہوں نے کہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے رکھ دو پھر مجھے حکم دیا کہ جاؤ اور فلاں فلاں کو بلا کر لاؤ۔ میں گیا اور جن جن کے متعلق نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا انہیں بھی اور جو مجھے مل گئے انہیں بھی بلا کر لے آیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے انسؓ سے پوچھا کہ کتنے آدمی ہونگے۔ فرمایا کہ تین سو کے قریب ہونگے۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر آنحضرت ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ وہ برتن لاؤ۔ اتنے میں سب لوگ داخل ہو گئے یہاں تک کہ دالان اور کمرہ بھی بھر گیا پھر آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ دس دس آدمیوں کا حلقہ بنا لیں اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ ان سب نے کھایا اور سیر ہو گئے۔ پھر ایک جماعت نکل گئی اور دوسری آ گئی یہاں تک کہ سب نے کھا لیا۔ پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ انسؓ (برتن) اٹھاؤ میں نے اٹھایا تو معلوم نہیں اب زیادہ بھاری تھا یا جب میں نے لا کر رکھا تھا تب۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر کئی لوگ وہاں بیٹھے باتیں کرتے رہے حضور ﷺ بھی تشریف فرما تھے، اور آپ ﷺ کی بیوی بھی دیوار کی طرف رخ کر کے بیٹھی ہوئی تھیں آپ ﷺ پر ان کا اس طرح بیٹھے رہنا گراں گزرا لہٰذا آپ ﷺ نکلے اور تمام ازواج مطہرات کے حجروں پر گئے اور سلام کر کے واپس تشریف لے آئے جب انہوں نے حضور ﷺ کو واپس آتے ہوئے دیکھا تو سمجھ گئے کہ آپ ﷺ پر ان کا بیٹھنا گراں گزرا ہے لہٰذا جلدی سے سب دروازے سے باہر چلے گئے پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور پردہ ڈال کر اندر داخل ہو گئے۔ میں بھی حجرے میں بیٹھا ہوا تھا تھوڑی دیر گزری تھی کہ آپ ﷺ میرے پاس واپس آئے اور یہ آیات نازل ہوئیں اور آپ ﷺ نے باہر جا کر لوگوں کو یہ آیات سنائیں:

"یاایھاالذین آمنوا لاتدخلوا بیوت النبیّ الخ"

ترجمہ: "اے ایمان والو نبی ﷺ کے گھروں میں اس وقت تک نہ جایا کرو جب تک تمہیں کھانے کی دعوت نہ جائے (وہ بھی) اس طرح کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو۔ لیکن جب تمہیں بلایا جائے تب جاؤ اور کھا لینے کے بعد اٹھ کر چلے آؤ اور باتوں میں دل لگا کر نہ بیٹھے

رہا کرو، کیونکہ یہ نبی ﷺ کو ناگوار گزرتا ہے وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں، اور اللہ صاف صاف بات کرنے سے لحاظ نہیں کرتا، اور جب تم ان (ازواجِ مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔ یہ تمہارے اور ان کے دلوں کو پاک رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ پھر تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچاؤ نہ ہی یہ جائز ہے کہ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے۔"

جعد کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے فرمایا یہ آیات سب سے پہلے مجھے پہنچیں اور ازواجِ مطہرات اسی دن سے پردہ کرنے لگیں۔ (واللفظ للترمذی)[۱۵۸]

حضور ﷺ کے لیے نئی چیز ادھار خرید کر ہدیہ

نعیمان یا نعمان بن عمرو بن رفاعہ نامی ایک مفلس و مزاحیہ مزاج کے آدمی تھے۔ ان کا عام معمول تھا کہ جب بھی مدینہ منورہ میں کھانے پینے کی کوئی عمدہ چیز (پھل وغیرہ) آتی تو اس میں سے ادھار خرید کر بڑی محبت اور چاہت سے بارگاہ نبوی میں لے کر آتے اور عرض کرتے یہ میری طرف سے آں جناب ﷺ کے لیے ہدیہ ہے۔ اور جب مالک یا دکاندار ادھار چیز کی قیمت وصول کرنے کے لیے ان کے پاس آتا تو اسے لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں آجاتے اور عرض کرتے کہ اس آدمی کو اُس چیز کی قیمت عطا کر دیجئے۔ آپ ﷺ فرماتے کہ کیا تم نے وہ چیز مجھے بطور ہدیہ نہیں دی تھی؟ وہ عرض کرتے: قسم بخدا اصل بات یہ ہے کہ میرے پاس اس چیز کی قیمت نہیں تھی دوسری طرف میں یہ چاہتا تھا کہ آں جناب ﷺ اس نئی چیز (نئے پھل وغیرہ) کو تناول فرمائیں۔ یہ محبت بھرا جواب اور انوکھے ہدیے کا قصہ سن کر آپ ﷺ ہنس پڑتے اور دوکاندار یا مالک کو اس چیز کی قیمت ادا کیے جانے کا حکم فرماتے۔[۱۵۹]

یہ محب رسول صحابی یعنی نعیمان بن عمرو بن رفاعہ انصار کے قبیلہ بنونجار سے تعلق رکھتے تھے۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں ستر انصار مدینہ کے ساتھ تھے۔ غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق اور دیگر غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ کثیر المزاح صحابی تھے اور اپنے مزاح سے حضور ﷺ کو ہنسایا کرتے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں وفات پائی۔[۱۶۰]

ایک روایت کے مطابق انہی نعیمان بن عمرو سے جب چند مرتبہ (بتقاضائے بشریت و عادت) شراب پینے کے جرم کا ارتکاب ہوا اور ہر بار اس جرم کی پاداش میں ان پر شرعی حد لگائی

گئی تو ایک آدمی نے اس کثرت شراب نوشی پر ان سے کہہ دیا "لعنک اللہ" (اللہ تمہارے اوپر لعنت بھیجے) یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لاتلعنه فا نه یحب اللّٰہ و رسوله"[161]

"اس پر لعنت نہ بھیجو کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔"

حضور ﷺ کے لیے لکڑی کا منبر

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ انصار کی ایک خاتون (صحابیہ) نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا میں آپ ﷺ کے لیے کوئی ایسی چیز نہ بنوا دوں جس پر آپ ﷺ بیٹھا کریں کیونکہ میرا ایک بڑھی غلام ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جیسے تم چاہو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس خاتون نے آپ ﷺ کے لیے منبر بنوا دیا۔ جب جمعہ کا دن آیا تو نبی ﷺ اس منبر پر تشریف فرما ہوئے جو (آپ ﷺ کے لیے) تیار کیا گیا تھا تو اس کھجور کے تنے سے رونے کی آواز آنے لگی جس کے پاس کھڑے ہو کر آپ ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ کھجور کا تنا پھٹ جائے گا، یہ دیکھ کر نبی ﷺ (منبر سے) نیچے اترے حتیٰ کہ اسے پکڑ کر اپنی طرف (سینے سے) لگا لیا۔ اس وقت وہ کھجور کا تنا اس بچے کی طرح سسکیاں بھرتا معلوم ہوتا تھا جسے چپ کرانے کی کوشش کی جاتی ہے حتیٰ کہ وہ تنا خاموش ہو گیا۔ راوی نے (تنے کے رونے کی توجیہہ کرتے ہوئے) کہا کہ اس کے رونے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے قریب جو ذکر اللہ ہوتا تھا وہ اسے سنتا تھا۔[162]

❁❁❁❁❁❁

چھٹی فصل: حُبِّ رسول ﷺ اور ازواجِ مطہرات

میاں بیوی کے درمیان محبت ومودت، اخلاص و ہمدردی اور تعلق خاطر کا ہونا ایک فطری امر، از روئے قرآن اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور ایسا عمومی مشاہدہ ہے جس کے ثبوت کے لیے چنداں دلائل کی ضرورت نہیں۔ مگر انسانی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جتنی مثالی محبت ازواجِ مطہرات کو اپنے شوہر نامدار سے تھی، اس کی نظیر آسمان کی آنکھ نے آج تک نہیں دیکھی۔ انہیں حضور ﷺ سے عام بیویوں کی طرح صرف وقتی محبت نہیں تھی بلکہ وہ حددرجہ آپ ﷺ کی عقیدتمند بھی تھیں۔ وہ دل کی اتھاہ گہرایوں سے رسولِ خدا کی تعظیم و توقیر اور احترام بھی کرتیں تھیں۔ آپ دنیا کے بڑے سے بڑے آدمی کو دیکھ لیں باقی ساری دنیا تو اس کی عقیدت مند ہوسکتی ہے مگر اس کی بیوی اس کو صلوٰتیں ہی سناتی ہوگی (الا ماشآء اللہ) جب کہ حضور ﷺ سے ازداجِ مطہرات کی والہانہ عقیدت ومحبت دیگر صحابہ سے کم نہیں تھی۔ آئندہ سطور میں ہم اس عقیدت ومحبتِ رسول ﷺ کے چند عملی مظاہرے دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

سیدہ خدیجہؓ کا کمال اخلاص ومحبت

ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ نے پچیس سال تک اپنے شوہر نامدار کو جو آسودگی جو ذہنی سکون اور جو ازدواجی خلوص پیش کیا تھا اور جس طرح خوشی غمی میں آپ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا، ازدواج کی دنیا میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ سیدہؓ کے اس خلوص ومحبت کو حضور ﷺ زندگی بھر نہیں بھلا سکے تھے۔ اعلان نبوت سے چند سال قبل بارِ رسالت اٹھانے کی استعداد پیدا کرنے اور کائنات میں غور وفکر کی خاطر جب اللہ کریم نے حضور ﷺ کے دل میں خلوت نشینی کی محبت ڈال دی اور اس مقصد کے لیے کئی کئی دن اور بعض اوقات مہینہ مہینہ تک آپ ﷺ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے تو سیدہ خدیجہ اس راہ میں کبھی بھی رکاوٹ نہ بنیں، بلکہ آپ ﷺ کے لیے بڑے خلوص اور محبت سے توشہ اور کھانے کا سامان تیار کر کے بھیجتیں[۱۶۳] حضور ﷺ کے لیے آں محترمہ کا ایثار وقربانی، آپ ﷺ کے مشن میں آپ ﷺ کی بھرپور معاونت اور دل و جان

سے محبت کا ذکر کرتے ہوئے ابن ہشام اور ابن عبد البر وغیرہ نے لکھا ہے:

''سیدہ خدیجہؓ بنتِ خویلد نبی اکرم ﷺ پر ایمان لے آئیں۔ آپ ﷺ جو کچھ اللہ کی طرف سے لائے اس کی تصدیق کی، نبوت میں آپ ﷺ کی تقویت کا ذریعہ بنیں، تمام مومنوں میں سب سے پہلے ایمان لے آئیں، اللہ کریم نے سیدہ کے ایمان و تصدیق اور ان کے محبت بھرے رویے سے اپنے پیغمبر ﷺ کا بہت سا بوجھ ہلکا کر دیا، حضور ﷺ نے مشرکین مکہ اور منکرین رسالت کی طرف سے تکذیب یا اپنے حق میں جب بھی کوئی ناپسندیدہ بات سنی اور آپ ﷺ رنجیدہ خاطر ہو کر گھر تشریف لائے، تو اللہ نے سیدہ کے ذریعے اس حزن و ملال اور غم کو کافور فرما دیا۔ وہ آپ ﷺ کی تائید و تثبیت فرماتیں، غموں میں تخفیف کا ذریعہ بنتیں، تمام باتوں میں آپ ﷺ کی تصدیق کرتیں اور لوگوں کے معاملہ کو آپ ﷺ پر ہلکا فرماتیں۔ اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔''[۱۶۴]

حضور ﷺ کے پیغام نکاح پر انتہائی مسرت

سیدہ زینب بنتِ جحشؓ خاندان بنی اسد سے رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ حسن صورت میں ممتاز لیکن ساتھ ہی تھوڑی سی مزاج کی بھی تیز۔ رسول اللہ ﷺ نے بعض دینی مصالح اور حسب و نسب کے جاہلی تصورات و امتیازات کو ختم کرنے کے لیے ان کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ سے کر دینا چاہا۔ یہ زید صرف صحابی ہی نہیں بلکہ غلاموں میں سے اول الاسلام، حضور ﷺ کے منہ بولے بیٹے اور محبوب خاص تھے۔ یہاں تک کہ ایک عرصہ تک لوگوں میں زید بن محمد کے نام سے مشہور رہے۔ تاہم ایک زمانہ میں غلام رہ چکے تھے اور پھر صورت کے لحاظ سے بھی زیادہ ممتاز نہ تھے۔ سیدہ زینب اور ان کے بھائی کو اپنے شرف نسب کی بنا پر آزاد شدہ غلام کے ساتھ یہ نکاح پسند نہ آیا۔ تامل کرنے لگے۔ اس پر قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا
اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ
رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (سورۃ احزاب:۳۶)

''اور نہ کسی مومن مرد اور نہ ہی مومن عورت کے لیے یہ بات جائز ہے کہ جب اللہ اور اس

کا رسول ﷺ کسی امر کا حکم دے دیں تو پھر ان کو اپنے اس امر میں کوئی اختیار باقی رہ جائے
اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں جا پڑا۔''

اس تنبیہ الٰہی کو سن کر سیدہ زینبؓ نے انہی زید بن حارثہؓ سے نکاح منظور کرلیا۔مگر مزاج اور طبائع میں اختلاف کے باعث یہ نکاح اور شادی زیادہ عرصہ تک نہ چل سکی۔میاں اور بیوی کے درمیان رنجش اور شکایات حد سے بڑھ گئیں اور حضور ﷺ کو خواہ وحی سے خواہ قرائن سے یقین ہو گیا کہ یہ ازدواجی تعلق نبھ نہیں سکتا تو قدرۃً آپ ﷺ کو بڑی فکر لاحق ہوئی۔کیونکہ سیدہ زینبؓ کی ایک تو پہلے دل شکنی ہو چکی تھی جب ان کا عقد ان کی عالی نسبی کے باوجود ایک آزاد کردہ غلام سے کرا دیا گیا تھا دوسرا داغ اس سے بڑھ کر ان کی عزت عرفی اور نیک نامی پر لگ رہا تھا کہ نباہ نہ ہونے کی وجہ سے طلاق ہو رہی تھی۔اس موقع پر اشک شوئی اور دل شکنی کے تدارک کی یہی صورت تھی کہ سرور عالم ﷺ ان کو اپنے حبالہ عقد میں لا کر ان کی دلجوئی اور عزت افزائی فرمائیں،ساتھ ہی یہ بھی خیال او خوف دامن گیر تھا کہ قوم عرب جو منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی کے ساتھ نکاح کو ناجائز و معیوب سمجھتی تھی،وہ کیا کہے گی۔نبی آخر الزماں ﷺ ابھی اسی تردد میں تھے کہ وحی نازل ہوئی:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ
وَطَرًا (سورۃ الاحزاب:۳۷)

''اور جب زید کا دل اس (سیدہ زینب بنتِ جحشؓ) سے بھر گیا (طلاق دے دی) تو ہم نے اس کا نکاح آپ ﷺ کے ساتھ کر دیا تاکہ اہلِ ایمان پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے۔جب وہ ان سے اپنا جی بھر چکیں۔''

اس خدائی اور آسمانی تزویج کی خوشخبری جب حضور ﷺ نے سیدہ زینبؓ کو بھجوائی تو سیدہ کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں تھی۔پیغام اور خوشخبری لانے والی لونڈی کو اپنی قیمتی پازیبیں اتار کر دے دیں۔شکرانے کے طور پر سجدے میں گر گئیں اور پھر مزید شکر الٰہی کے لیے دو مہینے کے نفلی روزے رکھنے کی منت مانی۔[۱۶۵]

علاوہ ازیں وہ اس آسمانی نکاح کے منفرد اعزاز پر دوسری ازواج مطہرات کے مقابلے

میں فخر بھی کیا کرتیں تھیں [۱۶۶] اور ظاہر ہے وہ اس فخر فرمانے میں حق بجانب بھی تھیں۔

اسی طرح حبشہ کی طرف ہجرت فرمانے کے بعد ام المؤمنین سیدہ امّ حبیبہؓ (رملہ) بنت ابی سفیان کا پہلا شوہر عبیداللہ بن جحش جب وہاں مرتد ہو کر مر گیا تو اس بے سہارا بیوہ اور پکی مومنہ کی تسکین، دل جوئی اور اسلام میں پختگی کا صلہ دینے کے لیے نبی رحمت ﷺ نے ۶ ھ میں حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو اپنا وکیل بناتے ہوئے کہلا بھیجا کہ وہ آں محترمہؓ کو آپ ﷺ کی طرف سے پیغام نکاح دے۔ شاہ نجاشی نے ابرہہ نامی لونڈی کو یہ پیغام نکاح اور خوشخبری دے کر سیدہ امّ حبیبہؓ کی طرف بھیجا۔ سیدہ امّ حبیبہؓ کو جب یہ پیغامِ نکاح پہنچا تو آں محترمہؓ نے اس پیغام پر اپنی خوشی اور مسرّت کا اظہار کرتے ہوئے اپنا تمام زیور اتار کر خوشخبری لانے والی لونڈی (ابرہہ) کو دے دیا۔ اس زیور میں دو کنگن چاندی، پاؤں کی چار پازیبیں اور انگلیوں میں پہنی ہوئی چاندی کی انگوٹھیاں شامل تھیں۔ [۱۶۷]

بلاذری اور حافظ ابن حجر نے یہ بھی لکھا ہے کہ سیدہ امّ حبیبہؓ کو نجاشی کے واسطے سے جب چار سو دینار کا حق مہر موصول ہو گیا تو آں محترمہؓ نے پیغام نکاح لانے والی مذکورہ لونڈی کو مزید پچاس دینار بطور انعام دیئے، مگر اس نے یہ کہہ کر لینے سے معذرت کر لی کہ بادشاہ نے مجھے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔ [۱۶۸]

ازواجِ مطہراتؓ کا حضور ﷺ کو اختیار کرنا

اہلِ علم سے یہ امر مخفی نہیں کہ ۹ ھ تک عرب کے دور دراز کے صوبے ریاست مدینہ کے زیر نگین ہو چکے تھے۔ کثرت فتوحات کی بدولت اموالِ غنیمت اور سالانہ محاصل کی بھاری رقم حاصل ہونے لگی تھی اور تمام مسلمان اب افلاس و ناداری سے چھٹکارا پا کر آسودگی اور خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ فتح خیبر (۸ ھ) کے بعد ازواج النبی کے لیے حضور ﷺ نے غلے اور کھجور کی جو سالانہ مقدار مقرر فرمائی تھی وہ ان کی عام فیض گستری اور فیاضی طبع کے باعث سال بھر تک کفایت نہ کرتی تھیںؓ۔ اکثر فاقے رہتے تھے۔ ازواجِ مطہرات میں بڑے بڑے رؤساء اور سردارانِ قبائل کی بیٹیاں بھی شامل تھیں۔ جنھوں نے کاشانہ نبوت میں آنے سے پہلے بڑے ناز و نعم میں زندگیاں بسر کی تھیں۔ علاوہ ازیں آخر وہ عورت زاد تھیں جن کے متعلق خود

قرآن مجید نے کہا ہے ''من ینشاء فی الحلیۃ'' جو زیورات کی دنیا میں آنکھ کھولتی ہیں اور پیدا ہوتے ہی گلے میں ہی نہیں بلکہ کان چھید کر بھی ان کو سونا چاندی پہنا دیا جاتا ہے۔ اس لیے مال و دولت کی فراوانی اور عام مسلمانوں کی مرفہ الحالی دیکھ کر انہوں نے بھی بتقاضائے بشریت آپ ﷺ سے تھوڑی سی وسعت کشائش کی درخواست کی۔ مگر ازواج النبی کی طرف سے دنیا طلبی کا یہ مطالبہ حضور ﷺ کو ناگوار گزرا اور بطورِ تنبیہ ایک ماہ تک ان سے علیحدگی اختیار کیے رکھی، اس پس منظر میں سورۃ الاحزاب کا ایک پورا رکوع (رکوع نمبر:۴) ازواجِ مطہرات کی شان میں نازل ہوا اور ازواج النبی ﷺ ہونے کے ناطے سے انہیں اپنا مرتبہ و مقام پہچاننے کی طرف توجہ دلائی گئی۔ اور پیغمبر اسلام کو حکم ہوا کہ اپنی بیبیوں کو دوٹوک الفاظ میں کہہ دو۔

اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (سورۃ الاحزاب:۲۸۔۲۹)

''اگر تم دینوی زندگی اور اس کی بہار کو مقصود رکھتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ متاع (دینوی) دے دلا کر خوبی کے ساتھ رخصت کر دوں، اور اگر تم مقصود رکھتی ہو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اور آخرت کے گھر کو تو (یقین رکھو) اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیک کرداروں کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ مگر قربان جائیں ان جان نثار اور صبر کے پہاڑ خواتین پر کہ ان میں سے کسی نے بھی پہلی شق کو اختیار نہ کیا اور سب نے حضور ﷺ کے دامن فقر سے وابستہ رہنے کو ترجیح دی۔''

نزولِ وحی کے بعد سرورِ عالم ﷺ سب سے پہلے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا:

''عائشہؓ میں تم سے ایک بات کہتا ہوں، لیکن تم اس کے جواب میں جلدی نہ کرنا، بلکہ اپنے والدین کی صلاح لے کر اس کا جواب دینا۔''

حضور ﷺ کا یہ ارشاد اس یقین پر مبنی تھا کہ حضرت صدیق اکبرؓ جیسا جان نثار اور ان کی اہلیہ محترمہ اپنی بیٹی کو کبھی مشورہ نہ دیں گے کہ دینوی مال و متاع کی خاطر رسول اللہ ﷺ سے علیحدگی اختیار کرے اور یہ خود بھی صغیر السن تھیں، اس لیے آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ ممکن ہے

والدین سے استصواب کیے بغیر کوئی مہلک راستہ اختیار کریں، لیکن خدائے منعم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو کم سنی میں وہ فہم وفراست عطا فرمائی تھی کہ بڑے بڑے بوڑھوں کو نصیب نہ تھی۔

جب آپ ﷺ نے سورۃ الاحزاب کی آیتیں پڑھ کر سنائیں تو حضرت عائشہؓ عرض پیرا ہوئیں ؛ یارسول اللہ ﷺ یہ کون سا ایسا مشکل عقدہ ہے جس کے لیے میں اپنے ماں باپ سے مشورہ لوں گی، میں تو اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو چاہتی ہوں۔ میں سوکھے ٹکڑوں اور غریبانہ معیشت میں زندگی بسر کروں گی۔ یہ جواب سن کر آپ ﷺ بہت محظوظ ہوئے اور اب آپ ﷺ نے دوسری ازواجِ مطہرات کے پاس جاکر ان کی مرضی معلوم کرنا چاہی۔ آپ ﷺ نے تمام بیبیوں سے برملا فرمادیا کہ اگر میری زوجیت کا شرف چاہتی ہو تو میرے پاس فقیرانہ اثاثہ، جو کی روٹی اور کئی کئی دن کے فاقے ہیں، اگر ان چیزوں پر صبر کرسکتی ہو تو بہتر ورنہ میں تمہیں رخصت کردوں۔ تمام امہات المؤمنینؓ نے اسی فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرنے پر رضا مندی ظاہر کی۔ اور ازواج میں کون ایسی بدنصیب ہوسکتی تھی جو علیحدگی گوارہ کرتی۔ سب نے یہی جواب دیا کہ ہم اللہ اور اسکے رسول ﷺ اور دار آخرت کی خواہشمند ہیں۔ ہمیں فقر و فاقہ اور غریبانہ زندگی بخوشی منظور ہے۔ (صحیح مسلم مع التصرفات)[169]

خدا کی طرف سے اس اختیار میں بہت سی مصلحتیں پوشیدہ تھیں۔ یہ ازواجِ مطہرات کے لیے بہت بڑی آزمائش تھی۔ دنیا کو دکھلانا تھا کہ جن عظیم خواتین کو اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی زندگی کا شریکِ سفر بنایا ہے، ان کے تزکیہ باطنی اور خدا پرستی کا کیا حال ہے۔ اگر اس طرح کے واقعات پیش نہ آتے تو امہات المؤمنین کی محبت الٰہی اور محبتِ رسول ﷺ کیونکر دنیا کے سامنے واضح ہوتی۔ یہ بھی حضور ﷺ کی خصوصیت تھی کہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات تمام معاملات میں آپ ﷺ کی معاون و مددگار ثابت ہوئیں۔[170]

سیدہ جویریہؓ کا باپ کی بجائے حضور ﷺ کو اختیار کرنا

ام المؤمنین سیدہ جویریہ غزدہ مریسیع (۵ھ) میں بنو مصطلق کے قیدیوں میں اسیر ہوکر آئی تھیں اور بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی تھیں۔ قیدی تقسیم ہوئے تو یہ حضرت ثابت بن قیسؓ کے حصے میں آئیں۔ آں محترمہؓ نے حضرت ثابت سے عقد مکاتبت (مقررہ رقم

کی ادائیگی پر آزادی کا معاہدہ) کر لیا۔ اس سلسلے میں نبی رحمت ﷺ سے مدد طلب کی تو حضور ﷺ نے نہ صرف یہ کہ ان سردار زادی کی مکاتبت کی رقم ادا کی بلکہ ان سے نکاح کر کے شرف زوجیت بھی عنایت فرمایا۔

کچھ دنوں بعد آں محترمہؓ کے والد قبیلہ بنو مصطلق کے سردار (حارث بن ابی ضرار) اپنی بیٹی (جویریہ) کو قید سے چھڑانے کے لیے بارگاہ نبوی ﷺ میں آئے اور کہنے لگے، میری بیٹی جیسی عورتیں قیدی نہیں بنائی جاتیں، لہٰذا آپ ﷺ اسے آزاد فرما دیں۔ اسے اس امر کا اندازہ نہیں تھا کہ محبوب خدا کی محبت اب اس کی بیٹی کے دل میں گھر کر چکی ہے۔ دوسرے اسے یقیناً زوجیت نبوی ﷺ کی قدر کا اندازہ بھی نہیں ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہ مناسب نہیں کہ ہم اس کو اختیار دے دیتے ہیں کہ آپ اور مجھ ﷺ میں سے جس کو چاہے اختیار کر لے؟ باپ اس رائے سے اتفاق کرتا ہوا بیٹی کے پاس آیا اور معاملہ اس کے سامنے رکھا تو بیٹی نے جواب دیا ''میں تمہاری بجائے اللہ کے رسول ﷺ کو اختیار کرتی ہوں'' باپ اپنا سا منہ لے کے رہ گیا۔[171]

رضامندئ رسول ﷺ کی خاطر اپنی باری چھوڑ دینا

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواجِ مطہرات (میں سے کسی کو ساتھ لے جانے کے لیے ازراہ عدل ان) کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے پھر ان میں سے جس (خوش نصیب) کا حصّہ (نام) نکل آتا اسے اپنے ساتھ لے جاتے۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کا یہ معمول بھی تھا کہ اپنی تمام ازواج کے لیے ایک ایک دن اور رات کی باری مقرر فرما دی تھی۔ سوائے حضرت سودہ بنت زمعہ کے کہ آں محترمہ نے (آخری ایام میں کبرسنی کی وجہ سے) اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ھبہ کر دی تھی اور اس سے ان کا مقصود رسول اللہ ﷺ کی رضا مندی چاہنا تھی۔[172]

اس چیز کا ظاہری سبب یہ بات بنی کہ ام المؤمنین سیدہ سودہ بنت زمعہؓ جب عمر رسیدہ ہو گئیں تو نبی کریم ﷺ نے بوجوہ انہیں طلاق دینی چاہی اور ایک روایت کے مطابق طلاق رجعی دے دی تھی تو آں محترمہ سیّدہ عائشہؓ کے گھر جانے والی آپ ﷺ کی گزرگاہ پر بیٹھ گئیں۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے تو قسم اٹھا کر عرض کیا: آپ ﷺ نے مجھے طلاق کیوں دی ہے، کیا میری

طرف سے آپ ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں تو انہوں نے پھر حلفاً کہا: واللہ میں اب بوڑھی ہو چکی ہوں اب میرے اندر عورتوں والی خواہش نہیں رہی لیکن میں یہ ضرور چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں سے اٹھائی جاؤں اور میں اپنی باری بھی آنحضرت ﷺ کی محبت میں سیّدہ عائشہؓ کو دیتی ہوں۔ تو نبی رحمت ﷺ نے طلاق دینے کا جو ارادہ فرمایا تھا وہ چھوڑ دیا۔ دوسری روایت کے مطابق طلاق سے رجوع فرمالیا۔[173]

اسی طرح ۱۰ھ میں جب حضور ﷺ حجۃ الوداع کے لیے روانہ ہوئے اور تمام ازواجِ مطہرات کو بھی شرفِ معیت عنایت فرمایا تو اتفاق سے راستہ میں ام المؤمنین سیّدہ صفیہؓ کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا، وہ رونے لگیں، آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو خود تشریف لائے اور دستِ مبارک سے آں محترمہ کے آنسو پونچھے۔ مگر آپ ﷺ جس قدر ان کو رونے سے منع فرماتے تھے وہ صنف نازک اسی قدر زیادہ روتی تھیں۔ جب کسی طرح چپ نہ ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کو سرزنش فرمائی اور تمام لوگوں کو منزل کرنے (اترنے) کا حکم دیا اور خود بھی اپنا خیمہ نصب کروایا، سیّدہ کو خیال گزرا کہ شاید میری اس حرکت کی وجہ سے آپ ﷺ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں، اس لیے آپ ﷺ کی رضا مندی کی تدبیریں سوچنے لگیں۔ اس غرض سے اپنی سوکن ام المؤمنین سیّدہ عائشہؓ کے پاس گئیں اور کہا: آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری کا دن کسی بڑی سے بڑی قیمت پر دینے کو تیار نہیں۔ لیکن اگر آپ رسولِ کریم ﷺ کو مجھ سے راضی کر دیں تو میں اپنی باری کی دولت آپ کو دینے کے لیے تیار ہوں۔ سیّدہ عائشہؓ کو اور کیا چاہیے تھا، فوراً آمادگی ظاہر کر دی اور اس معاہدے پر عمل درآمد کے لیے حسب قاعدہ ایک دوپٹہ اوڑھا جو زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا تھا پھر اس پر پانی چھڑکا کہ خوشبو اور پھیلے۔ اس طرح شوہر کی توجہ حاصل کرنے کے لیے بن سنور کر آپ ﷺ کے پاس گئیں، خیمہ نبوی کا پردہ اٹھایا تو انصاف و مساوات کے علمبردار پیغمبر ﷺ نے فرمایا: عائشہؓ آج تمہارا دن نہیں، انہوں نے کنایے کے انداز میں عرض کیا:

"ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشآء"

''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جس کو چاہتا ہے اسے عنایت فرما دیتا ہے۔''

پھر آپ ﷺ کو اصل معاملہ کی خبر دی تو آپ ﷺ اُن سے راضی ہو گئے۔[174]

حضور ﷺ کی بیماری مجھے لگ جائے

امّ المؤمنین سیّدہ صفیہؓ یہود کے نامور قبیلہ بنونضیر کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ غزوہ خیبر میں اسیر بن کر آئیں۔ سردار زادی کی عزّت افزائی کے لیے حضور ﷺ نے انہیں اپنے لیے خاص فرمالیا اور پھر آزاد کر کے شرف زوجیت بھی بخشا اور اس طرح ان کا وہ خواب بھی پورا ہو گیا جس میں انہوں نے دیکھا تھا کہ ایک چاند ان کی گود میں گرا تھا۔[175]

ایک روایت کے مطابق نبی رحمت ﷺ نے ان کو اختیار دیا تھا کہ اگر تو چاہے تو آزاد ہو کر اپنی قوم کی طرف لوٹ جا، اور اگر چاہے تو اسلام قبول کر لے اور آپ ﷺ کی عقدِ نکاح میں آجائے۔ صفیہؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ مجھے اسلام کی تمنا تھی اور آپ ﷺ کی دعوت سے قبل ہی میں نے آپ ﷺ کی تصدیق کی تھی۔ ایک دشمن کی بیٹی کے ساتھ حضور ﷺ کا یہ رویہّ اور شفقت و محبت آں محترمہؓ کے دل میں گھر کر چکی تھی۔ عرض کیا کہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ میرے نزدیک میری قوم سے زیادہ محبوب ہیں۔[176]

پھر آں محترمہؓ نے محبت نبوی کے اس دعویٰ کو سچ ثابت کر کے بھی دکھایا، وہ اس طرح کہ حضور ﷺ کی مرض الوفات میں تمام ازواج مطہرات آپ ﷺ کے پاس جمع تھیں، سیّدہ صفیہؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! مجھے یہ امر محبوب ہے کہ آپ ﷺ کی بیماری مجھے لگ جائے'' یہ سن کر دوسری ازواجِ مطہرات ایک دوسری کو کنکھیوں سے اشارہ کرنے لگیں، حضور ﷺ نے دیکھا تو ان کے طنزیہ اشاروں کو ناپسند فرمایا اور وحی کی ترجمان زبان سے ارشاد ہوا: ''اللہ کی قسم صفیہ اپنے دعویٰ میں سچّی ہے۔''[177]

حضور ﷺ کی جدائی کا حد درجہ افسوس

ایک سفر میں معیت نبوی ﷺ کے لیے ام المؤمنین سیّدہ عائشہؓ اور سیّدہ حفصہؓ دونوں کا قرعہ نکل آیا۔ دونوں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چلیں۔ رات کو آپ ﷺ بلا تامل حضرت عائشہؓ کے محمل (کجاوہ) میں تشریف لاتے اور جب تک قافلہ چلا کرتا پیار بھری باتیں کیا کرتے۔ (شاید سیّدہ حفصہؓ کو بھی اس راز و نیاز اور محبت نبوی ﷺ کی خواہش تھی اس لیے) ایک دن سیّدہ حفصہؓ نے کہا لاؤ آج ہم دونوں اپنا اپنا اونٹ بدل لیں۔ سیّدہ عائشہؓ کے ذہن میں شاید یہ تبدیلی اونٹ

کا نتیجہ نہ تھا۔ بنابریں اس تبدیلی پر راضی ہو گئیں۔ رات ہوئی تو حسب معمول حضور ﷺ حضرت عائشہؓ کے محمل میں تشریف لائے۔ دیکھا تو حضرت حفصہ تھیں، آپ ﷺ سلام کر کے بیٹھ گئے۔ حضرت عائشہ تشریف آوری کی منتظر تھیں۔ جب قافلے نے پڑاؤ ڈالا تو حضرت عائشہؓ سے ضبط نہ ہو سکا، محمل سے اتر پڑیں، غم فراق میں دونوں پاؤں گھاس میں رکھ دیئے اور کہہ اٹھیں:

"یارب سلط علی عقربا او حیة تلدغنی، رسولك ولا استطیع ان اقول له شیئا"۔[۱۷۸]

"اے میرے پروردگار کسی بچھو یا سانپ کو میرے اوپر مسلط کر دے جو مجھے کاٹ کھائے، اور حضور ﷺ تو تیرے رسول ہیں، ان کی شان میں تو کچھ نہیں کہہ سکتی۔ (ویسے بھی یہ میری اپنی غلطی کا نتیجہ ہے)"

سیّدہ عائشہؓ کی ناراضگی صرف حلق تک

میاں بیوی کے درمیان بعض اوقات شکررنجی اور ناراضگی کا ہو جانا عام معمول کی بات ہے۔ بتقاضائے بشریت حضور ﷺ کے گھروں میں بھی بعض اوقات ایسی صورت پیدا ہو جاتی تھی۔ سیّدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول مقبول ﷺ نے مجھ سے فرمایا: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو تمہارا تکیہ کلام ہوتا ہے "لا ورب محمد ﷺ" (محمد ﷺ کے رب کی قسم) اور جب تم ناراض ہوتی ہو تو کہتی "لا ورب ابراھیم" (ربِّ ابراہیم کی قسم) سیّدہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا واقعی اسی طرح ہے، آپ ﷺ نے ٹھیک پہچانا ہے۔ مگر یارسول اللہ ﷺ یہ بھی تو ملاحظہ فرمائیں کہ میں صرف آپ ﷺ کا نام چھوڑتی ہوں جہاں تک آپ ﷺ کی ذات کا تعلق ہے تو وہ میرے دل میں سمائی ہوئی ہے۔[۱۷۹]

سیّدہ امّ سلمہؓ اور تبرک نبوی ﷺ کا حصول

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اپنی آپ بیتی اور چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: (غزوہ طائف وحنین سے واپسی پر) میں اس وقت نبی اکرم ﷺ کے پاس تھا جب آپ ﷺ مکہ و مدینہ منورہ کے درمیان مقام جعرانہ پر قیام فرما تھے۔ حضرت بلالؓ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے اس وقت آپ ﷺ نے پانی کا ایک پیالہ منگوا کر اس میں ہاتھ دھوئے چہرہ انور دھویا

ُلی فرمائی۔ باقی پانی ہمیں (ابو موسیٰ اشعری اور حضرت بلالؓ کو) عنایت کرتے ہوئے
مایا۔اس میں سے کچھ پی لو اور کچھ اپنے چہروں اور سینوں پر ڈالتے ہوئے ثواب کی بشارت
مل کرو۔ ہم نے پیالہ پکڑ کر کچھ پانی پیا اور بقیہ حسب حکم اپنے چہروں اور سینوں پر ملنے
لے۔تو پردے کے پیچھے سے ام المؤمنین سیدہ امّ سلمہؓ نے آواز دی: کچھ ''تبرک'' اپنی ماں
ے لیے بھی چھوڑنا۔ چنانچہ کچھ تبرک ہم نے ان کے لیے بھی چھوڑ دیا۔[180]

✿✿✿✿✿✿
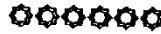
حوالہ جات وحواشی باب اوّل

۱- (الف) قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ ۲/۲۲

(ب) قسطلانی، المواھب اللدنیہ ۳/۲۷۷

۲- قسطلانی، المواھب اللدنیہ ۳/۷۷

۳- قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ ۲/۲۳

۴- قسطلانی، المواھب اللدنیہ ۳/۳۰۷

۵- قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ ۲/۲۳

۶- (الف) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ۸/۱۵۲ (ترجمہ ام ہانی بنت ابی طالب)

(ب) ابن حجر، الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۸/۲۸۷ (نمبر شمار: ۱۵۲۶)

۷- ابن سعد، الطبقات ۸/۱۷۹ (ذکر المرء تین اللتین تظاہرتا علی رسول اللہ ﷺ)

۸- ترمذی، جامع (ابواب الزہد باب: ماجاء فی فضل الفقر)

۹- (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الجنائز باب ھل یخرج المیت من القبر واللحد لعلۃ) ۱/۱۸۰

(ب) الحاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۳/۲۰۳

۱۰- دیکھیے: (الف) ابن کثیر، سیرۃ النبی (اردو) ۲/۹۸

(ب) ابن ہشام، سیرۃ النبی ۲/۱۷۳

(ج) الدیار بکری، تاریخ الخمیس ۱/ ۴۰۸

(د) حلبی، سیرت حلبیہ (غزوات النبی۔ اردو) ص: ۷۶۷

(ہ) قسطلانی، المواھب اللدنیہ ۳/۲۷۷

(ز) قاضی عیاض، الشفاء ۲/۲۳

۱۱- دیکھیے: (الف) حلبی، سیرت حلبیہ (غزوات النبی۔ اردو ترجمہ) ص: ۲۷۳

(ب) الصالحی الشامی، سبل الہدیٰ والرشاد ۱۱/۴۳۱

(ج) قسطلانی، المواھب اللدنیہ ۳/۲۷۶

۱۲- قسطلانی، المواھب اللدنیہ ۳/۲۷۶۔۲۷۷

۱۳- دیکھیے: (الف) ترمذی، الشمائل باب: ماجاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ ﷺ ص: ۵۸۵

(ب) ابن حجر، الاصابہ ۳/۲ (نمبر شمار: ۲۷۷۲)

(ج) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۲/۵۰۹ (نمبر شمار: ۸۰۴)

(د) ہیثمی، مجمع الزوائد (باب ماجاء فی زاھر بن حزام) ۹/۳۶۸۔۳۶۹

(ہ) ولی الدین، مشکوۃ المصابیح (باب المزاح) ص ۴۱۶۔۴۱۷

۱۴- ابوداؤد، السنن (کتاب الزکوۃ باب مالا یجوز منعہ) ۱/۲۳۵

۱۵- دیکھیے: (الف) ترمذی، الشمائل (باب ماجاء فی عیش النبی ﷺ) ص: ۵۹۸

(ب) ترمذی، جامع (ابواب الزہد باب ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبی ﷺ)

(ج) مسلم، الصحیح (کتاب الاطعمہ باب جواز استتباعہ غیرہ الی دار من یثق برضاہ بذالک)

(د) ہیثمی، مجمع الزوائد (باب فی عیش رسول اللہ ﷺ والسلف) ۱۰/۳۱۶۔۳۱۷۔۳۱۹

(ہ) ولی الدین، مشکوۃ المصابیح، باب الضیافۃ۔ الفصل الاول

۱۶- ابن عبدالبر، الاستیعاب ۲/۷۶۳ (نمبر شمار: ۱۲۷۷۔ تذکرہ طلحہ بن البراء)

۱۷- ابن سعد، الطبقات ۸/۹۸ (ترجمہ اُمّ حبیبہؓ)

۱۸- دیکھیے: (الف) حلبی، سیرت حلبیہ (غزوات النبی۔ اردو ترجمہ) ص: ۱۰۲-۱۰۳

(ب) ابن سعد، الطبقات ۳/۵۱۶ (الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ)

(ج) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۲/۶۷۳ (نمبر شمار: ۱۱۰۷۔۱۱۰۸)

نوٹ: الاستیعاب میں یہ روایت اختصار کے ساتھ ہے۔

۱۹- دیکھیے: (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب الادب باب فی قبلۃ الجسد) ۲/۷۰۹

(ب) حاکم، المستدرک (کتاب المعرفۃ الصحابہ) ۳/۳۲۸

(ج) ولی الدین، مشکوۃ (باب المصافحۃ والمعانقۃ۔ الفصل الثانی) ص: ۴۰۲

(د) ذھبی، سیر اعلام النبلاء ۱/۳۴۲ (ترجمہ اسید بن حضیر)

۲۰- حلبی، سیرت حلبیہ (غزوات النبی۔ اردو ترجمہ) ص: ۱۰۳

۲۱۔ دیکھئے: (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب الادب باب فی قبلۃ الرجل) ۷۰۹/۲

(ب) بیہقی، السنن الکبریٰ (باب ماجاء فی قبلۃ الجسد) ۱۰۲/۷

(ج) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری (باب وفد عبدالقیس) ۸۵/۸

۲۲۔ دیکھئے: (الف) حلبی، سیرت حلبیہ (غزوات النبی۔ اردو ترجمہ) ص: ۶۹۶

(ب) ابن قیم، زادالمعاد (غزوہ تبوک (۵۳۰/۳

(ج) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۱۶۴۲/۴ (نمبر شمار: ۲۹۳۵۔ ابوخثیمہ الانصاری)

۲۳۔ ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب صلوٰۃ الخوف) ص: ۱۲۴۔۱۲۵

۲۴۔ ایضاً (حاشیہ)

۲۵۔ دیکھئے: (الف) ترمذی، جامع (ابواب المناقب باب مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب)

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب عمر ص: ۵۵۸ نیز باب فی النذور ص: ۲۹۸

(ج) ہیثمی، مجمع الزوائد (مناقب عمر) ۷۰/۹

۲۶۔ دیکھئے: (الف) قاضی عیاض، الشفاء ۳۹/۲

(ب) ابن کثیر، سیرت النبی ﷺ (اردو) ۲۲۹/۲

(ج) حلبی، سیرت حلبیہ (غزوات النبی۔ اردو ترجمہ) ص: ۴۱۳

۲۷۔ ہیثمی، مجمع الزوائد (مناقب عثمانؓ) ۸۴/۹

۲۸۔ (الف) احمد بن حنبل، مسند طبع قدیم مصر ۱۹۱/۱

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ وفضلہا) ص: ۸۷

۲۹۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب التفسیر باب قولہ وعلی الثلٰثۃ الذین خلفوا الخ)

۳۰۔ بخاری، الصحیح (کتاب التہجد باب ماینہی من الکلام فی الصلوٰۃ) ۱۶۰/۱

۳۱۔ ایضاً (کتاب التہجد باب لا یرد السلام فی الصلوٰۃ) ۱۶۲/۱

۳۲۔ دیکھئے: (الف) ابن اثیر الجزری، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ۵۶۶/۵

(ب) ابن حجر، الاصابہ ج ۱۳۶/۱ (تحت نمبر شمار: ۵۵۸۔ انس بن ام انس)

نیز ج ۸ ص: ۲۱۲ (نمبر شمار: ۱۱۳۳)

۳۳۔ دیکھئے: (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الصلوٰۃ باب فضل السجود والحث علیہ) ۱۹۳/۱

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح باب السجود وفضلہ ص: ۸۴

(ج) ابن کثیر، السیرۃ النبویہ (عربی) ۴/ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ نیز البدایہ (اردو) ۵/ ۵۷۲

(د) کتانی: نظام الحکومۃ النبویہ ۱/ ۲۹۔ ۳۰ (بیروت)

(ہ) ابوداؤد، السنن (کتاب الصلوۃ باب وقت قیام النبی ﷺ من اللیل)

(و) ابن البر، الاستیعاب ۲/ ۴۹۴ (نمبر شمار: ۷۶۵)

۳۴۔ (الف) ولی الدین، مشکوۃ المصابیح (باب الحب فی اللہ ومن اللہ) ص: ۴۲۴

(ب) قاضی عیاض، الشفاء (فصل فی ثواب محبتہ ﷺ) ۲/ ۱۹۔ ۲۰

۳۵۔ دیکھئے: (الف) ابن ہشام، سیرت النبی ۱/ ۲۶۶۔ ۲۶۷

(ب) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ۳/ ۴۱

۳۶۔ حلبی، سیرت حلبیہ ۱/ ۴۳۹

۳۷۔ دیکھئے: (الف) ابن سعد، الطبقات ۳/ ۴۲

(ب) حلبی، سیرت حلبیہ ۱/ ۴۳۹

(ج) سہیلی، روض الانف ۱/ ۲۸۷

(د) ابن حجر عسقلانی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۳/ ۲۵ (نمبر شمار: ۲۸۸۴)

(ہ) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۲/ ۵۴۵ (نمبر شمار: ۸۴۳)

(و) الحاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۳/ ۲۱۳۔ ۲۱۴

۳۸۔ دیکھئے: (الف) الحاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۳/ ۴۸۱

(ب) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (اردو) ۵/ ۵۳۸

۳۸A۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (اردو) ۵/ ۵۵۱

۳۹۔ دیکھئے: (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من مات لا یشرک باللہ الخ) ۱/ ۶۶

(ب) ولی الدین، مشکوۃ المصابیح (کتاب الایمان۔ الفصل الاول) ص: ۱۴

۴۰۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الآداب، باب التکنی بابی تراب)

(ب) ایضاً (کتاب الاستیذان، باب القائلۃ فی المسجد)

(ج) ایضاً (کتاب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب ۱/ ۵۲۵

(د) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۳/ ۱۱۱۸ (نمبر شمار: ۱۸۵۵۔ علیؓ بن ابی طالب)

(ہ) بخاری، الادب المفرد (باب من کنی رجلا بشئ الخ) ۲/ ۳۱۶

(د) ہیثمی، مجمع الزوائد ۱۰۱/۹

۴۱۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب ۱۴۵۶/۴ (نمبر شمار: ۲۵۱۳۔ معتب السلمی)

۴۲۔ دیکھیے: ابن عبدالبر، الاستیعاب ۶۸۵/۲ (نمبر شمار: ۱۱۳۵۔ سفینہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ)

(ب) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (اردو) ۵۴۱/۵۔۵۴۲

۴۳۔ دیکھیے: (الف) ہیثمی، مجمع الزوائد (باب ماجاء فی المغیرہ) ۳۶۱/۹

(ب) طبری، تاریخ ۲۱۳/۳۔۲۱۴

(ج) بیہقی، دلائل النبویہ ۲۵۷/۷

(د) ابن کثیر، البدایہ والنھایہ ۲۷۰/۵

(ہ) ابن اثیر، اسد الغابہ ۱۴۴/۱

۴۴۔ دیکھیے: (الف) ابن سعد، الطبقات ۳۰۲/۲

(ب) ابن اثیر، اسد الغابہ ۲۷۰/۵ (ذکر من کان آخر الناس بہ ﷺ عھدا)

۴۵۔ حضرت ابو طالب کے ایمان لانے میں محدثین و مؤرخین کا اختلاف ہے۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں

۴۶۔ دیکھیے: (الف) حلبی، سیرت (غزوات النبی ﷺ۔ اردو) ص: ۵۸۰

(ب) الصالحی الشامی، سیرت شامی ۴۳۱/۱۱

۴۷۔ ابن حجر، الاصابہ ۱۱۳/۷ (نمبر شمار: ۶۷۷)

۴۸۔ الصالحی الشامی، سیرت شامی ۴۳۱/۱۱

۴۹۔ بخاری، الصحیح (کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر)

۵۰۔ ابن سعد، الطبقات ۲۹۶/۳۔۲۹۷

۵۱۔ دیکھیے: (الف) ابن سعد، الطبقات ۷۰/۴ (ترجمہ اسامہ الحب بن زیدؓ)

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب مناقب اہل بیت) ص: ۵۷۱

(ج) ابن کثیر، البدایہ (اردو) ۵۳۵/۵

۵۲۔ دیکھیے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب البیوع باب ذکر القین والحداد) ۲۸۱/۱

(ب) ایضاً (کتاب الاجارہ باب ھل یؤ اجر الرجل نفسہ من مشرک الخ) ۳۰۴/۱

(ج) ترمذی، جامع ابواب التفسیر، تفسیر سورہ مریم

(د) ابن سعد، الطبقات ۱۶۴/۳

۵۳۔ ابو عبید، کتاب الاموال (اردو) باب نمبر: ۴۱ص: ۴۰۹

۵۴۔ دیکھیے: سورۃ النساء ۹۷۔۹۸

۵۵۔ دیکھیے: (الف) طبری، تفسیر طبری تحت آیت

(ب) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۲/۷۵۰ (نمبر شمار: ۱۲۵۹۔ ضمرہ بن العیص)

۵۶۔ ملاحظہ ہو: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الھبۃ باب الھدیۃ للمشرکین)

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الزکوۃ باب فضل النفقۃ علی الاقربین)

(ج) ابوداؤد، السنن (کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ علی اہل الذمۃ) ۱/۲۳۵

(د) بخاری، الادب المفرد (باب بر الوالد المشرک) ۱/۸۵

۵۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ۸/۲۵۲ (ترجمہ اسماء بنتِ ابی بکرؓ)

۵۸۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب ۱/۳۲۰ (نمبر شمار: ۴۷۲)

۵۹۔ دیکھیے: (الف) بخاری، الجامع الصحیح (کتاب النکاح باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجھا)

۲/۷۸۰۔۷۸۱

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الطلاق باب بیان ان تخییرہ مرءتہ لا یکون طلاقا) ۱/۴۸۰

(ج) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب عشرۃ النساء) ص: ۲۸۱

۶۰۔ مسلم، الجامع الصحیح (کتاب الطلاق، باب بیان ان تخییر امرءتہ لا یکون طلاقا الخ) ۲/۴۷۹ تا ۴۸۲

۶۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: شبلی نعمانی: سیرت النبی ۱/۳۲۸ تا ۳۳۴

۶۲۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(الف) بخاری، الجامع الصحیح ۱/۳۳۴۔ نیز ج ۲ ص ۷۲۹، ۷۰۵، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۹۲، ۸۶۸

(ب) مسلم، الصحیح ۱/۴۷۹ تا ۴۸۲ (کتاب الطلاق باب بیان ان تخییر مرءتہ لا یکون طلاقا)

(ج) نسائی، السنن ۲/۸۸

(د) تفسیر قرطبی، روح المعانی، تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر تحت سورۃ الاحزاب رکوع نمبر: ۴

(ہ) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ۸/۱۲۸ تا ۱۸۴/ نیز صفحہ ۱۸۸۔۱۸۹

(و) شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ۱/۳۲۸ تا ۳۳۴

نوٹ: متعدد روایات (جن کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے) کو جمع کرتے ہوئے یہ طویل روایت زیادہ تر علامہ شبلی نعمانی کے الفاظ میں درج کی گئی ہے۔

۶۳۔ دیکھئے: (الف) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن ۲۷۱/۵

(ب) قاضی عیاض، الشفاء ۲۰/۲

(ج) الآلوسی: روح المعانی ۷۵/۵

(د) قسطلانی، المواهب اللدنیہ ۲۷۸/۳ (الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ)

۶۴۔ (الف) قاضی عیاض، الشفاء ۲۰/۲

(ب) قسطلانی، المواهب اللدنیہ ۲۷۸/۳

۶۵۔ قسطلانی، المواهب اللدنیہ ۲۷۹/۳

۶۶۔ ابن حجر، الاصابہ (تحت نمبر شمار: ۱۲۱۴۔ جندب بن زہیر) ۲۵۹/۱

۶۷۔ (الف) ابن کثیر: سیرۃ النبی (اردو ترجمہ) ۲۷۹/۱۔۲۸۰

(ب) ابن حجر، الاصابہ ۲۲۹/۸ (نمبر شمار: ۱۲۴۷)

(ج) عباس محمود عقاد، عبقریۃ ابی بکر (اردو ترجمہ) ص: ۱۳۳۔۱۳۴

۶۸۔ عباس محمود عقاد، عبقریۃ ابی بکر (اردو ترجمہ) ص: ۱۳۴۔۱۳۵

۶۹۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الاذان باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ) ۹۳/۱۔۹۴

(ب) ایضاً (کتاب الاذان باب ھل یلتفت لامر ینزل بہ الخ) ۱۰۴/۱

(ج) ایضاً (کتاب التہجد باب من رجع القہقری فی صلاتہ الخ) ۱۶۰/۱۔۱۶۱

(د) ایضاً (کتاب المغازی: باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ)

(ہ) مسلم، الصحیح (کتاب الصلوٰۃ باب استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر الخ)

۷۰۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الاذان باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ) ۹۴/۱

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الصلوٰۃ باب استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر الخ)

(ج) ابن اسحاق، السیرۃ النبویہ ۷۱۰/۲ (الیوم الذی قبض اللہ فیہ الرسول ﷺ)

۷۱۔ (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب الصلوٰۃ باب الامام یتحرف بعد التسلیم) ۹۰/۱

(ب) ابن ماجہ، السنن (ابواب اقامۃ الصلوات باب فضل میمنۃ الصف) ۷۲/۱

(ج) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب الدعاء فی التشہد) ص: ۸۷

۷۲۔ قسطلانی، المواهب اللدنیہ ۲۷۹/۳

۷۳۔ الحاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۵۱۵/۳۔۵۱۶

۷۴۔ بخاری، الادب المفرد (باب العیادۃ من الرمد) مع شرح فضل اللہ الصمد ۱/ ۶۳۴۔۶۳۵

۷۵۔ بخاری، الصحیح (کتاب المناقب باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ) ۱/ ۵۵۴۔۵۵۵

۷۶۔ حلبی: سیرت حلبیہ ۲/ ۲۳۴

۷۷۔ الصالحی الشامی، سیرت شامی (سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد) ۳/ ۳۸۶

۷۸۔ مسلم، الجامع الصحیح ۲/ ۴۱۹

۷۹۔ دیکھئے: (الف) الصالحی الشامی، سیرۃ شامی، ۳/ ۳۸۶

(ب) ابن کثیر، السیرۃ النبویہ (عربی) ۲/ ۲۷۰ (قاہرہ)

۸۰۔ دیکھئے: (الف) حلبی، سیرت حلبیہ ۲/ ۲۴۸

(ب) سہیلی، الروض الانف ۲/ ۲۸۸

(ج) ابن اثیر، اسد الغابہ ۲/ ۸۱۔۸۱

(د) الصالحی، الشامی، سیرت شامی، ۳/ ۳۹۰

(ہ) السمہودی، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ۱/ ۲۵۶ (بیروت)

۸۱۔ امام احمد، مسند ۱/ ۸

۸۲۔ دیکھئے: (الف) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ۵/ ۲۷۵

(ب) ابن حجر، الاصابہ ۸/ ۲۱۴ (نمبر شمار: ۱۱۳۹)

(ج) ابن ماجہ، السنن (ابواب الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ ﷺ) ۱/ ۱۱۹

(د) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب وفات النبی ﷺ) ص: ۵۴۸

۸۳۔ بحوالہ سعید احمد اکبر آبادی، سیدنا صدیق اکبر ص: ۴۳۰

۸۴۔ ابن سعد، الطبقات ۳/ ۱۸۷

۸۵۔ احمد بن حنبل، مسند ۵/ ۱۶۴

۸۶۔ قسطلانی، المواھب اللدنیہ ۳/ ۳۰۵

۸۷۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب المناقب باب قول النبی ﷺ سدوا الابواب الا باب ابی بکر) ۱/ ۵۱۶

(ب) ایضاً (کتاب المناقب باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ)

(ج) مسلم، الصحیح، (کتاب الفضائل باب من فضائل ابی بکر صدیقؓ

(د) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب وفاۃ النبی) ص:۵۴۶

(ہ) امام محمد، موطا (باب فضائل اصحاب رسول اللہ ﷺ) ص:۵۱۲

(و) ہیثمی، مجمع الزوائد (مناقب ابی بکرؓ) ۹/۴۲۔۴۳

(ز) ذھبی، تاریخ الاسلام (عہد الخلفاء الراشدین) ص:۱۰۹

۸۸۔ خلیل اور حبیب کا کیا فرق ہے؟ تفصیل کا یہ مقام نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہاں خلت سے مراد وہ تعلق ہے جو صرف خدا اور بندے کے درمیان ہوسکتا ہے۔

۸۹۔ ملاحظہ ہو: بخاری، الصحیح (کتاب الصلوٰۃ باب الخوخۃ والممر فی المسجد) ۱/۶۷

۹۰۔ (الف) ترمذی، شمائل (مع جامع) (باب فی عیش النبی ﷺ) ص:۵۹۹

(ب) ابن حجر، الاصابہ ۴/۱۷۷

(ج) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۲/۸۴۸ (نمبر شمار: ۱۴۴۷۔ عبدالرحمٰن بن عوف)

۹۱۔ (الف) ترمذی، الشمائل (باب ماجاء فی صفۃ خبز رسول اللہ ﷺ) ص:۵۷۸

(ب) ترمذی، جامع (ابواب الزہد باب ماجاء فی معیشۃ النبی ﷺ واھلہ)

91A۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۃ التحریم) ۲/۷۳۰

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الطلاق، باب بیان ان تخییر لا امرءتہ الخ) ۱/۴۸۰

(ج) الموصلی، ابو یعلی، مسند (حدیث نمبر: ۱۵۹) ۱/۱۱۱۔۱۱۲ طبع جدہ

(د) احمد بن حنبل، کتاب الزہد ص:۹۷ دار الفکر بیروت

۹۲۔ (الف) قسطلانی، المواھب اللدنیہ ۳/۳۰۶۔۳۰۷

(ب) قاضی عیاض، الشفاء ۲/۲۱

۹۳۔ (الف) الصالحی الشامی، سبل الہدیٰ والرشاد ۱۱/۴۳۱

(ب) قسطلانی، المواھب اللدنیہ ۳/۳۰۷

(ج) قاضی عیاض، الشفاء ۲/۲۲، ۲۳

۹۴۔ قسطلانی، المواھب ۳/۳۰۷

۹۵۔ ابن سعد، الطبقات ۷/۲۰

95A۔ ایضاً ۲/۳۱۲۔۳۱۳

۹۶۔ (الف) ترمذی، الشمائل باب ماجاء فی وفات رسول اللہ ﷺ ص:۶۰۰

(ب) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ۵/۲۷۴

۹۷- ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب وفاۃ النبی ﷺ) ص: ۵۴۷

۹۸- (الف) ترمذی، الشمائل (باب ماجاء فی وفات رسول اللہ ﷺ) ص: ۶۰۱

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب وفاۃ النبی ﷺ) ص: ۵۴۷

(ج) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵/۲۷۳

۹۹- (الف) ابن ماجہ، السنن (ابواب الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ ﷺ) ۲/۱۱۸۔۱۱۹

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب وفاۃ النبی ﷺ) ص: ۵۴۷

(ج) ابن سعد، الطبقات ۲/۳۱۱

(د) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ۵/۲۷۳

۱۰۰- (الف) ابن ماجہ، السنن ۲/۱۱۸

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب وفات النبی ﷺ) ص: ۵۴۷

(ج) ابن سعد، الطبقات ۲/۳۱۱

(د) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ۵/۲۷۳

۱۰۱- ترمذی، الشمائل مع جامع ترمذی (باب ماجاء فی وفات رسول اللہ ﷺ) ص: ۶۰۰

۱۰۲- (الف) ابن اسحاق، السیرۃ النبویہ (الیوم الذی قبض اللہ فیہ الرسول ﷺ) ۲/۷۱۱

(ب) ابن سعد، الطبقات ۲/۲۶۵

(ج) ترمذی، الشمائل (باب ماجاء فی وفات رسول اللہ ﷺ) ص: ۶۰۰

۱۰۳- (الف) ابن اسحاق، السیرۃ النبویہ ۲/۷۱۳

(ب) ابن کثیر، السیرۃ النبی ﷺ (اردو) ۳/۱۵۳

۱۰۴- دیکھئے: (الف) ابن اسحاق، السیرۃ النبویہ (الیوم الذی قبض اللہ فیہ الرسول ﷺ) ۲/۷۱۳۔۷۱۴

(ب) بخاری، الصحیح (کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ)

(ج) نسائی، السنن (کتاب الجنائز، باب تقبیل المیت)

(د) ابن ماجہ، السنن (ابواب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ)

(ہ) ابن کثیر، سیرۃ النبی (اردو) ۳/۱۵۳۔۱۵۴

۱۰۵- بخاری، الصحیح (کتاب المناقب باب مناقب بلال بن رباح الخ) ۱/۵۳۱

۱۰۶۔ ایضاً (حاشیہ بحوالہ شرح کرمانی)

۱۰۷۔ دیکھئے: (الف) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ۳/۲۳۷

(ب) ابن اثیر، اسد الغابہ ۱/۲۰۷

۱۰۸۔ (الف) ابن اثیر، اسد الغابہ ۱/۲۰۸

(ب) ذھبی، سیر اعلام النبلاء ۱/۳۵۷ (ترجمہ: بلال بن رباح)

(ج) شبلی نعمانی، الفاروق ۱/۷۷

(ب) بخاری، الصحیح (کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ)

۱۰۹۔ دیکھئے: (الف) ذھبی، شمس الدین، سیر اعلام النبلاء ۱/۳۵۸ (اسنادہ لین وھو منکر)

(ب) ابن حجر عسقلانی لسان المیزان ۱/۱۰۷ (تحت ابراہیم۔ ۳۲۰)

(ج) ملا علی قاری، الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ ص: ۲۸۷ ح: ۱۱۲۳

(د) المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع ص: ۲۰۷ ح: ۴۵۸

۱۱۰۔ ابن کثیر، سیرۃ النبی (اردو) ۳/۲۳۶ تا ۲۵۹

۱۱۱۔ ایضاً ۳/۲۶۷۔ نیز البدایہ والنہایہ (اردو) ۵/۵۷۶

۱۱۲۔ (الف) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ۳/۱۵۳ (ترجمہ عبداللہ بن مسعودؓ)

(ب) ذھبی سیر اعلام النبلاء ۱/۴۶۹ (ترجمہ عبداللہ بن مسعودؓ)

(ج) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (اردو) ۵/۵۷۵

۱۱۳۔ دیکھئے: (الف) ابن حبان، الصحیح ۷/۸۹

(ب) علی متقی، کنز العمال ۷/۱۲۲۔۱۲۴

(ج) بیہقی، دلائل النبوۃ ۱/۳۴۹

(د) ابو زھرہ، خاتم النبیین ۱/۲۴۲۔۲۴۳

۱۱۴۔ دیکھئے: (الف) ابو داؤد، السنن (کتاب الطہارۃ باب فی الاستبراء) ۱/۷

(ب) ابن ماجہ، السنن (ابواب الطہارۃ باب من بال ولم یمس ماء) ۱/۲۸

۱۱۵۔ دیکھئے: (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الفضائل باب فضائل عبداللہ بن عباس) ۲/۲۹۸

(ب) ولی الدین، مشکوۃ المصابیح (باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ) ص: ۵۶۹

۱۱۶۔ ابن ماجہ، السنن (ابواب الطہارۃ باب من ذالک یریدہ بالارض بعد الاستنجاء) ۱/۳۰

۱۔ دیکھیے: (الف) مسلم، الصحیح (باب الفضائل باب حسن خلقه ﷺ) ۲/۲۵۳

(ب) بخاری، الادب المفرد (باب العفو عن الخادم) ۱/۲۵۴

(ج) ابوداؤد، السنن (کتاب الادب پہلا باب) ۲/۲۵۸

(د) ترمذی، الشمائل (مع جامع) ص: ۵۹۵

(ہ) قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ ۱/۱۲۱

(و) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ۷/۱۹

(ز) ابن کثیر، السیرۃ النبویہ (عربی) ۴/۶۵۳

(ح) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (اردو) ۵/۵۶۶۔۵۶۷

۱۱۸۔ ملاحظہ ہو: (الف) امام احمد، مسند ۳/۲۳۱

(ب) علی متقی، کنز العمال ۷/۱۳۹ (حیدر آباد دکن)

(ج) بغوی، الانوار فی شمائل النبی المختار ۱/۱۶۳ (بیروت)

۱۱۹۔ ملاحظہ ہو: (الف) احمد، مسند ۴/۵۸ طبع مصر قدیم

(ب) ابن کثیر، السیرۃ النبویہ (عربی)، بیروت ۴/۶۶۔۶۶۱

(ج) ابن منظور، مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر، دار الفکر ۲/۳۶۸

(د) ابن کثیر، سیرۃ النبی (اردو ترجمہ) ۳/۲۶۴۔۲۶۵

(ھ) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (اردو) ۵/۵۷۳

۱۲۰۔ ابن ہشام، سیرۃ النبی ۱/۴۸۰۔۴۸۳

۱۲۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ۳/۲۲

۱۲۲۔ الکامل لابن الاثیر ج ۲/۷۵ دار صادر بیروت ۱۳۹۹ھ۔ بحوالہ ابوالحسن علی ندوی، المرتضیٰ ص ۵۹ تا ۶۱

۱۲۳۔ ابن ماجہ، السنن (ابواب الرھون باب الرجل یستقی کل دلو بتمرۃ) ۲/۱۷۸

۱۲۴۔ کنز العمال ۲/۳۲۱ (آخری جملہ "مصائب کی روک یا مصائب سے بچاؤ کے لیے ایک مضبوط چھتری بنالے" کے واسطے عربی لفظ ہے "فلیعد للبلاء تجفافا" تجفاف (ت کو کسرہ) جنگی پیراہن ہے جو گھوڑے کو پہنایا جاتا ہے، یا انسان پہن لیتا ہے کہ نیزوں یا تیر کا اثر جسم پر نہ پڑے، جیسے زرہ یا خود۔ (بحوالہ سید ابوالحسن علی ندوی: المرتضیٰ مکتبہ سید احمد شہید لاہور ص: ۶۹۔۷۰)

۱۲۵۔ ابن ماجہ، السنن (ابواب الرھون باب الرجل یستقی کل دلو بتمرۃ) ۶/۱۷۸

۱۲۶۔ (الف) ابن حجر، الاصابہ ۵/۳۱ (نمبر شمار: ۶۰۷۷)

(ب) ہیثمی، مجمع الزوائد (باب فی عیش رسول اللہ ﷺ) ۱۰/۳۱۳

نوٹ= مطلب یہ ہے کہ سچا محب رسول جب اتباع سنت میں مال و دولت جوڑ جوڑ کر اور جمع کر کے نہیں رکھے گا بلکہ اللہ کی راہ اور خلقِ خدا پر خرچ کر دے گا، تو لامحالہ اسے فقر و فاقہ اختیار کرنا پڑے گا۔ اسی طرح اتباع سنت میں جب وہ حق کا پرچار کرے گا اور ہر معاملے میں حق کا ساتھ دے گا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اسے حضور ﷺ کی طرح آزمائشوں اور اذیتوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

۱۲۷۔ ابن حجر، الاصابہ ۵/۳۰۴ (نمبر شمار: ۷۴۱۳)

۱۲۸۔ بحوالہ رفیق دلاوری، ابوالقاسم، سیرۃ ذوالنورین مکتبہ صدیقیہ ملتان ص: ۸۲۶۔ ۸۲۸

۱۲۹۔ دیکھیے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب البیوع باب ما قیل فی اللحام والجزار)

(ب) ایضاً (کتاب المظالم باب اذا اذن انسان لآخر شیئا جاز)

(ج) ایضاً (کتاب الاطعمہ باب الرجل یدعیٰ الی طعام الخ)

(د) مسلم، الصحیح (کتاب الاطعمہ باب ما یفعل الضیف اذا اتبعہ غیر الخ)

(ہ) ترمذی، جامع (ابواب النکاح، باب ماجاء من یجیٔ الی الولیمۃ بغیر دعوۃ)

۱۳۰۔ ملاحظہ ہو: (الف) بخاری، الجامع الصحیح (کتاب المناقب: باب علامات النبوۃ فی الاسلام) ۱/۵۰۵

(ب) ایضاً (کتاب الاطعمہ باب من اکل حتی شبع)

(ج) ایضاً (کتاب الایمان والنذور باب اذا حلف ان لا یاءتدم الخ)

(د) ترمذی، جامع (ابواب المناقب باب ماجاء فی آیات نبوۃ النبی ﷺ الخ)

(ھ) ابن ماجہ، السنن (ابواب الاطعمہ باب الخبز الملبق بالسمن)

(و) مسلم، الصحیح کتاب الاطعمہ باب جواز استتباعہ غیرہ الی دار الخ

(ز) امام محمد، موطا (باب فضل اجابۃ الدعوۃ) ص: ۲۸۶

(ح) مالک بن انس، موطا (باب ماجاء فی الطعام والشراب) ص: ۳۷۰

۱۳۱۔ دیکھیے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب)

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الاطعمہ باب جواز استتباعہ غیرہ الی دار الخ)

۱۳۲۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب اللقطہ باب من عرف اللقطہ الخ سے اگلا بلا عنوان باب)

(ب) ایضاً (کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

(ج) ایضاً (کتاب المناقب باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ) ۵۵۷/۱

(د) ایضاً (کتاب المناقب' باب مناقب المہاجرین وفضلہم

(ہ) ایضاً (کتاب الاشربہ باب شرب اللبن الخ)

(و) مسلم، الصحیح (کتاب الاشربہ باب جواز شرب اللبن) نیز (کتاب الزہد باب فی حدیث الہجرۃ) ۴۱۹/۲

۱۳۳۔ دیکھیے: (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الاشربہ باب اکرام الضیف)

(ب) احمد عبد الرحمٰن البناء، الفتح الربانی ۳۲/۲۲۔۳۳

(ج) ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ ۶۶۶/۴۔۶۶۷

(د) ابن کثیر، البدایہ (اردو) ۵/۵۷۷۔۵۷۹

۱۳۴۔ (الف) صحیح بخاری (کتاب المناقب باب ویؤثرون علی انفسھم الخ) ۵۳۵/۱۔۵۳۶

(ب) مسلم، الصحیح کتاب الاطعمہ باب اکرام الضیف

(ج) بخاری، الادب المفرد (باب اکرام الضیف وخدمتہ ایاہ بنفسہ) ۲۱۳/۲

(د) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب جامع المناقب) ص:۵۸۰

۱۳۵۔ ایک وسق پانچ من ڈھائی سیر کے برابر ہوتا ہے، ایک وسق ساٹھ صاع کا اور ایک صاع تین سیر چھ چھٹانک کا۔

۱۳۶۔ ابن حجر، الاصابہ ۲۳۴/۶ (نمبر شمار: ۸۶۹۰) بحوالہ کتاب الاخیاء للدارقطنی

۱۳۷۔ ابن اثیر الجزری: اسد الغابہ ۸۱/۲

۱۳۸۔ صحیح مسلم (کتاب الاطعمہ باب اباحۃ اکل الثوم)

۱۳۹۔ قاضی عیاض (م ۵۴۴ھ) نے حضرت سہل کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جس آدمی نے اپنے تمام اموال میں اپنے آپ پر حضور ﷺ کی ولایت اور اپنی جان کو آں جناب ﷺ کی ملکیت تصور نہ کیا تو وہ آپ ﷺ کی سنت کی حلاوت نہیں چکھے گا۔ کیونکہ خود نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ'' (الشفاء: مکتبۃ التجاریہ مصر ۱۹/۲)

۱۴۰۔ منازل النبی کے قریب حضرت حارثہ بن نعمان کے متعدد مکانات تھے۔ حضور ﷺ کے حرم میں جب کوئی نئی زوجہ محترمہ داخل ہوتیں تو حضرت حارثہ ایک مکان ان کے لیے خالی کر دیتے۔ اور خود دوسرے میں منتقل ہو جاتے۔ ابن سعد، الطبقات ۴۸۸/۳

۱۴۱- (الف) ابن سعد، الطبقات ۲۲/۲۔۲۳ نیز ص:۱۶۶ (ذکر منازل ازواج النبی ﷺ)

(ب) ابن حجر، الاصابہ (تحت فاطمۃ الزہراءؓ) ۱۵۸/۸

۱۴۲- دیکھئے: (الف) ابن سعد، الطبقات ۵۰۲/۱۔۵۰۳

(ب) ابن حجر، الاصابہ ۷۳/۶ (نمبر شمار: ۷۸۴۴)

(ج) ابن کثیر، سیرۃ النبی (اردو) ۵۹/۲

(د) ابن سید الناس، عیون الاثر ۲۵۲/۱

(ہ) الماوردی، احکام السلطانیہ (اردو ترجمہ) ص:۲۷۲

(و) ڈاکٹر حمید اللہ، خطبات بہاولپور ص:۲۷۷

۱۴۳- ابن حجر، الاصابہ ۱۴۹/۱ (تحت نمبر شمار: ۶۱۹۔ البراء بن معرور)

۱۴۴- ابن سعد، الطبقات ۶۲۵/۳

۱۴۵- (الف) سمہودی، وفاء الوفاء ۱۸۹/۱۔۱۹۰

(ب) ابن کثیر، سیرۃ النبی (اردو ترجمہ) ۴۸۰/۱۔۴۸۱

۱۴۶- دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الہبۃ ۔ دوسری حدیث) ۳۴۹/۱

(ب) ایضاً (کتاب الرقاق باب کیف کان عیش النبی واصحابہ) ۹۵۶/۲

(ج) مسلم، الصحیح (کتاب الزہد فصل فی الصبر علی قلۃ ما یجد الخ) ۴۱۰/۲

(د) ابن ابی شیبہ، مصنف ۲۴۹/۱۳

(ہ) ابن حبان، الصحیح ۸۸/۹ سانگلہ ہل

(و) ابن سعد، الطبقات (عن ابی ہریرہ) ۴۰۱/۱

(ز) ابن ماجہ، السنن (ابواب الزہد باب معیشۃ آل محمد ﷺ)

(ح) البیہقی، دلائل النبوۃ ۳۴۱/۱

۱۴۷- (الف) سمہودی، وفاء الوفاء ۱۹۰/۱۔ نیز ۶۱۴/۳

(ب) ابن سعد، الطبقات ۴۰۹/۱

۱۴۸- (الف) ابن سعد، الطبقات ۱۶۲/۸۔۱۶۳

(ب) ذہبی، سیر اعلام النبلاء ۲۷۱/۱

۱۴۹- قسطلانی، المواہب اللدنیہ ۳۴۴/۲

۱۵۰- (الف) محمد حمید اللہ، خطبات بہاولپور (خطبہ نظام مالیہ وتقویم) ص: ۲۷۵

(ب) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور ۴۵/۱۹

۱۵۱- بخاری، الصحیح (کتاب الھبہ باب قبول ہدیۃ الصید الخ) ۳۵۰/۱

۱۵۲- ایضاً

۱۵۳- دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الھبہ باب من اھدی الی صاحبہ الخ نیز کتاب الفضائل باب فضل عائشۃ)

(ب) ابن سعد، الطبقات ۱۶۳/۸ (ذکر جفنۂ سعد بن عبادہ)

(ج) ولی الدین، مشکوٰۃ (باب مناقب ازواج النبی ﷺ) ص: ۵۷۳

(د) ذھبی، سیر اعلام النبلاء ۱۴۲/۲۔۱۴۳

۱۵۴- دیکھئے: (الف) ابن اثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ۵۶۷/۵

(ب) ابن حجر، الاصابہ ۴۱۵/۴ (تحت ام اوس البہز یہ)

۱۵۵- ابن حجر، الاصابہ ۹۹/۸ (نمبر شمار: ۵۰۴)

۱۵۶- ایضاً ۲۷۷/۸ (نمبر شمار: ۱۴۷۸)

۱۵۷- بخاری، الصحیح (کتاب الھبہ باب من زار قوماً فلم یفطر عندھم)

۱۵۸- دیکھئے: (الف) مسلم، الصحیح (کتاب النکاح باب زواج زینب بنت جحش الخ)

(ب) نسائی، السنن (کتاب النکاح باب الھدیۃ لمن عرس)

(ج) ترمذی جامع (ابواب التفسیر، تفسیر سورۃ الاحزاب) ص: ۴۶۳۔۴۶۴

(د) ابن سعد، الطبقات ۱۰۴/۸ (ترجمہ زینب بنت جحشؓ)

۱۵۹- دیکھئے: (الف) ابن حجر، الاصابہ ۲۵۱/۲ (نمبر شمار: ۸۷۸۹۔ نعیمان بن عمرو)

(ب) ابن عبد البر، الاستیعاب ۱۵۲۹/۴ (نمبر شمار: ۲۶۵۹۔ نعیمان بن عمرو)

(ج) ملا علی قاری، شرح الشفاء ۴۵/۲

۱۶۰- (الف) ملا علی قاری، شرح الشفاء ۴۵/۲

(ب) خفاجی، شرح الشفاء ۳۶۰/۳

۱۶۱- ملاحظہ ہو: (الف) قاضی عیاض، الشفاء ۲۵/۲

(ب) ابن عبد البر، الاستیعاب ۱۵۲۹/۴ (نمبر شمار: ۲۶۵۹)

(ج) ملا علی قاری، شرح الشفاء ۴۵/۲

(د) خفاجی، شرح الشفاء ۳/۳٦٠

(ہ) قسطلانی، المواهب اللدنیہ ۳/۳۱۳

(و) ابن سعد، الطبقات ۳/۴۹۴

۱٦۲- (الف) بخاری، الصحیح (کتاب البیوع باب التجار)

(ب) ایضاً (کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

۱٦۳- دیکھئے: (الف) ابن ہشام، سیرۃ النبی ﷺ ۱/۲۵۴

(ب) طبری، تاریخ طبری ۲/۳٠٠

(ج) ابن جوزی، الوفاء با حوال المصطفیٰ ۱/۱٦۵

۱٦۴- دیکھئے: (الف) ابن ہشام، سیرۃ النبی ﷺ ۱/۲۵۹

(ب) ابن عبد البر، الاستیعاب ۴/۱۸۱۹ تا ۱۸۲۱

(ج) ابن سید الناس، عیون الاثر ۱/۱۱۴

۱٦۵- (الف) ابن سعد، الطبقات ۸/۱٠۲ (ترجمہ زینب بنت جحشؓ)

(ب) ابن حجر، الاصابہ ۸/۹۲ (الاصابہ میں صرف سجدہ شکر کا ذکر ہے)

۱٦٦- (الف) بخاری، الصحیح ۲/۱٠۴۱

(ب) الصالحی الشامی، سیرت شامی ۱۱/۲٠۱

۱٦۷- دیکھئے: (الف) ابن سعد، الطبقات ۸/۹۷ (ترجمہ ام حبیبہؓ)

(ب) عبد الرحمٰن البناء، الفتح الربانی ۲۲:۱۳۳

(ج) قسطلانی، المواهب اللدنیہ ۲/۸٦

(د) ابن عبد البر، الاستیعاب ۴/۱۹۳٠

(ہ) بلاذری، انساب الاشراف ۱/۴۳۹

(و) حلبی، سیرت حلبیہ (غزوات النبی۔ اردو ترجمہ) ص: ۴۸۷

(ز) حاکم، المستدرک ۴/۲۱

۱٦۸۔ ملاحظہ ہو: (الف) بلاذری، انساب الاشراف ۱/۴۳۹

(ب) ابن حجر، الاصابہ ۸/۸۴

(ج) الصالحی، سیرت شامی ۱۱/۱۹۵

۱۶۹۔ دیکھیے: (الف) بخاری، الصحیح (ابواب المظالم والقصاص باب الغرفۃ والعلیۃ المشرفہ فیہ) ۱/۳۳۴

(ب) ایضاً (کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۃ الریم) ۲/۷۲۹

(ج) ایضاً (کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۃ الاحزاب) ۲/۷۰۵

(د) ایضاً (کتاب النکاح باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجہا) ۲/۷۸۰۔۷۸۱

(ہ) ایضاً (کتاب النکاح باب من خیر نساء ہ ۲/۷۹۲

(و) ایضاً (کتاب اللباس باب ما کان النبی ﷺ یتجوز من اللباس والبسط) ۲/۸۶۸

(ز) مسلم، الصحیح (کتاب الطلاق باب بیان ان تخییر امرءتہ لا یکون طلاقا الخ) ۱/۴۷۹ تا ۴۸۲

(ح) نسائی، سنن (کتاب الطلاق باب الایلاء) ۲/۱۸۸ نیز (کتاب النکاح پہلا باب)

(ط) البلاذری، انساب الاشراف ۱/۴۲۶۔۴۲۷

(ی) ابن سعد، الطبقات ۸/۶۸۔۶۹ نیز ص: ۱۸۰۔۱۸۱۔۱۹۱

(ک) ولی الدین، مشکوۃ المصابیح (باب عشرۃ النساء) ص: ۲۸۱

(ل) تفسیر قرطبی، روح المعانی، تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر وغیرہ تحت سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۲۸۔۲۹

(م) ترمذی، جامع ابواب التفسیر تفسیر سورۃ الاحزاب

۱۷۰۔ یوسف نبہانی، جواہر البحار ۱/۲۸۵

۱۷۱۔ ملاحظہ ہو: (الف) ابن سعد، الطبقات ۸/۱۱۸ (ترجمہ "جویریہ")

(ب) عبدالرحمن البناء، الفتح الربانی ۲۲: ۱۴۲

(ج) ابن حجر، الاصابہ ۸/۴۳

(د) ذہبی، سیر اعلام النبلاء ۲/۲۶۳

(ہ) الصالحی الشامی، سیرت شامی ۱۱/۲۱۱

(و) بدران، تہذیب تاریخ دمشق ۱/۳۰۷

۱۷۲۔ دیکھیے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الھبہ باب ہبۃ المرءۃ لغیر زوجہا الخ) ۱/۳۵۳

(ب) ایضاً (کتاب الشہادات باب القرعۃ فی المشکلات الخ) ۱/۳۶۹

۱۷۳۔ (الف) ابن سعد، الطبقات ۸/۵۳۔۵۴

(ب) بلاذری، انساب الاشراف ۱/۴۰۷

(ج) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۴/۱۸۶۷

(د) ابن قیم، زاد المعاد ۱/۱۵۳

(ہ) ابن حجر، الاصابہ ۱۲۷/۸

(و) قسطلانی، المواھب اللدنیہ ۸۰/۲

(ز) الصالحی الشامی، سیرت شامی ۱۹۹/۱۱

(ح) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن ۱۶۴:۱۴

(ط) ذھبی، سیر اعلام النبلاء ۲۶۸/۲

(ی) شیخ عبدالحق، مدارج النبوہ (اردو) ۷۵۳/۲

(ک) ترمذی، جامع، ابواب التفسیر تفسیر سورۃ النساء

(ل) ولی الدین، مشکوۃ المصابیح (باب القسم) ص: ۲۸۰

۱۷۴- دیکھئے: (الف) احمد بن حنبل، مسند ۳۳۸/۶

(ب) ابن ماجہ، السنن (ابواب النکاح باب المرءۃ تھب یومھا لصاحبھا) ۱۴۳/۱

۱۷۵- دیکھئے: (الف) ابن حجر، الاصابہ ۱۶۶/۸

(ب) قسطلانی، المواھب اللدنیہ ۹۳/۲

(ج) حلبی، سیرت حلبیہ ۴۱۵/۳

۱۷۶- (الف) قسطلانی، المواھب ۹۳/۲

(ب) شیخ عبدالحق، مدارج النبوہ (اردو ترجمہ) ۷۷۶/۲

(ج) ابن سعد، الطبقات ۱۲۳/۸ (ترجمہ صفیہ)

۱۷۷- دیکھئے: (الف) ابن سعد، الطبقات ۱۲۸/۸۔ نیز ۳۱۳/۲

(ب) ابن حجر، الاصابہ ۱۲۷/۸

(ج) شیخ عبدالحق، مدارج النبوہ (اردو ترجمہ) ۷۷۸/۲

۱۷۸- (الف) بخاری، الصحیح (کتاب النکاح باب القرعۃ بین النساء) ۷۸۴/۲

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الفضائل باب مناقب عائشۃ ام المؤمنین) ۲۸۶/۲

۱۷۹- مسلم، الصحیح (کتاب اور باب مذکور) ۲۸۵/۲

۱۸۰- دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب المغازی باب غزوۃ الطائف) ۶۲۰/۲

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الفضائل باب من فضائل ابی موسی) ۳۰۳/۲

باب دوم

دفاع وحفاظت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

باب دوم: دفاع وحفاظتِ رسول ﷺ

پہلی فصل: ذاتِ رسول ﷺ کا دفاع

محبوب کا ہر دشمن، ہر مخالف، ہر نوع کی تکلیف و مصیبت اور کسی بھی قسم کی نقصان دہ چیز اور خطرہ سے دفاع حقیقی و واقعی محبت کا ایک لازمی اور فطری تقاضا ہے۔ اگر محبّ کو اپنی جان محبوب کی جان سے زیادہ عزیز ہے اور وہ دفاع محبوب کے لیے فدویت و جان نثاری کا کوئی جذبہ نہیں رکھتا تو ایسی صورت میں دعوائے محبت جھوٹا اور خود مدعی محبت چُوری کھانے والے مجنوں کی مانند ہے۔ محبت کے اس پہلو اور لازمی تقاضا و داعیہ کے اعتبار سے جب ہم حضور والا شان ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام کی محبت کا جائزہ لیتے ہیں تو پوری انسانی تاریخ اور محبت کی دنیا میں ان کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ یہ دعویٰ محض عقیدت اور خوش فہمی پر مبنی نہیں بلکہ ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے جس پر جہاں تاریخ گواہ ہے وہاں اپنے اور پرائے سب اعتراف بھی کرتے ہیں چنانچہ اس دعویٰ کی دلیل کے طور پر آئندہ سطور میں ہم چند لاثانی قسم کے مظاہر محبت تحریر کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

واضح رہے ان مظاہر محبت میں صرف ان واقعات کو مدّ نظر رکھا گیا ہے جن سے فقط ذاتِ رسول ﷺ کا دفاع اور آپ ﷺ پر تن من دھن قربان کر دینا ثابت ہوتا ہے۔ جہاں تک صحابہ کرامؓ کا ملک و ملّت کے دفاع کی خاطر اور دین اسلام کے لیے جانیں قربان کا معاملہ ہے تو موضوع سے خارج ہونے کے باعث ان کو زیرِ تحریر نہیں لایا گیا۔

ذاتِ رسول ﷺ کا دفاع اور حضرت ابوبکر صدیقؓ

ایک دفعہ حضور ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط ادھر آ نکلا۔ اس نے اپنی چادر حضور ﷺ کی گردن میں ڈال کر اس کو اس طرح بل دیا کہ سردار دو عالم ﷺ کا دم گھٹنے لگا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی پہنچ گئے۔ عقبہ کو کاندھوں کے بل دھکا دے کر وہاں

سے ہٹایا اور بولے ارے ظالمو! کیا تم اس کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔[1]

حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ قریش نے آپ ﷺ کو گھیر رکھا تھا۔ کوئی آپ ﷺ کو پکڑ کر کھینچتا، کوئی دھکا دیتا اور سب یہ کہتے جاتے تھے تو وہ ہی ہے جس نے سب خداؤں کو ملا کر ایک کر دیا ہے۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ یہ منظر اس قدر بھیانک تھا کہ ہم میں سے کسی کو حضور ﷺ کے پاس جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ البتہ ہاں ابو بکرؓ آگے بڑھے اور انہوں نے قریشیوں میں سے کسی کو مارا کسی کو دھکا دیا کسی کو پیچھے ہٹایا یہ سب کچھ کرتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ بد بختو کیا تم اس شخص کو قتل کر دو گے جو اللہ کو اپنا رب کہتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ کہہ کر حضرت علیؓ نے اپنی چادر اٹھائی اور رونے لگے، یہاں تک کہ داڑھی تر ہو گئی۔ اس حالت میں لوگوں سے پوچھا: اچھا بتاؤ! آل فرعون کا مومن اچھا تھا یا ابو بکر صدیقؓ؟ لوگ خاموش رہے۔ آپؓ نے دریافت فرمایا کیا تم مجھ کو جواب نہیں دو گے؟ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ بخدا ابو بکر کا ایک لمحہ آل فرعون کے مومن جیسے شخص کے ہزاروں لمحوں سے بہتر ہے۔ اس لیے کہ یہ شخص اپنا ایمان پوشیدہ رکھتا تھا اور ابو بکرؓ اپنے ایمان کا اعلان کرتے تھے۔[2]

جبکہ سیّدہ اسماء بنت ابی بکرؓ سے مروی روایت میں دفاع نبوی کا یہ واقعہ کچھ اس طرح منقول ہے کہ ایک دفعہ مشرکین مکہ حرم میں بیٹھے رسول اللہ ﷺ کی ذات اور ان کے معبودان باطل کے بارے میں آپ ﷺ کی گفتگو اور دعوت توحید کا تذکرہ کر رہے تھے کہ اسی دوران رسول اللہ ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ وہ سب حضور ﷺ کی طرف لپکے اور کہنے لگے کیا تم نے ہمارے معبودوں کے لیے یہ یہ باتیں نہیں کہی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں ضرور کہی ہیں۔ یہ سن کر سب مردود آپ ﷺ پر پل پڑے۔ اور مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ اس مار کٹائی کی آواز حضرت صدیق اکبرؓ تک پہنچی تو آپؓ فوراً مسجد میں پہنچے اور لوگوں کو ہٹاتے ہوئے فرمایا: کیا تم ایک آدمی کو محض اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ اور تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے معجزات اور واضح نشانیاں لے کر آیا ہے۔ کفار کا یہ سننا تھا کہ وہ حضور ﷺ کو چھوڑ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے درپے ہو گئے اور اتنا مارا کہ جب گھر

واپس آئے تو سر کی چوٹی کے ساتھ ہاتھ یا کوئی بھی چیز لگاتے تو اس کے ساتھ سر کے بال بھی آجاتے۔اس کے باوجود آپؓ اللہ کا شکر ادا کرتے۔[3]

ذات رسول ﷺ کا دفاع اور سیّدہ فاطمۃ الزہراءؓ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنی آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے ساتھی (بھی وہیں) بیٹھے ہوئے تھے تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم میں سے کوئی شخص قبیلے کی (جو) اونٹنی (ذبح ہوئی ہے اس) کی اوجھڑی اٹھالائے اور (لاکر) جب محمد ﷺ سجدے میں جائیں تو ان کی پیٹھ پر رکھ دے۔ ان میں سے ایک سب سے زیادہ بدبخت (آدمی) اٹھا اور اوجھڑی لے کر آیا اور دیکھتا رہا۔ جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو اس نے اس اوجھڑی کو آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ (عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں) میں یہ (سب کچھ) دیکھ رہا تھا مگر کچھ نہ کر سکتا تھا کاش (اس وقت) مجھے کچھ زور ہوتا۔ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ (اس حال میں آپ ﷺ کو دیکھ کر) وہ لوگ ہنسنے لگے اور ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہونے لگے، حضور ﷺ سجدہ میں ہی تھے (بوجھ کی وجہ سے) اپنا سر نہیں اٹھا سکتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت فاطمہؓ آئیں اور وہ بوجھ آپ ﷺ کی پیٹھ پر سے اتار کر پھینکا تب آپ ﷺ نے سر اٹھایا اور تین بار فرمایا: یا اللہ تو قریش کی تباہی کو لازم کردے۔ یہ (بات) ان کافروں کو ناگوار ہوئی کہ آپ ﷺ نے ان کو بددعاء دی ہے۔

عبداللہؓ کہتے ہیں: وہ سمجھتے تھے کہ اس شہر مکہ میں دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے (ان میں سے) ہر ایک کا (جدا جدا) نام لے کر کہا کہ اے اللہ ان کو ضرور ہلاک کردے ابوجہل کو، عقبہ بن ربیعہ کو، شیبہ بن ربیعہ کو، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن معیط کو۔ ساتویں آدمی کا نام (بھی) لیا مگر مجھے یاد نہیں رہا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جن لوگوں کا رسول اللہ ﷺ نے (بددعاء میں) نام لیا تھا۔ میں نے ان (کی لاشوں) کو بدر کے کنویں میں پڑے ہوئے دیکھا۔[4]

جبکہ صحیح مسلم میں یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دن) بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے ساتھی (اینڈ کمپنی) وہاں بیٹھے تھے، ادھر ایک دن قبل ایک اونٹنی ذبح کی گئی تھی تو ابوجہل نے کہا تم میں سے کون

جا کر اس کا بچہ دان لاتا ہے اور اس کو رکھ دیتا ہے محمد ﷺ کے دونوں مونڈھوں کے بیچ میں جب وہ سجدے میں جاویں۔ تو یہ سن کر ان لوگوں میں سے بد بخت ترین آدمی (عقبہ بن ابی معیط ملعون) اٹھا اور لایا اس کو اور رسول اللہ ﷺ جب سجدے میں گئے تو آپ کے دونوں مونڈھوں کے بیچ میں وہ بچہ دان رکھ دیا، عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں پھر ان لوگوں نے ہنسنا شروع کیا اور مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر گرنے لگے اور میں (عبداللہ بن مسعودؓ) کھڑا ہوا دیکھتا تھا کاش میرے لیے دفاع کی طاقت ہوتی (یعنی میرے مددگار لوگ ہوتے) تو میں پھینک دیتا اس کو رسول اللہ ﷺ کی پیٹھ سے اور نبی اکرم ﷺ سجدے ہی میں رہے آپ نے سر نہیں اٹھایا یہاں تک کہ ایک آدمی گیا اور اس نے حضرت فاطمہؓ کو خبر کی تو وہ (اسی وقت) تشریف لائیں۔ حضرت فاطمہؓ اس وقت لڑکی تھیں اور اس کو پھینکا آپ کی پیٹھ سے پھر ان لوگوں کی طرف آئیں ان کو برا بھلا کہا۔ جب نبی اکرم ﷺ نماز پڑھ چکے تو آپ ﷺ نے بلند آواز سے بد دعاء کی ان پر۔ اور آپ ﷺ کا عام معمول تھا کہ جب دعا کرتے تو تین بار دعا کرتے اور جب خدا سے کچھ مانگتے تو تین بار مانگتے پھر آپ نے فرمایا اے اللہ! قریش کی خبر تو ہی لے۔ تین بار یہ بد دعا فرمائی۔ ان لوگوں نے جب آپ کی آواز سنی تو ہنسی جاتی رہی اور آپ کی بد دعاء سے ڈر گئے۔ پھر آپ نے فرمایا اللہ تو سمجھ لے ابو جہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط سے اور ساتویں کا نام مجھے یاد نہیں رہا (بخاری کی روایت میں اس کا نام عمارہ بن ولید مذکور ہے) پھر قسم اس کی جس نے حضرت محمد ﷺ کو سچا پیغمبر بنا کے بھیجا میں نے ان سب لوگوں کو جن کا آپ نے نام لیا بدر کے دن گرے پڑے ہوئے دیکھا۔ ان کی نعشیں گھسیٹ کر گڑھے میں ڈالی گئیں جو بدر میں تھا (جیسے کتے کو گھسیٹ کر پھینکتے ہیں) ابو اسحاق نے کہا ولید بن عقبہ کا نام غلط ہے اس حدیث میں۔[5]

غزوہ بدر اور دفاعِ رسول ﷺ

غزوہ بدر کے موقعہ پر حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ سے ایک مٹھی بھر جماعت کے ساتھ روانہ ہو کر جب ذفران کے مقام پر پہنچے تو وہاں قیام فرمایا اسی جگہ یہ اطلاع ملی کہ قریش کا لشکر بڑی شان وشوکت کے ساتھ بڑھا چلا آرہا ہے تاکہ وہ اپنے قافلہ کا بچاؤ کر سکے۔ اس اطلاع نے ساری صورت حال کو بدل کر رکھ دیا پہلے مسلمان ابو سفیان کے تعاقب میں بڑھے چلے

آرہے تھے اب اچانک معلوم ہوا کہ قافلہ تو بچ کر نکل گیا ہے اور قریش مکہ ایک لشکر جرار کے ساتھ بڑھتے چلے آرہے ہیں اس لیے اس مقام پر حضور سرور عالم ﷺ نے مجلس مشاورت قائم کی ۔مہاجرین ۔انصار اوس وخزرج کے قبائل سب کو اس مجلس میں شمولیت کی دعوت دی۔ جب سب جمع ہو گئے تو حضور ﷺ نے موجودہ صورتحال سے ان کو آگاہ کیا اور پوچھا اب تمہاری کیا رائے ہے؟ سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ اٹھے۔اور بڑی خوبصورت گفتگو کی پھر حضرت عمرؓ اُٹھے انہوں نے بھی اپنے جذبہ جاں نثاری کا بھرپور مظاہرہ کیا پھر مقداد بن عمروؓ اٹھے انہوں نے عرض کی۔ ''یارسول اللہ! تشریف لے چلیے جدھر اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ بخدا ہم آپ کو وہ جواب نہ دیں گے جو جواب بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا کہ جایئے آپ اور آپ کا خدا اور ان سے جنگ کیجیے ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں بلکہ ہم یہ کہیں گے تشریف لے چلیے آپ اور آپ کا پروردگار اور جنگ کیجیے ہم آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔اس ذات پاک کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور آپ کی معیت میں دشمن کے ساتھ جنگ کرتے جائیں گے یہاں تک کہ آپ وہاں پہنچ جائیں۔ ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے لڑیں گے۔[۲]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقداد کے ان ایمان افروز جذبات کو سن کر انہیں کلمہ خیر سے یاد فرمایا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بعد پھر فرمایا۔

"اشیروا علیّ ایھا النّاس" (اے لوگو! مجھے مشورہ دو)

حضرت سعد بن معاذؓ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی:

"واللہ لکانّك تریدنا یارسول اللّٰہ" (اے اللہ کے پیارے رسول! یوں لگتا ہے جیسے حضور ﷺ ہماری رائے پوچھ رہے ہیں۔)

حضور ﷺ نے فرمایا بیشک! تو سعدؓ گویا ہوئے۔

''بیشک ہم آپ ﷺ پر ایمان لے آئے ہیں، ہم نے آپ ﷺ کی تصدیق کی ہے، ہم نے گواہی دی ہے کہ جو دین لے کر آپ ﷺ تشریف لائے ہیں وہ حق ہے۔ اور اس پر ہم نے آپ ﷺ سے وعدے کیے ہیں۔ اور ہم نے آپ ﷺ کا حکم سننے اور اسکو بجالانے کے پکے

پیمان باندھے ہیں۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ تشریف لے جائیے جدھر آپ ﷺ کا ارادہ ہے ہم حضور ﷺ کے ساتھ چلتے ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر آپ ﷺ ہمیں سمندر کے سامنے لے جائیں اور خود اس میں داخل ہو جائیں تو ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ سمندر میں چھلانگ لگا دیں گے ہم میں سے ایک بھی شخص پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم اس بات کو ناپسند نہیں کرتے اگر آپ ﷺ کل ہی دشمن کا مقابلہ کریں۔ ہم جنگ کے گھسان میں صبر کرنے والے ہیں دشمن سے مقابلہ کے وقت ہم سچے ہیں، ہمیں امید ہے کہ اللہ آپ ﷺ کو ہم سے وہ کارنامے دکھائے گا جس سے آپ ﷺ کی چشم مبارک ٹھنڈی ہو جائے گی۔ پس اللہ کی برکت پر آپ ﷺ روانہ ہو جائیے۔'' [7]

حضرت سعد کے ان پاکیزہ اور مجاہدانہ جذبات کو سن کر حضور ﷺ کی خوشی کی حد نہ رہی۔ پھر فرمایا:

"سیروا وابشروا فانّ اللّٰہ قد وعدنی احدی الطّا ئفتین
واللّٰہ لکانّی الآن انظر الیٰ مصارع القَوم۔"

''روانہ ہو جاؤ۔ اور تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر غلبہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بخدا میں قوم کے مقتولوں کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں۔'' [8]

غزوۂ احد اور کمالِ دفاعِ رسول ﷺ

غزوہ احد میں صحابہ کرامؓ نے جس انداز اور جس جوانمردی سے حضور ﷺ کا دفاع کیا اور آپ ﷺ پر جانیں نچھاور کیں، اس کی چند جھلکیاں ذیل میں ملاحظہ ہوں:

اسلام کے مجاہدین میدان جنگ میں مختلف مقامات پر داد شجاعت دے رہے تھے اور دشمنوں کے حملہ کو پسپا کرنے میں مصروف تھے۔ حضور ﷺ نے چاہا کہ نشیب سے پہاڑ کی چوٹی پر جا کر ڈیرہ جمائیں، تاکہ مجاہدین کی کاروائیوں کا جائزہ بھی لیا جا سکے۔ اس کے علاوہ مقصد یہ بھی تھا کہ پہاڑ کی بلندی پر جب تشریف فرما ہونگے تو سارے جان نثار حضور ﷺ کو دیکھ لینے کے بعد وہاں اکٹھے ہو جائیں گے اور پھر اجتماعی قوت سے لشکر کفار پر حملہ کیا جا سکے گا۔ لیکن کفار نے جب حضور ﷺ کو پہاڑی کے اوپر جاتے دیکھا تو فیصلہ کن حملے کے لیے ادھر بھاگے۔ ان کی نیت یہ تھی کہ وہ حضور ﷺ کی شمع حیات کو گل کر دیں۔ اس مقصد میں تو انہیں منہ کی کھانی پڑی البتہ بعض بدبختوں نے دور سے پتھر برسانے شروع کر دیئے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ پہاڑی کے اوپر چڑھ رہے تھے تو حضور ﷺ کی معیت میں صرف گیارہ انصاری اور ایک مہاجر طلحہ بن عبیداللہ تھے۔ مشرکین نے پیچھے سے آلیا۔ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا کہ "اَلَا احد لھٰؤلآءِ" (کیا تم میں سے کوئی ہے جوان کا راستہ روکے) طلحہؓ نے عرض کی: میں یارسول ﷺ! فرمایا تم جہاں ہو وہاں ٹھیک ہو۔ کوئی اور؟ ایک انصاری نے عرض کی "فانا یارسول اللّٰہ" (اے اللہ کے پیارے رسول! یہ غلام حاضر ہے) وہ انصاری ان حملہ آوروں سے برسرپیکار ہوگیا، اتنے میں حضور ﷺ اوپر چڑھتے گئے۔ کچھ دیر بعد اس انصاری کو شہید کر دیا گیا۔ حضور ﷺ نے پھر وہی سوال دہرایا۔ حضرت طلحہؓ نے عرض کی: میں حاضر ہوں۔ حضور ﷺ نے انہیں دوبارہ صبر کرنے کی تلقین فرمائی، اور ایک دوسرے صحابی نے ان سے لڑنا شروع کر دیا، اور حضور ﷺ نے اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔

پھر یہ انصاری بھی شہید کر دیا گیا یہاں تک کہ گیارہ کے گیارہ انصاری اپنے آقا کے دشمنوں کے آڑے آتے رہے اور جانیں قربان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ کفار کے اس ریلے کا مقابلہ کرنے کے لیے صرف دو شخص رہ گئے، ایک رحمت عالم ﷺ اور ایک آپ ﷺ کے جانباز صحابی حضرت ابوطلحہؓ۔ پھر حضرت ابوطلحہؓ ان کفار کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اور جتنی مزاحمت ان گیارہ جان نثاروں نے کی تھی، اتنی دیر تک ایک طلحہؓ نے کی، اور ان کو ایک انچ آگے نہ بڑھنے دیا یہاں تک کہ ان کی انگلیاں کٹ گئیں اور ہاتھ شل ہو گیا، تو حضرت ابوطلحہؓ کے منہ سے کلمہ درد نکل گیا جس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تو بسم اللہ کہتا تو ملائکہ تجھے اٹھا لیتے اور لوگ دیکھ رہے ہوتے۔ پھر اللہ نے مشرکین کو (وہاں سے) پھیر دیا۔[9]

حضرت زبیر بن العوامؓ کہتے ہیں کہ احد کے دن نبی اکرم ﷺ کے بدن مبارک پر دو زرہیں تھیں۔ آپ ﷺ نے ایک چٹان پر چڑھنے کا ارادہ فرمایا (تاکہ جان نثاران آپ ﷺ کو دیکھ کر ثابت قدم رہیں) مگر آپ ﷺ (چٹان کے اونچا ہونے اور جسم کے زخم آلود ہونے کے باعث) چٹان پر چڑھ نہ سکے آپ ﷺ نے حضرت طلحہ کو اپنے نیچے بٹھایا۔ پھر نبی اکرم ﷺ اوپر چڑھے حتیٰ کہ چٹان پر کھڑے ہو گئے۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ طلحہؓ نے (اپنی جان نثاری سے جنت یا میری شفاعت کو) واجب کر لیا۔[10]

چنانچہ حضرت علیؓ بن ابی طالب کہتے ہیں کہ میرے کانوں نے رسول اللہ ﷺ کے منہ سے

یہ الفاظ سنے کہ آپ ﷺ فرمار ہے تھے ''طلحہؓ اور زبیرؓ جنت میں میرے پڑوسی ہوں گے۔''[11]

جبکہ ایک روایت میں حضرت طلحہؓ خود کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو (غزوہ احد کے دن) اس حال میں دیکھا کہ جبکہ آپ ﷺ کے اکثر صحابہ پسپا ہو چکے تھے اور مشرکین نے آپ ﷺ پر بھیڑ کر کے آپ ﷺ کو گھیر رکھا تھا تو مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آپ ﷺ کے آگے کھڑا ہوں یا پیچھے یا دائیں یا بائیں چنانچہ ایک مرتبہ تو میں آپ ﷺ کے آگے آ کر تلوار سے آپ کو بچاتا اور دوسری مرتبہ آپ کے پیچھے سے۔ یہاں تک کہ وہ سب حملہ آور منتشر ہو گئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ حضرت طلحہؓ سے فرمایا کرتے تھے کہ اس نے (جنت کو) واجب کر لیا۔[12]

حضور ﷺ کے اس دفاع میں حضرت طلحہؓ کو تلوار اور نیزے کے تقریباً ستر زخم لگے۔[13]

اسی طرح انصاری صحابی حضرت ابوطلحہؓ (زید بن سہل، حضرت انس بن مالکؓ کے سوتیلے والد) غزوہ احد کے دن نبی اکرم ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر اور آپ ﷺ کے سامنے ڈھال بن کر تیر اندازی کر رہے تھے۔ وہ جب تیر پھینکتے تو حضور ﷺ سر اٹھا کر دیکھتے کہ ان کا تیر کہاں گرا ہے؟ اس پر حضرت ابوطلحہؓ عرض کرتے یا رسول اللہ ﷺ! اس طرح کہیں آں جناب ﷺ کو تیر لگ نہ جائے۔ میرا سینہ آپ کے سینہ کے آگے ہے۔ علاوہ ازیں ابوطلحہؓ آپ کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور عرض کرتے یا رسول اللہ ﷺ میں مضبوط آدمی ہوں مجھے اپنی ضروریات کے لیے بھیجئے اور آپ جو چاہتے ہیں اس کا مجھے حکم فرمایئے۔[14]

اسی طرح حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد کے دن تلوار پکڑی اور فرمایا کون آدمی اس تلوار کو پکڑے گا؟ صحابہ میں سے ہر آدمی اپنے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہنے لگا: میں میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کون آدمی اس کے حق کے ساتھ اسے پکڑے گا؟ یہ شرط سن کر سارے لوگ پیچھے ہٹ گئے البتہ حضرت ابودجانہؓ سماک بن خرشہ نے عرض کی: میں اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ پکڑتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے تلوار پکڑی اور اس سے کئی مشرکین کی کھوپڑیاں اڑا دیں۔[15]

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: میں نے اپنے والد حضرت ابوبکرؓ کو یہ فرماتے سنا کہ جب احد کا دن تھا تو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور میں ایک زوردار تیر آ کر لگا جس سے آپ کی آہنی خود کی

دو کڑیاں آپ کے رخساروں میں دھنس گئیں تو میں (ابوبکر) رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑتا ہوا آیا۔ اس دوران میں نے دیکھا کہ ایک آدمی مشرق کی طرف سے اڑتا ہوا آرہا ہے تو میں نے دعاء کی۔ اے اللہ اس آدمی کو سراپا طاعت (نیکی) بنا دینا۔ یہاں تک کہ ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ مجھ سے سبقت لے (حضور ﷺ کے پاس پہلے پہنچ) چکے ہیں۔ تو وہ کہنے لگے اے ابوبکر! میں اللہ کے نام پر آپ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے چھوڑ دیجیے یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ کے رخسار سے خود کی کڑی کھینچ لوں۔ حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں: میں نے انہیں چھوڑ دیا تو ابوعبیدہ نے اپنے سامنے کے اوپر کے دو دانتوں سے خود کی ایک کڑی کو پکڑ کر زور سے کھینچا تو اپنی پیٹھ کے بل گر پڑے اور ساتھ دونوں دانت بھی گر گئے پھر اسی طرح دوسری کڑی کو دانتوں سے پکڑ کر کھینچا تو دوسرے دو دانت بھی گر پڑے۔ پس اس طرح حضرت ابوعبیدہؓ تمام صحابہ کے درمیان ٹوٹے ہوئے دانتوں والے تھے۔[1]

حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ سامنے کے دانت ٹوٹنے سے حضرت ابوعبیدہؓ کا چہرہ (بجائے اس کے کہ بدصورت معلوم ہوتا) دفاعِ رسول ﷺ کے اس جذبہ کی برکت سے مزید خوبصورت لگتا تھا۔[2]

دفاعِ رسول ﷺ اور حضرت اُمِ عمارہؓ

حضور ﷺ کے دفاع میں صحابیات بھی دیگر صحابہ کرام سے پیچھے نہ تھیں۔ چنانچہ ایک انصاری صحابیہ حضرت ام عمارہ (نسیبہ بنت کعب) کے بارے میں ام سعید بنت سعد بن الربیع کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں ان کے پاس آئی اور انہیں (ام عمارہ کو) کہا: آپ مجھے غزوہ احد میں اپنی شرکت اور جنگ کے حوالے سے کچھ بتایئے۔ انہوں نے کہا: میں اس دن صبح صبح پانی کی مشک لے کر نکلی اور میدان جنگ میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کے پاس پہنچ کر انہیں پانی پلاتی رہی۔ ابتداء میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی مگر بعد میں جب مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کر خود بھی جنگ میں شریک ہوگئی اور رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کا دفاع کرتے ہوئے تلوار سے دشمنوں کو وہاں سے ہٹانے لگی اور تیر پھینکنے لگی۔ حتیٰ کہ اس دوران مجھے ایک زخم بھی لگ گیا۔ ام سعید کہتی ہیں کہ میں نے ام عمارہؓ کے کندھے پر ایک بڑا زخم دیکھا جو اندر سے گڑھے کی طرح خالی تھا۔ میں نے پوچھا اے ام عمارہ

"! یہ زخم تجھے کس نے پہنچایا تھا؟ فرمانے لگیں: غزوہ احد کے دن جب لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے منتشر ہو چکے تھے، ابن قمیئہ چیختا ہوا آیا کہ مجھے محمد ﷺ کا پتہ بتاؤ اگر وہ بچ گئے تو میں نہیں بچ سکوں گا۔ حضرت مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھ کچھ اور لوگ اس کے سامنے آ گئے۔ میں بھی انہیں دفاع کنندگان میں شامل تھی تو اس نے مجھے یہ زخم لگایا تھا۔ جواب میں میں نے بھی اس پر کئی وار کیے مگر اس دشمنِ خدا پر دو لوہے کی زرہیں تھیں۔ حضرت ام عمارہ کو اس دفاع میں اس بڑے زخم کے علاوہ بھی کوئی بارہ/۱۲ تیرہ/۱۳ زخم نیزے اور تلوار کے لگے۔[۱۸]

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بات کہتے ہوئے سنا کہ غزوہ احد کے دن میں نے جب بھی دائیں بائیں دیکھا، ام عمارہ مجھے اپنے سامنے (مردانہ وار) لڑتی ہوئی نظر آئیں۔[۱۹]

حضور ﷺ کا دفاع اور قدم نبوی پر موت

غزوہ احد کے دن فریقین میں جب جنگ نے شدت اختیار کی اور اسی گھمسان کی جنگ میں جب دشمن رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچ گئے تو حضرت مصعب بن عمیرؓ نے آگے بڑھ کر آں جناب ﷺ کا دفاع کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔ پھر ابو دجانہ سماک بن خرشہ نے دفاع نبوی کا مورچہ سنبھال لیا تاہم وہ شدید زخمی ہو گئے۔ اسی دوران رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا سامنے کے دندان مبارک ٹوٹ گئے۔ ہونٹ زخمی ہو گئے اور رخسار مبارک پر بھی سخت چوٹیں لگیں حالانکہ آپ ﷺ نے دو زرہیں زیب تن فرما رکھی تھیں، اس موقعہ پر (جب کہ آپ ﷺ کی ذات دشمنوں کے نرغہ میں گھری ہوئی تھی۔ اور آپ ﷺ ہی سب کا نشانہ تھے) حضور ﷺ نے فرمایا: کون آدمی آج اپنی جان ہمارے ہاتھ فروخت کرتا ہے؟ حضور ﷺ کی طرف سے اس انوکھے سودے اور نرالی پیشکش کو سن کر پانچ انصاری نوجوان جن میں زیاد بن سکن بھی شامل تھے، آپ کی طرف آگے بڑھے۔ ان میں سے چار نوجوانوں نے تو مردانہ وار لڑتے اور رسول ﷺ خدا کا دفاع کرتے ہوئے اپنی جانوں کے نذرانے بارگاہ الٰہی میں پیش کر دیئے۔ اب آخر میں زیاد بن سکن اکیلے رہ گئے۔ وہ بڑی ثابت قدمی سے دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہے۔ پھر کچھ اور صحابہ بھی ان کی مدد کو پہنچ گئے اور سب نے مل کر دشمن کو حضور ﷺ کے پاس سے بھگا دیا۔ تاہم اس دوران حضرت زیاد بن سکن زخموں سے نڈھال ہو چکے تھے۔ حضور ﷺ نے

انہوں نے فرمایا: میرے قریب آ جاؤ۔ وہ قریب ہوئے تو انہیں اپنے قدم مبارک کا سہارا دیا۔ حضرت زیاد نے اپنا سر قدم نبوی پر رکھا اور اسی حال میں جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔[20]

مرنے کے بعد بھی حضور ﷺ کے ساتھ قتال کی تمنا

معروف صحابی حضرت جابر بن عبداللہ کے والد گرامی حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن حرام الانصاری غزوہ احد میں شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر سے کہا: کیا میں تمہیں ایک خوشخبری نہ سناؤں؟ انہوں نے عرض کی کیوں نہیں، آپ ﷺ مجھے ضرور خوشخبری سنایئے، اللہ آپ ﷺ کو ہمیشہ خوشخبریاں سناتا رہے۔ فرمایا میں نے دیکھا کہ شہادت کے بعد اللہ کریم نے تمہارے باپ کو زندہ کیا اور انہیں اپنے سامنے بٹھا کر فرمایا: اے میرے بندے! جو چاہو مجھ سے تمنا کرو۔ میں تمہیں وہ ہر چیز عطا کروں گا۔ انہوں نے عرض کی: اے میرے رب! میں نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا (اسکے باوجود تو یہ کرم نوازی فرما رہا ہے تو) میری تمنا ہے کہ تو مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دے تا کہ میں ایک مرتبہ پھر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کرتا ہوا جام شہادت نوش کروں۔ ارشاد الٰہی ہوا: میری طرف سے فیصلہ ہو چکا ہے کہ تو دنیا میں دوبارہ لوٹ کر نہیں جائے گا۔[21]

کیا ہم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ جائیں گے؟

صلح حدیبیہ (۶ ھ) کے موقعہ پر حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ (جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے) جب بطور سفیر مکہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور دباؤ و رعب کے انداز میں کہا: اے محمد! آپ نے ادھر کے کچھ لوگ اکٹھے کر لیے ہیں اور ان کو لے کر اپنے ہی خاندان کی تباہی کے لیے آ گئے ہیں۔ سنو! یہ قریش اپنے بال بچوں کو لیکر میدان میں آ چکے ہیں۔ انہوں نے چیتے کی پوستین زیب تن کر رکھی ہیں۔ انہوں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ آپ بزور مکہ میں کبھی داخل نہ ہو سکیں گے۔ واللہ گویا میں لوگوں کی اس بھیڑ کو دیکھ رہا ہوں کل آپ ﷺ کو چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ جو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، سے یہ باتیں یا طعنے سن کر رہا نہ گیا اور پورے جوش ایمانی سے عروہ بن مسعود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تم جا کر لات کی شرمگاہ چاٹو، کیا ہم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ جائیں گے؟ عروہ نے پوچھا محمد (ﷺ)! یہ کون ہے؟ آپ نے بتایا یہ ابن ابی قحافہ ہے۔ تو عروہ نے کہا واللہ! اگر آپ کا مجھ پر احسان نہ

ہوتا تو میں آپ کی بات کا جواب دیتا۔ پھر وہ بے تکلفی سے بات کرتا ہوا آں جناب ﷺ کی ریش مبارک کو پکڑ لیتا۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ مسلح ہو کر آپ کے پاس ہی کھڑے تھے۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی ریش مبارک پکڑتا تو وہ اس کے ہاتھ پر ٹھوکر مار کر کہتے اپنا ہاتھ ہٹا لے ورنہ یہ ہاتھ واپس نہ جا سکے گا۔[۲۲]

حضور ﷺ کا لسانی دفاع

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسان بن ثابتؓ کے لیے مسجد میں منبر رکھوایا کرتے تھے تاکہ وہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کیطرف سے مفاخرت کریں (یعنی حضور ﷺ کی تعریف میں فخریہ اشعار پڑھیں) یا رسول اللہ ﷺ کیطرف سے دفاع کریں (یعنی کفار کے الزامات کا جواب دیں۔ راوی کو شک ہے) اور رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ بیشک اللہ (جل شانہ) روح القدس کے ذریعے حسانؓ کی مدد فرمائے گا۔ جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کیطرف سے مدافعت اور مفاخرت کرتے رہیں گے۔[۲۳]

اسی طرح حضرت انس کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ آپ ﷺ کے آگے آگے یہ شعر پڑھ رہے تھے:

"خلّوا بنی الکفّار عن سبیلہ — الیوم نضرِ بکم علی تاویلہ

ضربا یزیل الھام عن مقیلہ — ویُذھل الخلیل عن خلیلہ"

اے کفار کی اولاد! تم آپ ﷺ کے راستے سے ہٹ جاؤ آج ہم تمہیں آپ ﷺ کے حکم پر ماریں گے ایسی مار جو گردن کو تن سے جدا کر دے گی اور دوست کو اپنے دوست سے ہمیشہ کے لیے بھلا دے گی۔

اس پر حضرت عمرؓ نے (تعجب کے انداز میں) کہا: اے ابن رواحہؓ! اللہ کے حرم میں اور رسول ﷺ کے آگے تم یہ شعر کہتے ہو؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (اے عمرؓ) اس کو شعر کہنے دو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بے شک اس کا کلام کفار پر تیر لگنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔[۲۴]

❁❁❁❁❁❁

دوسری فصل: ذاتِ رسول ﷺ کی حفاظت

ہر قسم کے خوف و خطرہ سے محبوب کی حفاظت بھی محبت کا ایک لازمہ ہے۔ اس حوالے سے جب ہم حضور ﷺ کے ساتھ صحابہؓ کی محبت کا مطالعہ کرتے ہیں، تو اظہارِ محبت کے اس پہلو میں بھی ان کی مثال نہیں ملتی۔ چنانچہ جس آدمی نے سوانح رسول ﷺ کو کچھ بھی پڑھا ہے، اس پر مخفی نہیں کہ اعلان نبوت کے بعد تیرہ سال تک مکہ مکرمہ میں، اور ہجرت کے بعد دس سال تک مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی ذاتِ مبارک کو کتنے خطرات کا سامنا رہا۔ دشمنان رسول ﷺ ہمہ وقت آپ ﷺ کی جان کے درپے اور آپ ﷺ کی معصوم ذات کو نقصان پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ دشمنوں کے یہ مکروہ عزائم صحابہ کرامؓ سے مخفی نہیں تھے۔ اس لیے انہوں نے ہر طرح سے ذاتِ رسول ﷺ کی حفاظت کی اور اس معاملے میں کبھی بھی غافل نہ رہے۔

صحابہ کرامؓ کو ذاتِ رسول ﷺ کی حفاظت کی فکر کس طرح دامن گیر رہتی تھی۔ وہ اس معاملے میں کتنے چوکس و محتاط تھے، اور اس کے لیے وہ کیا کیا حفاظتی اقدامات کیا کرتے تھے، اس کی چند روح پرور جھلکیاں ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

سفر ہجرت میں ابوبکر صدیقؓ کی حفاظت و خدمت رسول ﷺ

سیدہ عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک دن ہم ابو جان حضرت ابو بکرؓ کے گھر دوپہر کے وقت بیٹھے تھے کہ کسی نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں جو ایسے وقت میں سر پر کپڑا ڈالے تشریف لا رہے ہیں، جس میں آپ ﷺ کا ہمارے ہاں تشریف لانا عام معمول نہیں تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں قسم بخدا آپ ﷺ اس وقت کسی اہم کام کے لیے تشریف لائے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اتنے میں حضور ﷺ تشریف لے آئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ ابو جان نے اجازت دی آپ ﷺ اندر تشریف لائے اور ابو بکرؓ سے فرمایا: جو لوگ اس وقت آپ کے پاس ہیں تھوڑی دیر کے لیے سب کو ہٹا دو۔ ابو بکرؓ نے عرض کی: کہ یہاں اس وقت تو سب آپ کے گھر کے ہی آدمی

موجود ہیں، میرے باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، یارسول اللہ ﷺ۔ اب حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے ہجرت کی اجازت دے دی گئی ہے۔ ابو بکرؓ نے عرض کی: میرے باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں یارسول اللہ ﷺ کیا مجھے رفاقت سفر کا شرف حاصل ہو سکے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میرے باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں ان دونوں میں سے ایک اونٹنی آپ لے لیجئے! حضور ﷺ نے فرمایا لیکن قیمت سے، حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ پھر ہم نے جلدی جلدی ان کے لیے تیاریاں شروع کر دیں۔ اور کچھ توشہ ایک تھیلے میں رکھ دیا۔ اسماء بنت ابی بکر نے اپنے پٹکے کے ٹکڑے کر کے تھیلے کا منہ اس سے باندھ دیا اور اسی وجہ سے ان کا نام ذات النطاق (پٹکے والی) پڑ گیا۔[۲۵]

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ نے جبلِ ثور کے غار میں پڑاؤ کیا اور تین راتیں وہیں گزاریں۔ عبداللہ بن ابی بکرؓ رات وہیں جا کر گزارا کرتے تھے، یہ نوجوان بہت سمجھدار تھے اور بے حد ذہین تھے۔ سحر کے وقت وہاں سے نکل آتے اور صبح سویرے ہی مکہ میں پہنچ جاتے جیسے وہی رات گزاری ہو۔ پھر جو کچھ یہاں سنتے اور جس کے ذریعہ ان حضرات کے خلاف کاروائی کے لیے کوئی تدبیر کی جاتی تو اسے محفوظ رکھتے اور جب اندھیرا چھا جاتا تو تمام اطلاعات یہاں آ کر پہنچاتے۔ ابوبکرؓ کے غلام عامر بن فہیرہؓ آپ ہر دو کے لیے قریب ہی دودھ دینے والی بکری چرایا کرتے تھے اور جب کچھ رات گزر جاتی تو اسے غار میں لاتے تھے۔ آپ اسی پر رات گزارتے اس دودھ کو گرم لوہا کے ذریعے گرم کیا جاتا تھا۔ صبح منہ اندھیرے ہی عامر بن فہیرہؓ غار سے نکل آتے اور ان تین راتوں میں روزانہ کا ان کا یہی دستور تھا۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ نے بنی الدیل جو بنی عبد بن عدی کا شاخ تھی، کے ایک شخص کو راستہ بتانے کے لیے اجرت پر اپنے ساتھ لیا تھا۔ یہ شخص راستوں کا بڑا ماہر تھا۔ آل عاص بن وائل سہمی کا یہ حلیف بھی تھا اور کفار قریش کے دین پر قائم تھا۔ ان بزرگوں نے اس پر اعتماد کیا اور اپنی دونوں سواریاں اس کے سپرد کر دیں اور اس سے وعدہ لیا کہ تین راتوں کے بعد وہ صبح غار ثور پر ان کی سواریاں لے آئے۔ چنانچہ حسب وعدہ تیسری رات کے بعد وہ آدمی صبح سواریاں لے آیا۔ اب عامر بن فہیرہ اور یہ راستہ بتانے والا ہر دو حضرات کو لے کر سمندر کے راستے پر چل پڑے۔[۲۶]

سفر ہجرت کے دوران غار ثور میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جس کمال اخلاص و دانشمندی سے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت و خدمت کا فریضہ سرانجام دیا اور جس حد درجہ ایثار و جان نثاری کا مظاہرہ کیا۔ اس کا حسرت بھرے انداز میں تذکرہ حضرت عمرؓ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں: چنانچہ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ان کے پاس حضرت ابوبکرؓ کا ذکر کیا گیا تو وہ رو پڑے اور فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میرے تمام اعمال (نیکیاں) حضرت ابوبکرؓ کے اعمال میں سے صرف ان کے ایک دن اور ایک رات کے عمل (نیکی) کی مثل ہو جائیں۔ جہاں تک ان کی اس (قابلِ رشک) رات کا تعلق ہے تو اس رات وہ حضور ﷺ کے ساتھ (ہجرت کے وقت) غار (ثور) کی طرف چلے تو جب دونوں ساتھی غار کے منہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کی: قسم بخدا آپ ﷺ اس غار میں داخل نہیں ہونگے جب تک کہ میں آپ سے پہلے داخل نہ ہو جاؤں کیونکہ اس میں اگر کوئی شے (کیڑا پتنگا) ہے تو آں جناب ﷺ کی بجائے مجھے پہنچے (ڈسے) گی۔ چنانچہ وہ غار میں داخل ہوئے۔ اسے صاف کیا اور اس کے ایک جانب کچھ سوراخ نظر آئے تو اپنی چادر پھاڑ دی اور اس سے ان کو بند کیا مگر اس کے باوجود ان میں سے دو سوراخ بچ گئے تو ان میں اپنے دونوں پاؤں رکھ کر ان کو بند کر دیا پھر حضور ﷺ سے عرض کی: اندر تشریف لائیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ غار کے اندر داخل ہوئے اپنا سر ان کی گود میں رکھا اور (تھکاوٹ کے باعث) سو گئے۔ اسی دوران بل (سوراخ) سے حضرت ابوبکرؓ کے پاؤں میں کسی زہریلے جانور نے ڈس لیا۔ مگر انہوں نے اس ڈر سے حرکت نہ کی کہ کہیں حضور ﷺ جاگ نہ جائیں۔ تاہم ان کے (درد کی وجہ سے نکلنے والے) آنسو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور پر گرے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکرؓ! تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! مجھے کسی زہریلے جانور نے ڈس لیا ہے تو حضور ﷺ نے ڈسنے کی جگہ پر اپنا لعابِ دھن لگا دیا جس سے فوری طور پر ان کی درد رفع ہو گئی مگر کافی عرصہ بعد زخم کھلنے کے باعث زہر کا اثر دوبارہ لوٹ آیا اور انکی موت کا سبب واقع ہوا۔

اور جہاں تک ان کے (رشک بھرے) دن کا معاملہ ہے تو وہ دن وہ ہے جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا تو سارا عرب مرتد ہو گیا اور کہنے لگے ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ جس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا اگر یہ لوگ مجھ سے زکوۃ کی ایک رسی بھی روک رکھیں گے تو میں اس کے لیے ان

سے جہاد کروں گا۔ تو میں (حضرت عمرؓ) نے عرض کی: اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! لوگوں کی تالیف قلبی اور ان سے اس معاملے میں نرمی فرمایئے۔ جس پر انہوں نے مجھے (ڈانٹتے ہوئے) کہا: کیا تم دور جاہلیت میں سخت اور اسلام میں بزدل ہو گئے ہو؟ (سن لو) بیشک وحی رُک چکی اور دین مکمل ہو چکا ہے۔ کیا (اس طرح) دین میں کمی کر دی جائے اور میں زندہ رہوں۔[17]

حضور ﷺ کا مدینہ منورہ میں داخلہ اور بنونجار کا محافظ دستہ

نبی رحمت ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچے تو مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے کچھ دن قبیلہ بنوعمرو بن عوف کے ہاں مدینہ کے بالائی علاقہ میں قیام پزیر رہے۔ اس کے بعد جب مدینہ میں داخل ہوئے تو کس حفاظت، کس اہتمام، کس سج دھج، کس شان اور کس طرح پروٹوکول سے داخل ہوئے، اس خوبصورت منظر کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے حضرت انس بن مالک کہتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ (جب مکہ سے) مدینہ میں تشریف لائے تو مدینہ کے بلند حصہ میں بنی عمرو بن عوفؓ کے قبیلے میں اترے وہاں چوبیس راتیں آپ رہے پھر آپ نے بنی نجار کے لوگوں کو بلا بھیجا وہ تلواریں لٹکائے حاضر ہوئے۔ انسؓ کہتے ہیں: گویا میں آنحضرت ﷺ کو دیکھ رہا ہوں آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہیں اور ابوبکرؓ آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہیں جبکہ بنونجار کے مسلح دستہ نے آپ ﷺ کے گرد حصار قائم کر رکھا ہے۔ جلوس کی شکل میں آپ ﷺ چلتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ ابوایوبؓ کے جلوخانہ میں اترے۔ آپ ﷺ کو پسند تھا کہ جہاں نماز کا وقت آجائے وہاں نماز پڑھ لیں اور آپ (شروع میں) بکریوں کے تھان میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے (پھر) آپ ﷺ نے مسجد بنانے کا حکم دیا تو بنی نجار کے لوگوں کو بلا بھیجا ان سے فرمایا بنی نجار تم اپنے اس باغ کی قیمت مجھ سے چکا لو انہوں نے کہا نہیں خدا کی قسم ہم تو اس کا مول اللہ تعالیٰ ہی سے لیں گے، حضرت انسؓ کہتے ہیں: میں تم لوگوں کو بتلاؤں اس باغ میں تھا کیا؟ مشرکوں کی قبریں کھنڈرات اور کچھ کھجور کے درخت۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ مشرکوں کی قبریں کھود ڈالی جائیں۔ (ان کی ہڈیاں پھینک دیں) پھر کھنڈر (سب) برابر کیے اور کھجور کے درخت کاٹ کر ان کی لکڑیاں قبلے کی طرف جما دیں اس کے دونوں طرف پتھروں کا اڑانا دیا۔ صحابہؓ اشعار پڑھ پڑھ کر پتھر ڈھو رہے تھے اور آں جناب ﷺ

بھی ان کے ساتھ اشعار پڑھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے:

"الھمّ لاخیر الّا خیر الآخرۃ فاغفر الانصار والمھاجرۃ"[۲۸]

''اے اللہ! کوئی خیر نہیں مگر آخرت کی خیر و بھلائی۔ لہٰذا تو انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما دے۔''

غزوہ بدر میں ذاتِ رسول ﷺ کی حفاظت کا اہتمام

امام ابن اسحاق نے عبد اللہ بن ابی بکرؓ کی معرفت مشہور انصاری صحابی حضرت سعد بن معاذؓ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے غزوہ بدر کے موقع پر عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہماری خواہش ہے کہ ہم (جنگ کے دوران) آپ ﷺ کے قیام کے لیے چھپر کا انتظام کر دیں نیز آپ ﷺ کے قریب سواریوں کا اہتمام کر دیں پھر ہم جنگ میں کود پڑیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں دشمن پر غالب کیا اور فتح سے ہمکنار کیا تو یہی ہماری آرزو ہے۔ اللہ نہ کرے اگر شکست ہوئی تو آپ ﷺ سوار ہو کر باقی ماندہ لوگوں کے پاس پہنچ جائیں۔ پیچھے ایسے بہت سے لوگ رہ گئے ہیں کہ آپ ﷺ کے ساتھ ہماری محبت ان سے زیادہ نہیں۔ اگر انہیں معلوم ہوتا کہ آپ ﷺ جنگ سے دوچار ہو جائیں گے تو وہ قطعاً پیچھے نہ رہتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے آپ ﷺ کی حفاظت کرے گا، وہ آپ کے بہی خواہ ہیں اور آپ ﷺ کے دوش بدوش جہاد کریں گے۔ حضور ﷺ نے ان کے (اُن لائق تحسین) جذبات کی تعریف کی اور انہیں دعا دی۔ پھر آپ ﷺ کے لیے چھپر کا انتظام کر دیا گیا۔[۲۹]

حضرت ابو قتادہ حرث بن ربعیؓ نے غزوہ بدر کی رات رسول اللہ ﷺ کی رات بھر حفاظت کی۔ اس پر خوش ہو کر رسول اللہ ﷺ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! تو ابو قتادہؓ کی حفاظت فرما، جس طرح اس نے تیرے نبی ﷺ کی اِس رات حفاظت کی۔[۳۰]

ذاتِ رسول ﷺ کی حفاظت کا فکر

صحابہ کرامؓ کو ذاتِ رسول ﷺ کی حفاظت کی ہمہ وقت کتنی فکر رہتی تھی، اس کا اندازہ درج ذیل چند روایات سے لگایا جا سکتا ہے:

۞... حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ کا بیان ہے کہ میرے والد (حضرت ابو قتادہ) صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ پھر ان کے ساتھیوں نے تو احرام

باندھ لیا لیکن انہوں نے (ابو قتادہ نے) نہیں باندھا تھا۔اس دوران نبی اکرم ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ مقام غیقہ میں دشمن ان کی تاک میں ہے،اس لیے نبی اکرم ﷺ نے (ابو قتادہ اور چند صحابہ کو ان کی تلاش میں) روانہ کیا۔میرے والد اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھے کہ یہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔میں نے (ابو قتادہ نے) جو نظر اٹھائی تو ایک گورخر سامنے تھا میں اس پر جھپٹا اور نیزے سے اس کو ٹھنڈا کیا۔میں نے اپنے ساتھیوں سے مدد چاہی تھی لیکن انہوں نے (محرم ہونے کے سبب) انکار کر دیا تھا،پھر ہم نے اس کا گوشت کھایا۔اب ہمیں یہ ڈر ہوا کہ کہیں (رسول اللہ ﷺ سے) دور نہ رہ جائیں۔چنانچہ میں نے حضور ﷺ کو تلاش کرنا شروع کر دیا،کبھی اپنے گھوڑے کو تیز کرتا اور کبھی آہستہ۔آخر رات گئے بنو غفار کے ایک شخص سے ملاقات ہو گئی۔میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے حضور ﷺ کو کہاں چھوڑا ہے؟اس نے بتایا کہ جب میں آپ ﷺ سے جدا ہوا تو آپ ﷺ مقام تعہن میں تھے اور آپ ﷺ کا ارادہ تھا کہ مقام سُقیا میں پہنچ کر قیلولہ (دوپہر کا آرام) فرمائیں گے۔میں نے (حاضر خدمت ہو کر) عرض کی:یارسول ﷺ آپ ﷺ کے صحابہ آپ ﷺ پر سلام اور اللہ کی رحمت بھیجتے ہیں۔انہیں یہ ڈر ہے کہ کہیں وہ بہت پیچھے نہ رہ جائیں اور دشمن آپ ﷺ کے اور ان کے درمیان حائل نہ ہو جائے۔اس لیے آپ ﷺ ان کا انتظار کریں۔پھر میں نے عرض کی:یارسول ﷺ میں نے ایک گورخر شکار کیا تھا اور اس کا بچا ہوا گوشت اب بھی میرے پاس ہے۔اس پر آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ کھاؤ،حالانکہ سب محرم تھے۔[۳۱]

۞...اسی طرح معروف صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ایک غزوہ میں آنحضرت ﷺ کے ہمرکاب تھے۔راستہ میں رات گزارنے کے لیے مجاہدین نے قیام کیا،جنگ کا زمانہ تھا،دشمن ہر وقت تاک میں رہتے تھے،اس خطرہ سے یہ رات کو آنحضرت ﷺ کے خیمہ کے پاس پہنچے،اتفاق سے آپ ﷺ موجود نہ تھے۔یہ تلاش میں نکلے۔راستہ میں ایک اور صحابیؓ جو اسی نیت سے نکلے تھے،مل گئے دونوں آگے بڑھے،اتنے میں حضور ﷺ آتے ہوئے دکھائی دیئے ان دونوں نے عرض کی:اس وقت آپ ﷺ دشمن کی زمین میں ہیں آپ ﷺ کے متعلق ہر وقت خطرہ ہے اس لیے جب آپ ﷺ کو کوئی ضرورت پیش آیا کرے تو کسی کو حکم دے دیا کیجیے وہ ساتھ ہو جایا کرے گا۔[۳۲]

۞...علی ہذا القیاس ایک دفعہ مکہ میں کسی شیطان نے یہ افواہ پھیلا دی اور بے پر کی اڑا دی

کہ حضور ﷺ کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ حضو ﷺ اس وقت مکہ کے بالائی علاقہ میں تھے۔ حضرت زبیر بن العوامؓ جن کی عمر اس وقت صرف بارہ سال تھی (آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی) نے یہ افواہ سنی تو تلوار پکڑ کر لوگوں کو چیرتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا زبیر کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کی: مجھے یہ خبر پہنچی تھی کہ آں جناب ﷺ کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس جذبہ محبت کو دیکھ کر ان کی ذات اور ان کی تلوار کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔[۴۳]

حفاظت رسول ﷺ کے پیش نظر رات کو ہی تدفین کی وصیت

حضرت طلحہ بن البراءؓ بیمار ہوئے تو نبی رحمت ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور اپنے نورِ نبوت سے دیکھ کر اہلِ خانہ سے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ طلحہ پر اسی بیماری میں موت واقع ہو جائے گی لہٰذا ان کی موت سے مجھے مطلع کرنا اور تدفین میں جلدی کرنا کیونکہ ایک مسلمان میت کے لیے مناسب نہیں کہ اس کو زیادہ دیر تک اہل خانہ میں روک کے رکھا جائے۔

حضور ﷺ کی اسی پیشین گوئی کے مطابق رات کو ان کا وقت اجل قریب آ گیا تو انہوں نے اہل خانہ کو یہ وصیت فرمائی کہ مجھے رات کو ہی دفن کر کے اپنے رب کریم سے ملا دینا اور رات کو حضور ﷺ کو بلا کر زحمت نہ دینا کیونکہ مجھے آپ ﷺ کی ذات اقدس پر یہودیوں کا خوف ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے مرنے کے سبب حضور ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچے۔ چنانچہ حسب وصیت رات ہی کو تجہیز و تکفین کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور دفن کر دیا گیا۔ صبح ہوئی تو آں جناب ﷺ کو ان کی وفات اور تدفین کی اطلاع دی گئی۔ آپ ﷺ تشریف لائے اور اس محبِ صادق کی قبر پر کھڑے ہو گئے پھر ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی:

"اَللّٰھم الق طلحة وانت تضحك وھو یضحك الیكَ"[۴۴]

"اے بارِ الٰہا! طلحہ سے اس کیفیت میں ملاقات فرمانا کہ تو (اپنے شایانِ شان) تبسّم فرما رہا ہو اور وہ تیری اس کرم نوازی کو دیکھ کر ہنس رہا ہو۔"

بارگاہ نبوی ﷺ میں سلام اور قوم کے نام حفاظت نبوی ﷺ کا پیغام

متعدد محدّثین سیرت نگاروں اور تذکرہ نگاروں نے الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ یہ ایمان افروز روایت درج کی ہے کہ غزوہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون

آدمی مجھے سعد بن ربیعؓ کی خبر لا دے گا؟ آیا وہ زندہ ہیں یا شہید ہو چکے ہیں؟ جواب میں ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں یہ خدمت سرانجام دوں گا۔ آپ ﷺ نے اس آدمی سے فرمایا! اگر تم سعد بن ربیعؓ کو زندہ پاؤ تو ان سے میرا سلام کہنا اور یہ کہنا رسول اللہ ﷺ تم سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں ہو؟ چنانچہ وہ آدمی مقتولین (شہداء احد) کے درمیان گھوم پھر کر انہیں (سعد بن ربیعؓ) کو تلاش کرنے لگا۔ ایک جگہ اس نے سعد کو زخموں سے چور پڑا پایا۔ اگرچہ انہیں تلوار اور تیر کے ستر (۷۰) زخم لگ چکے تھے تاہم اس وقت تک ان میں زندگی کی کچھ رمق اور آثار باقی تھے۔ اس نے انہیں حضور ﷺ کا سلام اور پیغام محبت پہنچایا۔ انہوں نے جواب میں اس آدمی سے کہا: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور میری طرف سے عرض کرنا کہ اللہ آپ کو ہماری طرف سے وہ بہترین چیز عطا فرمائے جو ایک امت کی طرف سے اس کے نبی کو مل سکتی ہے۔ نیز آں جناب ﷺ کو بتا دینا کہ اگرچہ مجھے متعدد تیر لگ چکے تھے اس کے باوجود میں نے اپنے قاتل (مدمقابل) کو جہنم رسید کر دیا تھا۔ دوسرے اپنی قوم کو میرا سلام کہنا اور بتا دینا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو (خدانخواستہ) شہید کر دیا جاتا ہے اور ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ رہے تو ان کا کوئی عذر اللہ کے ہاں قبول نہ ہوگا۔ دفاع و حفاظت نبوی کا یہ پیغام ابھی انہوں نے دیا ہی تھا کہ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔[۳۵]

ایک روایت کے مطابق حضرت سعد مذکور کی خبر لانے والے حضرت ابی بن کعبؓ تھے۔ انہوں نے واپس آ کر حضور ﷺ کو حضرت سعدؓ کا سلام اور پیغام محبت پہنچایا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

رحمہ اللہ نصح للہ ولرسولہ حیا و میتا[۳۶]

''اللہ ان پر رحم فرمائے انہوں نے زندگی اور مرتے وقت اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی کا مظاہرہ کیا۔''

حضور ﷺ کے لیٹ ہونے پر صحابہ کا گھبرا جانا

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ارد گرد بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی لوگوں میں موجود تھے۔ تو اسی دوران رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ہمارے پاس واپس آنے میں دیر کر دی تو ہم اس بات سے ڈر گئے کہ کہیں آپ کو دشمن کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے اور اس پر ہم گھبرا گئے۔

تو ہم سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ چنانچہ میں پہلا آدمی تھا جو گھبرا گیا لہٰذا میں رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ میں انصار بنو نجار کے ایک باغ کے پاس آیا۔ میں نے اس کے ارد گرد چکر لگایا کہ کیا میں اس کا کوئی دروازہ پاتا ہوں؟ تو میں نے کوئی دروازہ نہ پایا۔ اچانک ایک نالہ دکھائی دیا جو باہر کے کنوئیں سے باغ کے اندر کی طرف جا رہا تھا۔ میں لومڑی کی طرح گھسٹ کر اس نالہ کے راستہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچا، آپ ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے ؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔ پھر آپ اچانک اُٹھ کر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے ہمارے پاس واپس تشریف لانے میں دیر کر دی تو اس وجہ سے ہمیں خوف دامن گیر ہوا کہ کہیں دشمن آپ ﷺ کو تنہا دیکھ کر پریشان نہ کریں، ہم سب گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے میں آپ کی تلاش میں نکلا۔ پس میں اس باغ تک پہنچا اور لومڑی کی طرح گھسٹ کر باغ کے اندر آ گیا جبکہ باقی صحابہ میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے اپنی نعلین مبارک مجھے عطاء فرمائیں اور فرمایا اے ابوہریرہ! میری یہ دونوں جوتیاں لے کر چلے جاؤ اور باغ کے باہر جو شخص تم کو کلمہ طیبہ کی دلی یقین سے شہادت دیتا ہوا ملے اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ باغ سے باہر سب سے پہلے میری ملاقات حضرت عمرؓ سے ہوئی۔ انھوں نے پوچھا اے ابوہریرہ! یہ جوتیاں کیسی ہیں؟ میں نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کی جوتیاں ہیں۔ جو آپ نے مجھے اس لیے دی ہیں کہ جو شخص بھی مجھے یقین کے ساتھ کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہوا ملے اس کو میں جنت کی بشارت دے دوں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے میرے سینہ پر اپنا ہاتھ مارا جس کی وجہ سے میں پیٹھ کے بل گر پڑا، پھر حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں واپس جاؤ۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر رونے لگا اور حضرت عمرؓ بھی جلد میرے پیچھے پہنچ گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اے ابوہریرہ! کیا ہوا؟ میں نے عرض کی: سب سے پہلے میری ملاقات حضرت عمرؓ سے ہوئی میں نے ان کو آپ کا پیغام پہنچایا تو انھوں نے میرے سینہ پر تھپڑ مار کر مجھے پیٹھ کے بل گرا دیا اور کہا کہ واپس چلے جاؤ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا واقعی آپ نے ابوہریرہ کو اپنی جوتیاں دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص اُسے یقین قلب کے ساتھ کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہوا ملے اس کو یہ جنت

کی بشارت دے دے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، حضرت عمرؓ نے عرض کی: حضور ﷺ ایسا نہ کریں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ بس کلمہ طیبہ پر ہی بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے ان کو عمل کرنے دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر انہیں عمل کرنے دو۔ (واللفظ للمسلم)[۳۷]

ذات رسول ﷺ پر دشمن کا خوف اور کاشانہ نبوی کا پہرہ

۞...''ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ مدینہ منورہ میں آمد کے ابتدائی ایام میں ایک رات رسول مقبول ﷺ سوئے سوئے جاگ اٹھے اور فرمانے لگے: کاش میرے (جان نثار) صحابہ میں سے کوئی باصلاحیت آدمی آج رات میری حفاظت کرتا/ پہرہ دیتا۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ابھی اس خواہش کا اظہار فرمایا ہی تھا اور ہم لوگ ابھی اسی (بے پہرہ) حالت میں تھے کہ ہم نے باہر ہتھیاروں کی جھنکار کی آواز سنی۔ حضور ﷺ نے (باواز بلند) پوچھا: کون؟ آواز آئی! سعد بن ابی وقاص۔ حضور ﷺ نے پھر ان سے پوچھا اس وقت (رات گئے) تمہیں کیا چیز یہاں لائی؟ انہوں نے عرض کی: دراصل آں جناب ﷺ کی ذات کے بارے میں دشمنان رسول کی طرف سے میرے دل میں کھٹکا محسوس ہوا اور آں جناب ﷺ کی حفاظت کے لیے اٹھ کر چلا آیا۔ حضور ﷺ نے (یہ جذبہ محبت سن کر) ان کے لیے دعا فرمائی اور پھر (آرام سے) سو گئے اور (اتنی گہری نیند میں چلے گئے کہ) میں (سیدہ عائشہؓ) نے آپ کے خراٹے سنے۔[۳۸]

۞...غزوہ خیبر کے قیدیوں میں صفیہ یہودیوں کے رئیس اعظم حیی بن اخطب کی بیٹی اور ایک دوسرے رئیس کنانہ بن ابی الحقیق کی زوجہ تھیں۔ حضور ﷺ نے انکی دلجوئی نیز خاندانی عظمت وشرافت کے پیش نظر انہیں آزاد کر کے حرم نبوی بننے کا اعزاز بخشا۔ جس رات (شب زفاف) حضرت صفیہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی تو حضرت ابوایوب انصاریؓ ساری رات خیمہ کے باہر جاگ کر پہرہ دیتے رہے۔ حضور ﷺ نے جب ان کے پاؤں کی آہٹ سنی تو پوچھا کون؟ عرض کی گئی یہ ابوایوب ہیں۔ حضور ﷺ نے انہیں طلب فرمایا اور پوچھا تم کیوں خیمہ کے آس پاس چکر لگا رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اس جنگ میں صفیہ کے باپ، بھائی اور خاوند آپ کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں اور یہ خود نومسلم ہیں اس لیے خدشہ ہوا کہ کوئی نازیبا حرکت نہ کرے چنانچہ میں رات بھر جاگ کر پہرہ دیتا رہا۔ حضور ﷺ اپنے

محبت و مخلص کی اِس ادائے جاں نثاری پر بہت خوش ہوئے اور بارگاہ الٰہی میں التجا کی:

"اللھم احفظ ابا ایوب کما بات یحفظنی"[39]

''اے اللہ تو ابوایوب کی حفاظت فرما جس طرح وہ رات بھر میری حفاظت کرتا رہا۔''

۞...صحابی رسول حضرت ابوریحان شمعونؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک غزوہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ایک رات ایک جگہ ہم نے قیام کیا تو سخت سردی نے ہمیں آلیا۔حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ لوگوں نے زمین میں گڑھے کھود کر سردی سے بچاؤ کا انتظام کیا۔رسول اللہ ﷺ نے یہ صورت حال دیکھی تو فرمایا: جو خوش نصیب آج رات میرا پہرہ دے گا اور حفاظت کرے گا میں اس کے لیے بطور خاص دعا کروں گا جس کی برکت وفضیلت سے وہ فیض یاب ہوگا۔ یہ سن کر ایک انصاری کھڑا ہوگیا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ سعادت میں حاصل کروں گا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے عرض کیا: فلاں۔آپ نے فرمایا ذرا قریب آجاؤ۔وہ قریب ہوا تو آپ ﷺ نے اس کے کپڑوں کو پکڑا اور دعا فرمانی شروع کردی۔جب میں نے یہ دعا سنی تو عرض کی: میں بھی یہ خدمت سرانجام دوں گا۔آپ ﷺ نے پوچھا تم کون ہو؟ عرض کی: ابوریحانہ۔ابوریحانہ کہتے ہیں اس پر حضور ﷺ نے میرے لیے بھی دعا فرمائی جو میرے ساتھی کے لیے کی گئی دُعا کے علاوہ تھی۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جہنم کی آگ اس آنکھ پر حرام کردی گئی ہے جس نے کوئی رات فی سبیل اللہ جاگ کر گزاری۔[40]

۞۞۞۞۞۞

حوالہ جات وحواشی باب دوم

۱۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب المناقب باب ذکر مالقی النبی واصحابہ من المشرکین بمکۃ) ۵۴۴/۱

(ب) ایضاً (کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ المومن)

۲۔ دیکھئے: (الف) ہیثمی، مجمع الزوائد، (مناقب ابی بکر الصدیق) ۹/۴۷

(ب) سعید احمد اکبر آبادی، سیدنا صدیق اکبر ص ۱۰ (بحوالہ مسند بزار)

۳۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب ۹۶۷/۳ (نمبر شمار ۱۶۳۳۔ عبداللہ بن ابی قحافہ)

۴۔ بخاری، الصحیح (کتاب الوضوء، باب اذا القی علی ظہر المصلی قذرا وجیفۃ) ۳۷/۱

۵۔ دیکھئے: (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الجہاد والسیر باب مالقی النبی ﷺ من اذی المشرکین والمنافقین)

(ب) نسائی، السنن (کتاب الطہارۃ باب فرث مایؤکل لحمہ یصیب الثوب)

۶۔ دیکھئے: (الف) بخاری میں حضرت مقداد بن الاسود کا نام ہے (کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ: ''اذ تستغیثون ربکم الخ'') ۵۶۴/۲

(ب) ابن سعد، الطبقات ۲۶۲/۳

۷۔ ابن کثیر، السیرۃ النبویہ ۳۹۲/۲ و دیگر کتب سیرت۔ بحوالہ پیر کرم شاہ، ضیاء النبی ۳/۳۱۱۔۳۱۲

۸۔ ایضاً

۹۔ دیکھئے: (الف) نسائی، السنن (کتاب جہاد باب مایقول من یطعنہ العدو)

(ب) ابن سعد، الطبقات ۲۱۷/۳

(ج) ذہبی، سیر اعلام النبلاء ۲۷/۱

(د) الصالحی الشامی، سیرت شامی ۳۰۰/۴

(ہ) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۲/۷۶۵ (نمبر شمار: ۱۲۸۰)

۱۰۔ دیکھئے: (الف) ترمذی، الشمائل باب ماجاء فی صفۃ درع رسول اللہ ﷺ ص ۵۷۵

(ب) ترمذی، جامع (ابواب المناقب باب مناقب ابی محمد طلحہ بن عبیداللہ)

۱۱۔ ترمذی، جامع (ابواب المناقب باب مناقب ابی محمد طلحہ بن عبیداللہ)

۱۲۔ بدران، تہذیب تاریخ دمشق ۷/۸۷

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ ایضاً ۳/۶-۵۔۷-۵

۱۵۔ ایضاً ۳/۵۵۶

۱۶۔ ایضاً ۳/۴۱۰ (ترجمہ: ابوعبیدہ بن الجراح)

۱۷۔ ذھبی، سیر اعلام النبلاء ۱/۸۔ ترجمہ: ابوعبیدہ بن الجراح

۱۸۔ ابن سعد، الطبقات ۸/۴۱۳، ۴۱۶ (ترجمہ امّ عمارہ)

۱۹۔ ابن حجر، الاصابہ ۸/۲۶۲ (نمبر شمار: ۱۴۱۹)

۲۰۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب ۲/۵۳۲ (نمبر شمار: ۸۲۸)

۲۱۔ (الف) الحاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۳/۲۰۳

(ب) ترمذی، (جامع ابواب التفسیر باب من سورۃ آل عمران)

۲۲۔ دیکھئے (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ) ۱/۳۷۹

(ب) ابن کثیر، سیرۃ النبی (اردو ترجمہ) ج ۲ ص: ۲۲۸

(ج) ابن قیم، زاد المعاد ۳/۲۹۲

(د) حلبی، سیرت حلبیہ (غزوات النبی۔ اردو ترجمہ) ص: ۴۰۷۔ ۴۰۸

۲۳۔ (الف) ترمذی، الشمائل (باب ماجاء فی کلام رسول اللہ ﷺ فی الشعر) ص: ۵۸۶

(ب) ترمذی، جامع (ابواب الاستیذان والآداب باب ماجاء فی انشاد الشعر)

(ج) ابوداؤد، السنن (کتاب الادب باب ماجاء فی الشعر) ۲/۶۸۴

۲۴۔ (الف) نسائی، السنن (کتاب الحج باب استقبال الحج)

(ب) ذھبی، سیر اعلام النبلاء ۱/۲۳۵ (ترجمہ عبداللہ بن رواحہؓ)

۲۵۔ دیکھئے: (الف) ابن سعد، الطبقات ۸/۲۵۰ (ترجمہ اسماء بنت ابی بکرؓ)

(ب) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۴/۱۷۸۶ (نمبر شمار: ۳۲۲۶۔ اسماء بنت ابی بکرؓ)

(ج) ابن حجر، الاصابہ ۸/۸ (نمبر شمار: ۴۶۔ اسماء بنت ابی بکرؓ)

۲۶۔ (الف) بخاری، الجامع الصحیح (کتاب المناقب باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ) ۱/۵۵۳۔۵۵۴

(ب) ایضاً۔ (کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

(ج) ایضاً۔ (کتاب المناقب باب المناقب المہاجرین وفضلھم)

(د) ایضاً۔ (کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع)

(ہ) ابن سعد۔ الطبقات ۳/۱۷۳

۲۷۔ ولی الدین، مشکوۃ المصابیح (باب مناقب ابی بکر۔ الفصل الثالث) ص: ۵۵۶

۲۸۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الصلوۃ باب ھل ینبش قبور مشرکی الجاہلیۃ) ۱/۶۱

(ب) ایضاً (کتاب المناقب، باب مقدم النبی واصحابہ المدینۃ)

(ج) مسلم، الصحیح (کتاب المساجد۔ ابتدائی احادیث)

(د) نسائی، السنن (کتاب المساجد، باب نبش القبور واتخاذ ارضہا مسجداً)

(ہ) ابوداؤد، السنن (کتاب الصلوۃ، باب فی بناء المسجد) ۱/۶۵

۲۹۔ ابن کثیر، سیرۃ النبی (اردو) ۱/۵۵۴

۳۰۔ ہیثمی، مجمع الزوائد (باب فی ابی قتادہ الانصاری) ۹/۳۱۹

۳۱۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (ابواب العمرۃ باب اذا اصاد الحلال فاھدی للمحرم اکلہ)

(ب) ایضاً۔ (باب اذا رای المحرمون صیدا فضحکوا)

(ج) مسلم، الصحیح (کتاب الحج، باب تحریم الصید الماکول البرّی علی المحرم الخ)

(د) نسائی، السنن (کتاب الحج، باب اذا اضحک المحرم ففطن الحلال للصید الخ)

۳۲- احمد بن حنبل، مسند ۴/۴۱۵

۳۳- دیکھئے: (الف) حاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۳/۳۶۰۔۳۶۱

(ب) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۲/۵۱۲ (نمبر شمار: ۸۰۸)

(ج) ابن اثیر، اسد الغابہ ۲/۱۹۷

(د) ذھبی، سیر اعلام النبلاء ۱/۴۱۔۴۲ (ترجمہ زبیر بن العوام)

(ہ) ذھبی، تاریخ الاسلام (عہد الخلفاء الراشدین) ۱/۴۹۷۔۴۹۸

۳۴- دیکھئے: (الف) ابن حجر، الاصابہ ۳/۲۸۸ (تحت نمبر شمار: ۴۲۵۱)

(ب) ابن عبدالبر الاستیعاب ۲/۶۳۷ (مختصراً)

۳۵- دیکھئے: (الف) الحاکم، المستدرک، (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۳/۲۰۱

(ب) ابن حجر، الاصابہ ۳/۷۷ (نمبر شمار: ۳۱۴۷)

(ج) حلبی، سیرت الحلبیہ (غزوات النبی ۔ اردو ترجمہ) ص: ۲۶۰۔۲۶۱

(د) ابن سعد، الطبقات ۳/۵۲۳

(ہ) ذھبی، سیر اعلام النبلاء ۱/۳۱۸۔۳۱۹ (ترجمہ سعد بن ربیع)

۳۶- ابن عبدالبر، الاستیعاب ۲/۵۹۰ (نمبر شمار: ۹۳۱۔ سعد بن الربیع)

۳۷- دیکھئے: (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الایمان باب الدلیل علیٰ ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ)

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (کتاب الایمان) ص ۱۴

۳۸ دیکھئے: (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الفضائل باب فی فضل سعد بن ابی وقاصؓ) ۲/۲۸۰

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب العشرۃ ص: ۵۶۶

(ج) الحاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۳/۵۰۱

(د) ترمذی، جامع (ابواب المناقب باب مناقب ابی اسحاق سعد بن ابی وقاصؓ)

(ہ) ذھبی، سیر اعلام النبلاء ۱۰۲/۱ (ترجمہ: سعد بن ابی وقاصؓ)

۳۹۔ (الف) حاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۲۸/۴۔۲۹

(ب) ابن سعد، الطبقات ۱۲۶/۸ (ترجمہ: ام المؤمنین صفیہ بنت حُیی بن اخطب)

۴۰۔ ابن حجر، الاصابہ ۲۱۳/۴ (نمبر شمار: ۳۹۱۶)

باب سوم

اطاعت واتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم
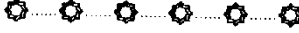
باب سوم: اطاعت واتباعِ رسول ﷺ

پہلی فصل: اطاعت وفرمانبرداریٔ رسول ﷺ

محبوب کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا اور ہر قسم کے خوف واندیشہ اور ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہر حال میں اور ہر قیمت پر اسے بجالانا محبت کا بنیادی تقاضا ہے۔ محبوب کی اطاعت وفرمانبرداری کا اگر یہ جذبہ نہیں تو اصولی طور پر محب اپنے دعوائے محبت میں سچا نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی کامل اطاعت اور امتثال امر صرف آپ ﷺ سے واقعی محبت کا بنیادی تقاضا ہی نہیں بلکہ شرعی طور پر واجب اور قرآن کا لازمی مطالبہ ہے جس کی قدرے وضاحت مقدمہ میں گزر چکی ہے۔

محبت کے اس بنیادی اصول اور لابدی تقاضا کی روشنی میں حضور ﷺ کے ساتھ تمام صحابہ کرامؓ کی عملی محبت کا جائزہ لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ آسمان کی آنکھ نے آج تک اُس طرح کی اطاعت وفرمانبرداری نہیں دیکھی، جس کا مظاہرہ صحابہ کرام نے اپنے اور خدا کے محبوب ﷺ کی اطاعت کی صورت میں کیا تھا۔ اس قسم کی بے مثال اطاعت وفرمانبرداریٔ رسول ﷺ کے چند ایمان افروز مظاہر ہم آئندہ سطور میں دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

حکمِ نبوی ﷺ کی تعمیل میں مسجد کے باہر ہی بیٹھ جانا

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ مسجد کی طرف آرہے تھے۔ ابھی مسجد میں داخل نہیں ہوئے تھے کہ حضور ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے سامنے کھڑے کسی آدمی کے متعلق فرمایا: ''اجلسوہ'' (اس کو بٹھا دو) حضور ﷺ کا یہ حکم اگرچہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے لیے نہیں تھا۔ اس کے باوجود جونہی ان کے کان میں حضور کی یہ آواز پڑی وہ مسجد کے باہر ہی رستے میں بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ جب فارغ ہوئے تو ان کے اس جذبہ اطاعت کو دیکھتے ہوئے دعا دی:

"زادك اللّٰه حرصًا علی طواعیة اللّٰه و طواعیة رسوله"

''اللہ کریم تمہاری اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی حرص میں مزید اضافہ فرمائے۔''[1]

جبکہ دوسری روایت میں کمال اطاعت کا یہ واقعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے یوں مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ جب آپ (منبر پر) بیٹھ گئے تو (لوگوں سے) فرمایا! بیٹھ جاؤ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان (رستے میں آتے ہوئے) سن لیا۔ چنانچہ وہ بنی غنم (قبیلہ) میں ہی بیٹھ گئے۔ اس پر آپ ﷺ سے عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ وہ ابن رواحہؓ ہیں جو بنی غنم میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے آں جناب ﷺ کو لوگوں سے ''اجلسوا'' (بیٹھ جاؤ) کہتے ہوئے سنا تو وہیں اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط)[2]

اسی طرح کمال اطاعت نبوی کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق بھی مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ خطبہ جمعہ کے لیے منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو آں جناب ﷺ نے (سامنے کھڑے لوگوں سے) فرمایا: ''اجلسوا'' (بیٹھ جاؤ) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (جو ابھی مسجد میں داخل ہو رہے تھے) نے یہ آواز نبوی سنی تو مسجد کے دروازہ پر ہی بیٹھ گئے رسول اللہ ﷺ نے (مسجد کے دروازہ پر بیٹھا) دیکھا تو فرمایا: عبداللہ بن مسعودؓ! اندر آ جاؤ۔[3]

علی ہذا القیاس ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور لوگوں سے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ اسی دوران العاص بن الاسعود القرشی العدوی مسجد میں داخل ہوئے اور حضور ﷺ کا حکم ''اجلسوا'' (بیٹھ جاؤ) سنا تو وہیں بیٹھ گئے۔ جب حضور منبر سے نیچے اترے تو عاص حاضر خدمت ہو گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اے عاص! کیا وجہ ہے کہ میں نے تمہیں نماز میں نہیں دیکھا؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ دراصل جب میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے آپ کو ''اجلسوا'' فرماتے ہوئے سنا۔ جونہی میں نے آپ کا یہ حکم سنا وہیں بیٹھ گیا (اور وہیں نماز پڑھ لی) یہ کمال جذبہ اطاعت دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: تم عاص نہیں بلکہ ''مطیع'' ہو۔ اس دن سے ان کا نام مطیع مشہور ہو گیا۔

اعلانِ نبوی پر شراب گلیوں میں بہا دینا

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوطلحہؓ کے مکان میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا۔ ان دنوں فضیخ (نامی) شراب کا بہت رواج تھا۔ (پھر شراب کی حرمت نازل ہوئی) تو رسول اللہ

ﷺ نے ایک منادی کو اس بات کے اعلان کا حکم دیا کہ شراب حرام ہوگئی ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں یہ سنتے ہی حضرت ابوطلحہؓ نے مجھ سے کہا باہر جا کر اس شراب کو بہادو۔ چنانچہ میں نے باہر نکل کر شراب بہا دی۔ پس (اعلان نبوی کے بعد) شراب مدینہ منورہ کی گلیوں میں بہنے لگی۔ تو بعض لوگوں نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ اس حالت میں قتل کیے گئے ہیں کہ شراب ان کے پیٹ میں موجود تھی جس پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ:

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے ان پر ان چیزوں کا کوئی گناہ نہیں جو وہ کھا چکے ہیں۔'' (ان کی حرمت نازل ہونے سے پہلے یا زمانہ جاہلیت میں) [۵]

اسی طرح حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ (منورہ) میں خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے شراب کے بارے میں تعریض فرمائی (حرمت کا اشارہ فرمایا) ہے اور شاید اللہ اس کے بارے میں عنقریب کوئی حکم نازل فرمادے تو جس کے پاس شراب میں سے کوئی چیز ہو تو وہ اسے بیچ ڈالے اور اس سے نفع اٹھائے۔ حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں اس پر ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے شراب حرام فرمادی ہے تو جس آدمی کو یہ آیت (حرمت شراب کی) پہنچ جائے اور اس کے پاس شراب میں سے کوئی چیز ہو تو وہ اسے نہ پیئے اور نہ بیچے۔ ابوسعید کہتے ہیں تو لوگوں کے پاس جتنی بھی شراب تھی، اسے مدینہ منورہ کے رستے میں لائے اور اس کو بہا دیا۔ [۶]

حکمِ نبوی ﷺ پر آدھا قرض فوراً معاف

حضرت کعب بن مالکؓ نے حضرت ابن ابی حدرد سے مسجد میں اپنے اُس قرض کا تقاضا کیا جو ان کے ذمہ تھا۔ اس تقاضے کے دوران دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں (تو تو میں میں ہوگئی) حتیٰ کہ ان آوازوں کو رسول اللہ ﷺ نے سن لیا حالانکہ آپ ﷺ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے۔ پس آپ ان دونوں کی طرف نکلے حتیٰ کہ اپنے حجرے کا دروازہ کھولا۔ پھر آپ ﷺ نے آواز دی اے کعب! حضرت کعب نے عرض کی: لبیک یارسول اللہ ﷺ! فرمایا: اپنے قرض میں سے اتنا چھوڑ دے اور آدھے قرض کا اشارہ فرمایا۔ حضرت کعبؓ نے (یہ حکم سنتے ہی) عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ میں نے چھوڑ دیا۔ اب آپ نے ابن ابی حدردؓ سے فرمایا: اٹھو اور اس کو (باقی نصف کی) ادائیگی کرو۔

حکمِ نبوی ﷺ پر خستہ حال جماعت کی فوری مدد

حضرت ابوعمرو جریر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ ہم ایک مرتبہ شروع دن میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ کچھ لوگ ننگے پاؤں، ننگے جسم، دھاری دار چادریں پہنے اور تلواریں لٹکائے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ لوگ قبیلہ مضر سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے اس فقر وفاقہ اور خستہ حالی کو دیکھ کر آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ پریشانی میں آپ ﷺ کبھی اندر تشریف لے جاتے اور کبھی باہر تشریف لے آتے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ خطبے میں آپ ﷺ نے سورۃ النساء کی ابتدائی آیت کریمہ اور سورۃ الحشر کی آیت:

"یاایھاالذین امنو اتقو االلّٰہ ولتنظر نفس ماقدمت لغد"

پڑھ کر لوگوں کو اپنے مفلس اور حاجت مند بھائیوں کی مدد کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ہر آدمی چاہے اس کے پاس ایک ہی دینار ہو، ایک ہی درہم ہو، ایک ہی کپڑا ہو، ایک ہی صاع گندم کا یا ایک صاع کھجور کا ہو، اس میں سے صدقہ کرے حتیٰ کہ اگر اس کے پاس ایک کھجور ہے تو کھجور کے ٹکڑے سے بھی اپنے بھائیوں کی مدد کرے۔ آپ ﷺ کا فرمانا تھا کہ لوگ گھروں کو دوڑ کھڑے ہوئے اور دھڑا دھڑ حسب توفیق چیزیں لانے لگے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ تھوڑی دیر میں کپڑوں اور کھانے کے دو ڈھیر لگ گئے۔ صحابہ کرام کے اس جذبہ ہمدردی اور مواخات کو دیکھ کر اور دوسرے فقراء کی ضرورت کو اس طرح پورا ہوتے دیکھ کر:

"راء یت وجہ رسول اللّٰہ ﷺ یتھلل کا نہ مذھبۃ"

"میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور خوشی سے یوں کھل اٹھا کہ گویا وہ چمکتا ہوا سونے کا ٹکڑا ہے۔"

ایک دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے اس طرزِ عمل کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک جہاں خوشی سے کھل اٹھا، وہاں آپ ﷺ نے تعلیم امت کے لیے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

"جو شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ (نیک کام) شروع کرے، جس پر اس کے بعد بھی عمل

کیا جاتا رہے، تو ایجاد کنندہ کے لیے بھی اتنا ہی اجر و ثواب لکھا جائے گا، جتنا اس کے کرنے والوں کو ملے گا۔ اور اِن (عمل کرنے والوں) کے ثواب میں کسی چیز کی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور اس کے برعکس جس آدمی نے اسلام میں کوئی غلط طریقہ (گناہ کا کام) ایجاد کیا جس پر اس کے بعد بھی عمل کیا گیا تو اس آدمی (ایجاد کنندہ) کے کھاتے میں اتنا ہی گناہ لکھا جائے گا، جتنا کرنے والوں کو ملے گا اور گناہ کا ارتکاب کرنے والوں کے گناہوں میں بھی کسی چیز کی کمی نہیں کی جائے گی۔[9]

حکمِ نبوی ﷺ پر فوری صدقہ

حضرت عبد اللہ بن عباس کا بیان ہے کہ عید کے دن نبی اکرم ﷺ (عید گاہ کی طرف) تشریف لے گئے۔ پھر آپ ﷺ نے دو رکعت نماز (عید) پڑھی۔ آپ ﷺ نے نماز عید سے پہلے کوئی نماز (نفل) پڑھی اور نہ ہی (فوراً) بعد۔ پھر آپ ﷺ خواتین کی طرف تشریف لائے اور حضرت بلالؓ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں وعظ و نصیحت فرمائی پھر انہیں حکم دیا کہ وہ (حسبِ توفیق راہِ خدا میں) صدقہ دیں۔ تو (زبان نبوی سے یہ بات سننے کی دیر تھی کہ) خواتین (اپنے) کنگن اور بالیاں (حضرت بلالؓ کے کپڑے میں) ڈالنے لگیں۔[10]

حکمِ نبوی ﷺ پر اہلِ مکہ کے لیے غلّہ کی ترسیل

حکم نبوی پر غلہ بھجوانے کا واقعہ بیان کرنے سے قبل یہ بیان کر دینا بھی فائدہ سے خالی نہیں کہ مکہ مکرمہ میں قحط کا بڑا سبب کیا ہوا تھا۔ چنانچہ محدثین لکھتے ہیں کہ ثمامہ بن اثال بنی حنیفہ کا سردار تھا، ایک لڑائی میں گرفتار ہو کر آیا، مسلمانوں نے اسے مسجد کے ستون سے باندھ دیا تاکہ مسلمانوں کی نماز اور بارگاہ الٰہی میں مسلمانوں کے عجز و نیاز کا منظر دیکھ کر اس کے دل کی سختی دور ہو جائے اور حق سے نفرت کا جذبہ محبت میں بدل جائے۔ چنانچہ جب نماز کا وقت آیا تو رسول اکرم ﷺ اس کے پاس سے گزرے اور اس سے فرمایا: ثمامہ! میرے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ ثمامہ نے جواب دیا:

"عندی خیر یا محمد! ان تقتل تقتل ذادم وان تنعم، تنعم علی شاکر وان کنت ترید المال فاسئل منه ما شئت"

"اے محمد (ﷺ)! میرے پاس خیر ہے۔ اگر آپ ﷺ مجھے قتل کریں گے تو ایک خونی آدمی کو قتل کریں گے اور اگر انعام فرمائیں گے تو ایک شکرگزار پر انعام فرمائیں گے اور اگر مال درکار ہو تو جتنا چاہیں حاضر کردوں گا۔"

حضور اکرم ﷺ ثمامہ کی بات سن کر خاموش ہو گئے دوسرے دن پھر آپ ﷺ نے اس ظالم سردار سے پوچھا تو اس نے صرف اتنا کہا اگر آپ ﷺ رحم و کرم فرمائیں گے تو ایک شکر گزار پر احسان ہوگا۔ آپ ﷺ پھر خاموشی سے گزر گئے، تیسرے دن پھر آپ ﷺ نے پوچھا تو اس نے دوسرے دن کا جملہ دہرا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے عفو و درگزر کا اعلان فرما دیا اور ثمامہ کو آزاد کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"قد عفوت عنك يا ثمامة و اعتقتك"

"اے ثمامہ! میں نے تجھے معاف کیا اور آزاد کیا۔"

رسول اکرم ﷺ نے ثمامہ پر مذہب قبول کرنے کے لیے دباؤ ڈالا نہ کسی قسم کا لالچ دے کر اسے مسلمان ہونے پر آمادہ کیا بلکہ بغیر کسی شرط کے اسے معاف کر دیا۔

ثمامہ پر آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کا اتنا اثر ہوا کہ وہ مسجد نبوی ﷺ کے قریب ایک باغ میں گیا وہاں نہا دھو کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ پھر کہنے لگا: اے محمد ﷺ قسم بخدا روئے زمین پر آج سے پہلے آپ کے چہرہ سے بڑھ کر کوئی چہرہ میرے نزدیک (العیاذ باللہ) ناپسندیدہ ترین نہ تھا اور آج آپ ﷺ کا چہرہ انور میرے نزدیک دنیا کے تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اسی طرح قسم بخدا آپ ﷺ کا دین جو اس سے قبل میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ تھا، آج سب سے زیادہ پسندیدہ ہے اور میں حلفیہ کہتا ہوں کہ آپ ﷺ کا شہر جو اس سے قبل میرے نزدیک مبغوض ترین تھا آج سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اس کے بعد اس نے عرض کی: جب آپ ﷺ کے سواروں نے مجھے گرفتار کیا تھا تو میں عمرہ کا ارادہ کیے ہوئے تھا۔ اب میرے لیے کیا حکم ہے؟ حضور ﷺ نے اجازت دی، ثمامہ مسلمان ہو کر مکہ آیا، مکہ والوں نے اسے بے دین قرار دے کر اس کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا، اس نے غصہ میں آ کر یہ اعلان کر دیا کہ میں اپنی بستی یمامہ سے تمہارے پاس غلہ نہیں آنے دوں گا۔[1]

ادھر مکہ والوں کا گزارہ یمامہ سے آنے والے اناج پر ہوتا تھا چنانچہ اناج بند ہو جانے سے مکہ میں قحط پڑ گیا۔ اہلِ مکہ نے قحط سالی سے پریشان ہو کر نبی رحمت ﷺ کو لکھا کہ ہم اپنی رشتہ داری کا واسطہ دے کر آپ ﷺ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ثمامہ کو حکم بھیج دیں کہ حسب سابق یمامہ سے غلہ کی آمد شروع ہو جائے، نبی اکرم ﷺ نے مکہ والوں پر رحم فرمایا اور ان کے ظالمانہ رویوں کے باوجود ثمامہ کو حکم فرما کر یمامہ سے غلہ بھجوانا شروع کرا دیا۔[12]

حکمِ نبوی ﷺ ہو تو باپ کو بھی مار دوں

حافظ ابن حجر نے ابن شاہین کے حوالے سے حضرت البراء بن مالکؓ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جوشِ محبت میں کہنے لگے: (یارسول اللہ ﷺ!) آپ جو اور جس قسم کا کام چاہتے ہیں۔ اس غلام کو حکم فرمایئے (یقیناً حکم کی تعمیل ہوگی) حضور ﷺ نے از راہ امتحان فرمایا: جاؤ اور اپنے سگے باپ کو قتل کر دو۔ محبّ صادق تعمیل حکم کے لیے فوراً چل پڑا۔ جب وہ پیٹھ پھیر کر چل پڑے تو آپ ﷺ نے حاضرین سے فرمایا: اس محبّ صادق کو آواز دو۔ محبّ صادق اپنے دعوائے محبت کے امتحان میں پاس ہو چکا تھا۔ وہ واپس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں قطع رحمی کے لیے مبعوث نہیں ہوا ہوں (یہ تو محض تمہارا امتحان تھا جس میں تو کامیاب قرار پایا)۔

بعد میں یہ البراء جب بیمار ہوئے تو حضور ﷺ بنفس نفیس اس محبّ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اللہ! (میرے) البراء بن مالک سے اس حال میں ملاقات فرمانا کہ تو اس کی طرف دیکھ کر اپنے شایانِ شان تبسم فرما رہا ہو۔ اور وہ تیری طرف دیکھ کر مسکرا رہا ہو۔''

ابن حجر کا کہنا ہے کہ یہ قصہ حضرت طلحہ بن البراء کے بارے میں مشہور ہے جیسا کہ حرف الطاء کے ضمن میں آئے گا۔[13] چنانچہ ابن حجر نے حرف الطاء میں حضرت طلحہ بن البراء بن عمیر کے تذکرہ میں بھی اسی قسم کی کمال اطاعت رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے جسد اطہر سے لپٹ کر اور قدم مبارک چوم کر محبت رسول ﷺ کے اظہار کا ایمان افروز واقعہ درج کیا ہے۔[14]

اسی طرح رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے حضرت عبداللہ نے بھی اپنے

سگے باپ کو قتل کرنے کے لیے حضور ﷺ سے اجازت چاہی تھی۔ مگر رحمت عالم ﷺ نے ان کو ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔[15]

علی ہذا القیاس حضرت اوس بن حارثہ الطائی اپنی قوم کے ستر شہسواروں کے ہمراہ قبول اسلام کی سعادت حاصل کرنے کے لیے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تو کمال اخلاص ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اپنا دست مبارک پھیلائیے (تا کہ میں بیعت سے شرف یاب ہوں) حضور ﷺ نے پوچھا: کس بات پر بیعت کرو گے؟ عرض کیا ایک تو اس امر کی گواہی پر کہ بلاشک وشبہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ دوسرے اپنی تلوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کی: اس عہد پر بیعت کہ آپ ﷺ جس آدمی کو بھی مارنے کا حکم دیں گے بلا حیل وحجت اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضور ﷺ نے یہ جذباتِ محبت سن کر فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے، تو نے بہت اچھے جذبات کا اظہار کیا ہے۔[16]

حکمِ رسول ﷺ کا پاس۔ چند مظاہر

۞ ...ایک مرتبہ نبی رحمت ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت ابو عبداللہ ثوبانؓ سے ارشاد فرمایا: کبھی کسی سے سوال نہ کرنا۔ حضرت ثوبانؓ نے اس فرمانِ رسول ﷺ کا اس حد تک پاس کیا کہ عمر بھر کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کیا، حتیٰ کہ اگر سواری پر بیٹھے ہوئے کوڑا (چھڑی) ہاتھ سے گر جاتا تو خود اتر کر اٹھا لیتے، مگر کسی کو اٹھا کر پکڑانے کو نہ کہتے۔[17]

۞ ...حضرت حنش (بن المعتمر) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی (المرتضیٰ) رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ دو مینڈھوں کی قربانی دیتے تھے۔ تو میں نے آپ سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ (آپ دو قربانیاں کیوں کرتے ہیں؟) تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی تھی (حکم فرمایا تھا) کہ میں آپ ﷺ کی طرف سے بھی قربانی دیا کروں۔ لہٰذا میں ایک قربانی آپ ﷺ کی طرف سے دیتا ہوں۔[18]

۞ ...حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میرے حبیب ﷺ نے مجھے تین چیزوں کی وصیت فرمائی ہے جنہیں میں کبھی بھی نہیں چھوڑوں گا۔ آپ ﷺ نے مجھے چاشت کی نماز، سونے سے پہلے

وتر کی نماز پڑھ لینے اور ہر مہینے تین دن کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا۔[19]

۞...غزوہ احزاب میں حضور ﷺ نے حضرت حذیفہؓ کو حکم دیا کہ کفار کی خبر لائیں لیکن ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔ وہ آئے تو دیکھا کہ ابوسفیان آگ تاپ رہا ہے۔ کمان میں تیر جوڑ لیا اور نشانہ لگانا چاہا مگر حضور ﷺ کا حکم یاد آ گیا اور وہ رک گئے۔[20]

۞...جو صحابہ ابورافع یہودی کو قتل کرنے کے لیے گئے تھے، انہیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ اس کے بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ ان صحابہ کرامؓ نے اس شدت کے ساتھ حکم رسول ﷺ کی پابندی کہ ابن ابی الحقیق کی عورت نے باوجودیکہ اس قدر شور کیا کہ قریب تھا کہ ان کا راز فاش ہو جاتا، مگر ان صحابہؓ نے صرف آپ ﷺ کے حکم بناپر اس پر ہاتھ اٹھانا پسند نہ کیا۔[21]

حضور ﷺ کا فیصلہ۔ بہر حال منظور

حضرت ابو برزہ اسلمی روایت ہے کہ رسول ﷺ نے جلیبیب نامی ایک انصاری صحابی جو ظاہری شکل وشباہت کے اعتبار سے بدصورت اور کوتاہ قد تھے، کے واسطے ایک انصاری صحابی کی طرف اس کی بیٹی کے لیے پیغام نکاح بھیجا۔ (یہ جلیبیب ایک ظریف الطبع آدمی تھے، جو خواتین کے پاس سے گزرتے تو اکثر ان سے مذاق کی باتیں کیا کرتے۔ اس لیے بعض صحابہؓ ان کو ناپسند کرتے تھے اور اپنی بیویوں کو انہیں گھر میں آنے کی اجازت دینے سے سختی سے منع کر رکھا تھا[22]) مگر اس انصاری آدمی اور اس کی بیوی نے (جلیبیب کی نازیبا حرکات کی وجہ سے) اس پیغام نکاح کو ناپسند کیا۔ جبکہ ان کی بیٹی (جس کے لیے پیغام نکاح دیا جا رہا تھا) نے رسول اللہ ﷺ کے پیغام اور اس کے بارے میں پیغام نکاح سنا تو اس نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی:

"وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ" (سورۃ الاحزاب:۳۶)

''اور کسی مومن مرد کے لیے جائز نہیں اور نہ کسی مومن عورت کے لیے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ فرما دیں تو ان کے لیے اپنے معاملے میں کوئی اختیار ہو۔''

اور (والدین سے) کہا جس آدمی کو رسول اللہ ﷺ نے میرے نکاح کے لیے پسند کیا ہے، میں نے بھی اسے پسند کیا اور تسلیم کیا ہے۔ حضور ﷺ کو جب اس اطاعت گزار خاتون کی طرف

سے پیغام نکاح کی قبولیت کی بات پہنچی تو آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی:

''اے اللہ!اس کے لیے ہر قسم کی خیر مقدر فرما دینا اور اسے زندگی بھر کوئی تکلیف نہ دینا''

زبان نبوت اور حضور ﷺ کے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلی ہوئی اس دعا کا اثر یہ تھا کہ اگر چہ اس عورت کے خاوند (جلیبیب) ایک غزوہ میں شہید ہو گئے تھے تاہم انصار میں کوئی بیوہ عورت اس سے بڑھ کر سرمایہ دار اور زیادہ خرچ کرنے والی نہ تھی۔[23]

اسی طرح فاطمہ بنت قیسؓ کو اپنے خاوند ابوعمرو بن حفص کی طرف سے جب طلاق ہو گئی اور عدت گزر گئی تو انہیں معاویہ بن ابی سفیان بن حرب اور ابوجہم بن حذیفہؓ کی طرف سے الگ الگ پیغام نکاح موصول ہوا۔ آں محترمہ نے از راہ مشورہ اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جہاں تک معاویہ کا تعلق ہے تو وہ ایک فقیر محتاج آدمی ہے، جس کے پاس مال نہیں اور جہاں تک ابوجہم کا معاملہ ہے تو وہ (اتنا سخت مزاج آدمی ہے کہ) اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے نیچے نہیں رکھتا۔ البتہ اسامہ بن زیدؓ سے نکاح کرلو۔ مگر یہ مشورہ ان کے گھر والوں نے پسند نہ کیا تو زور دے کر کہا میں نکاح نہیں کروں گی مگر اسی آدمی (اسامہ) کے ساتھ جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسامہ بن زیدؓ سے شادی کرلی۔[24]

وصیتِ رسول ﷺ پر سختی سے عمل

اہل علم سے مخفی نہیں کہ ہر قمری مہینے کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ (ایام بیض) کے روزوں اور چاشت کی نماز کا درجہ شرعی اعتبار سے نفل کا ہے۔ اس لیے اگر کوئی مسلمان ایام بیض کے روزے نہ رکھے اسی طرح چاشت کے نوافل نہ پڑھے تو شرعاً اس پر کوئی گرفت نہیں۔ اس کے باوجود حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میرے خلیل (جگری محبوب ﷺ) نے مجھے تین چیزوں کی وصیت فرمائی تھی، اس لیے میں انہیں تادم زیست کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ (ایک تو) ہر مہینے تین دن (ایام بیض) کے روزے، (دوسرے) چاشت کی نماز، اور (تیسرے) وتر کی نماز پڑھ کر سونا۔[25]

حضرت جابر بن سلیمؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کی رائے سے لوگ پورا پورا اتفاق کر رہے تھے، وہ جس چیز کا حکم دے رہا تھا لوگ اس کو قبول اور اس پر عمل کر رہے تھے،

میں نے دریافت کیا کہ یہ کون آدمی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ میں نے دو مرتبہ عرض کی: ''علیک السلام یارسول اللہ'' آپ ﷺ نے فرمایا ''علیک السلام'' نہ کہا کرو کیونکہ ''علیک السلام'' مردوں کا سلام ہے بلکہ کہو ''السلام علیک'' میں نے پوچھا: آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟ فرمایا: میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ جب تجھے کوئی مصیبت پہنچے پھر تو اس کو پکارے تو وہ تجھ سے اس مصیبت کو دور فرما دے اور اگر تجھ پر قحط سالی آجائے تو تیرے دعا کرنے سے وہ (غلہ اور گھاس وغیرہ) پیدا کردے اور جب تو کسی بے آب وگیاہ جگہ پر ہو اور وہاں تیری سواری گم ہو جائے پھر تو اس کو پکارے تو اس سواری کو تجھے لوٹا دے۔ میں نے عرض کی: آپ ﷺ مجھے کوئی وصیت (نفع بخش معاملے کا حکم) فرمائیے۔ فرمایا کسی کو بھی گالی ہرگز نہ دینا۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے کبھی کسی آزاد آدمی کو گالی دی نہ غلام کو، (حتیٰ کہ) اونٹ کو اور نہ بکری کو۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا: نیکی میں سے کسی چیز کو حقیر ہرگز نہ سمجھنا اور تیرا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو کرنا بھی ایک نیکی ہے اور اپنے تہہ بند کو نصف پنڈلی تک اونچا رکھو اور اگر بوجوہ تہہ بند کو اتنا اونچا نہ رکھ سکو تو ٹخنوں تک رکھ لو اور البتہ تہہ بند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے بچو کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور اللہ تکبر کو پسند نہیں فرماتا اور اگر کوئی آدمی تجھے گالی دے اور تجھے اس عیب کا عار دلائے جو وہ تیرے اندر جانتا ہے تو تم اسے (بدلے میں) اس عیب وخامی کا عار نہ دلاؤ جو تم اس کے اندر جانتے ہو، کیونکہ اس (گالی اور عار) کا وبال اسی پر ہوگا۔[۲۶]

حکمِ رسول ﷺ رد نہیں کیا جاسکتا

کسی بھی معاملے میں حکم رسول ﷺ کا کھلم کھلا انکار تو انکار اسلام کے مترادف ہے ہی۔ آپ کے کسی حکم وفیصلہ کی بجا آوری اور تسلیم کرنے میں طبعی ناگواری اور دل تنگی بھی بحوالے قرآنی ایمان کے منافی ہے[۲۷] اطاعت رسول ﷺ کی یہ اہمیت ونزاکت صحابہ وصحابیات سے مخفی نہیں تھی۔ اس لیے وہ ذاتی وطبعی جذبات واحساسات پر قابو پاتے ہوئے مرضیٔ رسول ﷺ کے سامنے اپنی گردن جھکا دیتے تھے۔ اس قسم کی اطاعت رسول ﷺ کا ایک منظر ملاحظہ ہو:

''حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں فلاں عورت کو پیغام نکاح دینا چاہتا ہوں۔ فرمایا: پہلے جا کر اسے ایک نظر دیکھ لے۔

یہ دیکھنا تم میاں بیوی کے درمیان باہمی الفت ومحبت اور صلح کے معاملے میں زیادہ مفید ثابت ہوگا۔ چنانچہ میں انصار کی ایک عورت کے پاس آیا اور اس کے ماں باپ کو پیغام نکاح دیا۔ ساتھ ہی انہیں نبی اکرم ﷺ کے مذکورہ ارشاد سے آگاہ کیا۔ تاہم ان کو ناگوار سا گزرا کہ ایک غیر محرم واجنبی آدمی ان کی بیٹی کو دیکھے۔ حضرت مغیرہ کا کہنا ہے کہ اس لڑکی (جس کے لیے پیغام نکاح دیا جارہا تھا) نے پردے کے پیچھے سے یہ بات سن لی اور بولی (اے مہمان!) اگر تجھے واقعی رسول ﷺ نے مجھے دیکھنے کا حکم فرمایا ہے تو دیکھ لے ورنہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتی ہوں کہ اتنی بڑی جسارت ہرگز نہ کرنا۔ حضرت مغیرہؓ کہتے ہیں میں نے اس خاتون کو ایک نظر دیکھا پھر اس سے نکاح کیا۔ راوی کا کہنا ہے کہ پھر حضرت مغیرہؓ نے اس عورت سے (ارشاد نبوی پر عمل کرنے کی بدولت) اپنی موافقت کے حالات بھی بتائے۔ [۲۸]

حکم رسول ﷺ پر کعب بن الاشرف کا قتل

حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کعب بن اشرف (یہودی) کا کام کون تمام کرے گا؟ وہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو بہت اذیتیں دے چکا ہے۔ اس پر محمد بن مسلمہؓ کھڑے ہوئے اور عرض کی یارسول ﷺ! کیا آپ پسند فرمائیں گے کہ میں اسے قتل کرآؤں؟ آنحضرت ﷺ نے اثبات میں جواب دیا۔ انہوں نے عرض کی پھر آنحضرت ﷺ مجھے اجازت عنایت فرمائیں کہ میں اس سے کچھ باتیں کہوں (جس سے پہلے اسے مطمئن اور خوش کرلوں، اگرچہ وہ باتیں خلاف واقعہ ہی کیوں نہ ہوں) آنحضرت ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ اب محمد بن مسلمہؓ، کعب بن اشرف کے پاس آئے اور اس سے کہا، یہ شخص (اشارہ حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارک کی طرف تھا) ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں تھکا مارا ہے۔ (اب ہمارے پاس کچھ باقی نہیں رہا ہے) اس لیے میں تم سے قرض لینے آیا ہوں۔ اس پر کعب نے کہا ابھی آگے دیکھنا، خدا کی قسم بالکل اکتا جاؤ گے! محمد بن مسلمہؓ نے کہا: چونکہ ہم نے ابھی اب ان کی اطاعت کرلی ہے۔ اس لیے جب تک یہ نہ کھل جائے کہ ان کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے، انہیں چھوڑنا بھی مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ میں تم سے ایک وسق یا (راوی نے بیان کیا کہ) دو وسق قرض لینے آیا ہوں...... کعب بن اشرف نے کہا، ہاں (میں قرض دینے کے لیے تیار ہوں، لیکن) میرے یہاں کچھ رہن رکھ دو۔ انہوں نے پوچھا، رہن میں تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا، اپنی عورتوں کو رہن میں رکھ دو، انہوں نے کہا! تم عرب کے خوبصورت ترین

فرد ہو، ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں۔اس نے کہا پھر اپنے بچوں کو گروی رکھ دو انہوں نے کہا، ہم بچوں کو کس طرح گروی رکھ دیں، کل انہیں اسی پر گالیاں دی جائیں گی کہ ایک وسق یا دو وسق پر اسے گروی رکھ دیا گیا تھا۔ یہ تو بڑی بے غیرتی ہے، البتہ ہم تمہارے پاس ''لامتہ'' رہن رکھ سکتے ہیں۔سفیان نے بیان کیا کہ مراد اس سے ہتھیار تھے۔محمد بن مسلمہؓ نے اس سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا اور رات کے وقت اس کے یہاں آئے، آپ کے ساتھ ابونائلہ بھی تھے۔آپ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔پھر اس کے قلعہ کے پاس جا کر انہوں نے اسے آواز دی۔وہ باہر آنے لگا تو اس کی بیوی نے کہا کہ اس وقت (اتنی رات گئے) کہاں باہر جا رہے ہو؟ اس نے کہا، محمد بن مسلمہ اور میرا بھائی ابونائلہ ہے۔عمرو کے سوا (دوسرے راوی) نے بیان کیا کہ اس کی بیوی نے اس سے کہا تھا کہ مجھے تو آواز ایسی لگتی ہے جیسے اس سے خون ٹپک رہا ہو۔کعب نے جواب دیا کہ میرے بھائی محمد بن مسلمہ اور میرے رضاعی بھائی ابونائلہ ہیں، شریف کو اگر رات میں بھی نیزہ بازی کے لیے بلایا جاتا ہے تو وہ نکل پڑتا ہے......عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ محمد بن مسلمہؓ اپنے ساتھ دو آدمیوں کو لائے تھے اور انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ جب کعب آئے گا تو میں اس کے بال (سر کے) اپنے ہاتھ میں لے لوں گا اور اسے سونگھنے لگوں گا جب تمہیں اندازہ ہو جائے کہ میں نے اس کا سر پوری طرح اپنے قبضہ میں لے لیا ہے تو پھر تیار ہو جانا اور اسے قتل کر ڈالنا۔عمرو نے ایک مرتبہ یوں بیان کیا کہ پھر میں اس کا سر سونگھوں گا۔آخر کعب چادر لپیٹے ہوئے باہر آیا، اس کے جسم سے خوشبو پھوٹی پڑتی تھی۔محمد بن مسلمہؓ نے کہا! آج سے زیادہ عمدہ خوشبو میں نے کبھی نہیں سونگھی تھی۔عمرو کے سوا (دوسرے راوی) نے بیان کیا کہ کعب اس پر بولا! میرے پاس عرب کی وہ عورت ہے جو ہر وقت عطر میں بسی رہتی ہے اور حسن و جمال میں بھی اس کی کوئی نظیر نہیں۔عمرو نے بیان کیا کہ محمد بن مسلمہؓ نے اس سے کہا، کیا تمہارا سر سونگھنے کی مجھے اجازت ہے؟ اس نے کہا سونگھ سکتے ہو۔راوی کا بیان ہے کہ محمد بن مسلمہؓ نے اس کا سر سونگھا اور آپ کے بعد آپ کے ساتھیوں نے بھی سونگھا۔پھر آپ نے کہا، کیا دوبارہ سونگھنے کی اجازت ہے؟ اس نے اس مرتبہ بھی اجازت دے دی۔پھر جب محمد بن مسلمہ نے اسے پوری طرح اپنے قابو میں لے لیا تو اپنے ساتھیوں سے کہا تیار ہو جاؤ۔چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع کر دی۔[۲۹]

حکمِ رسول ﷺ پر ابورافع کا قتل

حضرت براء بن عازبؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ابورافع یہودی (کے قتل) کے لیے چند انصاری صحابہؓ کو بھیجا اور عبداللہ بن عتیکؓ کو ان کا امیر بنایا۔ ابورافع حضور ﷺ کی ایذاء کے درپے رہا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے خلاف (آپ ﷺ کے دشمنوں کی) مدد کیا کرتا تھا۔ سرزمین حجاز میں اس کا ایک قلعہ تھا اور وہ وہیں رہا کرتا تھا۔ جب اس کے قلعہ کے قریب یہ حضرات پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے مویشی لے کر واپس آ چکے تھے (اپنے گھروں کو) عبداللہ بن عتیکؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ آپ لوگ یہیں رہیں، میں (اس کے قلعہ پر) جا رہا ہوں، ممکن ہے دربان پر کوئی تدبیر کارگر ہو جائے اور میں اندر جانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ چنانچہ آپ (قلعہ کے پاس) آئے اور دروازے کے قریب پہنچ کر آپ نے خود کو اپنے کپڑوں میں اس طرح چھپا لیا جیسے کوئی قضاء حاجت کر رہا ہو۔ قلعہ کے تمام افراد اندر داخل ہو چکے تھے۔ دربان نے (انہیں بھی قلعہ کا آدمی سمجھ کر) آواز دی، خدا کے بندے! اگر اندر آنا ہے تو جلد آ جاؤ۔ میں اب دروازہ بند کر دوں گا۔ (عبداللہ بن عتیکؓ نے بیان کیا) چنانچہ میں بھی اندر چلا گیا اور چھپ کر اس کی نقل و حرکت کو دیکھنے لگا۔ جب سب لوگ اندر آ گئے تو اس نے دروازہ بند کیا اور کنجیوں کا گچھا ایک کھونٹی پر لٹکا دیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ اب میں کنجیوں کی طرف بڑھا اور انہیں اپنے قبضہ میں کر لیا۔ پھر میں نے دروازہ کھول لیا۔ ابورافع کے پاس اس وقت کہانیاں اور داستانیں بیان کی جا رہی تھیں۔ وہ اپنے خاص بالا خانے میں تھا۔ جب داستان گو اس کے یہاں سے اٹھ کر چلے گئے تو میں اس کے کمرے کی طرف چڑھنے لگا۔ اس عرصہ میں جتنے دروازے اس تک پہنچنے کے لیے کھولتا تھا انہیں اندر سے بند کر دیا کرتا تھا۔ اس سے میرا مقصد یہ تھا کہ اگر قلعہ والوں کو میرے متعلق معلوم بھی ہو جائے تو اس وقت تک یہ لوگ میرے پاس نہ پہنچ سکیں جب تک میں اسے قتل نہ کر لوں۔ آخر میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک تاریک کمرے میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ (سو رہا) تھا، مجھے کچھ اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ کہاں ہے۔ اس لیے میں نے آواز دی، یا ابا رافع! وہ بولا کون ہے؟ اب میں نے آواز کی طرف بڑھ کر تلوار کی ایک ضرب لگائی۔ اس وقت میں بہت

گھبرایا ہوا تھا اور یہی وجہ ہوئی کہ میں اس کا کام تمام نہیں کر سکا۔ وہ چیخا تو میں کمرے سے باہر نکل آیا اور تھوڑی دیر تک باہر ہی ٹھہرا رہا۔ پھر دوبارہ اندر گیا اور میں نے پوچھا، ابورافع! یہ آواز کیسی تھی؟ وہ بولا، تیری ماں پر تباہی آئے۔ ابھی ابھی مجھ پر کسی نے تلوار سے حملہ کیا تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر (آواز کی طرف بڑھ کر) میں نے تلوار کی ایک ضرب لگائی۔ انہوں نے بیان کیا کہ اگرچہ میں اسے زخمی تو بہت کر چکا تھا، لیکن وہ ابھی مرا نہیں تھا۔ اس لیے میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر دبائی جو اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی۔ مجھے اب یقین ہو گیا تھا کہ میں اسے قتل کر چکا ہوں۔ چنانچہ میں نے دروازے ایک ایک کر کے کھولنے شروع کیے، آخر میں ایک زینے پر پہنچا، میں یہ سمجھا کہ زمین کی سطح تک پہنچ چکا ہوں (لیکن ابھی میں اوپر ہی تھا) اس لیے میں نے اس پر پاؤں رکھ دیا اور نیچے گر پڑا۔ چاندنی رات تھی، اس طرح گرنے سے میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں نے اسے اپنے عمامہ سے باندھ لیا اور آ کر دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ یہاں سے اس وقت تک نہ جاؤں گا جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ آیا میں اسے قتل کر چکا ہوں یا نہیں۔ جب (سحر کے وقت) مرغ نے اذان دی تو اسی وقت قلعہ کی فصیل پر ایک پکارنے والے نے کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا کہ اہل حجاز کے تاجر ابورافع کی موت واقع ہو گئی ہے۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے کہا اب جلدی کرو، اللہ تعالی نے ابورافع کو قتل کروا دیا ہے۔ چنانچہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! اپنا پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے پاؤں پھیلایا تو آنحضرت ﷺ نے اس پر دست مبارک پھیرا اور اس کی برکت سے پاؤں اتنا اچھا ہو گیا جیسے کبھی اس میں چوٹ آئی ہی نہیں تھی۔[1]

تنبیہہ رسول ﷺ پر فوراً اصلاح - چند مظاہر

صحابہ کرامؓ ایک تو معصوم نہیں تھے دوسرے ہر صحابی کو تمام شرعی احکام و مسائل معلوم بھی نہیں ہوتے تھے۔ اس لیے بعض اوقات شرعی احکام پر عمل درآمد کے سلسلے میں ان سے کمی بیشی بھی ہو جاتی تھی۔ مگر اس معاملے میں جب حضور ﷺ کی طرف سے تنبیہ کر دی جاتی تو فوراً اصلاح کر لیتے تھے۔ تنبیہ رسول ﷺ پر فوراً اصلاح کی چند ایمان افروز مثالیں ملاحظہ ہوں:

۞...حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ اہل یمن میں سے ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اس کی ایک بیٹی بھی ساتھ تھی جس کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے موٹے کنگن تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس زیور کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ فرمایا: کیا تمہیں یہ امر پسند ہے کہ اللہ کریم قیامت کے دن ان کنگنوں کے بدلے تمہیں آگ کے کنگن پہنائے۔ راوی کہتے ہیں، تو اس عورت نے فوراً وہ دونوں کنگن اتار دیے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کے آگے رکھتے ہوئے عرض کی: یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہیں۔[۳۱]

۞...حضرت ابو مسعودؓ (عقبہ بن عمرو البدری) کہتے ہیں کہ میں اپنے ایک غلام کو (ایک دفعہ) مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی "ابو مسعود! جان لو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنی تم اس غلام پر رکھتے ہو" میں متوجہ ہوا تو سامنے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تھی۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! تو یہ غلام محض اللہ کی خوشنودی کے لیے آزاد ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتے تو یقیناً تمہیں (غلام کو مارنے کی پاداش میں) جہنم کی آگ چھو کر رہتی۔[۳۲]

۞...حضرت حمزہ بن ابی اسید الانصاریؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا اور آپ اس وقت مسجد سے باہر تھے۔ جبکہ راستے میں مرد خواتین کے ساتھ خلط ملط ہو (مل جل) گئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے خواتین سے فرمایا: پیچھے ہٹو تمہارے لیے مناسب نہیں کہ تم راستے کے درمیان میں چلو۔ تمہارے اوپر راستے کے کناروں پر (ایک طرف) چلنا لازم ہے تو (اس تنبیہ رسول ﷺ پر) ہر عورت دیوار کے ساتھ چپک گئی حتیٰ کہ اس کا کپڑا (دوپٹہ وغیرہ) اس کے دیوار کے ساتھ چپکنے کے باعث دیوار کے ساتھ لگنے لگا۔[۳۳]

۞...حضرت ضمرہ بن ثعلبہؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے جسم پر یمن کے حلوں میں سے حلّے (کپڑے) تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ضمرہ! کیا تم خیال کرتے ہو کہ یہ دونوں کپڑے تمہیں جنت میں داخل کرا دیں گے؟ تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ ﷺ میرے لیے استغفار فرمائیں تو میں ان کو اتارنے سے پہلے پہلے یہاں نہیں بیٹھوں گا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ ضمرہ بن ثعلبہ کی (اس نادانستہ) لغزش کو معاف فرما دے۔ چنانچہ وہ تیزی سے گئے اور ان کو اتار دیا۔[۳۴]

۞...حضرت ام العلاء ایک انصاری عورت ہیں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ سے بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ ان کا بیان ہے کہ بعض مہاجرین بذریعہ قرعہ اندازی انصار مدینہ میں تقسیم کیے گئے تو حضرت عثمان بن مظعون ہمارے حصہ میں آئے۔ ہم نے انہیں اپنے گھروں میں ٹھہرایا۔ پھر (کچھ عرصہ بعد) وہ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ جب ان کی وفات ہوئی اور انہیں غسل وکفن دیا جا چکا تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ اس دوران میں نے کہہ دیا اے ابو السائب (یہ عثمان بن مظعون کی کنیت تھی) تیرے اوپر اللہ کی رحمت ہو۔ تیرے حق میں میرے گواہی یہ ہے کہ اللہ کریم نے تجھے عزت بخشی یا تیرے اوپر کرم فرما دیا (بخش دیا) ہے۔ یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ام العلاء! تجھے کیسے معلوم ہو گیا کہ اللہ نے ان پر کرم فرما دیا (بخش دیا) ہے؟ میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان (اللہ عثمان پر کرم نہیں فرمائے گا) تو اللہ کس پر کرم فرمائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جہاں تک عثمان کا تعلق ہے تو بے شک ان کو موت آ گئی اور قسم بخدا میں ان کے لیے خیر کی امید رکھتا ہوں۔ تاہم قسم بخدا میں اللہ کا رسول ہوتے ہوئے نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا (معاملہ) کیا جائے گا۔ حضرت ام عطیہ کہتی ہیں (اس تنبیہ نبوی ﷺ کے بعد) میں نے قسم اٹھالی کہ اس کے بعد آئندہ کبھی کسی کو اس طرح (پورے یقین کے ساتھ) پاک نہیں ٹھہراؤں گی۔[۳۵]

حضور ﷺ کی ناراضگی پر منگنی کا ارادہ ترک کر دینا

صحیحین اور بعض دیگر کتب حدیث میں حضرت مسور بن مخرمہؓ سے مروی ہے کہ:

''حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فتح مکہ کے بعد ایک مرتبہ ابو جہل کی بیٹی (جویریہ) سے نکاح کرنا چاہا۔ یہ معاملہ جب حضور ﷺ کے علم میں آیا اور ابو جہل کے خاندان والوں نے اس سلسلے میں حضور ﷺ سے اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے برسر منبر اور علی الاعلان ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے تین مرتبہ یہ بات ارشاد فرمائی کہ میں بنو ہشام بن المغیرہ کو اجازت نہیں دوں گا الا یہ کہ ابو طالب کا بیٹا (علیؓ) میری لخت جگر کو طلاق دے دے اور ان (بنو ہشام) کی بیٹی سے نکاح کر لے۔ فاطمہؓ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو اسے بے قرار کرے گا۔ وہ مجھے بے قرار کرے گا جو اسے اذیت پہنچائے گا وہ مجھے اذیت پہنچائے گا۔ میں حلال کو حرام اور حرام

کو حلال نہیں ٹھہراتا مگر قسم بخدا! اللہ کے رسول ﷺ اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کبھی جمع نہیں ہوں گی۔ حضور ﷺ کی یہ ناراضگی دیکھ کر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے (قرآن مجید میں چار شادیوں کی صریح اجازت موجود ہونے کے باوجود) منگنی کا ارادہ ترک کر دیا۔[36]

سیدہ فاطمہؓ پر سوکن لانے کی ممانعت نبوی ﷺ کی توجیہ میں شارحین حدیث امام نوویؒ اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے بہت سے اقوال لکھے ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔[37]

✿✿✿✿✿✿

دوسری فصل: فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق عمل

اطاعت رسول ﷺ کا مفہوم لفظی اعتبار سے اگر یہ لیا جائے کہ ''حضور ﷺ براہ راست جس آدمی کو جو حکم ارشاد فرمائیں اسے ہر قیمت پر بجالایا جائے'' تو اطاعت کا یہ مفہوم چند صحابہ کرام اور چند امور تک محدود ہو کر رہ جائے گا۔ جبکہ قرآن مجید کا جگہ جگہ اور بار بار مطالبہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا لازمی حکم قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے ہے۔ (جس کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں)۔ لہٰذا اطاعت رسول ﷺ کا تقاضا ہے کہ دین دنیا کے چھوٹے بڑے تمام امور کی انجام دہی اور ان پر عمل درآمد کے معاملے میں نبی رحمت ﷺ نے جو فرمودات اور عام ہدایات فرما رکھی ہیں، ان کے مطابق انہیں انجام دیا جائے۔ اطاعت رسول ﷺ کے اس وسیع مفہوم کے تناظر میں جب ہم صحابہ کرام کی زندگیوں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہر معاملے میں ان سچے محبین کا قدم بلا حیل وحجت حکم رسول ﷺ کے مطابق اٹھتا ہوا نظر آتا ہے۔ ذیل میں اسی نوعیت کے چند مظاہر محبت ملاحظہ ہوں:

فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق جیشِ اسامہ کی روانگی

آنحضرت ﷺ نے اپنی ظاہری حیات میں ہی اسامہ بن زیدؓ کی سرکردگی میں شام کی طرف ایک لشکر روانہ کیا تھا جو ابھی مقام جرف میں پہنچا تھا کہ حضور ﷺ کی شدید علالت کی خبر پہنچی اور وہ وہیں ٹھہر گیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ اب سوال یہ تھا کہ اس لشکر کو جس مہم پر بھیجا گیا تھا اس پر اسے جانے دیا جائے یا پہلے مرتدین کی سرکوبی کی جائے؟ جو صورت حال پیدا ہو گئی تھی، صحابہ کرامؓ اس سے گھبرائے ہوئے تھے۔ انہوں نے نومنتخب خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ لے دے کے اب یہی مسلمان ہیں جو آپ کے سامنے ہیں اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ عرب کا کیا حال ہے، وہ آپ سے ٹوٹتے جا رہے ہیں۔ اس لیے مناسب نہیں کہ آپ اس وقت مسلمانوں کو الگ الگ کر دیں لیکن وہ جو خلیفہ رسول ﷺ تھا وقت کے دریا میں ان ابھرنے والی امواجِ حوادث سے کہیں سراسیمہ ہو سکتا تھا؟ اس کے

سامنے سب سے پہلا کام جو کرنے کا تھا اور ضروری تھا یہی ہوسکتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں جو مہم روانہ فرما گئے تھے وہ تکمیل کو پہنچے اور ادھوری نہ رہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر مدینہ اس طرح خالی ہوجائے کہ میں اکیلا رہ جاؤں اور درندے اور کتے مجھ کو بھنبھوڑ کھائیں، میں اس وقت بھی اسامہؓ کو آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق اس مہم پر روانہ کروں گا۔

خلیفہ رسول ﷺ کا یہ قطعی فیصلہ معلوم ہوجانے کے بعد حضرت عمرؓ نے انصار کی نمائندگی کرتے ہوئے عرض کیا کہ اس لشکر میں سن رسیدہ اور تجربہ کار صحابہ شامل ہیں اور اسامہؓ تو جوان ہیں، اس لیے بہتر یہ ہے کہ امیر لشکر کسی معمر آدمی کو بنادیجئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ یہ سنتے ہی غصہ میں قابو سے باہر ہوگئے اور فرمایا ''اے خطاب کے بیٹے! رسول اللہ ﷺ نے تو اسامہؓ کو امیر لشکر مقرر فرمایا اور اب تم کہتے ہو کہ میں ان کو معزول کردوں'' حضرت عمر یہ سن کر واپس گئے اور لوگوں کو برا بھلا کہا کہ ان کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ سے سخت سست سننا پڑا۔ بہرحال حضرت ابوبکرؓ نے اعلان عام کردیا کہ جیش اسامہؓ میں جانے کے لیے جو لوگ نامزد کے گئے تھے ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے۔ سب مقام جرف میں پہنچ جائیں اور خود وہاں پہنچ کر لشکر کو روانگی کا حکم دیا۔ لشکر روانہ ہوا تو پاپیادہ اس کی مشایعت کو چلے۔ حضرت اسامہؓ جو گھوڑے پر سوار تھے بولے ''یا تو آپ بھی سوار ہوجائیں ورنہ میں بھی پاپیادہ ہوا جاتا ہوں'' فرمایا ''تم کو خدا کی قسم جو اترو اور میں بھی ہرگز سوار نہیں ہوں گا، کیا ہوا اللہ کی راہ میں کچھ دیر کے لیے میرے پاؤں غبار آلود ہوگئے۔ غازی کے ہر ہر قدم کے عوض سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔'' اس کے بعد حضرت اسامہؓ سے فرمایا ''اگر تم نامناسب نہ سمجھو تو عمرؓ کو میرے پاس چھوڑ جاؤ مجھ کو ان کے مشورہ کی ضرورت ہوگی۔'' حضرت اسامہؓ اس پر بخوشی رضامند ہوگئے۔ اب حضرت ابوبکرؓ نے لشکر کو روک کر نہایت قیمتی ہدایات دیں اور لشکر روانہ ہوگیا۔ [۳۸]

وعدۂ نبوی ﷺ کی تکمیل کا اعلان

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اگر بحرین سے مال (جزیہ) آیا تو میں تمہیں اتنا اتنا تین مرتبہ دوں گا لیکن بحرین سے مال آنے سے پہلے ہی نبی رحمت ﷺ کی وفات ہوگئی تو حضرت ابوبکرؓ نے (خلیفہ بننے کے بعد) ایک منادی سے یہ اعلان کرنے کے

لیے کہا کہ جس آدمی سے نبی رحمت ﷺ کا کوئی وعدہ ہو یا آپ ﷺ پر اس کا کوئی قرض ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ چنانچہ میں ان کے یہاں گیا اور کہا کہ نبی رحمت ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا تو انہوں نے (وعدہ نبوی ﷺ کے مطابق) تین لپ بھر کر مجھے دیے اور ہر لپ میں پانچ سو (دراہم) آئے۔[39]

فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق غلام کو اپنے جیسا لباس پہنانا

حضرت معرور بن سویدؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو دیکھا کہ ان کے بدن پر ایک ہی حلہ تھا اور ان کے غلام کے بدن پر بھی ایک ہی حلہ تھا۔ ہم نے ان سے اس (غیر مروج مساوات) کا سبب پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے ایک آدمی (حضرت بلال حبشیؓ) کو گالی دی (ان کی ماں کی طرف سے عار دلائی) تو انہوں نے بارگاہ نبوی میں میری شکایت کر دی۔ جس پر نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم نے انہیں ان کی ماں کی طرف سے عار دلائی ہے؟ پھر فرمایا تمہارے خدمت گزار (نوکر چاکر) بھی تمہارے بھائی ہیں۔ جنہیں اللہ نے (بعض مصلحتوں کی بنا پر) تمہارے ماتحت کر رکھا ہے یا قبضہ میں دے رکھا ہے۔ اس لیے جس کا کوئی بھائی اس کے قبضہ میں ہو تو اسے وہی کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور ان پر ان کی برداشت سے زیادہ بار نہ ڈالنا چاہیے لیکن اگر ان کی طاقت سے زیادہ بار ڈالو تو پھر ان کی مدد بھی کر دیا کرو۔[40]

ٹھیک اسی طرح فرمان رسول ﷺ کے پیش نظر غلام کو اپنے جیسا اور اپنی قسم کا لباس پہنانے کا واقعہ صحابی رسول ﷺ حضرت ابوالیسرؓ (کعب بن عمرو) سے بھی دیکھنے میں آیا۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں کہ جب میں نے انہیں اس مسئلے کی طرف توجہ دلائی تو سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بھتیجے! میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا، ان دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے اس بات کو محفوظ رکھا اور اپنے دل کی طرف اشارہ کیا کہ نبی اکرم ﷺ فرما رہے تھے ''ان غلاموں کو کھلاؤ جہاں سے خود کھاتے ہو، اور انہیں پہناؤ جہاں سے خود پہنتے ہو۔ اس غلام کو (کپڑے تو کیا) دنیا بھر کا ساز و سامان دے دینا میرے نزدیک زیادہ ہلکا (آسان) ہے اس امر سے کہ یہ قیامت کے دن میری نیکیاں لے جائے۔[41]

فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق صرف تین دن سوگ

حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ کہتی ہیں کہ (ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہؓ کے والد) حضرت ابوسفیان کی وفات کی خبر جب مدینہ منورہ پہنچی تو تیسرے دن سیدہ ام حبیبہؓ نے خوشبو منگوائی پھر اسے اپنے رخساروں اور دونوں کلائیوں پر لگایا اور فرمانے لگیں مجھے (والد کی وفات پر طبعی غم کی وجہ سے) اس طرح خوشبو لگانے کی حاجت نہ تھی۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے نہ سنا ہوتا کہ ''جو عورت اللہ پر اور یوم آخرت (قیامت) پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لیے خاوند کے سوا کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں۔ البتہ اپنے خاوند کی وفات پر چار مہینے دس دن تک سوگ کرے گی۔''[۴۳]

انہی مذکورہ راویہ زینب بنت ابی سلمہؓ کا بیان ہے کہ میں ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحشؓ کے پاس آئی جبکہ ان کے بھائی صاحب کا انتقال ہو گیا تھا تو آں محترمہ نے بھی اسی طرح خوشبو منگوائی اور جسم پر لگائی پھر فرمانے لگیں (بھائی جان کی وفات کے بعد) مجھے خوشبو لگانے کی ضرورت نہیں تھی مگر یہ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ جو عورت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ الا یہ کہ میت اس کا خاوند ہو تو پھر چار ماہ دس دن تک سوگ کرے گی۔[۴۴]

فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق کسی سے سوال نہ کرنا

❁...حضرت حکیم بن حزامؓ کا بیان ہے کہ میں نے (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے مجھے عنایت فرمایا۔ پھر میں نے دوبارہ آپ ﷺ سے مانگا تو آپ ﷺ نے عطا فرمایا۔ بعد ازیں مجھ سے فرمایا: اے حکیم! اس مال میں (بظاہر) بڑی رونق اور لذت محسوس ہوتی ہے اور جو شخص اسے دل کی سخاوت کے ساتھ لیتا ہے اس کے مال میں برکت ہوتی ہے اور جو کوئی اسے نیت کی برائی اور لالچ کے ساتھ لیتا ہے تو اس کے مال میں برکت نہیں ہوتی اور وہ اس شخص جیسا ہو جاتا ہے جو کھائے جاتا ہے مگر اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور اوپر کا ہاتھ (دینے والا ہاتھ) نیچے والے (لینے والے) ہاتھ سے کہیں بہتر ہے۔ حضرت حکیمؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے آپ

کے بعد کسی سے کوئی چیز نہیں مانگوں گا تا آنکہ دنیا سے چلا جاؤں۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ انہیں (اپنے عہد خلافت میں) بلاتے تھے تاکہ کچھ عطیات دیں لیکن حکیم کسی بھی چیز کے قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے (اپنے زمانہ خلافت میں) انہیں بلا کر کچھ دینا چاہا تو قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے،اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا:اے مسلمانوں کی جماعت!میں انہیں ان کا حق دیتا ہوں جو اللہ نے انہیں اس مال سے حصہ دیا ہے اور یہ اسے بھی لینے سے انکار کر دیتے ہیں۔حضرت حکیمؓ نے (حسب وعدہ) نبی اکرم ﷺ کے بعد پھر کسی سے سوال نہ کیا یہاں تک کہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔اللہ ان پر رحم فرمائے۔[۴۵]

❁...حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ کہتے ہیں کہ ہم نو یا آٹھ یا سات آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:کیا تم لوگ اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت نہیں کرتے ہو؟ جبکہ ہم سب لوگوں نے نئی نئی بیعت کی ہوئی تھی تو ہم نے عرض کی:یارسول اللہ ﷺ!ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں۔اس پر آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا:کیا تم لوگ اللہ کے رسول ﷺ کی بیعت نہیں کرو گے؟ تو ہم نے وہی عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم تو آپ کی بیعت کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ پھر تیسری مرتبہ فرمایا:کیا تم اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت نہیں کرو گے؟راوی کہتے ہیں تو ہم نے اپنے ہاتھ (بیعت کے لیے) پھیلا دیے اور عرض کی:یارسول اللہ ﷺ ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں،اب کس چیز پر آپ کی بیعت کریں؟فرمایا:اس بات کی کہ تم ہمیشہ اللہ کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے اور پانچوں نمازیں (پڑھو گے) اور اللہ کی اطاعت کرو گے اور ایک خفیہ بات چپکے سے یہ کہی کہ تم لوگوں سے کسی بھی چیز کا سوال نہیں کرو (نہیں مانگو) گے۔راوی کہتا ہے کہ میں نے ان (بیعت کرنے والے) بعض لوگوں کو دیکھا کہ ان کا کوڑا (سواری سے) گر جاتا تھا مگر وہ کسی کو یہ نہیں کہتے تھے کہ یہ اسے پکڑا دو۔[۴۶]

❁...اسی طرح حضرت ثوبانؓ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول ﷺ نے فرمایا:جو آدمی مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرے گا تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔اس پر حضرت ثوبانؓ نے عرض کی:میں (ضمانت دیتا ہوں)،تو (اس کے بعد) وہ کسی سے کوئی چیز نہیں مانگتے تھے۔[۴۷]

ایک اور روایت میں مزید اضافہ ہے کہ اگر ان کا کوڑا گر پڑتا اور وہ سوار ہوتے تو کسی سے نہ کہتے کہ یہ کوڑا مجھے پکڑا دو بلکہ خود اتر کر اسے اٹھاتے۔[۴۸]

فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق اجازت نہ ملنے پر واپس لوٹ آنا

آنحضرت ﷺ نے معاشرتی احکام وآداب کے سلسلے میں یہ حکم دے رکھا ہے کہ جب کوئی آدمی کسی کے یہاں جائے تو اجازت لے کر گھر میں داخل ہو۔ اگر تین مرتبہ اجازت مانگنے پر اجازت مل جائے تو اندر داخل ہو ورنہ لوٹ آئے۔ اس حکم وہدایت بنوی ﷺ پر عمل درآمد کی ایک ایمان افروز مثال ملاحظہ فرمائیے:

''حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ میں انصار کی مجالس میں سے ایک مجلس کے اندر موجود تھا کہ اچانک حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ تشریف لائے (اور لگ رہا تھا کہ) گویا وہ بڑے گھبرائے ہوئے ہیں۔ پھر (اہل مجلس سے) کہا: میں نے حضرت عمرؓ سے (اندر آنے کی) تین مرتبہ اجازت مانگی تھی جب مجھے (تین مرتبہ اجازت مانگنے کے باوجود) اجازت نہ دی گئی تو میں گھر لوٹ آیا۔ (تھوڑی دیر بعد بلا کر) حضرت عمرؓ نے پوچھا تمہیں کس چیز نے اندر آنے سے روکے رکھا؟ میں نے کہا میں نے تین مرتبہ اجازت طلب کی، جب مجھے اجازت نہ دی گئی تو میں واپس لوٹ آیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کوئی آدمی تین مرتبہ اجازت طلب کرے پھر بھی اجازت نہ ملے تو اسے (چپ کرکے) واپس لوٹ جانا چاہیے۔ یہ فرمان نبوی ﷺ سن کر حضرت عمرؓ نے (ازراہِ تاکید واحتیاط) کہا: قسم بخدا تمہیں اس فرمان رسول ﷺ پر گواہ پیش کرنا پڑے گا۔'' تو کیا تم میں سے کسی آدمی نے یہ ہدایت نبوی ﷺ سن رکھی ہے؟ حضرت ابی بن کعبؓ نے کہا: قسم بخدا اس بات پر تو قوم کا چھوٹے سے چھوٹا بچہ بھی تمہارے ساتھ کھڑا ہو کر گواہی دے گا تو اتفاق سے میں (ابوسعید خدریؓ) تمام لوگوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ گیا اور حضرت عمرؓ کو بتایا کہ واقعی نبی اکرم ﷺ نے مذکورہ حکم دے رکھا ہے۔''[۴۹]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے اس طرزِ عمل (حدیث رسول ﷺ کے معاملے میں سختی) کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت ابوموسیٰؓ سے فرمایا! میں تمہارے اوپر (حدیث کے

معاملے میں) جھوٹ کا الزام نہیں لگاتا لیکن رسول اللہ ﷺ سے حدیث نقل کرنے کا معاملہ چونکہ بڑا سخت ہے۔ (اس لیے اس میں اشد احتیاط کی ضرورت ہے)[۵۰]

فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق سمٹ جانا

حضرت عمرو (بن عثمان) کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر جہاد میں کسی جگہ اترتے تو صحابہ کرام راستوں اور وادیوں میں بکھر جاتے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا یوں راستوں اور وادیوں میں اِدھر اُدھر بکھر جانا بے شک شیطان کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ جب بھی کسی منزل میں اترتے تو صحابہ ایک دوسرے کے ساتھ اتنا مل کر اور سمٹ کر بیٹھتے کہ اگر ان پر ایک کپڑا پھیلا دیا جاتا تو سب کو کافی ہوتا۔[۵۱]

فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق دیہاتی کے لیے دلالی نہ کرنا

سالم مکی سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے انہیں یہ بات بتائی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اپنی ایک دودھ دینے والی اونٹنی فروخت کرنے کے لیے (مدینہ منورہ) آیا تو حضرت طلحہ بن عبداللہؓ کے پاس قیام کیا (اور ان سے اپنی اونٹنی بکوانے کی گذارش کی) تو انہوں نے فرمایا بے شک نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کر رکھا ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی آدمی کا مال بکوائے۔ البتہ تم بازار میں جاؤ اور دیکھو کہ کون آدمی تجھ سے سودا کرتا (اونٹنی خریدتا) ہے تو پھر مجھ سے مشورہ کر لو یہاں تک کہ میں تمہیں بتاؤں کہ اس سے سودا کرنا ہے یا نہیں۔[۵۲]

فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق حضرت عمارؓ کی رضا جوئی

ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولیدؓ میں اور عمارؓ بن یاسر میں کسی معاملے میں بحث ہوگئی اور سخت کلامی تک نوبت پہنچ گئی، عمارؓ نے آنحضرت ﷺ سے شکایت کی۔ اتفاق سے اسی وقت حضرت خالد بن ولیدؓ بھی آ گئے اور شکایت سن کر بہت برہم ہوئے اور عمارؓ کو برا بھلا کہنا شروع کیا، آنحضرت ﷺ خاموش تھے، عمارؓ نے آبدیدہ ہو کر عرض کی، حضور! ان کی زیادتیوں کا ملاحظہ فرما رہے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے سر اٹھا کر فرمایا: ''جو شخص عمارؓ سے بغض و عداوت رکھتا ہے وہ خدا سے بغض و عناد رکھتا ہے، خالدؓ پر اس ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ ان کا بیان ہے کہ جب میں آنحضرت ﷺ

کے پاس سے اٹھا تو عمارؓ کی رضا جوئی سے زیادہ کوئی چیز میرے لیے محبوب نہ تھی اور ان سے مل کر ان کو منایا۔[۵۳]

فرمانِ رسول ﷺ کے پیش نظر زمین بٹائی پر نہ دینا

حضرت ظہیر بن رافعؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک ایسے کام سے منع فرمایا تھا جس میں ہمارا (بظاہر انفرادی) فائدہ تھا۔ اس پر میں (راوی رافع بن خدیج بن رافع) نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ بھی فرمایا ہے، وہ حق ہے۔ ظہیر بن رافع نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا، اور دریافت فرمایا کہ تم لوگ اپنے کھیتوں کا معاملہ کس طرح کرتے ہو؟ میں نے عرض کی: ہم اپنے کھیتوں کو (کاشت کے لیے) نہر کے قریب کی زمین کی شرط پر دیتے ہیں۔ (کہ کھیت کے اس حصہ میں جو پیداوار ہوگی وہ ہم لے لیں گے اور باقی پیداوار کاشت کار کے لیے ہوگی) اسی طرح کھجور اور جو کے متعین وسق کی شرط پر بھی دیتے ہیں۔ یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو، یا خود اس میں کاشت کیا کرو یا دوسروں کو (اجرت لیے بغیر) کاشت کرنے دو ورنہ اسے یوں ہی چھوڑ دو۔ رافعؓ نے بیان کیا کہ میں نے کہا: آپ ﷺ کا یہ حکم میں نے سنا اور اسے بجالایا۔[۵۴]

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں مجھے معلوم تھا کہ زمین کو کرائے پر (لگان یا بٹائی کی صورت میں) دیا جاسکتا ہے۔ پھر انہیں (حضرت عبداللہؓ کو) یہ خوف لاحق ہوا کہ ممکن ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس سلسلے میں کوئی نئی ہدایت فرمائی ہو، جس کا علم انہیں نہ ہوا ہو۔ اس لیے انہوں نے زمین کو کرائے (لگان یا بٹائی) پر دینا چھوڑ دیا۔[۵۵]

جبکہ حضرت سالم بن عبداللہ سے مروی ایک روایت میں اس معاملے میں مزید تفصیل یوں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی زمین کرائے (لگان یا بٹائی) پر دیا کرتے تھے۔[۵۶] حتیٰ کہ انہیں خبر پہنچی کہ حضرت رافع بن خدیج انصاریؓ حضور ﷺ سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ زمین کرائے پر دینے سے روکا کرتے تھے تو حضرت عبداللہ ان سے ملے اور فرمایا: اے خدیج! تم زمین کرائے پر دینے کے سلسلے میں نبی اکرم ﷺ کی کیا حدیث بیان کرتے ہو؟ اس پر رافع نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا: میں نے اپنے دو چچاؤں (ظہیر اور مظہر)

جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے، کو اہل قبیلہ سے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے زمین کو کرایہ پر دینے سے روک دیا تھا۔ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ قسم بخدا میں رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں جانتا تھا کہ زمین کرائے پر دی جاتی تھی (اور اس پر آپ ﷺ نے کوئی نکیر نہیں فرمائی تھی) پھر حضرت عبداللہؓ کو یہ خوف ہوا کہ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس (مزارعت/زمین بٹائی پر دینے) کے سلسلے میں کوئی نئی بات ارشاد فرمائی ہو جوان کے علم میں نہ ہو۔ لہٰذا انہوں نے زمین کرائے (مزارعت/بٹائی/لگان) پر دینا چھوڑ دی۔ [۵۷]

فرمانِ رسول ﷺ کے پیش نظر تنگدست کو قرض معاف

حضرت عبادہ بن الولید بن عبادہ بن الصامت کہتے ہیں کہ میں اور میرا باپ انصار کے اس قبیلہ میں قبل اس کے کہ وہ اللہ کو پیارے ہوجائیں، علم کی تلاش کے لیے نکلے تو سب سے پہلا آدمی جس سے ہماری ملاقات ہوئی، وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابوالیسرؓ تھے اور ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا جس کے پاس کتابوں کا گٹھا تھا۔ اس وقت حضرت ابوالیسرؓ کے بدن پر ایک چادر اور معافری (علاقہ معافر کا بنا ہوا) کپڑا تھا جبکہ ان کے غلام کے جسم پر بھی اسی قسم کی چادر اور معافری کپڑا تھا، تو میرے باپ نے ان سے کہا: اے چچا! بے شک میں آپ کے چہرے پر غم وغصہ کے آثار دیکھ رہا ہوں؟ فرمایا: ہاں، دراصل قبیلہ حرام کے فلاں ابن فلاں کے ذمہ میرا کچھ مال (قرض) تھا۔ چنانچہ میں اس کے اہل خانہ کے پاس آیا۔ سلام کہا اور پوچھا وہ (فلاں ابن فلاں) کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ نہیں ہے۔ پھر اس کا جعفر نامی بیٹا میرے پاس آیا تو میں نے اسے کہا تمہارے ابو کہاں ہیں؟ اس نے بتایا (اصل بات یہ ہے کہ) انہوں نے آپ کی آواز سنی تو (شرم وخوف کے مارے) میری ماں کے تخت کے نیچے چھپ گئے ہیں۔ اس پر میں نے اسے آواز دی میرے پاس باہر آؤ۔ بے شک مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تم کہاں (چھپے) ہو تو وہ (بیچارہ) باہر نکل آیا۔ میں نے پوچھا: مجھ سے چھپنے پر تجھے کس چیز نے اکسایا؟ اس نے کہا قسم بخدا میں آپ کو بتاتا ہوں۔ پھر آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ قسم بخدا میں اس بات سے ڈرا کہ آپ سے بات کروں گا تو جھوٹ بولوں گا اور یہ کہ آپ سے وعدہ کروں گا تو اس کی خلاف ورزی کروں گا جبکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں اور اللہ کی قسم

میں (اس وقت) بڑا تنگدست ہوں۔ وہ کہتے ہیں میں نے پوچھا: اللہ کی قسم کیا واقعی تم تنگدست ہو؟ اس نے کہا واقعی میں تنگدست ہوں۔ اسی طرح میں نے تین مرتبہ اللہ کی قسم اٹھا کر اس سے تنگدستی کی تصدیق چاہی اور اس نے تینوں مرتبہ اللہ کی قسم اٹھا کر تصدیق کر دی۔ پھر ابوالیسرؓ نے اس کے قرض کا صحیفہ (دستاویز، اشٹام) نکالا اور اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دیا اور اس سے کہا: اگر تم ادائیگی کی وسعت پاؤ گے تو مجھے ادائیگی کر دینا ورنہ تجھے معاف ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا اور اپنی دونوں انگلیاں (تاکید کے طور پر) اپنی دونوں آنکھوں پر رکھیں اور میرے ان دونوں کانوں نے سنا اور اس بات کو میرے دل نے محفوظ اور یاد رکھا اور انہوں نے اشارہ کیا اپنے دل کی جگہ کی طرف کہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے کہ جس آدمی نے کسی تنگدست آدمی کو مہلت دی یا اسے قرض معاف کر دیا تو اللہ اسے اپنے سایہ رحمت میں جگہ عنایت فرمائے گا۔

راوی (عبادہ) کہتے ہیں کہ پھر میں نے ان سے کہا اے چچا! اگر آپ اپنے غلام کی چادر لے لیتے اور اسے اپنا معافری کپڑا دے دیتے اور اس کا معافری کپڑا لے لیتے اور اسے اپنی چادر دے دیتے تو آپ پر بھی ایک حلہ (جوڑا) ہوتا اور اس کے جسم پر بھی حلہ (جوڑا) ہوتا تو آپ نے میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور دعا دی کہ اے اللہ اسے برکت عنایت فرما۔ (پھر کہا) اے میرے بھائی کے بیٹے! میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا اور ان دونوں کانوں نے سنا اور اسے اس دل نے محفوظ رکھا اور اپنے دل کے مقام (مناط) کی طرف اشارہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ یہ بات ارشاد فرما رہے تھے کہ تم ان غلاموں کو وہیں سے کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور وہیں سے پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو اور اگر اسے (غلام کو) میں متاع دنیا سے کوئی چیز دے دوں تو یہ میرے لیے اس امر سے زیادہ آسان ہے کہ وہ قیامت کے دن میری نیکیاں لے لے۔[۵۸]

فرمانِ رسول ﷺ کے پیش نظر والد کے دوست سے صلہ رحمی

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب (مدینہ منورہ سے) مکہ مکرمہ کی طرف نکلتے تو اپنا ایک گدھا بھی ساتھ لے لیتے تاکہ جب اونٹ کی سواری سے اکتا جائیں تو اس پر سوار ہو سکیں اور ایک عمامہ رکھتے جس سے اپنا سر باندھا کرتے۔ ایک دن وہ اس گدھے پر سوار تھے کہ ایک

اعرابی آپ کے پاس سے گزرا تو آپ نے پوچھا کیا تم فلاں ابن فلاں نہیں ہو؟ اس نے کہا (ہاں) کیوں نہیں۔ تو آپ نے اسے گدھا دے دیا اور فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ اور عمامہ بھی عنایت کر دیا اور فرمایا اسے اپنے سر پر باندھ لو۔ اس پر آپ کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا: اللہ آپ کی مغفرت فرمائے آپ نے اس اعرابی کو وہ گدھا دے دیا جس پر آپ خود سوار ہوتے تھے اور وہ عمامہ دے دیا جو آپ اپنے سر پر باندھا کرتے تھے۔ کیا اسے دو درہم کافی نہ تھے؟ تو آپ نے فرمایا: بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے کہ کسی آدمی کا اپنے باپ کے انتقال کے بعد اس کے دوستوں سے صلہ رحمی کرنا سب سے بڑی نیکی ہے۔ اس دیہاتی کا والد میرے والد گرامی حضرت عمرؓ کا دوست تھا۔[59]

عملِ رسول ﷺ کے مطابق بانسری کی آواز نہ سننا

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے (ایک دن) بانسری اور گانے کی آواز سنی تو فوراً اپنی انگلیاں اپنے دونوں کانوں پر رکھ لیں (کانوں میں ڈال لیں) اور اس راستے سے دور ہٹ گئے اور مجھ سے فرمایا: اے نافع! کیا تمہیں کوئی شے (آواز) سنائی دیتی ہے؟ نافع کہتے ہیں، تو میں نے عرض کی: نہیں۔ حضرت نافعؒ کہتے ہیں تو آپ نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں سے اٹھالیں اور فرمایا: میں (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ نے اسی طرح آواز سنی تو اسی طرح انگلیاں کانوں میں رکھ لیں۔[60]

فرمانِ رسول ﷺ کے پیشِ نظر ایک اہلکار کا تقرر

سنن ابی داؤد میں حضرت ابو مریم ازدی سے یہ روایت منقول ہے، وہ فرماتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جسے اللہ عزوجل نے مسلمانوں کے کسی معاملے کا نگران مقرر کیا اور وہ ان کی ضروریات اور فقر سے بے پروا ہو کر بیٹھ رہا تو اللہ تعالی بھی اس کی ضروریات اور فقر سے بے نیاز ہو جائے گا۔''

حضرت ابو مریم ازدی نے جب یہ حدیث حضرت امیر معاویہؓ کو سنائی تو انہوں نے فوراً ایک آدمی کو عوام کی ضرویات پوری کرنے پر مامور فرما دیا۔[61]

اسی مضمون کی ایک روایت حضرت عمرو بن مرہؓ سے بھی مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جو امام ضرورت مندوں فقراء اور مساکین پر اپنے دروازے بند کر لیتا ہے، اللہ اس کی ضروریات فقر اور مسکینی پر آسمان کے دروازے بند کر لیتا ہے۔ یہ سن کر حضرت امیر معاویہؓ نے ایک مستقل آدمی عوام کی ضروریات پوری کرنے پر مامور کر دیا۔[۶۳]

فرمانِ رسول ﷺ کے پیشِ نظر سر کے بال منڈوا دینا

حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس آدمی نے غسل جنابت میں بال برابر بھی جگہ چھوڑ دی اور اسے نہ دھویا تو اس کے لیے جہنم کی آگ کا عذاب ہوگا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت سے میں نے اپنے سر سے دشمنی کر لی اور یہ بات تاکید کے طور پر تین مرتبہ دہرائی۔ چنانچہ آپؓ اپنے سر کے بالوں کو کاٹ (مونڈ) دیا کرتے تھے۔[۶۴]

حضور ﷺ کی ناپسند کے مدنظر آپ ﷺ کے لیے کھڑا نہ ہونا

کسی صاحب فضیلت وعظمت آدمی کے احترام میں کھڑے ہونا نہ صرف شریعت میں جائز بلکہ خود رسول اللہ ﷺ سے رئیس الانصار حضرت سعد بن معاذ، حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل، عدی بن حاتم اور اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کے لیے بعض مواقع پر کھڑا ہونا ثابت ہے جس کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔ اس کے باوجود تعلیم امت کے لیے اور از راہ تواضع آپ ﷺ اس امر کو پسند نہیں فرماتے تھے کہ لوگ عجمی بادشاہوں کی طرح آپ ﷺ کی تعظیم اور احترام کے لیے کھڑے ہوں حتیٰ کہ ایک موقعہ پر صحابہ کرام کو ایسا کرنے سے روک بھی دیا۔[۶۵]

حضور ﷺ کی اسی ناپسندیدگی کے پیش نظر صحابہ کرام چاہتے ہوئے بھی آپ ﷺ کے لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں ''کوئی بھی شخص صحابہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر زیادہ محبوب نہ تھا۔ اس کے باوجود جب وہ آپ ﷺ کو دیکھتے تو محض اس لیے (آپ ﷺ کے احترام میں) کھڑے نہیں ہوتے تھے کہ وہ اس چیز کو جانتے تھے کہ آپ ﷺ ان کے قیام کو پسند نہیں فرماتے۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح)[۶۶]

فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق بال صحیح کر دینا

سعید بن ابی سعید المقبری اپنے باپ (ابوسعید المقبری) سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابورافعؓ نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام، حضرت امام حسن بن علیؓ کے پاس سے گزرے جبکہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور انہوں نے اپنی مینڈھی (سر) کے بال اپنی گدی کے بالوں میں داخل کر رکھے تھے (جوڑا سا بنا رکھا تھا) تو حضرت ابورافعؓ نے وہ گوندھے ہوئے بال (جوڑا) کھول دیے۔ جس پر حضرت حسنؓ غصے کی حالت میں ان کی طرف متوجہ ہوئے تو حضرت ابورافعؓ نے فرمایا: اپنی نماز کی طرف متوجہ (نماز پڑھتے) رہیے اور ناراضگی نہ فرمائیے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اس قسم کے بال یعنی مینڈھیوں کو گدی میں داخل کرنا (جوڑا بنانا) شیطان کا حصہ یعنی شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔[67]

۞۞۞۞۞۞

تیسری فصل: اتباع و پیروئ رسول ﷺ

محبت رسول ﷺ کا ایک بنیادی ولازمی تقاضا آپ ﷺ کی کامل اتباع ہے۔ یعنی کسی کام کو صرف اور صرف اس لیے کرنا کہ آں جناب ﷺ نے بھی وہ کام سرانجام دیا ہے۔ دوسرے آپ ﷺ کے طریقہ/سنت کے عین مطابق کرنا۔ ایک مومن کے لیے دین ودنیا کے تمام معاملات اور زندگی میں قدم قدم پر اتباع واقتداء رسول ﷺ کی جو حد درجہ اہمیت وضرورت، افادیت اور تاکید قرآن وسنت میں آئی ہے، اس کی طرف اشارہ اور ضروری وضاحت کتاب کے مقدمہ میں گزر چکی ہے۔ شرعی اعتبار سے اتباع رسول ﷺ کی اسی اہمیت وافادیت کے پیش نظر صحابہ کرام دین ودنیا کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں وقتی تقاضوں، معاشرتی دباؤ، رسم ورواج، خواہشات نفس اور ذاتی رجحانات کے برعکس جس طرح بلا جھجک اور برملا اتباع کرتے اور اسوہ رسول ﷺ کو مدنظر رکھتے تھے، اس کے چند ایمان افروز مظاہر اور روح پرور جھلکیاں ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

یاد رہے یہ وہ مظاہر محبت ہیں جن میں باقاعدہ صراحت ہے کہ انہیں محض اتباع رسول ﷺ کے جذبہ واشتیاق میں سرانجام دیا گیا ہے۔ ورنہ صحابہ کرامؓ کی پوری زندگی معیشت، معاشرت، لین دین، حکومت اور سیاست اتباع رسول ﷺ سے عبارت تھی۔ اللہ کریم نے انہیں یونہی اتباع رسول ﷺ سے خالی زبانی اور نمائشی قسم کی آسان محبت کی بنیاد پر اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ عنایت نہیں فرمایا تھا۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

اتباعِ رسول ﷺ ہر معاملے میں-۲۶ عدد ایمان افروز مثالیں

صحابہ کرامؓ نے دین دنیا کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں اتباع رسول ﷺ کا مظاہرہ کرکے کس طرح محبتِ رسول ﷺ کا ثبوت دیا، بے شمار مثالوں میں سے مشتے ازخروارے کے طور پر چند ایمان افروز مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۞...متعدد محدثین نے الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ

حضرت عمر بن الخطابؓ نے حجر اسود سے (خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: سن لے قسم بخدا بے شک میں بخوبی جانتا ہوں کہ تو محض ایک پتھر ہے تو (از خود کسی کو) کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ اگر یہ چیز میں نے نہ دیکھی ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ نے تجھے بوسہ دیا ہے تو تجھے بوسہ نہ دیتا۔ اس کے بعد اس کا بوسہ لیا۔[۶۸]

جبکہ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا: اب ہمیں طواف بیت اللہ کے دوران ''رمل'' (کندھوں کو ہلاتے ہوئے اکڑ کر چلنے) کی کیا ضرورت ہے؟ دراصل اس رمل کے ذریعے ہم نے مشرکین مکہ کو (ان کے ایک طعنہ پر) اپنی جسمانی قوت دیکھائی تھی اور اب اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک (مغلوب) کر دیا ہے۔ بعد ازاں فرمانے لگے وہ چیز (کام) جس کو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے، ہم نہیں پسند کرتے کہ اسے چھوڑ دیں۔[۶۹]

۞...حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک جگہ پر اپنی اونٹنی گھما رہے تھے، اس پر ان سے پوچھا گیا (کہ یہ بلا ضرورت مشقت کیوں؟) تو فرمایا میں خود اس کی وجہ نہیں جانتا، سوائے اس کے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کرتے (اونٹنی گھماتے) دیکھا تھا۔ لہٰذا میں نے بھی یہ کام کیا۔[۷۰]

۞...اشعری قبیلہ کے ایک صحابی ''مشرح'' کی بیٹی اپنے باپ (مشرح) کی کمال اتباع سنت کا یہ چشم دید واقعہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے ناخن کاٹے، پھر ان سب کو اکٹھا کر کے ایک جگہ دفن کر دیا اور فرمایا میں نے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا تھا۔[۷۱]

۞...حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت عقیل بن ابی طالبؓ نے نئی شادی کی۔ صبح کو احباب مبارک دینے کے لیے آئے اور عرب کے قدیم دستور کے مطابق ان الفاظ میں تہنیت پیش کی کہ ''بالرفاء والبنین'' تم دونوں میں اتحاد و اتفاق رہے اور تمہارے بیٹے ہوں (اگر چہ ان الفاظ میں شرعاً کوئی قباحت نہیں تھی لیکن مسنون طریقہ تہنیت موجود تھا۔ اس لیے) فرمایا: اس طرح کہو جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ''بارک اللہ لکم وبارک اللہ علیکم'' ہمیں اسی کا حکم ملا ہے۔[۷۲]

۞...ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں (اباجان) حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں (جبکہ وہ مرض الوفات میں مبتلا تھے) حاضر ہوئی تو آپؓ نے پوچھا کہ تم

لوگوں نے کتنے کپڑوں میں نبی ﷺ کو کفن دیا تھا؟ انہوں نے عرض کی: تین سفید سخولی کپڑوں میں، جن میں قمیص تھی نہ عمامہ۔ دوسرا سوال ان سے یہ پوچھا کہ آپ ﷺ کی وفات کس دن ہوئی تھی؟ سیدہ نے عرض کی: دوشنبہ (پیر) کے دن۔ پھر پوچھا کہ آج کون سا دن ہے؟ انہوں نے بتایا کہ دوشنبہ۔ آپؓ نے فرمایا کہ پھر مجھے بھی امید ہے کہ اب سے رات تک وفات ہو جائے گی۔ اس کے بعد آپؓ نے اپنا کپڑا دیکھا جسے مرض کے دوران پہنے ہوئے تھے جس سے زعفران کی خوشبو آ رہی تھی۔ فرمایا: میرے اس کپڑے کو دھو کر اس کے ساتھ دو اور کپڑے ملا لینا اور مجھے کفن انہیں میں دینا۔ میں نے کہا یہ تو پرانا ہے! فرمایا: زندہ آدمی نئے کپڑے کا مردہ آدمی سے زیادہ مستحق ہے۔ یہ تو پیپ کی نذر ہو جائے گا۔ چنانچہ منگل کی رات کا کچھ حصہ گزرنے پر آپ کی وفات ہوگئی اور صبح ہونے سے پہلے آں جنابؓ کو دفن کر دیا گیا۔[۳]

۞... حضرت سیار کہتے ہیں کہ میں حضرت ثابت بنانی کے ساتھ جا رہا تھا۔ ان کا گزر بچوں پر ہوا تو آپ نے انہیں سلام کیا۔ پھر حضرت ثابت نے (وضاحت کے طور پر) فرمایا: میں حضرت انسؓ کے ساتھ تھا۔ آپ بچوں کے پاس سے گزرے تو انہیں سلام کیا۔ پھر حضرت انسؓ نے فرمایا: میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھا۔ آپ ﷺ کا گزر چند بچوں پر ہوا تو آپ ﷺ نے انہیں (از راہ شفقت و تعلیم امت) سلام دیا۔[۴]

۞... حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ دو مینڈھوں کی قربانی فرمایا کرتے تھے اور میں بھی (آپ ﷺ کی اتباع میں) دو مینڈھوں کی قربانی کرتا ہوں۔[۵]

۞... حضرت علی المرتضیٰؓ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر مسجد کوفہ کے صحن میں لوگوں کی حوائج (ضروریات) پوری کرنے کے لیے بیٹھ گئے۔ اس عرصہ میں عصر کی نماز کا وقت آ گیا۔ پھر آپ کے پاس پانی لایا گیا۔ آپ نے پانی پیا اور اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوئے اور (راوی نے) آپ کے سر اور پاؤں (دھونے کا بھی) ذکر کیا پھر آپ کھڑے ہو گئے اور کھڑے ہونے کی حالت میں ہی وضو کا بقیہ پانی پی لیا۔ پھر فرمایا کچھ لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ سمجھتے ہیں حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے یونہی کیا (وضوء کا بقیہ پانی کھڑے ہو کر پیا) جس طرح میں نے پیا۔[۶]

۞... حضرت سلمہ بن الاکوع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ اپنی

نصف پنڈلیوں تک چادر پہنتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرے صاحب یعنی نبی اکرم ﷺ کی چادر (لنگی) اسی طرح (نصف پنڈلیوں تک) تھی۔[77]

❁...ابو معمر کہتے ہیں کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور امراء (گورنروں، حکمرانوں) میں سے ایک امیر کے منہ پر (ذاتی مفاد کی خاطر) اس کی (جھوٹی اور مبالغہ آمیز) تعریف کرنے لگا تو صحابی رسول ﷺ حضرت مقداد بن الاسودؓ اس کے منہ میں مٹی ڈالنے لگے اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ ہم (اس طرح جھوٹی اور مبالغہ آمیز) مدح کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دیں۔[78]

جبکہ بعض روایات میں صراحت ہے کہ یہ امیر خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان بن عفانؓ تھے۔ جن کے سامنے اس آدمی نے (جھوٹ آمیز اور مفاد پرستانہ) مدح کرنے کی حرکت کی تھی۔ اور اس خلاف شرع حرکت پر جب حضرت مقدادؓ (وفور جذبہ اتباع سنت میں) اس کے منہ میں مٹی (ایک روایت کے مطابق کنکریاں) ڈالنے لگے تو حضرت عثمانؓ نے حضرت مقدادؓ سے پوچھا۔ تمہیں کیا ہوا ہے؟ (یہ آداب مجلس کے خلاف کیا کرنے لگے ہو؟) تو انہوں نے وہی جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم (مبالغہ آمیز اور جھوٹی) مدح کرنے والوں کو دیکھو (اور اس میں ممدوح کے فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو) تو اس کے منہ میں مٹی ڈالو۔[79]

اسی طرح ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس دوسرے آدمی کی جھوٹی مدح کرنے لگا تو آپ اس کے منہ میں مٹی ڈالنے لگے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "جب تم (جھوٹی) مدح کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈالو۔"[80]

علی ہذا القیاس حضرت عبادہ بن الصامتؓ کی موجودگی میں ایک خطیب حضرت امیر معاویہؓ کے سامنے ان کی (مبالغہ آمیز) مدح وثنا کرنے لگا تو حضرت عبادہؓ اٹھے، ہاتھ میں مٹی لے کر خطیب کے منہ میں ڈال دی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ناراضگی کا اظہار کیا تو حضرت عبادہؓ نے کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "جب تم (جھوٹے) مداحوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈال دو۔"[81]

❁...حضرت عبداللہ بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ وہ (ایک مرتبہ) حج یا عمرہ کے ارادے

سے نکلے، ان کے ہمراہ اور لوگ بھی تھے اور یہ ان سب کی (راستے میں) امامت کراتے تھے۔ ایک دن یوں ہوا کہ صبح کی نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ پھر لوگوں سے کہا: تم میں سے کوئی آدمی آگے آ کر نماز پڑھائے اور خود قضائے حاجت کے لیے چلے گئے اور کہا بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی آدمی بیت الخلاء میں جانے کا ارادہ کرے (اسے قضائے حاجت کی ضرورت محسوس ہو) اور ادھر نماز کھڑی ہو جائے تو پہلے بیت الخلاء سے فارغ ہو جائے (تاکہ سکون قلب سے نماز پڑھ سکے)[۸۲]

❁ ...حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنی مرض الوفات میں (لواحقین سے) فرمایا: میری قبر کی لحد بنانا اور اس پر اینٹیں نصب کرنا جس طرح رسول اللہ ﷺ (کی قبر انور) کے ساتھ کیا گیا تھا۔[۸۳]

❁ ...حضرت حسان بن بلالؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمار بن یاسرؓ (صحابی رسول ﷺ) کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کیا تو اپنی ریش (ڈاڑھی) میں خلال بھی کیا۔ اس پر انہیں کہا گیا یا راوی نے کہا تو میں نے ان سے کہا: کیا آپ اپنی داڑھی میں خلال کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا اس سے میرے لیے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے جبکہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو اپنی ریش مبارک کا خلال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔[۸۴]

❁ ...حضرت ہمام بن حارث کہتے ہیں کہ حضرت جریر بن عبداللہؓ (صحابی رسول ﷺ) نے پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور اپنے دونوں موزوں پر مسح کر لیا۔ اس پر ان سے کہا گیا کہ کیا آپ ایسا کرتے ہیں؟ فرمایا: اس سے کیا چیز مجھے روک سکتی ہے جبکہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ (موزوں پر مسح) کرتے دیکھا ہے۔ راوی (ہمام بن الحارث) کہتے ہیں کہ لوگوں کو حضرت جریر کی حدیث اس لیے پسند تھی (اعتماد تھا) کہ وہ سورۃ المائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے تھے۔[۸۵]

❁ ...بدیل بن میسرہ عقیلی اپنے قبیلہ کے ایک آدمی ابوعطیہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرث (صحابی رسول ﷺ) ہماری (محلے کی) نماز گاہ میں تشریف لاتے اور حدیث بیان کیا کرتے تھے۔ ایک دن نماز کا وقت آ گیا تو ہم نے ان سے کہا آگے بڑھیے (نماز پڑھایئے) اس پر انہوں نے کہا: تمہارا کوئی آدمی ہی آگے بڑھے (نماز پڑھائے) حتیٰ کہ میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں کیوں آگے نہیں بڑھ (نماز پڑھا) رہا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ

فرماتے سنا تھا کہ جو آدمی کسی قوم کی زیارت کے لیے جائے تو ان کی امامت نہ کرائے بلکہ انہیں کا کوئی آدمی ان کی امامت کرے۔[86]

❁...عبداللہ بن عکیمؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ مدائن میں حضرت حذیفہؓ کے ساتھ تھے، وہاں حضرت حذیفہؓ نے پانی (پینے کے لیے) مانگا تو ایک دیہاتی ایک چاندی کے برتن میں ان کے پاس پانی لایا۔ آپ نے وہ برتن پھینک دیا اور فرمایا: میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں نے اسے حکم دیا تھا کہ مجھے اس (چاندی کے برتن) میں پانی نہ پلانا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ سونے اور چاندی کے برتن میں پانی نہ پینا اور دیباج اور ریشم نہ پہننا۔ کیونکہ یہ چیزیں دنیا میں ان (کافروں) کے لیے ہیں اور تمہارے لیے قیامت کے دن آخرت میں ہیں۔[87]

❁...عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جمرہ عقبہ کو وادی کے بطن (نیچے) سے سات کنکریاں مارتے ہوئے ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہی۔ راوی کہتے ہیں تو آپؓ سے کہا گیا کہ لوگ تو جمرہ کو رمی اس کے اوپر سے کرتے ہیں؟ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ رمی کی یہ جگہ اس ذات (کے رمی کرنے) کی جگہ ہے جس پر سورۃ البقرہ نازل کی گئی تھی (حضور ﷺ کی ذات گرامی)۔[88]

❁...ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا: کیا وجہ ہے کہ اس گھر والے (اہل بیت عباس) حاجیوں کو نبیذ پلاتے ہیں جبکہ ان کے بنوعم (چچازاد) حاجیوں کو دودھ، شہد اور ستو پلاتے ہیں۔ کیا یہ ان کے بخل (کنجوسی) کا باعث ہے یا فقر کی وجہ سے؟ اس پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا نہ تو ہمارے اندر بخل (کنجوسی) ہے اور نہ ہی ہم فقر و تنگدستی کا شکار ہیں بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہمارے ہاں تشریف لائے تھے اور آپ ﷺ کے پیچھے حضرت اسامہ بن زیدؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے پینے کی کوئی چیز طلب فرمائی جس پر آپ ﷺ کی خدمت میں نبیذ پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس میں سے نوش فرمایا اور اپنا بقیہ حضرت اسامہؓ کو دے دیا تو انہوں نے بھی اس سے پیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے (ہمیں مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا: تم نے (نبیذ پلا کر) بہت اچھا کیا۔ آئندہ بھی اسی طرح کرو۔ لہٰذا جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس میں ہم تبدیلی نہیں کرنا چاہتے۔[89]

❁...حمران بن ابان حضرت عثمان بن عفانؓ کے آزاد کردہ غلام، کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو دیکھا آپؓ نے وضو کیا تو اپنے ہاتھوں پر تین تین مرتبہ پانی انڈیلا اور انہیں دھویا۔ پھر کلی کی، ناک میں پانی ڈالا اور اپنا منہ دھویا تین تین مرتبہ، پھر اپنا داہنا ہاتھ کہنی تک تین مرتبہ دھویا، پھر اسی طرح اپنا بایاں ہاتھ تین مرتبہ دھویا، پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنا دایاں قدم تین مرتبہ دھویا پھر بایاں پاؤں اسی طرح دھویا۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے میرے اس وضو کی مانند وضو فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جس آدمی نے میرے اس وضو کی مثل وضو کیا پھر دو رکعت نماز (تحیۃ الوضو) پڑھی۔ جن میں اسے نفسانی خیالات وساوس نہ آئیں تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے سابقہ گناہ (صغیرہ) بخش دے گا۔[90]

ایک روایت میں اس طرح وضو کرنے پر گناہوں کی بخشش ومغفرت کی بشارت کے ساتھ یہ اضافہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ولا تغتروا'' اور اس بشارت سے دھوکے میں نہ پڑ جانا (کہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے لگو)۔[91]

علاوہ ازیں حضرت علی المرتضیٰؓ نے بھی ایک مرتبہ ٹھیک اسی طرح بطورِ خاص وضو کیا۔ پھر فرمایا جس آدمی کو یہ بات پسند ہو کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے وضو (طریقہ وضو) کو جان لے تو وہ یہ وضو ہے۔[92]

❁...حضرت مجاہد تابعی کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس تھا اور ان کا غلام بکری کی کھال اتار رہا تھا تو انہوں نے فرمایا اے غلام! جب (کھال اتارنے اور گوشت بنانے سے) فارغ ہو جائے تو ہمارے یہودی پڑوسی سے ابتدا کرنا (پہلے اسے گوشت دینا) تو لوگوں میں سے ایک آدمی نے (تعجب سے) کہا: اللہ آپ کی خیر فرمائے کیا یہودی کو؟ فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جبریل امین مجھے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی اس حد تک وصیت کرتے رہے کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ وہ پڑوسی کو وارث ٹھہرا دیں گے۔[93]

❁...ایک موقع پر نبی اکرم ﷺ نے وصال کے روزے (مسلسل روزے جن میں عام روزوں کے برعکس سحری اور افطاری نہیں ہوتی تھی) رکھنے شروع کیے تو حضور ﷺ کی اقتدا میں صحابہ کرامؓ نے بھی وصال کے روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ نبی رحمت ﷺ کو اس معاملے میں صحابہ کرامؓ کی اقتدا اور روش کا پتہ چلا تو ازراہ شفقت وآسانی ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کی: آں جناب خود بھی تو وصال کے روزے رکھ رہے ہیں؟ (تو ہم اس سعادت سے کیوں محروم رہیں؟) فرمایا: تم میں سے کون آدمی میری مثل ہو سکتا ہے (تمام معاملات میں مجھے اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔ بعض چیزیں میری پیغمبرانہ خصوصیت ہیں) میرا حال تو یہ ہے کہ میں رات اپنے پروردگار کے پاس گزارتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔[94]

۞... یونس بن میسرہ بن حبس کہتے ہیں کہ میں صحابی رسول ﷺ حضرت ابو سعید الزرقی کے ساتھ قربانی کے جانور خریدنے کے لیے نکلا۔ یونس کہتے ہیں کہ حضرت ابو سعید نے ایک مینڈھے کی طرف اشارہ کیا، جس کا سر، منہ سیاہ رنگ کا تھا وہ نہ بہت بلند قامت تھا اور نہ بہت زیادہ پست قد (بلکہ درمیانے قد کا تھا) انہوں نے مجھ سے فرمایا اس مینڈھے کو میرے لیے خرید لو۔ گویا انہوں نے اس مینڈھا کو رسول اللہ ﷺ کے (ذبح کردہ) مینڈھا کے مشابہ سمجھا (اور فوراً اتباع رسول ﷺ کے جذبہ سے اس مینڈھا کو خریدا) تھا۔[95]

۞... حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے بیٹے ابو بردہ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابا جان حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیمار پڑے تو ان پر (شدت بیماری کی وجہ سے) غشی طاری ہوگئی اور (غشی کے دوران) ان کا سر ان کی اہلیہ محترمہ (ام عبداللہ بنت ابی رویہ) کی گود میں تھا۔ (خاوند کو بے ہوش دیکھ کر انہوں نے زور کی چیخ ماری) حضرت ابو موسیٰ اس وقت اسے (نہ بول سکنے کی وجہ سے) کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔ مگر ہوش میں آئے تو فرمایا میں ہر اس چیز سے بری ہوں جس سے رسول اللہ ﷺ نے براءت کا اظہار فرمایا ہے؟ بے شک رسول اللہ ﷺ نے (کسی مصیبت میں) چلا کر رونے والی، سر منڈوا دینے والی اور گریبان چاک کرنے والی عورتوں سے اپنی براءت کا اظہار فرمایا تھا۔[96]

۞... معروف فقیہ صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا معمول تھا کہ ہر جمعرات کو تذکیر (وعظ ونصیحت) فرمایا کرتے تو ایک آدمی نے ان سے عرض کی: اے ابو عبدالرحمٰن! میں چاہتا ہوں کہ آپ ہر روز ہمیں تذکیر (وعظ) فرمایا کریں۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس امر سے صرف یہ چیز مانع ہے کہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ میں (کثرت وعظ سے) تمہیں اکتاہٹ میں مبتلا کردوں اور اس لیے میں تمہاری بھلائی اور نشاط طبع تلاش کرتے ہوئے کبھی کبھار وعظ کرتا ہوں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کبھی کبھار ہمیں وعظ فرمایا کرتے تھے کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں۔[97]

● ...حضرت ابو ہریرہؓ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی تھی۔ انہوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی تو یہ کہہ کر کھانے سے انکار کر دیا کہ حضور ﷺ اس حالت میں دنیا سے تشریف لے گئے کہ آپ نے کبھی جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی تھی۔ (اور آج تم بھنے ہوئے گوشت کھاتے ہو)[98]

● ...حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظمؓ نے (معروف صحابی اور والی کوفہ) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو بلا کر فرمایا کہ اہل کوفہ نے تمہارے متعلق ہر چیز کے بارے میں حتیٰ کہ نماز کے بارے بھی شکایت کی ہے تو انہوں نے وضاحت کی کہ جہاں تک نماز کی شکایت کا معاملہ ہے تو میں نماز عشاء کی پہلی دو رکعتوں کو لمبا جبکہ دوسری دو رکعتوں کو مختصر کرتا ہوں۔ اور یہ نماز رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں کرتا ہوں اور جب ایسا ہے تو مجھے (کسی شکایت کرنے والے کی) کوئی پروا نہیں۔ امیر المؤمنین نے کہا: تم نے سچ کہا مجھے تمہارے متعلق یہی گمان تھا۔[99]

حضور ﷺ کو کدو پسند تو مجھے بھی پسند

نبی رحمت ﷺ کو کھانے پینے کی اشیاء میں متعدد چیزیں طبعی طور پر مرغوب تھیں اور اسی طبعی رغبت و پسندیدگی کی وجہ سے ان کو بڑے اشتیاق سے تناول فرماتے تھے۔ کھانے پینے کے معاملے میں ہر آدمی کا اپنا مزاج اور پسند ہوتی ہے۔ شریعت محمدیہ نے احکام میں آسانی کی بنیادی پالیسی کے پیش نظر ہر انسان کو حلال و حرام، جائز و ناجائز اور کھانے پینے کے دیگر ضروری احکام و مسائل کی پابندی کرتے ہوئے اپنی پسند کے مطابق کھانے پینے کی اجازت دی ہے۔

حضور ﷺ نے زندگی میں اپنے مزاج اور چاہت کے مطابق جو کچھ تناول فرمایا، وہ کوئی ''تشریعی حکم'' کا درجہ نہیں رکھتا۔ اس کے باوجود آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے بعض چیزیں محض اس لیے پسند فرمائیں کہ وہ ان کے محبوب ﷺ کی پسندیدہ تھیں۔ اسی طرح کی محبت کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

خادم رسول ﷺ حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ ایک درزی نے نبی اکرم ﷺ کو کھانے کی دعوت دی، جو اس نے (بڑی چاہت و محبت سے) تیار کیا تھا۔ میں بھی آپ ﷺ

کے ہمراہ گیا۔ اس درزی نے کھانے میں جو کی روٹی اور ایسا شوربہ پیش کیا جس میں کدو اور گوشت ملا ہوا تھا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ پیالے میں کدو کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تناول فرما رہے تھے۔ پس اس دن کے بعد میں بھی ہمیشہ کدو پسند کرنے لگا (کہ وہ میرے محبوب کی ایک پسندیدہ غذا تھی) حضرت ثابت بنانی کہتے ہیں کہ میں نے جناب انسؓ کو یہ کہتے سنا کہ جب بھی میرے لیے کھانا تیار کیا جاتا ہے اور اس میں کدو ڈلوانا میرے لیے ممکن ہو تو میں ضرور ڈلواتا ہوں۔[۱۰۰]

حضور ﷺ کا پسندیدہ کھانا کھانے کی فرمائش

حضرت سلمیٰؓ کہتی ہیں کہ حضرت حسن بن علی، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ ان (حضرت سلمیٰ) کے پاس آئے اور ان سے کہا: ہمارے لیے ایسا کھانا تیار کرو جسے رسول اللہ ﷺ پسند اور رغبت سے نوش فرماتے تھے تو انہوں نے کہا کہ اے میرے بیٹے! تم آج اسے (انتہائی سادہ ہونے کے سبب) پسند نہیں کرو گے۔ انہوں نے کہا نہیں بلکہ تم اسے ہمارے لیے تیار کرو۔ راوی (عبیداللہ بن علی) کہتے ہیں تو وہ اٹھیں اور تھوڑے سے جو لے کر انہیں پیسا پھر انہیں ایک ہانڈی میں ڈال دیا اور ان پر تھوڑا سا زیتوں کا تیل ڈالا اور مرچیں اور زیرہ (مسالہ) پیس کر ڈالا اور اسے پکا کر ان کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا: یہ ان کھانوں میں سے ہے جو نبی اکرم ﷺ کو پسند تھے اور آپ شوق سے انہیں پسند فرماتے تھے۔[۱۰۱]

حضور ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ پھیرا تو صحابہ نے بھی پھیر لیا

حضرت براء سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سولہ سترہ سال تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں اور رسول اللہ ﷺ پسند فرماتے تھے کہ کعبہ (بیت اللہ) کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں۔ پس اللہ عزوجل نے (اپنے محبوب ﷺ کی دیرینہ خواہش کے پیش نظر) یہ آیت نازل فرمائی:

"قدنری تقلب وجھك فی السماء الخ"

ہم آپ ﷺ کا بار بار آسمان کی طرف چہرہ اٹھانا دیکھتے ہیں۔ لہٰذا ہم خود آپ کو متوجہ کردیں گے اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں پھر آپ ﷺ موجودہ قبلہ کی طرف

(دوران نماز) متوجہ ہو گئے۔ مگر بے وقوف لوگوں نے جو یہودی تھے، کہنا شروع کر دیا کہ انہیں سابقہ قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا؟ (اللہ نے حکم دیا) آپ ﷺ فرما دیجئے کہ اللہ ہی کی ملکیت ہے مشرق اور مغرب بھی۔ اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت کر دیتا ہے۔ اب ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر نماز پڑھنے کے بعد وہ آدمی نکلا اور انصار کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا، جو عصر کی نماز پڑھ رہی تھی، بیت المقدس کی طرف منہ کر کے۔ اس آدمی نے کہا کہ وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس نے ابھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ یہ سننا تھا کہ انصار کی وہ جماعت مڑنے لگی حتیٰ کہ سب نے (دوران نماز ہی) کعبہ مکرمہ کی طرف رخ کر لیا۔[102]

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ لوگ مسجد قباء میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ پر رات قرآنی آیت نازل ہوئی ہے، اور آپ ﷺ کو کعبہ کی طرف نماز میں رخ کرنے کا حکم دے دیا گیا ہے تو لوگوں نے اسی وقت کعبہ کی طرف منہ پھیر لیا حالانکہ اس وقت وہ شام (بیت المقدس) کی طرف رخ کیے ہوئے تھے مگر فوراً کعبہ کی طرف پھر گئے۔[103]

حضور ﷺ نے جوتے اتارے تو صحابہؓ نے بھی اتار دیے

حضور ﷺ کی اتباع جس پر قرآن مجید نے ''یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم'' (اللہ کریم اتباع نبوی ﷺ پر تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا (سورۃ آل عمران: ۳۱) کا مژدہ سنایا ہے، کا ایک ایمان افروز اور چشم دید منظر بیان کرتے ہوئے معروف صحابی حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ رسول مقبول ﷺ اپنے صحابہ کو نماز پڑھا رہے تھے۔ اسی دوران آپ ﷺ نے اپنے نعلین مبارک (جوتے) اتارے اور انہیں اپنے دائیں طرف رکھ دیا۔ مقتدی صحابہؓ نے دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیے۔ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھا چکے تو آپ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا: تمہیں جوتے اتارنے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ انہوں نے عرض کی: ہم نے آں جناب ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے جوتے اتار دیے ہیں تو ہم نے بھی (اتباع نبوی

میں) اتار دیے۔ اب آپ ﷺ نے اپنے نعلین اتارنے کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا: دراصل جبریل امین میرے پاس آئے اور مجھے خبر دی کہ ان جوتوں میں پلیدی لگی ہوئی ہے (تو میں نے جوتے اتار دیے۔ پھر جوتوں میں نماز پڑھنے کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرمایا) جب تم میں سے کوئی آدمی مسجد میں آئے تو وہ اپنے جوتوں کو دیکھ لے۔ اگر ان میں اسے پلیدی نظر آئے تو انہیں پونچھ لے (مٹی وغیرہ پر اچھی طرح رگڑ رگڑ کر پاک کر لے) اور پھر (اگر جوتوں میں نماز پڑھنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو) ان میں نماز پڑھ لے۔[۱۰۴]

حضور ﷺ نے انگوٹھی اتاری تو صحابہؓ نے بھی اتار دیں

مردوں کے لیے سونے کی حرمت کے شرعی حکم سے قبل نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے لیے سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ آپ ﷺ اسے اپنے داہنے ہاتھ میں پہنتے تھے۔ آپ ﷺ کے اتباع میں (بغیر کسی حکم نبوی کے) صحابہؓ نے بھی اسی طرح انگوٹھیاں بنوالیں۔ بعدازاں آپ ﷺ نے قسم اٹھائی کہ میں آئندہ کبھی سونے کی انگوٹھی نہیں پہنوں گا اور انگوٹھی اتار کے پھینک دی۔ صحابہؓ نے دیکھا تو انہوں نے بھی انگوٹھیاں اتار کر پھینک دیں۔

الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ متعدد محدثین نے یہ روایت نقل کی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے۔ پھر (ایک دن) آپ نے اسے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا: آئندہ میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا تو لوگوں نے بھی (اسی وقت) اپنی انگوٹھیاں اتار کر پھینک دیں''۔[۱۰۵]

جبکہ دوسری روایت میں قدرے تفصیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے یا چاندی (راوی کو شک ہو گیا ہے) کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھا اور اس پر (محمد رسول اللہ) کے الفاظ نقش کروائے تو لوگوں نے بھی اسی طرح کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ مگر جب حضور اکرم ﷺ نے دیکھا کہ لوگوں نے بھی اسی طرح کی انگوٹھیاں بنوا ڈالیں ہیں تو آپ ﷺ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا کہ اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا۔ پھر آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی، تو لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد اس انگوٹھی کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پہنا، پھر حضرت عمرؓ نے، پھر

حضرت عثمانؓ نے حتیٰ کہ حضرت عثمانؓ سے وہ انگوٹھی بئر اریس میں گرگئی۔[106] (اور تمام تر تلاش کے باوجود نہ مل سکی) مگر شمائل ترمذی کی ایک روایت کے مطابق یہ مبارک اور یادگار انگوٹھی معیقیب (سرکاری انگوٹھی/مہر برادر آدمی) کے ہاتھوں بئر اریس میں گری تھی۔[107]

حضور ﷺ کی احرام میں جو نیت وہی ہماری نیت

اہل علم جانتے ہیں کہ حج کی تین قسمیں ہیں: حج افراد، حج قرآن اور حج تمتع[108] احرام باندھتے وقت کسی ایک کی نیت کی جاتی ہے اور پھر اس کے مطابق اگلے مناسک ادا کیے جاتے ہیں۔ معلم انسانیت اور رسول رحمت ﷺ ۱۰ھ میں جب حجۃ الوداع کی ادائیگی کے لیے جان نثاروں کے ایک جم غفیر[109] کے ساتھ مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفا) سے روانہ ہوئے، اور ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچ کر احرام باندھا تو اس وقت دو جلیل القدر اور مجتہد وفقیہ صحابی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ وہاں موجود نہ تھے، بلکہ وہ بعض سرکاری خدمات کے سلسلے میں یمن گئے ہوئے تھے۔ یہ دونوں حضرات بعد میں حج کے لیے آئے، مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے پوچھا: تم نے احرام باندھنے کے موقع پر کیا نیت کی تھی؟ ان دونوں نے جو جواب دیا وہ حضور ﷺ کے ساتھ کمال محبت وعقیدت اور اتباع نبوی ﷺ کا مظہر ہے۔ عرض کیا: ہم نے یہ نیت کی تھی کہ ”جو نیت آپ ﷺ کے احرام کی ہے، وہی ہماری ہے۔“ اس پر حضور ﷺ نے ان کی نیت کو درست قرار دیا۔[110]

خود حضور ﷺ نے بوقت احرام کون سے حج کی نیت کی تھی؟ تو یہ مسئلہ محدثین میں مختلف فیہ ہے، جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

اتباع رسول ﷺ کا جنون اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ

ویسے تو ہر صحابی اتباع رسول ﷺ میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا تھا مگر حضرت عبداللہ بن عمرؓ تو جنون کی حد تک حضور ﷺ کی سنتوں کی پیروی کرتے تھے۔ چنانچہ معروف تابعی اور آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت نافعؒ کہتے ہیں:

”لو رءیت ابن عمر یتبع آثار رسول اللہ ﷺ لقلت ھذا مجنون“[111]

”اگر تم حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو رسول اللہ ﷺ کے آثار (سنتوں) کا اتباع کرتے ہوئے

دیکھتے تو تم کہہ اٹھتے کہ یہ آدمی مجنون ہے۔"

اتباع سنت کا یہ والہانہ جنون صرف عبادات تک محدود نہیں تھا بلکہ وہ آنحضرت ﷺ کی اتفاقی اور بشری عادات کی بھی ہمیشہ پیروی کیا کرتے تھے۔ جنون کی حد تک اس اتباع رسول اللہ ﷺ کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

رسول اللہ ﷺ نے (سفر حج میں) ذوالحلیفہ میں بطحاء کے مقام پر اپنی اونٹنی بٹھا کر دو رکعت نماز پڑھی تھی اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ (یہ چیز تشریعی سنت نہ ہونے کے باوجود) ایسا ہی کرتے تھے۔[112]

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ اسی جگہ قربانی کرتے تھے جہاں حضور ﷺ نے قربانی فرمائی تھی[113] اور اسی جگہ سے رمی جمار کیا کرتے تھے جہاں سے حضور ﷺ نے رمی فرمائی تھی۔[114] اور اسی انداز میں رمی فرماتے جس مخصوص انداز میں نبی اکرم ﷺ نے رمی فرمائی تھی۔[115] اسی طرح ذی طویٰ کے مقام پر اسی جگہ رات گزارتے جہاں حضور ﷺ نے گزاری تھی۔ اور جب مکہ مکرمہ میں حج یا عمرہ کی نیت سے آتے تو اپنی اونٹنی ہمیشہ مسجد کے دروازہ پر ہی لا کر بٹھاتے اور جب حج یا عمرہ سے واپس ہوتے تو ذوالحلیفہ میں بطحاء کے مقام پر ہی اپنی سواری بٹھاتے جہاں حضور ﷺ نے اپنی اونٹنی بٹھائی تھی۔[116]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب خوشبو لگاتے تو آپ عود کا دھواں لیتے اور اس میں کوئی اور خوشبو نہ ملاتے۔ اور آپ بعض دفعہ عود کے ساتھ کافور ملا لیتے پھر فرماتے: اسی طرح حضور اکرم ﷺ خوشبو لگایا کرتے تھے۔[117] علیٰ ہذا القیاس حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو رکن یمانی اور حجر اسود کا بوسہ لیتے دیکھا ہے، اس کے بعد سے میں نے ان دونوں رکنوں کا بوسہ لینا سختی (بھیڑ) میں چھوڑا ہے نہ آسانی میں۔[118]

اسی طرح عبید بن جریج سے مروی ہے کہ انہوں نے (ایک دن) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! میں نے آپ کو چار ایسے کام کرتے دیکھا ہے جنہیں تمہارے ساتھیوں میں سے کسی ایک کو بھی کرتے نہیں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا اے ابن جریج! وہ چار کام کیا ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ (طواف کعبہ کے دوران) آپ دو یمانی رکنوں کے

سوا (کعبہ کے) کسی رکن کو نہیں چھوتے۔ (دوسرے) میں نے آپ کو (ہمیشہ) سبتی جوتے پہنے ہوئے دیکھا (تیسرے) میں نے دیکھا کہ آپ (اپنے کپڑے یا بال) زرد رنگ سے رنگتے ہیں اور چوتھی بات یہ دیکھی کہ جب آپ مکہ میں ہوتے ہیں تو عام لوگ جب ذی الحجہ کا چاند دیکھتے ہیں تو احرام باندھ کر تکبیر کہنا شروع کر دیتے ہیں جبکہ آپ اس وقت تک احرام نہیں باندھتے جب تک کہ یوم الترویہ (۸ ذی الحجہ) نہیں آتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے (ان باتوں کی وضاحت کرتے ہوئے) جواب دیا: جہاں تک ارکان کعبہ کو چھونے (بوسہ دینے) کا تعلق ہے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دونوں یمانی رکنوں کے علاوہ کسی رکن کو چھوتے نہیں دیکھا۔ اور (دوسرے) جہاں تک سبتی جوتے پہننے کا معاملہ ہے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا جوتا پہنے دیکھا، جس کے چمڑے پر بال نہیں تھے اور آپ اسی کو پہنے وضو فرمایا کرتے تھے۔ لہٰذا میں بھی پسند کرتا ہوں کہ میں اسی قسم کا جوتا پہنوں اور (تیسرے) جہاں تک زرد رنگ کا معاملہ ہے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس رنگ سے (بال) رنگتے ہوئے دیکھا ہے۔ لہٰذا میں بھی چاہتا ہوں کہ میں بھی اسی رنگ سے (کپڑے یا بال) رنگا کروں اور (چوتھے) جہاں تک احرام باندھنے کی بات ہے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو احرام باندھتے نہیں دیکھا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی سواری آپ ﷺ کو لے کر چل پڑتی تھی۔[۱۱۹]

حضرت زبیر بن عدیؒ کہتے ہیں کہ ایک (یمن کے) آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے حجر اسود کو چھونے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو (حجر اسود) کو چھوتے اور اسے بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس پر اس آدمی نے کہا کہ اگر مجھ پر بھیڑ کر دی جائے (وہاں رش ہو) یا میں کثرت اژدھام کے باعث مغلوب ہو جاؤں تو آپ کا کیا خیال ہے؟ (کیا اس صورت میں بھی حجر اسود کو چھونا اور بوسہ دینا ضروری ہے؟) تو آپؓ نے (تنبیہ کے انداز میں) فرمایا: اس اگر مگر (ارءیت) کو یمن میں ہی رکھو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسے چھوتے اور بوسہ دیتے دیکھا ہے۔[۱۲۰]

حضرت عمر بن شعیب اپنے باپ (شعیب) سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ طواف کیا، تو جب ہم (دورانِ طواف) کعبہ کی پچھلی طرف آئے تو میں نے (ان سے) عرض کی: کیا آپ تعوذ نہیں پڑھیں گے؟ تو انہوں

نے کہا:اعوذ باللہ من النار (میں دوزخ کی آگ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں) پھر وہ آگے چلے حتیٰ کہ حجراسود کو بوسہ دیا اور رکن وردروازہ کے درمیان (مقام ملتزم پر) کھڑے ہو گئے اور اپنا سینہ، اپنا چہرہ ،اپنے دونوں بازوؤں اوردونوں ہاتھوں کواس طرح مقام ملتزم پر پھیلا دیا (راوی شعیب نے عملی طور پر کرکے دکھایا) پھر کہا:اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔[121]

نبی رحمت ﷺ اہل قباء کے ساتھ خصوصی تعلق،شفقت اور محبت کی بناء پر ہر ہفتہ (سنیچر) کے دن مسجد قباء میں تشریف لایا کرتے تھے۔آپ ﷺ کا ہر ہفتہ کے روز مسجد قباء میں تشریف لانا کوئی ''تشریعی سنت'' نہیں تھی۔اس کے باوجود حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس معاملے میں بھی نبی اکرم ﷺ کے معمول کی پابندی کیا کرتے تھے۔چنانچہ حضرت عبداللہ سے مروی ہے، آپؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء میں تشریف لایا کرتے تھے۔بعض اوقات پیدل اور بعض اوقات سوار ہو کر اور خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔[122]

ایک دوسری روایت کے مطابق حضور ﷺ مسجد قباء میں تشریف لا کر دو رکعت نفل (نماز چاشت) بھی پڑھا کرتے تھے۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بھی ہمیشہ یہی معمول رہا کہ ہر ہفتہ جب مسجد قباء میں تشریف لاتے تو اس امر کو پسند نہیں کرتے تھے کہ دو رکعت نفل پڑھے بغیر مسجد سے باہر نکل آئیں۔[123]

آل خالد بن اسید کے شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے دریافت کیا:اے ابوعبدالرحمٰن! بیشک ہم لوگ صلوٰۃ خوف اور صلوٰۃ حضر (مقیم کی نماز) کا حکم قرآن مجید میں پاتے ہیں جبکہ صلوٰۃ السفر (سفر میں نماز قصر) کا حکم ہمیں (قرآن مجید میں) نظر نہیں آتا۔(اس کے باوجود آپ لوگ نماز قصر کیوں پڑھتے ہیں؟) اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا:میرے بھتیجے! بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو ہماری طرف مبعوث فرمایا جبکہ ہم (دین کے بارے میں) کسی چیز کا علم نہیں رکھتے تھے۔لہٰذا ہم وہی کچھ کرتے ہیں جس طرح ہم نے آپ ﷺ کو کرتے دیکھا۔(چاہے وہ ہمیں قرآن مجید میں نظر نہ آئے)[124]

خلافِ سنت دعاء میں درود کے اضافہ پر سرزنش

حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پہلو میں چھینک آئی جس پر اس نے کہا:

"الحمدللہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ ﷺ"

اس پر حضرت ابن عمرؓ نے کہا اور میں بھی کہتا ہوں "الحمدللہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ ﷺ" مگر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس طرح (چھینک آنے پر دعاء پڑھنے کی) تعلیم نہیں دی بلکہ آپ ﷺ نے ہمیں سکھایا کہ ہم کہیں "الحمدللہ علی کل حال" (ہر حال میں تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں)[۱۲۵]

اسی طرح حضرت سالم بن عبید ایک سفر میں کچھ لوگوں کے ہمراہ تھے کہ ان میں سے ایک آدمی کو چھینک آئی جس پر اس نے کہا "السلام علیکم" جس پر انہوں نے جواب دیا کہ تم پر سلام اور تمہاری ماں پر بھی۔ تو اس آدمی نے اس جواب (بات) کو اپنے دل میں برا محسوس کیا۔ جس پر انہوں نے کہا میں نے نہیں کہا مگر وہی کچھ جو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔ ایک آدمی کو نبی اکرم ﷺ کے پاس چھنک آئی جس پر اس نے کہا "السلام علیکم" تو نبی اکرم ﷺ نے (ازراہ سرزنش) فرمایا: تم پر سلام اور تمہاری ماں پر بھی۔ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے چاہیے کہ وہ کہ "الحمدللہ" اور جو آدمی اسے جواب دے، اسے کہنا چاہیے "یرحمک اللہ" اور پہلا آدمی (جسے چھینک آئی تھی) پھر کہے "یغفر اللہ لی لکم" (اللہ میری مغفرت فرمائے اور تمہاری بھی۔)[۱۲۶]

حضور ﷺ کی تناول شدہ چیز کے کھانے سے انکار نہ کرو

زھدم الجرمی کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس تھے تو (اسی دوران) آپ کے پاس (کھانے میں) مرغی کا گوشت لایا گیا۔ مگر حاضر لوگوں میں سے ایک آدمی (دستر خوان سے) پیچھے ہٹ گیا تو آپ (ابوموسیٰ اشعریؓ) نے (اس سے) پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا میں نے اس مرغی کو گندگی کھاتے دیکھا تھا اس لیے میں نے قسم اٹھالی کہ میں اسے نہیں کھاؤں گا۔ آپ نے کہا قریب آؤ (اور کھاؤ) بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو مرغی کا گوشت نوش فرماتے دیکھا ہے۔ (اگر مرغی ناجائز ہوتی یا آپ ﷺ کو ناپسند ہوتی تو آپ ﷺ کیسے تناول فرماتے۔)[۱۲۷]

حضور ﷺ نے جو کام نہیں کیا، کیسے کروں؟

حضرت زید بن ثابت انصاریؓ نے جو کاتب وحی تھے، بیان کیا کہ جنگ یمامہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مجھے بلا بھیجا۔ ان کے پاس حضرت عمرؓ بھی موجود تھے، آپؓ نے مجھ سے فرمایا: عمرؓ میرے پاس آئے اور کہا کہ جنگ یمامہ میں بہت زیادہ مسلمان شہید ہو گئے ہیں اور مجھے خطرہ ہے کہ (کفار کے ساتھ) لڑائیوں میں یونہی قرآن کے علماء اور قاری شہید ہوں گے اور اس طرح قرآن کا علم ضائع ہوگا، اب تو ایک ہی صورت ہے کہ آپ حضرات قرآن کی تدوین کر لیں اور میرا خیال ہے کہ آپ اس کام کے لیے زیادہ مناسب رہیں گے، ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: اس پر میں نے عمر سے کہا، ایسا کام میں کس طرح کر سکتا ہوں جو خود رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا تھا (یعنی قرآن مجید کی تدوین و ترتیب) عمرؓ نے کہا خدا کی قسم یہ تو محض ایک نیک کام ہے۔ اس کے بعد عمرؓ مجھ سے اس معاملے میں گفتگو کرتے رہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے مجھے شرح صدر عطا فرمایا اور میری بھی رائے وہی ہوگئی جو عمرؓ کی تھی۔

زید بن ثابتؓ نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ وہیں خاموش بیٹھے ہوئے تھے، پھر ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا، تم جوان اور سمجھدار ہو ہمیں تم پر کسی قسم کا شبہ بھی نہیں اور تم حضور ﷺ کی وحی لکھا بھی کرتے تھے۔ اس لیے تم ہی قرآن مجید (کے مخطوطے) تلاش کر کے انہیں (لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق) جمع کر دو۔ خدا گواہ ہے کہ اگر ابوبکر صدیقؓ مجھ سے کوئی پہاڑ اٹھا کے لے جانے کو کہتے تو میرے لیے اتنا گراں نہیں تھا جتنا قرآن مجید کی جمع و ترتیب کا حکم! میں نے عرض کی کہ آپ حضرات ایسے کام کے کرنے پر کس طرح آمادہ ہو گئے جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا تھا۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا خدا کی قسم یہ تو محض ایک نیک کام ہے۔ پھر میں ان سے اس سلسلہ میں گفتگو کرتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اسی طرح شرح صدر عطا فرمایا، جس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کو عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ میں اٹھا اور میں نے کھال، ہڈی اور کھجور کی شاخوں سے (جن پر قرآن مجید لکھا ہوا تھا، اس دور کے رواج کے مطابق) قرآن مجید کو جمع کرنا شروع کیا اور لوگوں کے (جو قرآن کے حافظ تھے) حافظہ سے بھی مدد لی گئی اور سورہ توبہ کی

دو آیتیں خزیمہ انصاریؓ کے پاس مجھے ملیں۔ ان کے علاوہ کسی کے پاس (یہ دو آیتیں لکھی ہوئی صورت میں) مجھے نہیں ملی تھیں۔ (وہ آیتیں یہ تھیں) ''لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم'' آخر تک۔

پھر مصحف جس میں قرآن مجید کو جمع کیا گیا تھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس رہا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس محفوظ رہا، پھر آپ کی وفات کے بعد آپؓ کی صاحبزادی (ام المؤمنین) سیدہ حفصہؓ کے پاس محفوظ رہا۔[۱۲۸]

✿✿✿✿✿✿

چوتھی فصل: تمنائے رسول ﷺ کے مطابق عمل

محبت کا تقاضا صرف یہی نہیں کہ محبوب نے جو اور جس چیز کا حکم فرمایا، اسے خندہ پیشانی، دل کی اتھاہ گہرائیوں، برضا و رغبت اور بصد مسرت بجالایا جائے بلکہ حقیقی محبت کا یہ مطالبہ بھی ہے کہ محبوب نے محبّ کے حوالے سے جس چیز کی خواہش، تمنا اور آرزو کی ہے، اسے بھی پورا کیا جائے۔ محبت کے اس لازمی اصول کی روشنی میں جب ہم صحابہ کرامؓ کی محبت رسول ﷺ کو دیکھتے ہیں تو وہ اس پر بھی سو فیصد پورا اترتے نظر آتے ہیں۔ زیر نظر فصل میں ہم اس طرح کی محبت کے چند مظاہر ''مشتے از خروارے'' کے طور پر دکھانے کی کوشش کرتے ہیں:

تمنائے رسول ﷺ پر اسیرانِ بدر کے بند کھول دینا

نبی رحمت ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کو غزوہ بدر کے دن بوجوہ مشرکین کے ساتھ آنا پڑا اور حضور ﷺ کے مقابلے میں جنگ میں شریک ہونا پڑا تھا۔ اہل اسلام کی عظیم فتح پر انہیں بھی دیگر قیدیوں کے ہمراہ قیدی بنالیا گیا۔ صحابہ کرامؓ نے مشرکین مکہ کے دیگر قیدیوں کی طرح انہیں بھی رسی سے باندھ دیا تھا۔ رات کو قیدیوں کے کراہنے کی وجہ سے نبی رحمت ﷺ رات بھر جاگتے رہے اور سو نہ سکے۔ آپ ﷺ کی یہ پریشانی دیکھ کر ایک صحابی نے عرض کی: یا نبی اللہ! کیا چیز آں جناب ﷺ کو سونے نہیں دے رہی؟ فرمایا چچا عباس کے کراہنے کی آواز نے جگا رکھا ہے۔ وہ صحابی اٹھے اور حضرت عباس کے بند ڈھیلے کر دیے جس سے ان کے کراہنے کی آواز بند ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ اب چچا عباس کے کراہنے کی آواز سنائی نہیں دے رہی؟ اس صحابیؓ نے عرض کی: میں نے ان کے بند ڈھیلے کر دیئے ہیں۔ اس پر مساوات کے علمبردار اور پیکر رحمت رسول ﷺ نے فرمایا: یہی سلوک تمام قیدیوں کے ساتھ کرو یعنی سب کے بند کھول دو۔ اس کے بعد کہیں آپ ﷺ کو نیند آسکی۔[۱۲۹]

تمنائے رسول ﷺ پر سیدہ زینبؓ کا ہار واپس کر دینا

غزوہ بدر ۲ھ کے اسیران مکہ میں حضور ﷺ کے وفاشعار داماد ابوالعاص بن ربیع بھی تھے جو ابھی تک بوجوہ اسلام نہیں لائے تھے اور جنہیں نے بادل نخواستہ اپنی قوم کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے میں آنا پڑا تھا۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ میدان میں ان کا کسی مسلمان کے خلاف نکلنا منقول نہیں۔ حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ سے باہمی مشورہ کے بعد جب یہ طے ہوا کہ اسیرانِ جنگ کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے تو اپنے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے اہل مکہ نے فدیہ کی مقررہ رقم (چار ہزار درہم) بھجوائی۔ سیدہ زینبؓ (جو ابھی تک مکہ میں تھیں) نے اپنے شوہر کی رہائی کے لیے جو مال بھجوایا اس میں وہ یادگار ہار بھی تھا جو ان کی مرحومہ ماں ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ نے انہیں ابوالعاص سے شادی کے وقت عنایت فرمایا تھا اور جسے آں محترمہؓ زیب تن فرمایا کرتی تھیں۔ نبی رحمت ﷺ پر بے اختیار شدید رقت طاری ہوگئی (آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے) اور کمال عدل وانصاف اور مساوات کا مظاہرہ کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ سے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ اگر تم مناسب خیال کرو تو میری لخت جگر کے قیدی کو رہا کر دو اور اس کی یادگار (ہار) اس کو لوٹا دو۔ جان نثار صحابہؓ نے اس خواہش نبوی ﷺ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور وہ ہار سیدہ زینبؓ کو واپس لوٹا دیا۔ حضور ﷺ نے ابوالعاص سے بیٹی زینب کو مدینہ منورہ بھیج دینے کا وعدہ لیا اور انہیں ہار دے کر چھوڑ دیا۔[۱۳۰]

تمنائے رسول ﷺ پر قبیلہ ہوازن کے قیدی واپس

مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں (غزوہ حنین میں فتح کے بعد) جب قبیلہ ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر حاضر ہوا تو انہوں نے مطالبہ کیا کہ ان کے مال دولت اور ان کے قیدی انہیں واپس کر دیئے جائیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: سب سے زیادہ سچی بات مجھے سب سے زیادہ پسند ہے لہٰذا تم اپنے دو مطالبوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرو۔ یا قیدی واپس لے لو یا مال، اور اس بارے میں غور وفکر کرنے کی مہلت بھی دیتا ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے طائف سے واپسی کے بعد ان کا (مقام جعرانہ میں) دس دن سے زیادہ انتظار کیا۔ پھر جب قبیلہ ہوازن کے نمائندوں پر یہ بات واضح ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ

ان کے مطالبہ کا صرف ایک ہی جزء تسلیم کر سکتے ہیں تو انہوں نے (دوبارہ ملاقات کر کے) کہا: ہم اپنے قیدیوں کی واپسی اختیار کرتے ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہوئے۔ پھر خطبہ دیتے ہوئے پہلے اللہ کی اس کی شان کے مطابق حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا: امابعد! یہ تمہارے بھائی توبہ کر کے ہمارے پاس آئے ہیں۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ ان کے تمام قیدی انہیں واپس لوٹا دوں۔ اب تم میں سے جو شخص بخوشی ایسا (قیدی واپس) کرنا چاہے تو اسے کر گزرنا چاہیے اور تم میں سے جو آدمی یہ چاہتا ہو کہ اس کا حصہ باقی رہے حتیٰ کہ ہم اس کے حصہ کو واپس کر دیں جب اللہ کریم (آج کے بعد) سب سے پہلے مال غنیمت کہیں سے عنایت فرما دے تو اسے بھی یہ کام (قیدی واپس کرنا) کر گزرنا چاہیے۔ یہ سن کر سب لوگ بول اٹھے کہ ہم بخوشی رسول اللہ ﷺ کی خاطر ان کے قیدی چھوڑنے کے لیے تیار ہیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس طرح ہم اس بات کی تمیز نہیں کر سکتے کہ کس نے اجازت دی اور کس نے نہیں دی۔ اس لیے (اپنے خیموں میں) واپس جاؤ اور وہاں سے تمہارے نمائندے تمہارا فیصلہ ہمارے پاس لے کے آئیں۔ چنانچہ سب لوگ واپس چلے گئے اور ان کے سرداروں نے ان سے صورت حال پر گفتگو کی۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو بتایا کہ سب نے بخوشی اس بات کی اجازت دے دی۔[۱۳۱]

تمنائے رسول ﷺ پر سیدہ عائشہؓ کے گھر قیام کی اجازت

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مرض الوفات میں پوچھتے رہتے تھے کہ کل میرا قیام کہاں ہوگا؟ کل میرا قیام کہاں ہوگا؟ جس سے آپ ﷺ کا مقصد حضرت عائشہؓ کی باری کا دن معلوم کرنا ہوتا تھا۔ اس پر آپ ﷺ کی ازواج مطہرات نے آپ کو وہاں (حضرت عائشہؓ کے ہاں) قیام کی اجازت دے دی جہاں آپ ﷺ چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے گھر میں قیام پذیر ہو گئے یہاں تک کہ انہی کے ہاں وفات پائی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ کی وفات اسی دن ہوئی جس دن قاعدہ کے مطابق میرے یہاں آپ ﷺ کے قیام کی باری تھی۔ پھر رحلت کے وقت آپ ﷺ کا سر مبارک میرے سینے پر تھا اور آپ ﷺ کا لعاب دہن میرے لعاب دہن سے مل گیا تھا۔ پھر فرمایا کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر (سیدہ کے بھائی) داخل

ہوئے اور ان کے پاس استعمال کے قابل مسواک تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا تو میں نے ان سے کہا: اے عبدالرحمٰن! یہ مسواک مجھے دیدو۔ انہوں نے مسواک مجھے دے دی تو میں نے اسے جھاڑا۔ پھر اسے (دانتوں سے) چبایا پھر اسے رسول اللہ ﷺ کو دے دیا۔ پھر آپ ﷺ نے مسواک کی اس حال میں کہ آپ ﷺ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔[۱۳۲]

تمنائے رسول ﷺ کے مطابق فوراً عمل ۔ چند مثالیں

❁...صحابی رسول ﷺ ابن الحنظلیہؓ سہل بن عبداللہ) کہتے ہیں کہ ایک موقعہ پر نبی اکرم ﷺ نے ایک انصاری صحابی حضرت خریم اسدیؓ کے بارے میں (ان کی عدم موجودگی میں) فرمایا، خریم اسدیؓ اگر سر کے بال کندھوں تک نہ لٹکائے اسی طرح اپنے تہہ بند کو بھی لمبا نہ باندھے تو وہ بہت اچھا آدمی ہے۔ (حضور ﷺ کی توقع اور غائبانہ تاثرات کی) یہ خبر خریم اسدیؓ تک پہنچی تو فوراً قینچی پکڑی اور اپنے محبوب ﷺ کی تمنا کے مطابق کندھوں تک بڑھے ہوئے بالوں کو کاٹ کر کانوں کے برابر کر دیا اور نصف پنڈلیوں تک اپنا ازار بند اونچا کر لیا۔[۱۳۳]

جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے براہ راست حضرت خریم بن فاتک سے مذکورہ خواہش کا اظہار فرمایا اور انہوں نے فوراً اس خواہش کو عملی جامہ پہنایا۔[۱۳۴]

❁...ایک مرتبہ رسول مقبول ﷺ نے مسجد نبوی ﷺ میں عورتوں کے لیے مخصوص دروازے کے متعلق اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ:

"لو ترکنا ھذا الباب للنساء"

"اگر ہم اس دروازہ کو صرف خواتین کے لیے چھوڑ دیں (تو بہت اچھا ہوگا)۔"

حضرت نافع کا کہنا ہے کہ حضور ﷺ کے اس فرمان کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ کبھی بھی اس دروازہ سے مسجد میں داخل نہیں ہوئے یہاں تک کہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔[۱۳۴A]

❁...ابو کثیر صالح بن المتوکل بڑے حسین وجمیل آدمی تھے۔ اپنے آقا مازن بن الھویہ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے مازن سے پوچھا: یہ کون آدمی ہے؟ انہوں نے عرض کی: یہ میرا غلام صالح بن المتوکل ہے۔ فرمایا اپنے غلام کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ حضرت مازن نے یہ حکم نبوی سن کر وہیں حضور ﷺ کے پاس ہی اپنے مذکورہ غلام کو آزاد کر دیا۔[۱۳۴B]

❁...ام المؤمنین سیدہ حفصہؓ نے ایک مرتبہ اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ایک خواب۔[۱۳۵] رسول اللہ ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"نعم الرجل عبداللہ لو کان یصلی من اللیل"

''عبداللہ بہت اچھا آدمی ہے کاش رات کو نماز (تہجد) بھی پڑھا کرتا۔''

حضرت عبداللہ بن عمرؓ تک رسول اللہ ﷺ کی یہ تمنا پہنچی تو حضرت سالم (آپ کے صاحبزادے) کے بقول اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ حال تھا کہ رات کو کم ہی سوتے۔ رات بھر عبادت میں مصروف رہتے۔[۱۳۶]

تمنائے رسول ﷺ کے مطابق کعبہ کی تعمیر

حضرت عطاء (تابعی) کہتے ہیں کہ جب یزید بن معاویہؓ کے زمانہ حکومت میں بیت اللہ شریف جل گیا جبکہ اہل شام نے اس پر حملہ کیا تو اس کا جو معاملہ (حشر) ہوا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اسے اسی حالت میں چھوڑے رکھا یہاں تک کہ موسم حج میں لوگ (مکہ مکرمہ) پہنچ جائیں اور اس سے ان کا مقصود اہل شام کے خلاف لوگوں کو جرأت دلانا یا انہیں آزمانا تھا تو جب لوگ آ گئے تو انہوں نے کہا کہ اے لوگو! مجھے مشورہ دو خانہ کعبہ کے بارے میں کہ میں اسے توڑ کر نئے سرے سے بناؤں یا جو اس میں بودا ہو گیا ہے اسے درست کردوں؟ ابن عباسؓ نے کہا کہ مجھے ایک رائے سوجھی ہے اور میں تو یہ جانتا ہوں کہ تم صرف اس میں جو بودہ ہو گیا ہے اس کی مرمت کردو اور خانہ کعبہ کو ویسے ہی رہنے دو، جس پر لوگ اسلام لائے تھے (جیسا کہ ان کے اسلام لانے کے وقت تھا) اور ان ہی پتھروں کو رہنے دو جن کے اوپر لوگ مسلمان ہوئے ہیں اور جس پر نبی اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تھے تو ابن زبیر نے کہا کہ اگر تم میں سے کسی کا گھر جل جائے تو اس کا دل کبھی نہ چاہے جب تک نیا نہ بنا دے۔ پھر تمہارے رب کا گھر تو اس سے کہیں افضل ہے۔ اس کا کیا حال ہے اور میں اپنے رب سے استخارہ کروں گا۔ تین بار، پھر مصمم ارادہ کروں گا اپنے اس معاملے کا تو جب تین بار استخارہ ہو چکا تو ان کی رائے میں آیا کہ خانہ کعبہ کو توڑ کر بنا دیں تو لوگ خوف کرنے لگے کہ ایسا نہ ہو کہ جو شخص پہلے خانہ کعبہ کے اوپر توڑنے کے لیے چڑھے اس پر کوئی بلا آسمانی نازل ہو، یہاں تک کہ ایک شخص چڑھا اور اس میں سے ایک

پتھر گرادیا پھر جب لوگوں نے دیکھا کہ اس پر کوئی بلا نہ اتری تو ایک دوسرے کے پیچھے چڑھنے لگے اور خانہ مبارک کو ڈھا کر زمین تک پہنچادیا تو ابن زبیرؓ نے چند ستون کھڑے کر کے ان پر پردہ ڈال دیا (تاکہ لوگ اسی پردہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہیں اور مقام کعبہ کو جانتے رہیں) یہاں تک کہ دیواریں اس کی اونچی ہوگئیں اور ابن زبیرؓ نے کہا کہ میں نے (ام المؤمنین سیدہ) عائشہؓ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: اگر لوگ نئے نئے کفر نہ چھوڑے ہوتے دوسرے میرے پاس اتنا خرچ بھی نہیں ہے کہ اس کو بناسکوں تو میں پانچ گز حطیم کو کعبہ کے اندر داخل کر دیتا اور اس کا ایک دروازہ ایسا بنادیتا کہ لوگ اس میں سے داخل ہوتے اور دوسرا ایسا بناتا کہ لوگ اس میں سے باہر نکلتے۔ پھر ابن زبیرؓ نے کہا کہ ہم آج کے دن اتنا خرچ بھی رکھتے ہیں کہ اسے صرف کریں اور لوگوں کا خوف بھی نہیں۔ راوی کہتے ہیں پھر ابن زبیرؓ نے پانچ گز اس کی دیواریں زیادہ کردیں حطیم کی جانب سے، یہاں تک کہ نکلی دہ س پر ایک بنیاد جسے لوگوں نے دیکھا (اور وہ بنیاد تھی حضرت ابراہیم ﷺ کی) پھر اسی بنیاد پر دیوار اٹھانا شروع کی اور طول کعبہ کا اٹھارہ ذراع تھا پھر جب اس میں زیادہ کیا تو چھوٹا نظر آنے لگا (یعنی چوڑائی زیادہ ہوگئی اور لمبان کم نظر آنے لگی) تو اس کی لمبان میں بھی دس ذراع زیادہ کیے اور اس کے دو دروازے رکھے۔ ایک میں سے اندر داخل ہوا جائے اور دوسرے سے باہر نکلا جائے۔ پھر جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ شہید کردیے گئے تو حجاج نے عبدالملک بن مروان کو یہ خبر لکھ بھیجی اور لکھا کہ ابن زبیرؓ نے جو تعمیر کی وہ ان ہی بنیادوں پر کی جس کو معتبر لوگ مکہ کے دیکھ چکے ہیں (یعنی بنائے ابراہیم ﷺ) تو عبدالملک نے (سیاسی دشمنی میں) اس کو جواب لکھا کہ ہم کو ابن زبیرؓ کی آلودگی سے کچھ کام نہیں اور تم ایسا کرو کہ جو انہوں نے طول میں زیادہ کردیا ہے اس کو تو رہنے دو اور جو حطیم کی طرف سے زیادہ کیا ہے اس کو نکال ڈالو اور پھر حالتِ اولی پر بنادو اور وہ دروازہ بند کردو جو انہوں نے زیادہ کھولا ہے۔ تو حجاج نے اس عمارت کو توڑ ڈالا اور اسے بناء اول کی طرف لوٹادیا۔[۱۳۷]

✿✿✿✿✿✿

پانچویں فصل: حضور ﷺ کی ناپسند - صحابہؓ کی ناپسند

محبوب جس چیز یا کام سے کھلم کھلا روک دے اس سے فوری طور پر رک جانا تو محبت کا تقاضا ہے ہی، حقیقی محبت کا لازمی تقاضا یہ بھی ہے کہ محبوب جس چیز کو دلی طور پر ناپسند کرے وہ چیز محبت کے نزدیک ذاتی طور پر چاہنے کے باوجود ناپسند قرار پائے اور پھر محبوب کی خوشنودی ورضا کی خاطر اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ صحابہ کرامؓ حُبِّ رسول ﷺ کے معاملے میں محبت کے اس بلند معیار پر بھی پورا اترتے نظر آتے ہیں۔ چند ایمان افروز مظاہر ملاحظہ ہوں:

حضور ﷺ کا ناپسندیدہ قبہ گرا دینا

خادم رسول ﷺ حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ باہر نکلے تو آپ ﷺ کی نظر (راستے میں) ایک بلند قبہ (گنبد نما مکان) پر پڑی۔ ناپسندیدگی کے انداز میں آپ ﷺ نے پوچھا یہ گنبد کس کا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے ایک انصاری کا نام بتایا۔ آپ ﷺ خاموش ہو گئے اور ناراضگی یا خفگی کو دل میں رکھا (زبان سے کچھ نہ فرمایا) جب وہ مالک مکان انصاری بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا تو آپ ﷺ نے ان سے اعراض فرما (منہ پھیر) لیا۔ اس نے متعدد بار سلام عرض کرنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ اپنے آقا کی ناراضگی اور بدلا ہوا رخ بھلا ایک سچا جاں نثار کہاں برداشت کر سکتا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے اس عدم توجہی کا ذکر کیا اور کہا آج حضور ﷺ کا یہ عجیب معاملہ دیکھتا ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ حضور ﷺ نے تمہارے گنبد کو دیکھا تھا اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا تھا۔ عاشق زار کو اپنے محبوب ﷺ کی ناراضگی اور بے التفاتی کی وجہ معلوم ہوئی تو کوئی تاویل نہ کی، سیدھے گھر گئے، کدال پکڑی اور مکان کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا۔ پھر اخلاص ایسا کہ (نمبر ٹانکنے کے لیے) آ کر حضور ﷺ کو بتایا بھی نہیں۔ بعد میں دوبارہ ایک دن جب نبی اکرم ﷺ اس راستے سے گزرے اور قبہ کو نہ دیکھا تو پوچھا اس گنبد کا کیا ہوا؟ صحابہؓ نے بتایا کہ مالک مکان نے آپ ﷺ

کے اعراض کی وجہ پوچھی تھی اور ہم نے اسے بتایا تو اس نے اس کو گرا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ان کل بناء وبال علی صاحبه الاما لا الاما لا یعنی مالا بدمنه"[۱۳۸]

''ہر ایک تعمیر اس کے بانی کے حق میں وبال ہے مگر وہ تعمیر جو بہت ضروری اور ناگزیر ہو۔ یعنی جس کے بغیر چارہ نہ ہو۔''

دوسری روایت میں ہے کہ اس کے قبہ گرا دینے کی خبر سن کر دو مرتبہ (زبان نبوی ﷺ سے دعا دیتے ہوئے) فرمایا: یرحمه الله یرحمه الله (اللہ اس پر رحم فرمائے۔ اللہ اس پر رحم فرمائے۔[۱۳۹]

حضور ﷺ کا ناپسندیدہ پردہ ہٹا دینا

اپنی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ سے رسول مقبول ﷺ کو جو تعلق خاطر تھا وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ امام بخاریؒ نے لکھا ہے کہ سیدہ فاطمہؓ جب بھی حضور ﷺ کے ہاں تشریف لاتیں تو آپ ﷺ احتراماً کھڑے ہو جاتے۔ بیٹی کو خوش آمدید کہتے، ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے پھر انہیں اپنی جگہ پر بیٹھا دیتے۔ اسی طرح حضور ﷺ جب کبھی ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی اسی عقیدت و محبت کا مظاہرہ فرماتیں[۱۴۰] اس تعلق خاطر کے باوجود سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کی تربیت اور آں محترمہؓ کے کمال اتباع و امتثال سے متعلق ایک روایت ملاحظہ ہو:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ سفر سے واپسی پر) نبی اکرم ﷺ سیدہ فاطمہؓ کے دروازے پر تشریف لائے تو آپ ﷺ کو دروازے پر ایک پردہ (تصویروں والا) لٹکا نظر آیا۔ چنانچہ گھر میں داخل نہ ہوئے اور واپس تشریف لے گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کا عام معمول یہی تھا کہ جب کبھی باہر سے تشریف لاتے تو پہلے بیٹی فاطمہؓ کے گھر میں ہی داخل ہوتے۔ اس دفعہ واپس مڑ جانے پر سیدہ کو بڑا غم ہوا۔ حضرت علیؓ آئے اور سیدہؓ کو مغموم دیکھا تو پوچھا ''مالک'' آپ کو کیا ہوا؟ کہنے لگیں! ابا جان ﷺ آئے تھے مگر غریب خانہ میں داخل نہیں ہوئے۔ چنانچہ حضرت علیؓ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے ہمارے دروازے پر آ کر گھر میں داخل نہ ہونے کا سیدہ فاطمہؓ کو بڑا غم ہے۔ فرمایا: ''وما انا والدنیا وما انا والرقم'' میرا اور دنیوی زیب و زینت اور نقش و نگار کا کیا جوڑ ہو سکتا ہے۔ یہ دنیوی تکلف ہے۔ مجھے اس سے کیا واسطہ؟ حضرت علیؓ گھر آئے اور سیدہ کو حضور ﷺ کے گھر میں داخل نہ ہونے کی وجہ بتائی۔ انہوں نے حضرت علیؓ کو دوبارہ حضور ﷺ کے پاس بھیجا اور دریافت کیا

کہ اس پردے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا: اس کپڑے کو فلاں قبیلے کے ضرورت مند لوگوں کی طرف بھیج دو۔[141]

سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے پردہ ہٹانے کے سلسلے میں ایک دوسری روایت رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان کی زبانی یوں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی سفر اختیار فرماتے تو اپنے اہل خانہ میں سے جس انسان کو سب سے آخر میں ملتے اور الوداع کرتے وہ سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ ہوتیں اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے گھر میں داخل ہوتے۔ چنانچہ ایک غزوہ سے آپ ﷺ واپس لوٹے تو اس دوران سیدہ فاطمہؓ نے اپنے دروازے پر ایک پردہ لٹکا لیا۔ دوسرے حسن وحسین (بیٹوں) کو چاندی کے کنگن پہنا دیے تھے۔ آپ ﷺ غزوہ سے واپس لوٹے اور حسب معمول پہلے سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے گھر گئے مگر اندر داخل نہ ہوئے۔ اس پر سیدہ نے سمجھ لیا کہ آپ ﷺ نے جو کچھ دیکھا ہے (پردہ اور بچوں کے ہاتھ میں کنگن) یہی چیز آپ ﷺ کے اندر داخل نہ ہونے میں مانع ہوئی ہے۔ اس لیے فوراً ایک تو پردے کو پھاڑ دیا دوسرے دونوں بچوں کے ہاتھ سے کنگن توڑ کر ان کے ہاتھ میں پکڑا دیے۔ دونوں شہزادگان روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ (نانا جان) کے پاس پہنچے، تو آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ سے کنگن پکڑ لیا اور فرمایا: اے ثوبان! اس کو لے جاؤ اور مدینہ منورہ کے فلاں گھر والوں کو دے آؤ۔ کیونکہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان کے متعلق میں یہ بات پسند نہیں کرتا ہوں کہ یہ اپنی زندگی میں ہی (اپنی نیکیوں کا) پاکیزہ پھل کھالیں۔ اے ثوبان! فاطمہؓ کے لیے ایک عصب (اونٹ دانت) کا ہار اور دو ہاتھی کے کنگن خرید لو۔[142]

اسی طرح حضور ﷺ کا ناپسندیدہ پردہ فوراً ہٹا دینے سے متعلق ایک روایت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے بارے میں سنن ابی داؤد میں حضرت زید بن خالد الجہنیؓ سے مروی ہے کہ ان سے حضرت ابوطلحہؓ انصاری نے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس گھر میں کوئی (شوقیہ رکھا گیا) کتا ہو یا (شوقیہ) تصویر تو اس گھر میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ انہوں نے ابوطلحہؓ سے کہا کہ تم ہمارے ساتھ سیدہ عائشہؓ کے پاس چلو تاکہ ان سے بھی یہ بات پوچھ لیں۔ چنانچہ ہم ام المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ابوطلحہؓ نے ہمیں اس طرح کی حدیث حضور ﷺ سے سنائی ہے۔ کیا آپؓ نے بھی

اس کے بارے میں کوئی بات سنی ہے؟ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا نہیں۔ البتہ میں تمہیں ایک چشم دید اور خود بیتا واقعہ سناتی ہوں۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کسی غزوہ میں تشریف لے گئے۔ میں آپ ﷺ کی واپسی کے انتظار میں تھی۔ اسی دوران میں نے اون کے کپڑے سے ایک پردہ بنایا اور دیوار پر چوڑائی کے رخ ڈال دیا۔ حضور ﷺ جب تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کا استقبال کیا اور سلام عرض کرتے ہوئے کہا: اللہ کا شکر ہے جس نے آپ ﷺ کو اس غزوہ میں غلبہ اور عزت عطا فرمائی۔ آپ ﷺ نے گھر کی طرف دیکھا تو دیوار پر پڑے پردہ کو ملاحظہ فرما کر مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے آپ ﷺ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے اثرات دیکھ لیے۔ آپ ﷺ پردے کے پاس آئے اور اسے پھاڑ دیا، پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو رزق عنایت فرمایا ہے، اس میں یہ حکم نہیں کہ ہم پتھر اور مٹی (دیواروں) کو کپڑے پہنائیں۔ سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے اس پردے کے دو ٹکڑے کر کے اس سے دو تکیے بنا لیے۔ جن میں کھجور کا چھلکا بھر دیا گیا۔ تو اس پر آپ ﷺ نے کوئی اعتراض نہ کیا۔[۱۴۳]

صحیح بخاری میں خادم رسول ﷺ حضرت انسؓ سے یہ روایت منقول ہے کہ سیدہ عائشہؓ نے اپنے گھر کے ایک جانب باریک رنگدار پردہ لٹکا دیا تھا، حضور ﷺ نے فرمایا: عائشہ اپنا یہ پردہ یہاں سے ہٹا دو کیونکہ اس کی تصویریں نماز میں میرے سامنے آتی ہیں۔[۱۴۴]

صحیح بخاری میں ہی ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے ایک دوسری روایت یوں منقول ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے ایک تصویر دار تکیہ خرید لیا۔ (سیدہ عائشہؓ کا حجرہ کونسی لمبی چوڑی کوٹھی تھی کہ باہر کے دروازے سے اندر تکیہ نظر نہ آتا) جب رسول مقبول ﷺ نے اس تکیہ کو دیکھا تو دروازے پر ہی کھڑے ہوگئے اور اندر قدم رنجہ نہ فرمایا۔ میں نے آپ ﷺ کی کراہت (ناپسندیدگی) کو بھانپ لیا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے جو کچھ گناہ کیا ہے، اس پر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف توبہ (رجوع) کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ تکیہ کیسا اور کہاں سے آیا ہے؟ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں، میں نے عرض کی: یہ تکیہ میں نے آپ ﷺ کی ذات گرامی کے لیے خریدا ہے تا کہ آپ ﷺ اس پر جلوہ افروز ہوں اور ٹیک لگایا کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا روز قیامت تصاویر والوں کو عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تصویریں تم نے بنائیں ان کو زندہ کرو (جان ڈالو) مزید فرمایا: ایسا گھر جس میں یہ (جانداروں کی) تصویریں ہوں اس میں (رحمت) کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔[۱۴۵]

حضور ﷺ کا ناپسندیدہ حلّہ فوراً اتار دینا

حضرت علی المرتضیٰؓ کا کہنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے ایک ریشمی حلّہ (جوڑا) بطور ہدیہ عطا فرمایا تو میں نے خود اسے پہن لیا۔ مگر جب میں نے (ریشمی حلّہ پہننے سے) حضور ﷺ کے چہرہ انور پر ناراضگی کے آثار دیکھے تو اسے (اپنے گھر کی) عورتوں کے درمیان پھاڑ کر تقسیم کر دیا۔[۱۴۶]

اسی طرح حضرت ضمرہ بن ثعلبہ البہزیؓ ایک مرتبہ بارگاہ نبوی میں آئے تو ان کے بدن پر یمن کے دو حلّے تھے (اور شاید یہ حلّے ریشمی تھے) آپ ﷺ نے (استفہام انکاری کے طور پر) فرمایا: اے ضمرہ! کیا تو اس قسم کے کپڑے پہن کر جنت میں داخل ہونا چاہتا ہے؟ انہوں نے عرض کی: اگر آپ ﷺ میرے لیے استغفار فرمائیں اور تھوڑی دیر تشریف رکھیں تو میں ابھی ان کو اتار کے آتا ہوں۔ آپ ﷺ نے دعاء فرمائی: اے اللہ ضمرہ کا یہ گناہ معاف فرما دے۔ اب ضمرہ موصوف تیزی سے گھر گئے اور ان کپڑوں کو اتار کر دوسرے پہن لیے۔[۱۴۷]

حضور ﷺ کا ناپسندیدہ کنگن بیچ دینا

سونے چاندی کے زیورات اور ریشمی لباس شرعی نقطہ نظر سے خواتین کے لیے اگرچہ جائز ہیں مگر اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ اپنے گھر والوں کو اس سے منع کرتے ہوئے فرماتے تھے:

"ان کنتم تحبون حلیة الجنة و حریرها فلا تلبسوها فی الدنیا"[۱۴۸]

''اگر تم جنت کے زیوارات اور جنت کا ریشمی لباس پسند کرتے ہو تو ان چیزوں کو دنیا میں نہ پہنو۔''

چنانچہ ایک مرتبہ اپنی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے گھر آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک سونے کی زنجیر جو انہیں اپنے شوہر نامدار حضرت علی المرتضیٰؓ نے ہدیۃً دی تھی، دیکھ کر فرمایا:

"یا فاطمة ایغرك ان یقول الناس ابنة رسول اللہ ﷺ و فی یدھا سلسلة من نار"

''اے فاطمہ! کیا تمہیں یہ بات اچھی لگے گی کہ لوگ کہیں یہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ہے اور اس کے ہاتھ میں آگ کی زنجیر ہے۔''

پھر اسی وقت واپس تشریف لے گئے اور بیٹھنا بھی پسند نہ فرمایا۔ سیدہؓ نے اس کنگن پر ابا جان (ﷺ) کی اس قدر ناپسندیدگی دیکھی تو اسی وقت بازار میں بھیج کر بیچ دیا اور اس رقم سے

ایک غلام خرید کر آزاد کر دیا: حضور ﷺ کو یہ بات بھلی لگی تو فرمایا: باری تعالیٰ کا شکر ہے جس نے بیٹی فاطمہؓ کو آگ سے نجات عنایت فرمائی۔[۱۴۹]

حضور ﷺ کی ناپسندیدہ چادریں اتار پھینکنا

حضرت رافعؓ بن خدیج کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمارے کجاووں (اونٹوں کے پلانوں) پر یا ہمارے اونٹوں پر ایسی چادریں ملاحظہ فرمائیں جن میں اون کے سرخ دھاگے تھے۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نے (ناپسندیدگی کے انداز میں) فرمایا: کیا میں دیکھ نہیں رہا ہوں کہ تمہارے اوپر سرخی غالب آ گئی ہے؟ (تمہارے کجاووں پر بھی سرخ رنگ کی چادریں آ گئی ہیں) تو رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد پر ہم لوگ تیزی سے اٹھے حتیٰ کہ (ہماری تیز رفتاری کے باعث) ہمارے بعض اونٹ بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہم نے ان چادروں کو پکڑا اور انہیں کجاووں سے کھینچ لیا۔[۱۵۰]

حضور ﷺ کا ناپسندیدہ رنگ دھو دینا

اسی طرح بنی اسد کی ایک خاتون کہتی ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ محترمہ سیدہ زینبؓ کے پاس تھی اور ہم آں محترمہ کے کپڑے گیرو سے رنگ رہی تھیں۔ تو اسی دوران (جبکہ ہم کپڑے رنگ رہی تھیں) اچانک رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے مگر جب گیرو (سے کپڑے رنگتے) دیکھا تو واپس تشریف لے گئے۔ یہ چیز سیدہ زینبؓ نے دیکھی تو جان لیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کام کو ناپسند کیا ہے جو انہوں نے کیا ہے۔ (گیرو سے کپڑے رنگے ہیں) تو آں محترمہؓ نے وہ کپڑے پکڑے اور انہیں دھوڈالا۔ علاوہ ازیں ہر قسم کی سرخی چھپا دی۔ پھر رسول اللہ ﷺ واپس لوٹ کر تشریف لائے اور جھانک کر دیکھا تو کوئی چیز نظر نہ آئی۔ لہٰذا اندر تشریف لے آئے۔[۱۵۱]

حضور ﷺ کی ناپسندیدہ انگوٹھی پھینک دینا

حضور اکرم ﷺ کی ناپسندیدہ انگوٹھی پھینک دینے سے متعلق چند ایمان افروز روایات ملاحظہ ہوں:

❁... حضرت ثعلبہ بن عنمہ الانصاریؓ ایک دفعہ اس حال میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت

میں حاضر ہوئے کہ ان کی انگلی میں سونے کی انگوٹھی تھی[152] وہ آئے تو آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے سلام عرض کیا مگر آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہ دیا۔ انہوں نے دوبارہ سلام عرض کیا تو بھی آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہ دیا۔ پھر انہوں نے تیسری بار سلام کہا تو اس مرتبہ بھی آپ ﷺ نے سلام کا جواب مرحمت نہ فرمایا۔ اس پر حاضرین میں سے کسی نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ثعلبہ نے تین مرتبہ آپ کی خدمت میں سلام پیش کیا ہے مگر آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا؟ فرمایا: کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ اس کے ہاتھ میں موجود انگارے کی گرمی سے میرے چہرے پر پسینہ آ گیا ہے؟ (حضور ﷺ کی طرف سے عدم التفات کی یہ وجہ سن کر) حضرت ثعلبہؓ نے اسی وقت سونے کی وہ انگوٹھی اتار کر پھینک دی۔[153]

❁...حضرت البراء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا اور اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں اس وقت چھڑی یا کوئی ٹہنی تھی تو نبی رحمت ﷺ نے اس چھڑی کو اس آدمی کی انگلی پر مارا۔ جس پر اس آدمی نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میرا کیا معاملہ (قصور) ہے؟ فرمایا: اس انگوٹھی کو جسے تو نے اپنی انگلی میں پہنے ہوئے ہے پھینک کیوں نہیں دیتا؟ تو اس آدمی نے وہ انگوٹھی اتاری اور پھینک دی۔ اس کے بعد نبی رحمت ﷺ نے (دوبارہ) اس آدمی کو دیکھا تو فرمایا: انگوٹھی کہاں گئی؟ اس نے عرض کی: میں نے اسے پھینک دیا۔ فرمایا میں نے تمہیں اس چیز کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ مقصود یہ تھا کہ تم اسے بیچ دیتے اور اس کی قیمت سے فائدہ اٹھاتے۔[154]

❁...حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی سے جس نے تانبے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی (ازراہ ناپسندیدگی) فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تم سے بتوں کی بو محسوس کر رہا ہوں؟ اس نے فوراً انگوٹھی اتار کر پھینک دی۔ پھر دوبارہ حاضر خدمت ہوا تو ایک لوہے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ حضور ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: کیا بات ہے میں تجھ پر اہل دوزخ کا لباس دیکھ رہا ہوں؟ اس نے فوراً انگوٹھی اتار کر پھینک دی اور پوچھا یارسول اللہ ﷺ! میں کس چیز کی انگوٹھی بنواؤں؟ فرمایا چاندی کی مگر وہ بھی وزن میں ایک مثقال سے کم ہو۔[155]

❁...حضور ﷺ کے چچازاد حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کمال امتثال امر نبوی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی

ملاحظہ فرمائی تو اسے اتار کر پھینک دیا اور (ازراہ زجر و توبیخ) فرمایا: کیا تم میں کوئی ایک سونے کی انگوٹھی ہاتھ میں پہن کر جہنم کی آگ کا انگارہ بنا چاہتا ہے؟ بعدازیں حضور ﷺ تشریف لے گئے تو اسے کہا گیا: اپنی انگوٹھی اٹھا کر اس سے نفع حاصل کرو (کسی دوسرے کام میں لے آؤ) مگر اس (محبّ صادق) نے کہا:

"لا واللہ لا آخذہ ابدا وقد طرحہ رسول اللہ ﷺ"[156]

"نہیں، قسم بخدا میں اس انگوٹھی کو کبھی بھی نہیں اٹھاؤں گا جسے رسول اللہ ﷺ نے پھینک دیا ہے۔"

حضور ﷺ کے ناپسندیدہ کپڑے۔ آگ کی نذر

معروف اور کثیر الروایۃ صحابیؓ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے میرے اوپر زعفرانی رنگ میں رنگے ہوئے دو کپڑے ملاحظہ فرمائے تو (ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے) فرمایا: یہ کفار جیسے کپڑے ہیں لہٰذا ان کو نہ پہنو۔ جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں (عبداللہ بن عمرو) نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں ان کو دھوڈالوں گا۔ فرمایا (صرف دھونا ہی نہیں) بلکہ ان کو جلادو۔ (راوہ مسلم)[157]

چنانچہ ایک روایت کے مطابق موصوف گھر آئے تو گھر والوں نے تنور جلا رکھا تھا۔ لہٰذا وہ کپڑے تنور میں ڈال دیے۔ اگلے دن بارگاہ نبوی ﷺ میں آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا عبداللہ! ان کپڑوں کا کیا کیا؟ انہوں نے اصل واقعہ (کپڑوں کو جلادینے) سے آگاہ کیا، تو فرمایا: کیوں نہ کسی گھر والی کو پہنادیے ہوتے، اس لیے کہ خواتین کے لیے ایسے کپڑے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں۔[158]

حضور ﷺ کی ناپسندیدہ قبا کیسے پہن لوں؟

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے دیباج کی ایک قبا زیب تن فرمائی جو بطور ہدیہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کی گئی تھی۔ پھر فوراً ہی اس کو اتار کر حضرت عمرؓ کو بھجوادی۔ بعد میں اس قبا کو فوراً اتار دینے کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے جبریل امین نے اس کو پہننے سے روک دیا تھا۔ یہ بات حضرت عمرؓ تک پہنچی تو روتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت

میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! جس چیز (قباء) کو آپ ﷺ نے خود ناپسند فرمایا وہ مجھے عنایت فرمادی، تو اب میرے لیے کیسے ممکن ہے کہ آپ ﷺ کی ناپسندیدہ چیز کو پہن لوں؟ فرمایا یہ قباء (چادر) میں نے تجھے پہننے کے لیے نہیں دی بلکہ اس لیے دی ہے کہ اس کو بیچ دو۔ چنانچہ فاروق اعظمؓ نے یہ قباء دو ہزار درہم میں فروخت کر دی۔ (راوہ مسلم)[159]

جبکہ ایک دوسری روایت میں یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یوں مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے (ایک مرتبہ) بازار میں موٹے ریشم کا ایک حلّہ (لباس۔ جوڑا) فروخت ہوتے ہوئے پایا تو اسے لے لیا اور اسے لے کر حضور ﷺ کے پاس لائے اور عرض کی: یارسول اللہ! اسے خرید لیجیے اور عید و وفود کی آمد کے موقع پر (زیب تن فرما کر) اس سے زیب و زینت فرمایا کریں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک یہ اس آدمی کا لباس ہو سکتا ہے جس کا (آخرت) میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

بعد ازیں حضرت عمرؓ جب تک اللہ نے چاہا (کچھ عرصہ) ٹھہرے رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس اس قسم کے حلّے آ گئے، تو آپ ﷺ نے ایک حلہ حضرت عمرؓ کو ارسال فرمایا تو وہ اسے لے کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ اس آدمی کا لباس ہے جس کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں۔ پھر (اس کے باوجود) آپ ﷺ نے یہ میری طرف بھجوا دیا؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا اسے بیچ دو اور اس سے اپنی ضرورت پوری کرو۔[160]

دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے یہ حلّہ اس لیے نہیں بھیجا کہ تم خود اسے پہنو۔ اس پر حضرت عمرؓ نے وہ حلّہ مکہ میں رہنے والے اپنے ایک مشرک بھائی کو پہنا دیا۔[161]

حضور ﷺ کو لہسن ناپسند تو مجھے بھی ناپسند

حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب (ان کے گھر میں قیام کے دوران) کھانا آتا تو آپ اس میں سے (حسب تمنا) تناول فرماتے اور جو بچ جاتا وہ میری طرف بھیج دیتے۔ ایک بار (حسب معمول) آپ ﷺ نے بقیہ کھانا میری طرف بھیجا تو اس میں سے تناول نہ فرمایا کیونکہ اس میں لہسن پڑا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا کیا لہسن حرام

ہے؟ فرمایا نہیں لیکن میں اسے اس کی بو کی وجہ سے ناپسند کرتا ہوں۔ حضرت ابوایوبؓ نے عرض کی: جس چیز کو آپ ﷺ نے ناپسند کیا اسے میں بھی ناپسند کرتا ہوں۔[۱۶۲]

حضور ﷺ کی ناپسندیدگی کے سبب مہندی نہ لگانا

نبی رحمت ﷺ نے خواتین کو ہاتھوں پر مہندی لگانے کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ بعض مواقع پر مردوں کی مشابہت سے بچنے کے لیے انہیں ہاتھوں پر مہندی لگانے کا حکم بھی دیا ہے[۱۶۳] اس کے باوجود ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ محض اس لیے مہندی نہیں لگایا کرتی تھیں کہ حضور ﷺ کو اس مہندی کی بو ناپسند تھی۔ چنانچہ ایک عورت نے جب حضرت عائشہؓ سے مہندی لگانے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: ''لاباس به'' (اس میں کوئی حرج نہیں) مگر میں خود اس (مہندی لگانے) کو ناپسند کرتی ہوں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ میرے محبوب ﷺ اس کی بو کو ناپسند فرمایا کرتے تھے۔[۱۶۴]

✿✿✿✿✿✿

حوالہ جات وحواشی باب سوم

۱۔ (الف) ابن حجر، الاصابہ، ۴/۶۶ (تحت عبداللہ بن رواحہؓ)

(ب) ذھبی، سیر اعلام النبلاء، ۱/۲۳۲ (ترجمہ عبداللہ بن رواحہؓ)

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد (باب فی عبداللہ بن رواحہؓ) ۹/۳۱۶

۳۔ ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب الخطبۃ والصلوٰۃ۔ الفصل الثالث) ص ۱۲۴

۴۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب ۴/۱۴۷۶ (نمبر شمار ۲۵۵۶۔ مطیع بن الاسود)

۵۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب المظالم باب صب الخمر فی الطریق) نیز کتاب التفسیر: سورۃ المائدہ باب قولہ انما الخمر والمیسر) ۲/۶۶۴

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الاشربہ باب تحریم الخمر)

(ج) نسائی، السنن (کتاب الاشربہ باب ذکر الشراب الذی اھریق بتحریم الخمر)

۶۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب المساقاۃ والمزارعۃ باب تحریم الخمر)

۷۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح، (کتاب الصلوٰۃ باب التقاضی والملازمۃ فی المسجد) ۱/۶۵

(ب) ایضاً (کتاب الصلوٰۃ باب رفع الصوت فی المسجد) ۱/۶۷

(ج) ایضاً (کتاب الخصومات باب کلام الخصوم بعضھم فی بعض وباب الملازمۃ)

(د) ایضاً (کتاب الصلح باب الصلح بالدین والعین)

(ہ) مسلم، الصحیح (کتاب المساقاۃ والمزارعۃ باب استحباب الوضع من الدین)

(و) ابن ماجہ، السنن (ابواب الصدقات باب الحبس فی الدین والملازمۃ) ۲/۱۷۷

(ز) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب الافلاس والانظار) ص: ۲۵۲

۸۔ (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الصدقۃ) ۱/۳۲۷

(ب) نووی، ریاض الصالحین، ص ۹۳۔۹۴

۹۔ دیکھئے: (الف) مسلم، الصحیح (کتاب العلم من سن سنۃ حسنۃ اوسیئۃ)

(ب) نسائی، السنن (کتاب الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقۃ)

(ج) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (کتاب العلم) ص:۳۳

۱۰- دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح، (کتاب الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقۃ والشفاعۃ فیھا) ۱/۱۹۲

(ب) ایضاً (کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب ماذکر النبی ﷺ وحض علی الخ)

(ج) مسلم، الصحیح (کتاب صلوٰۃ العیدین۔ پہلی حدیث)

(د) نسائی، السنن (کتاب صلوٰۃ العیدین باب الخطبۃ متوکاً علی انسان)

(ہ) ابوداؤد، السنن (کتاب صلوٰۃ باب الخطبۃ یوم العید) ۱/۱۶۵

(و) ابن ماجہ، السنن (باب ماجاء فی صلوٰۃ العیدین) ۱/۹۲

(ز) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب صلوٰۃ العیدین) ص:۱۲۵

۱۱- دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفۃ وحدیث ثمامہ بن اثال) ۲/۶۲۸

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الجھاد باب ربط الاسیر وحبسہ وجواز المن علیہ) ۲/۹۳-۹۴

(ج) حلبی، سیرت حلبیہ (غزوات النبی۔ اردو ترجمہ) ص ۷۷۹

(د) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب حکم الاسراء)

۱۲- (الف) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح البخاری، ۸/۶۸

(ب) حلبی، سیرت حلبیہ (غزوات النبی۔ اردو ترجمہ) ص:۷۷۹

(ج) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۱/۲۱۵

۱۳- ابن حجر، الاصابہ ۱/۱۴۹ (تحت نمبر شمار ۶۱۸۔ البراء)

۱۴- ایضاً ۳/۲۸۹ (تحت نمبر شمار ۴۲۵۱)

۱۵- الحاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۳/۵۸۸

۱۶- ابن حجر، الاصابہ ۱/۸۳

۱۷- احمد بن حنبل، مسند، ۵/۲۷۷

۱۸- (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب الضحایا باب الاضحیۃ عن المیت) ۲/۳۸۵

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب فی الاضحیۃ) ص ۱۲۸

۱۹- نسائی، السنن (کتاب الصیام باب صوم ثلاثۃ ایام من الشھر)

۲۰- مسلم، الصحیح (کتاب الجھاد باب غزوۃ الاحزاب) ۲/۱۰۷

۲۱- مالک بن انس، موطا (کتاب الجہاد باب النہی عن قتل النساء والولدان فی الغزو)

۲۲- احمد بن حنبل، مسند ۴/۴۲۲

۲۳- (الف) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۱/۲۷۲ (نمبر شمار ۳۵۸۔ جلیبیب)

(ب) ابن اثیر الجزری، اسد الغابہ ۱/۲۹۳

(ج) ابن حجر، الاصابہ ۱/۲۵۳ (نمبر شمار: ۱۱۷۵)

۲۴- ابن سعد، الطبقات ۸/۲۷۳۔۲۷۴ (ترجمہ فاطمہ بنت قیس)

۲۵- بخاری، الصحیح (کتاب التھجد باب صلٰوۃ الضحی فی الحضر الخ) ۱/۱۵۷

۲۶- ابوداؤد، السنن (کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار) ۲/۵۶۴

(ف) حضرت جابر بن سلیمؓ نے اس روایت میں جس طرح کسی کو گالی نہ دینے کی وصیت نبوی ﷺ کے معاملے میں کمال اطاعت کی صراحت کی ہے، یقیناً دیگر وصایائے رسول ﷺ میں بھی اسی طرح کی کمال اطاعت کا مظاہرہ کیا ہوگا۔

۲۷- سورۃ النساء: ۶۵ (فلا وربک لایؤمنون حتیٰ یحکموک الخ)

۲۸- ابن ماجہ، السنن (ابواب النکاح باب النظر الی المراۃ اذا اراد ان یتزوجھا)

۲۹- (الف) بخاری، الصحیح (کتاب المغازی باب قتل کعب بن الاشرف)

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الجہاد والسیر باب قتل کعب بن الاشرف طاغوت الیہود)

۳۰- بخاری، الصحیح (کتاب المغازی باب قتل ابی رافع)

۳۱- (الف) نسائی، السنن (کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الحلی)

(ب) ابوداؤد، السنن (کتاب الزکوٰۃ، باب الکنز ماھو وزکوٰۃ الحلی) ۱/۲۱۸

۳۲- بخاری، الادب المفرد (باب ادب الخادم) ۱/۲۶۰

۳۳- (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب الادب باب فی مشی النساء فی الطریق) ۲/۷۱۴۔۷۱۵

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ (باب الجلوس والنوم والمشی) ص ۴۰۵

۳۴- ہیثمی، مجمع الزوائد (باب ماجاء فی ضمرہ بن ثعلبہ) ۹/۳۷۹

۳۵- دیکھیے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الجنائز باب الدخول علی المیت بعد الموت الخ) ۱/۱۶۶

(ب) ایضاً (کتاب الشہادات باب القرعۃ فی المشکلات)

(ج) ایضاً (کتاب الرؤیا، باب العین الجاریۃ فی المنام)

(د) ایضاً (کتاب الانبیاء، باب مقدم النبی ﷺ واصحابہ المدینۃ)

۳۶۔ دیکھیے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الجہاد، باب ماذکر من درع النبی ﷺ الخ) ۱/۴۳۸

(ب) ایضاً (کتاب المناقب، باب ذکر اصہار النبی ﷺ) ۱/۵۲۸

(ج) ایضاً (کتاب النکاح، باب ذب الرجل عن ابنتہ) ۲/۷۸۷

(د) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری (کتاب النکاح، باب مذکور) ۹/۲۷۰۔۲۷۱

(ہ) مسلم، الصحیح ((کتاب الفضائل باب من فضائل فاطمۃؓ ۲/۲۹۰

(و) ترمذی، الجامع (ابواب المناقب، باب ماجاء فی فضل فاطمۃؓ) ص: ۵۴۹

(ز) ابوداؤد، السنن (کتاب النکاح، باب مایکرہ ان یجمع بینھن من النساء) علاوہ ازیں ملاحظہ ہو:

الف) بلاذری، انساب الاشراف ۱/۴۰۳۔۴۰۴

(ب) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (تحت ۱۱ھ) ۶/۳۳۳

(ج) علی متقی، کنز العمال ۱۶/۲۸۳

(د) ابن حجر، الاصابہ ۸/۴۳ (نمبر شمار ۴۴۹)

(ہ) ابن سید الناس، عیون الاثر ۲/۳۶۶

(و) الصالحی، سیرت شامی ۱۱/۴۵

(ز) ذھبی، سیر اعلام النبلاء ۲/۱۱۹۔۱۳۳

(ح) دیار بکری، تاریخ الخمیس ۱/۴۱۲

۳۷۔ دیکھیے: (الف) نووی، شرح مسلم ۲/۲۹۰

(ب) عسقلانی، فتح الباری ۹/۲۷۰

۳۸۔ (الف) طبرانی، تاریخ ۲/۴۶۱۔۴۶۲، بحوالہ سعید احمد اکبر آبادی، سیدنا صدیق اکبر ص ۱۳۳۔۱۳۴

(ب) ابن سعد، الطبقات ۴/۶۷ (ترجمہ اسامۃ الحب ابن زید)

۳۹۔ دیکھیے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الھبۃ، باب اذا وھب ھبۃ اووعد ثم مات)

(ب) ایضاً (کتاب الشہادات باب من امر بانجاز الوعد)

(ج) ایضاً (کتاب الجہاد، باب ما اقطع النبی ﷺ من البحرین الخ)

(د) ایضاً (کتاب المغازی، باب قصۃ عمان والبحرین)

(ھ) مسلم، الصحیح (کتاب الفضائل، باب سخاوہ ﷺ)

(د) ولی الدین، مشکوۃ المصابیح (باب الوعد۔ فصل اول) ص: ۴۱۶

۴۰۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب العتق، باب قول النبی ﷺ العبید اخوانکم الخ)

(ب) ایضاً (کتاب الآداب، باب ما ینھی من السباب واللعن)

(ج) بخاری، الادب المفرد مع شرح فضل اللہ الصمد (باب سباب العبید) ۱/۲۷۵،

نیز باب لایکلف العبد من العمل مالایطیق) ۱/۲۷۹

(د) مسلم، الصحیح (کتاب الایمان باب صحبۃ الممالیک، نیز کتاب النذور)

(ہ) ابن سعد، الطبقات ۴/ ۲۳۷ (ترجمہ ابوذرؓ واسمہ جندب)

۴۱۔ (الف) بخاری، الادب المفرد (باب اکسوھم مما تلبسون) ۱/۲۷۲۔۲۷۳

۴۲۔ حافظ ابن حجر کے مطابق حضرت ابوسفیان کی موت کی خبر شام سے آنے کی بات محض "وہم" ہے کیونکہ ان کا انتقال بلا اختلاف مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔ شام سے جن کی موت کی خبر آئی تھی وہ سیدہ ام حبیبہ کے بھائی یزید بن ابی سفیان تھے۔ چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن دارمی میں آں محترمہ کے بھائی جان کی موت کی خبر آنے کے الفاظ آئے ہیں (حاشیہ بخاری، الصحیح ۱/۱۷۰)

۴۳۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الجنائز، باب احداد المرءۃ علی غیر زوجھا) ۱/۱۷۰۔۱۷۱

(ب) ایضاً (کتاب الطلاق، باب تحد المتوفی عنھا زوجھا الخ و باب والذین یتوفون منکم الخ) ۲/۸۰۳۔۸۰۴

(ج) ترمذی، جامع (ابواب الطلاق باب ماجاء فی عدۃ المتوفی عنھا زوجھا)

(د) ابوداؤد، السنن (کتاب الطلاق، باب احداد المتوفی عنھا زوجھا) ۱/۳۱۴

(ہ) مسلم، الصحیح (کتاب الطلاق، باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفات الخ)

(و) نسائی، السنن (کتاب الطلاق' باب عدۃ المتوفی عنھا زوجھا)

(ز) مالک بن انس، موطا (جامع الطلاق باب ماجاء فی الاحداد)

(ح) ابن سعد، الطبقات ۸/۱۰۰ (ترجمہ ام حبیبہؓ)

۴۴۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الجنائز، باب احداد المرءۃ علی غیر زوجھا) ۱/۱۷۱

(ب) ترمذی، جامع (ابواب الطلاق باب ماجاء فی عدۃ المتوفی عنھا زوجھا)

(ج) ابوداؤد، السنن (کتاب الطلاق، باب احداد المتوفی عنھا زوجھا) ۱/۳۱۴

(د) مسلم، الصحیح (کتاب الطلاق، باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفات الخ)

(ہ) نسائی، السنن (کتاب الطلاق' باب عدۃ المتوفی عنھا زوجھا)

۴۵۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الوصایا، باب تاویل قول اللہ تعالیٰ من بعد وصیۃ الخ)

(ب) ایضاً (کتاب الجہاد باب ما کان النبی ﷺ یعطی المؤلفۃ قلوبھم الخ)

۴۶۔ (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الزکوٰۃ باب النہی عن المسئلۃ)

(ب) ابوداؤد، السنن (کتاب الزکوٰۃ، باب ما تجوز فیہ المسالۃ) ۲۳۲/۱

(ج) ابن ماجہ، السنن (ابواب الجہاد باب البیعۃ) ۲۱۱/۲

۴۷۔ ابوداؤد، السنن (کتاب و باب مذکور)

۴۸۔ ابن ماجہ، السنن (ابواب الزکوٰۃ باب کراہیۃ المسئلۃ) ۱۳۳/۱

۴۹۔ دیکھیے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الاستیذان، باب التسلیم والاستیذان ثلثا) ۹۲۳/۲

(ب) ایضاً (کتاب الاعتصام، باب الحجۃ علی من قال الخ) ۱۰۹۲/۲

(ج) بخاری، الادب المفرد (باب نمبر ۴۹۶) ۵۲۲/۲

(د) مسلم، الصحیح (کتاب الادب، باب الاستیذان)

(ہ) مالک بن انس، موطا (باب فی الاستیذان)

(و) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب الاستیذان) ص ۴۰۰

۵۰۔ (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب الادب، باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستیذان) ۷۰۴/۲

(ب) مالک بن انس، موطا (باب فی الاستیذان) ص: ۳۸۰

۵۱۔ ابوداؤد، السنن (کتاب الجہاد، باب مایؤمر من انضمام العسکر) ۳۵۳/۱

۵۲۔ ایضاً (کتاب البیوع، باب فی النہی ان یبیع حاضر لباد)

۵۳۔ دیکھیے: (الف) احمد بن حنبل، مسند ۸۹/۴

(ب) ذھبی، تاریخ الاسلام (عہد الخلفاء الراشدین) ص ۲۳۳

(ج) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۴۳۰/۲ (نمبر شمار ۶۰۳ ۔ خالد بن الولیدؓ)

۵۴۔ بخاری، الصحیح (کتاب المزارعۃ باب ما کان من اصحاب النبی یواسی بعضھم بعضا فی الزراعۃ والثمرۃ)

۵۵۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب و باب مذکور)

(ب) ابوداؤد، السنن (کتاب البیوع، باب فی التشدید فی ذالک، ۴۸۱/۲۔۴۸۲

(ج) نسائی، السنن (کتاب الشروط فیہ المزارعۃ والوثائق، باب ذکر الاحادیث المختلفۃ فی النہی عن کراء الارض) ف: سنن نسائی میں یہاں الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ متعدد روایات منقول ہیں۔

(د) ابن ماجہ، السنن (باب کراء الارض) ۲/۱۷۹

۵۶- ایک روایت کے مطابق وہ عہد نبوی، عہد خلفائے راشدین اور امیر معاویہؓ کے نصف عہد حکومت تک اپنی زمین بٹائی پر دیتے رہے۔ بعدازیں محض رافع بن خدیج کی روایت کی بنا پر احتیاطاً زمین بٹائی پر دینا چھوڑ دی۔ دیکھیے: مسلم، الصحیح (کتاب البیوع، باب کراء الارض)

۵۷- (الف) مسلم، الصحیح (کتاب البیوع، باب کراء الارض)

(ب) ابوداؤد، السنن (کتاب البیوع، باب فی المزارعۃ سے متصل باب ''باب فی التشدید ذاک'') ۲/۳۸۱-۳۸۲

(ج) نسائی، السنن (کتاب الشروط فیہ المزارعۃ والوثائق، باب ذکر الاحادیث المختلفۃ فی النھی عن کراء الارض)

۵۸- مسلم، الصحیح (کتاب الزھد، باب قصۃ ابی الیسر)

۵۹- (الف) مسلم، الصحیح (کتاب البر والصلہ، باب فضل صلۃ اصدقاء الاب والام)

(ب) بخاری، الادب المفرد (باب بر من کان یصلہ ابوہ) ۱/۱۰۷

۶۰- ابوداؤد، السنن (کتاب الادب باب کراہیۃ الغنا والزمر)

۶۱- (الف) ابوداؤد، سنن (کتاب الخراج والفئی والامارۃ، باب فیما یلزم الامام من امر الرعیۃ والاحتجاب عنھم) ۲/۴۰۹

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب ما علی الولاۃ من التیسیر)

(ج) ابن حجر، الاصابہ ۷/۱۷۰ (نمبر شمار ۱۰۳۴۴)

۶۲- (الف) ترمذی، جامع (کتاب الاحکام، باب ما جاء فی امام الرعیۃ)

(ب) حاکم، المستدرک (کتاب الاحکام) ۲/۹۳

۶۳- نوٹ: واضح رہے یہ نمبر شمار زائد اور بغیر کسی حوالہ کے ہے۔ مؤلف

۶۴- ابوداؤد، السنن (کتاب الطھارۃ، باب فی غسل من الجنابۃ

۶۵- ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب القیام) ص: ۴۰۳

۶۶- ایضاً۔

۶۷- (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب الصلوٰۃ، باب الرجل یصلی عاقصا شعرہ) ۱/۹۴-۹۵

(ب) ابن ماجہ، السنن (ابواب اقامۃ الصلوٰۃ، باب کف الشعر والثوب فی الصلوٰۃ) ۱/۷۴

۶۸۔ دیکھیے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب المناسک، باب الرمل فی الحج والعمرۃ) ۱/ ۲۱۸
(ب) ایضاً (کتاب المناسک، باب ماذکر فی الحجر الاسود و باب تقبیل الحجر) ۱/ ۲۱۷۔ ۲۱۸
(ج) مسلم، الصحیح (کتاب الحج، باب استحباب تقبیل الحجر)
(د) ابوداؤد، السنن (کتاب المناسک، باب فی تقبیل الحجر)
(ہ) ترمذی، جامع (ابواب الحج، باب ماجاء فی تقبیل الحجر)
(و) نسائی، السنن (کتاب الحج باب تقبیل الحجر)
(ز) ابن ماجہ، السنن (ابواب المناسک، باب استلام الحجر) ۱/ ۲۱۷
(ح) امام مالک، موطا (کتاب الحج، باب تقبیل الرکن الاسود فی الاستلام)

۶۹۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب المناسک، باب الرمل فی الحج والعمرۃ) ۱/ ۲۱۸
(ب) ابن ماجہ، السنن (ابواب الحج، باب الرمل حول البیت) ۲/ ۲۱۸

۷۰۔ (الف) قاضی عیاض، الشفاء ۲/ ۱۵
(ب) خفاجی، نسیم الریاض ۳/ ۳۳۷

۷۱۔ (الف) ابن حجر، الاصابہ ۶/ ۱۰۰ (نمبر شمار ۷۹۹۳)
(ب) الصالحی، سیرت شامی ۷/ ۳۴۹

۷۲۔ (الف) نسائی، السنن (کتاب النکاح، باب کیف یدعی للرجل اذا تزوج)
(ب) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۲/ ۵۲۳

۷۳۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الجنائز، باب موت یوم الاثنین) ۱/ ۱۸۶
(ب) ابن عساکر، تاریخ مدینۃ دمشق ۳۰/ ۴۴۴

۷۴۔ (الف) مسلم، الصحیح (کتاب السلام، باب السلام علی الصبیان)
(ب) ترمذی، جامع (ابواب الاستیذان، باب ماجاء فی التسلیم علی الصبیان)
(ج) بخاری، الادب المفرد (باب السلام علی الصبیان) ۲/ ۵۰۱

۷۵۔ بخاری، الصحیح (کتاب الاضاحی، باب فی اضحیۃ النبی ﷺ بکبشین اقرنین الخ)

۷۶۔ دیکھیے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الاشربہ، باب فی الشرب قائما)
(ب) ابوداؤد، السنن (کتاب الاشربہ، باب فی الشرب قائما) ۲/ ۵۲۳
(ج) ترمذی، الشمائل (باب ماجاء فی صفۃ شرب رسول اللہ ﷺ) ص ۵۸۳

(د) ترمذی، جامع (ابواب الطہارۃ، باب وضوء النبی ﷺ کیف کان)

(ہ) نسائی، السنن (کتاب الطہارۃ، باب صفۃ الوضوء)

۷۷- ترمذی، الشمائل (باب ماجاء فی صفۃ ازار رسول اللہ ﷺ) ص: ۵۷۶

۷۸- ترمذی، جامع (ابواب الزھد، باب کراھیۃ المدحۃ والمداحین)

۷۹- (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الزھد، باب النہی عن المدح الخ)

(ب) ابوداؤد، السنن (کتاب الادب، باب فی کراھیۃ التمادح)

(ج) بخاری، الادب المفرد (باب یحثی فی وجوہ المداحین) ۱/ ۴۲۷

۸۰- بخاری، الادب المفرد (باب یحثی فی وجوہ المداحین) ۱/ ۴۲۸

۸۱- ذھبی، سیر اعلام النبلاء ۲/ ۷ (ترجمہ عبادہ بن الصامت)

۸۲- ابوداؤد، السنن (کتاب الطہارۃ، باب ایصلی الرجل وھو حاقن) ۱/ ۱۲

۸۳- (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الجنائز، فصل فی استحباب اللحد) ۱/ ۳۱۱

(ب) ابن ماجہ، السنن (ابواب الجنائز، باب ماجاء فی استحباب اللحد) ۱/ ۱۱۳

(ج) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب دفن المیت) ص ۱۴۸

۸۴- ترمذی، جامع (ابواب الطہارۃ، باب فی تخلیل اللحیۃ)

۸۵- ایضاً (ابواب الطہارۃ، باب المسح علی الخفین)

۸۶- (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب الصلوٰۃ، باب امامۃ الزائر) ۱/ ۸۸

(ب) ترمذی، جامع (ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء من زار قوماً فلا یصل بھم)

(ف) امام ترمذی نے یہاں لکھا ہے کہ صحابہ وغیرہ میں سے اکثر اہل علم کا اسی حدیث پر عمل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ صاحب خانہ امامت کا زیادہ مستحق ہے جبکہ بعض علما کے نزدیک صاحب خانہ اجازت دے دے تو امامت کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۸۷- (الف) مسلم، الصحیح (کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم استعمال الذھب والفضۃ)

(ب) نسائی، السنن (کتاب الزینۃ، باب ذکر النہی عن لبس الدیباج)

۸۸- (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الحج، باب رمی جمرۃ العقبۃ من بطن الوادی الخ)

(ب) ابوداؤد، السنن (کتاب المناسک، باب فی رمی الجمار) ۱/ ۲۷۱

(ج) ابن ماجہ، السنن (ابواب المناسک، باب من این ترمی جمر العقبۃ) ۲/ ۲۲۴

(د) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب رمی الجمار) ص: ۲۳۱

۸۹۔ (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب المناسک، باب فی نبیذ السقایۃ) ۱/۲۷۶۔۲۷۷

(ب) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ۴/۲۵۔۲۶ (ترجمہ العباس بن عبدالمطلب)

۹۰۔ (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب الطہارۃ، باب صفۃ وضوء النبی ﷺ) ۱/۱۴۔۱۵

(ب) نسائی، السنن (کتاب الطہارۃ، باب بای الیدین یتمضمض وباب غسل الوجہ وباب عدد غسل الوجہ، نیز باب حد الغسل)

۹۱۔ ابن ماجہ، السنن (ابواب الطہارۃ، باب ثواب الطہور) ۱/۲۵

۹۲۔ (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب وباب مذکور)

(ب) نسائی، السنن (کتاب وباب مذکور)

(ج) ابن ماجہ، السنن (کتاب وباب مذکور)

۹۳۔ (الف) بخاری، الادب المفرد (باب جار الیہودی) ۱/۲۱۳۔۲۱۴

(ب) ابوداؤد، السنن (کتاب الادب، باب فی حق الجوار) ۲/۷۰۱

۹۴۔ دیکھیے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الصوم، باب الوصال) ۱/۲۶۳

(ب) ایضاً (کتاب المحاربین باب کم التعزیر والادب)

(ج) ایضاً (کتاب التمنی، باب ما یجوز من اللّو)

(د) ایضاً (کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ما یکرہ من التعمق الخ) ۲/۱۰۸۴

(ہ) مسلم، الصحیح (کتاب الصیام، باب النہی عن الوصال) ۱/۳۵۱۔۳۵۲

(و) ابوداؤد، السنن (کتاب الصیام، باب فی الوصال) ۱/۳۲۲

(ز) شیبانی امام محمد، موطا (باب الوصال فی الصیام) ص: ۱۸۴

(ح) مالک، موطا (کتاب الصیام، باب النہی عن الوصال فی الصیام) ص: ۹۲

۹۵۔ ابن ماجہ، السنن (ابواب الاضاحی، باب ما یستحب من الاضاحی) ص: ۲۳۳

۹۶۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الجنائز، باب ما ینہی من الحلق عند المصیبۃ) ۱/۱۷۳

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الایمان، باب تحریم ضرب الخدود الخ) ۱/۷۰

(ج) ابن سعد، الطبقات ۴/۱۱۵ (ترجمہ ابوموسیٰ الاشعری)

۹۷۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب العلم من جعل لاھل العلم ایاما معلومۃ) ۱/۱۶

(ب) ایضاً (کتاب الدعوات، باب الموعظۃ ساعۃ بعد ساعۃ)

۹۸۔ بخاری، الصحیح (کتاب الاطعمۃ، باب ما کان النبی ﷺ واصحابہ یاکلون) ۸۱۵/۲

۹۹۔ بخاری، الصحیح (کتاب الاذان، باب القرءۃ فی العشاء) ۱۰۶/۱

۱۰۰۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الاطعمہ کے باب الثرید، باب الدباء، باب من اضاف رجلا الی طعام، باب المرق، باب القدید اور باب من ناول الخ میں متعدد طرق سے یہ روایت منقول ہے)

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الاشربہ، باب جواز اکل المرق الخ)

(ج) ابوداؤد، السنن (کتاب الاطعمہ، باب فی اکل الدباء) ۵۳۰/۲

(د) ترمذی، جامع (ابواب الاطعمہ، باب ماجاء فی اکل الدباء)

(ہ) ترمذی، الشمائل (باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ ﷺ) ص: ۵۹۵

(و) امام مالک، موطا، ص ۴۵۱

(ز) امام محمد، موطا (باب فضل اجابۃ الدعوۃ) ص: ۳۸۲

۱۰۱۔ ترمذی، الشمائل (باب ماجاء فی صفۃ ادام رسول اللہ ﷺ) ص: ۵۸۰

۱۰۲۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الصلوۃ، باب التوجہ نحو القبلۃ حیث کان) ۵۷/۱

(ب) ایضاً (کتاب التمنی، باب ماجاء فی اجازۃ خبر الواحد الخ)

(ج) ترمذی، جامع (ابواب الصلوۃ، باب فی ابتداء القبلۃ)

(د) مسلم، الصحیح (کتاب المساجد، باب تحویل القبلۃ)

(ہ) نسائی، السنن (کتاب الصلوۃ، باب فرض القبلۃ نیز کتاب القبلۃ۔ پہلی حدیث

۱۰۳۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی القبلۃ الخ) ۵۸/۱

۱۰۴۔ (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ فی النعل) ۹۵/۱

(ب) ولی الدین، مشکوۃ المصابیح (باب الستر، ص: ۷۳

۱۰۵۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب اللباس، باب خاتم الفضۃ سے اگلا باب)

(ب) ایضاً (کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بافعال النبی ﷺ)

(ج) مسلم، الصحیح (کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم خاتم الذھب علی الرجال)

(د) نسائی، السنن (کتاب الزینۃ کے متعدد ابواب میں یہ روایت منقول ہے)

(ہ) ترمذی، الشمائل (باب ماجاء فی ان النبی ﷺ کان یتختم فی یمینہ، ص: ۵۷۴

(و) امام محمد، موطا (ما یکرہ من التختم بالذھب) ص: ۴۷۴

(ز) مالک بن انس، موطا (باب ماجاء فی لبس الخاتم) ص: ۴۷۳

۱۰۶- (الف) بخاری، الصحیح (کتاب اللباس، باب خاتم الفضۃ)

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم خاتم الذھب علی الرجال)

(ج) ترمذی، الشمائل (باب ماجاء فی ذکر خاتم رسول اللہ ﷺ) ص: ۵۷۴

(د) ابوداؤد، السنن (کتاب الخاتم، پہلا باب) ۲/ ۵۷۹

۱۰۷- ترمذی، الشمائل (باب ماجاء فی ان النبی ﷺ کان یتختم فی یمینہ، ص: ۵۷۴

۱۰۸- ان اقسام حج کی تعریف درج ذیل ہے: حج افراد: صرف حج کا احرام باندھنے کو "حج افراد" اور ایسا احرام باندھنے والے کو "مفرد" کہتے ہیں۔ حج قرآن: اس طریقہ احرام کو کہا جاتا ہے جس میں حج اور عمرہ دونوں کا ایک احرام باندھا جائے اور پہلے عمرہ پھر حج ادا کیا جائے۔ ایسا کرنے والے کو "قارن" کہتے ہیں۔ حج تمتع: اس طریقہ حج کو کہتے ہیں جس میں حج کے زمانے میں احرام باندھ کر پہلے عمرہ ادا کیا جائے۔ پھر احرام کھول کر کچھ دنوں بعد آٹھ ذی الحجہ کو دوبارہ حج کا احرام باندھ لیا جائے ایسا کرنے والے کو "متمتع" کہا جاتا ہے (عامہ کتب فقہ)

۱۰۹- صحابہ کرامؓ کا یہ جم غفیر بعض روایات کی رو سے ایک لاکھ چودہ ہزار اور بعض روایات کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار پر مشتمل تھا (حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح باب قصۃ حجۃ الوداع، ص ۲۲۴)

۱۱۰- دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب المناسک، باب من اھل فی زمن النبی ﷺ کاھلال النبی ﷺ) ۱/ ۲۱۱

(ب) ایضاً (کتاب الشرکۃ فی الطعام، باب الاشتراک فی الھدی والبدن الخ)

(ج) ایضاً (کتاب المغازی، باب بعث ابی موسیٰ ومعاذ الی الیمن وباب بعث علی بن ابی طالب وخالد بن الولید الی الیمن وباب حجۃ الوداع)

(د) ترمذی، جامع (ابواب الحج، باب ماجاء فی الرخصۃ للرعاۃ ان یرموا)

(ہ) مسلم، الصحیح (کتاب الحج، باب جواز تعلیق الاحرام الخ)

(و) نسائی، السنن (کتاب الحج، باب الحج بغیر النیۃ یقصدہ المحرم)

(ز) ابوداؤد، السنن (کتاب المناسک باب فی الاقران)

(ح) ابن ماجہ، السنن (ابواب المناسک، باب حجۃ رسول اللہ ﷺ) ۲/ ۲۲۸

(ط) الکاسانی، ابوبکر، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (اردو ترجمہ) (۱/۴۳۸ (بحث نماز کی نیت)

۱۱۱۔ حاکم، مستدرک (باب معرفۃ الصحابہ) ۳/۵۶۱

۱۱۲۔ بخاری، الصحیح (کتاب المناسک، باب الصلوٰۃ بذی الحلیفۃ) ۱/۲۰۷

۱۱۳۔ ایضاً، (کتاب المناسک، باب النحر فی منحر النبی ﷺ بمنی) ۱/۲۳۱

۱۱۴۔ ایضاً (کتاب المناسک، باب رمی الجمار بسبع حصیات و باب من رمی جمرۃ العقبۃ وجعل البیت عن یسارہ) ۱/۲۳۵

۱۱۵۔ ایضاً (کتاب المناسک، باب اذا رمی الجمرتین الخ و باب رفع الیدین عند جمرۃ الدنیا والوسطی) ۱/۲۳۶

۱۱۶۔ دیکھیے: (الف) ایضاً (کتاب المناسک، باب النزول بذی طوی قبل ان یدخل مکۃ الخ)

(ب) امام محمد، موطا (باب الصدر) ص: ۲۶۰

(ج) مسلم، الصحیح (کتاب الحج باب استحباب المبیت بذی طوی الخ)

(د) ابوداؤد، السنن (کتاب المناسک، باب دخول مکۃ)

(ہ) مالک بن انس، موطا (کتاب الحج، باب غسل المحرم) ص: ۱۲۵

۱۱۷۔ نسائی، السنن (کتاب الزینۃ، باب النھی للمرءۃ ان تشھد الصلوٰۃ اذا اصابت من البخور)

۱۱۸۔ نسائی، السنن (کتاب الحج، باب ترک استلام الرکنین الآخرین)

(ب) ابوداؤد، السنن (کتاب المناسک، باب استلام الارکان) ۱/۲۵۸

۱۱۹۔ دیکھیے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الوضو، باب غسل الرجلین فی النعلین) ۱/۲۸

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الحج باب بیان ان الافضل ان یحرم حین تنبعث بہ الخ)

(ج) ابونعیم، مسند الامام ابی حنیفہ، ص: ۳۷۳

(د) ترمذی، الشمائل (باب ماجاء فی نعل رسول اللہ ﷺ) ص: ۵۷۳

(ہ) ابوداؤد، السنن (کتاب المناسک، باب وقت الاحرام) ۱/۲۴۶۔۲۴۷

(و) امام محمد، موطا (باب استلام الرکن) ص: ۲۴۰

(ز) امام مالک، موطا (کتاب الحج، باب التلبیہ والعمل فی الاھلال) ص: ۱۲۸

(ح) ابن سعد، الطبقات ۴/۱۷۹ (ترجمہ عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ)

۱۲۰۔ نسائی، السنن (کتاب مناسک الحج، باب العلۃ التی من اجلھا سعی النبی ﷺ بالبیت) ۲/۳۰

۱۲۱۔ (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب المناسک، باب الملتزم) ۱/۲۶۱

(ب) ابن ماجہ، السنن (ابواب المناسک، باب الملتزم) ۲/۲۱۹

۱۲۲۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب التہجد، باب من اتی مسجد قباء کل سبت) ۱/۱۵۹

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الحج، باب فضل مسجد قباء الخ)

۱۲۳۔ بخاری، الصحیح (کتاب التہجد، باب مسجد قباء) ۱/۱۵۹

۱۲۴۔ (الف) قاضی عیاض، الشفاء، ۲/۱۳

(ب) نسائی، السنن (کتاب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر۔ ابتدائی احادیث)

(ج) ابن ماجہ، السنن (ابواب تقصیر الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی السفر) ۱/۷۶

۱۲۵۔ (الف) ترمذی، جامع (ابواب الاستیذان باب مایقول العاطس اذا عطس)

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب العطاس والتثاؤب) ص: ۴۰۶

۱۲۶۔ (الف) ترمذی، جامع (باب مذکور)

(ب) ابوداؤد، السنن (کتاب الادب، باب کیف تشمیت العاطس) ۲/۶۸۶

(ج) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب مذکور) ص: ۴۰۶

۱۲۷۔ ترمذی، الشمائل (باب ماجاء فی صفۃ ادام رسول اللہ ﷺ) ص: ۵۷۸

۱۲۸۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب التفسیر، باب قولہ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ الخ)

(ب) ایضاً (کتاب التفسیر باب جمع القرآن)

(ج) ایضاً (کتاب الاحکام، باب یستحب للکاتب ان یکون امینا عاقلا)

(د) ترمذی، جامع (ابواب التفسیر، باب من سورۃ التوبہ)

۱۲۹۔ دیکھئے: (الف) ابن سعد، الطبقات ۴/۱۳ (ترجمہ العباس بن عبدالمطلب)

(ب) ذھبی، سیر اعلام النبلاء ۲/۸۳ (ترجمہ عباس بن عبدالمطلب)

(ج) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۲/۸۱۱۔۸۱۲ (نمبر شمار ۱۳۷۸۔ تذکرہ عباس بن عبدالمطلب)

(د) ابن کثیر، سیرۃ النبی ﷺ (اردو) ۱/۵۹۲

(ہ) بدران، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۷/۲۳۳

۱۳۰۔ دیکھئے: (الف) امام احمد، مسند ۶/۲۷۶

(ب) ابوداؤد، السنن (کتاب الجہاد، باب فی فداء الاسیر بالمال) ۲/۳۶۷

(ج) الحاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۳/۲۳۶، نیز ۴/۴۵

(د) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ۸/۳۱ (ترجمہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ)

(ہ) البناء، الفتح الربانی ۲۲/ ۹۷

(و) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب حکم الاسراء) ص: ۳۴۶

(ز) ابن ہشام، سیرۃ النبی ﷺ (عربی ۲/ ۲۹۶۔ ۲۹۷

(ح) بلاذری، انساب الاشراف (پیرہ نمبر: ۸۶۲) ۱/ ۳۹۷

(ط) ہیثمی، مجمع الزوائد (فضائل زینب بنت رسول ﷺ) ۹/ ۲۱۴

(ی) بیہقی، دلائل النبوۃ ۲/ ۴۲۳۔ ۴۲۴

(ک) ابن حجر، الاصابہ ۸/ ۹۱، نیز الاصابہ ۷/ ۱۱۹

(ل) ابن کثیر، سیرۃ النبی ﷺ (اردو) ۱/ ۶۰۷

(م) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۴/ ۱۷۰۱ (نمبر شمار ۳۰۶۱۔ ابوالعاص بن الربیع)

(ن) ذھبی، سیر اعلام النبلا ۱/ ۳۳۲ (ترجمہ ابوالعاص بن الربیع) نیز ۲/ ۲۴۶ (ترجمہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ)

۱۳۱۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الوکالۃ، باب اذا وھب شیئا لوکیل او شفیع قوم جاز)

(ب) ایضاً (کتاب العتق، باب من ملک من العرب رقیقا الخ)

(ج) ایضاً (کتاب الھبۃ، باب من رأی الھبۃ الغائبۃ جائزۃ، باب اذا وھب جماعۃ لقوم)

(د) ایضاً (کتاب الجھاد، باب ومن الدلیل علی ان الخمس لنوائب المسلمین)

(ہ) ایضاً (کتاب الاحکام، باب العرفاء للناس)

(و) ایضاً (کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ ویوم حنین اذ اعجبتکم)

(ز) نسائی، السنن (کتاب الھبۃ۔ پہلی حدیث) (سنن نسائی میں یہ واقعہ عمرو بن شعیب اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں اور مزید تفصیل بھی ہے)

۱۳۲۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ)

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب النکاح، باب القسم) ص: ۲۷۹

۱۳۳۔ (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب اللباس، باب ماجاء فی اسبال الازار)

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب الترجل۔ الفصل الثانی)

۱۳۴۔ (الف) حاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۳/ ۶۲۲

(ب) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۲/ ۴۴۵ (نمبر شمار: ۶۴۳)

A ۱۳۴۔ ابوداؤد، السنن (کتاب الصلوٰۃ باب اعتزال النساء فی المساجد عن الرجال) ۱/ ۶۶

B۱۳۴۔ ابن حجر، الاصابہ ۲۴۳/۳ (نمبر شمار: ۴۰۲۲)

۱۳۵۔ اس خواب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں جب کوئی آدمی خواب دیکھتا تو اسے رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کیا کرتا۔ چنانچہ میری بھی آرزو تھی کہ کوئی خواب دیکھوں اور اسے نبی اکرم ﷺ کے سامنے بیان کروں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں نوجوان اور مجرد لڑکا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں مسجد کے اندر سویا کرتا تھا۔ تو میں نے نیند میں دیکھا کہ گویا دو فرشتوں نے مجھے پکڑ لیا اور مجھے جہنم کی آگ کی طرف لے گئے تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کنویں کی منڈیر کی طرح لپٹی (گھری) ہوئی ہے اور اس پر دو لکڑیاں ہیں جیسے کنویں پر ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں اس میں کچھ ایسے لوگ نظر آئے جن کو میں پہچانتا ہوں تو میں کہنے لگا ''اعوذ باللہ من النار'' (دوزخ کی آگ سے اللہ کی پناہ) اس طرح تین مرتبہ دوزخ کی آگ سے اللہ کی پناہ طلب کی۔ کہتے ہیں پھر ان دونوں فرشتوں کو ایک اور فرشتہ ملا اور اس نے مجھے کہا: تم نہ ڈرو۔ یہ خواب میں نے اپنی بہن ام المؤمنین حضرت حفصہؓ سے بیان کیا اور آں محترمہ نے یہ خواب رسول اللہ ﷺ کو سنایا (واللفظ للمسلم)

(الف) بخاری، الصحیح (کتاب التہجد، باب فضل قیام اللیل) ۱۵۱/۱

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الفضائل، باب من فضائل ابن عمر)

(ج) ابن حجر، الاصابہ ۱۰۷/۴

۱۳۶۔ دیکھیے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب و باب مذکور)

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب و باب مذکور)

(ج) ابن سعد، الطبقات ۱۷۹/۴ (ترجمہ عبداللہ بن عمر بن خطاب)

۱۳۷۔ مسلم، الصحیح (کتاب الحج، باب نقض الکعبۃ و بناءھا)

۱۳۸۔ (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب الادب، باب فی البناء) ۷۱۱/۲

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (کتاب الرقاق، فصل ثانی) ص: ۴۴۱

۱۳۹۔ ابن ماجہ، السنن (ابواب الزھد، باب فی البناء)

۱۴۰۔ بخاری، الادب المفرد، ص: ۱۴۳

۱۴۱۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الھبۃ، باب ھدیۃ ما یکرہ لبسھا)

(ب) ابوداؤد، السنن (کتاب اللباس، باب فی اتخاذ الستور) ۵۷۶/۲

(ج) الصالحی الشامی، سیرت شامی ۳۶۰/۷

۱۴۲۔ ابوداؤد، السنن (کتاب الترجل، باب فی الانتفاع بالعاج) ۵۷۸/۲۔۵۷۹

۱۴۳۔ (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب اللباس، باب فی الصور) ۵۷۲/۲

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان) ۲۰۰/۲

۱۴۴۔ (الف) بخاری، الصحیح، ۵۴/۱

(ب) نسائی، سنن (کتاب الزینۃ) ۲۶۰/۲

۱۴۵۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب البیوع، باب التجارۃ فیما یکرہ لبسہ للرجال والنساء) ۲۸۳/۱

(ب) ایضاً (کتاب النکاح، باب ھل یرجع اذا رای منکراً الخ) ۷۷۸/۲

(ج) ایضاً (کتاب اللباس، باب من کرہ القعود علی الصورۃ، باب من لم یدخل بیتا فیہ صورۃ)

(د) مسلم، الصحیح (کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان)

۱۴۶۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الھبۃ، باب ہدیۃ ما یکرہ لبسہا)

(ب) ایضاً (کتاب النفقات، باب کسوۃ المرءۃ بالمعروف) ۸۰۸/۲

۱۴۷۔ ابن حجر، الاصابہ ۲۷۲/۳ (نمبر شمار: ۴۱۷۷)

۱۴۸۔ نسائی، السنن (کتاب الزینۃ، باب الکراھیۃ للنساء فی اظہار الحلی) ۲۴۴/۲

۱۴۹۔ ایضاً

۱۵۰۔ ابوداؤد، السنن (کتاب اللباس، باب فی الحمرۃ) ۵۶۳/۲

۱۵۱۔ ایضاً (کتاب و باب مذکور)

۱۵۲۔ امت مسلمہ کے مردوں کے لیے سونا پہننے کی حرمت کا انہیں علم نہیں ہو گا رونہ کسی صحابی رسول ﷺ کے متعلق یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اس طرح کسی حکم شرعی کی خلاف ورزی کرے۔

۱۵۳۔ الحاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۲۳۱/۳

۱۵۴۔ نسائی، السنن (کتاب الزینۃ، باب خاتم الذھب)

۱۵۵۔ (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب الخاتم، باب ماجاء فی خاتم الحدید) ۵۸۰/۲

(ب) ولی الدین، مشکوۃ المصابیح (باب الخاتم۔ الفصل الثانی)

۱۵۶۔ (الف) مسلم، الصحیح (کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم خاتم الذھب علی الرجال)

(ب) ولی الدین، مشکوۃ المصابیح (باب الخاتم۔ الفصل الاول) ص ۳۷۸

۱۵۷۔ ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (کتاب اللباس ۔ الفصل الاول)

۱۵۸۔ (الف) ابن ماجہ، السنن (ابواب اللباس، باب کراھیۃ المعصفر للرجال)

(ب) ابوداؤد، السنن (کتاب اللباس، باب فی الحمرۃ) ۵۶۲/۲

(ج) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (کتاب اللباس ۔ فصل ثانی) ص: ۳۷۶

(د) ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ۲۴۳/۸

۱۵۹۔ ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (کتاب اللباس، الفصل الثالث) ص: ۳۷۷

۱۶۰۔ (الف) مالک بن انس، موطا (باب ماجاء فی لبس الثیاب) ص: ۳۶۷

(ب) ابوداؤد، السنن (کتاب الصلوٰۃ، باب اللبس للجمعۃ) ۱۵۴/۱

(ج) نسائی، السنن (کتاب صلوٰۃ العیدین، باب الزینۃ فی العیدین)

۱۶۱۔ (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب الصلوٰۃ، باب اللبس للجمعۃ) ۱۵۴/۱

(ب) امام محمد، موطا (کتاب الصلوٰۃ باب مایکرہ من لبس الحریر والدیباج) ص: ۴۷۲

(ج) مالک بن انس، موطا (باب مذکور) (ص: ۳۶۷

(د) بخاری، الادب المفرد (باب برالوالد المشرک وباب صلۃ ذی الرحم المشرک والتھدیۃ)

۱۶۲۔ (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الاطعمہ، باب اباحۃ اکل الثوم)

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (کتاب الاطعمہ ۔ الفصل الاول)

۱۶۳۔ ابوداؤد، السنن (کتاب الترجل، باب فی الخضاب للنساء) ۵۷۴/۲

۱۶۴۔ (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب وباب مذکور)

(ب) نسائی، السنن (کتاب الزینۃ، باب کراھیۃ ریح الحناء)

(ج) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب الترجل) ص: ۳۸۴

✿✿✿✿✿✿

باب چہارم

تعظیم وتوقیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم

باب چہارم: تعظیم وتوقیرِ رسول ﷺ

پہلی فصل: تعظیمِ رسول ﷺ

محبوب کے لیے تعظیم، توقیر، تکریم، تقدیس، احترام اور اس کی عظمت و رفعت شان اور محاسن و کمالات کا اعتراف محبت کا خاصہ ہے۔ پھر رسولِ محتشم و معظم ﷺ کی انتہائی تعظیم وتوقیر تو قرآن کا لازمی مطالبہ بھی ہے۔ علاوہ ازیں اللہ کریم نے اپنے محبوب ﷺ کو جو عظمت و شان، جو بلند مرتبہ و مقام اور جو بے شمار صوری و معنوی محاسن و کمالات اور پیغمبرانہ فضائل و مناقب عنایت فرمار کھے تھے، صحابہ کرام ان کا بھی ہر وقت مشاہدہ کرتے رہتے تھے۔ ان تمام چیزوں کی موجودگی میں کیسے ممکن تھا کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کی حد درجہ تعظیم وتوقیر نہ کرتے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کی جس طرح دل کی اتھاہ گہرائیوں سے تعظیم کرتے تھے، دنیا کے بڑے سے بڑے آدمی کی آج تک اتنی تعظیم نہیں کی گئی۔ آئندہ سطور میں ہم اس تعظیمی اندازِ محبت کے چند ایمان افروز مظاہر اور جھلکیاں دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

تعظیمِ رسول ﷺ کی کہانی - حضرت عروہؓ کی زبانی

۶ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ کے نامور اور جہاندیدہ رئیس حضرت عروہ بن مسعود ثقفی جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے، اہل مکہ کی طرف سے جب سفیر اور نمائندہ بن کر بارگاہ نبوی میں حدیبیہ کے مقام پر حاضر ہوئے اور وہاں انہوں نے اپنی آنکھوں سے پیغمبر اسلام کی حد درجہ تعظیم وتوقیر اور عقیدت ومحبت کا جو بے مثال منظر دیکھا، واپس جا کر اہل مکہ کے سامنے اس کی منظر کشی کرتے ہوئے فرمایا:

''اے میری قوم! قسم بخدا میں کئی بادشاہوں کے پاس گیا ہوں۔ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں بھی گیا ہوں مگر قسم اُٹھا کر کہتا ہوں کہ میں نے کبھی کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا جس کی تعظیم اس کے درباری و ساتھی اس حد تک کرتے ہوں، جس حد تک محمد ﷺ کے ساتھی

ان کی تعظیم کرتے ہیں۔قسم بخدا وہ تھوکتے یا ناک صاف کرتے ہیں تو صحابہ ان کا لعاب دھن نیچے نہیں گرنے دیتے بلکہ وہ کسی نہ کسی آدمی کی ہتھیلی پر گرتا ہے۔ اور وہ حصولِ برکت کے لیے اسے اپنے چہرے اور جلد پر مل لیتا ہے اور جب آپ ﷺ انہیں کسی چیز کا حکم فرماتے ہیں تو اس کی تعمیل میں جلدی کرتے ہیں اور جب آپ ﷺ وضو کرتے ہیں تو وضو کے مستعمل پانی کو حاصل کرنے کے لیے یوں لگتا ہے کہ صحابہ کرامؓ لڑ پڑیں گے اور جب آپ ﷺ محو گفتگو ہوتے ہیں تو آپ ﷺ کے سامنے سب کی آوازیں پست ہو جاتی ہیں اور تعظیم کے طور پر وہ آپ ﷺ کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔[1]

یہی عروہ بن مسعود صلح حدیبیہ کے وقت بے تکلفی کے انداز میں جب رسول اللہ ﷺ کی ریش مبارک کو ہاتھ لگاتے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی اپنے چچا کے ہاتھ کو ٹھوکر مار کر کہتے:

''اپنا ہاتھ ہٹالو ورنہ یہ ہاتھ واپس نہ جا سکے گا۔''[2]

تعظیمِ رسول ﷺ کے باعث نظریں جھکائے رکھنا

تعظیم رسول ﷺ کا ایک منفرد، نرالا اور ایمان افروز انداز یہ بھی تھا کہ صحابہ کرام نظر اُٹھا کر آں جناب ﷺ کی طرف دیکھنا بھی بے ادبی خیال کرتے تھے اور جب بارگاہ نبوی ﷺ میں بیٹھتے تو یوں بے حس وحرکت بیٹھتے تھے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس انوکھے انداز تعظیم کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

۞ ...ابو شماسہ المہری بیان کرتے ہیں کہ ہم معروف صحابی حضرت عمرو بن العاص بن وائل السہمی (امیر مصر) کی وفات کے وقت ان کے پاس حاضر ہوئے تو آپؓ نے اپنے قبولِ اسلام کا تفصیلی واقعہ سناتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات والا شان سے بڑھ کر کوئی آدمی میرے نزدیک محبوب نہ تھا اور نہ ہی کوئی بڑے سے بڑا فرد میری آنکھوں میں آپ ﷺ سے بڑھ کر بزرگ و برتر اور لائق تعظیم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تعظیم نبوی ﷺ کی خاطر میں آپ ﷺ کی طرف آنکھ بھر کر دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور اگر کوئی آدمی مجھ سے یہ سوال کرے کہ میں آپ ﷺ کا وصف یعنی حلیہ اور خدوخال بتاؤں تو میں نہیں بتا سکوں گا کیونکہ تعظیم نبوی ﷺ کے باعث میں نے کبھی آپ ﷺ کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا تھا۔[3]

۞ ...امام ترمذی نے خادم رسول ﷺ حضرت انس بن مالکؓ سے یہ روایت بیان کی ہے

کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں اپنے مہاجر اور انصار صحابہ کے پاس تشریف لے آتے اور وہ بیٹھے ہوتے جن میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی موجود ہوتے تو ان میں سے کوئی صحابی ازراہ تعظیم آپ ﷺ کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتا تھا، سوائے حضرات شیخین (ابوبکرؓ وعمرؓ) کے کہ وہ آپ ﷺ کی طرف نظرِ عقیدت سے دیکھتے اور آپ ﷺ ان کی طرف نظر رحمت فرماتے۔ اسی طرح وہ دونوں آپ ﷺ کو دیکھ کر تبسم فرماتے اور آپ ﷺ ان کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے۔[4]

◈ ...صحابی رسول حضرت اسامہ بن شریکؓ کا بیان ہے کہ میں بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور صحابہ کرام آپ ﷺ کے گرد بیٹھے تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ یوں بے حس وحرکت بیٹھے ہیں کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور ایک حدیث میں یوں بیان ہوا ہے کہ جب آپ ﷺ گفتگو اور کلام فرماتے تو حاضرین (صحابہ) اپنے سروں کو یوں جھکا لیتے اور یوں توجہ سے سنتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔[5]

◈ ...حضرت البراء بن العازب سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انصار میں سے ایک آدمی کے جنازے پر نکلے۔ جب ہم قبر تک پہنچے تو ابھی قبر تیار نہیں ہوئی تھی یہ دیکھ کر نبی رحمت ﷺ قبلہ رُخ ہو کر بیٹھ گئے اور ہم سب بھی آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی) جبکہ ابن ماجہ کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی مروی ہے کہ (ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ اس طرح غایت ادب واحترام میں بے حس وحرکت بیٹھ گئے کہ) گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔[6]

واضح رہے تعظیم وتکریم رسول ﷺ کا یہ انداز صرف آپ ﷺ کی ظاہری زندگی اور بنفس نفیس موجود ہونے کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ قسطلانی کے الفاظ میں ''آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب کبھی آپ ﷺ کا ذکر کرتے تو (غایت تعظیم میں) ان کے جسم جھک جاتے، جسموں پر کپکپی طاری ہو جاتی (رونگٹے کھڑے ہو جاتے) اور بے ساختہ رونے لگتے تھے۔''[7]

بارگاہِ رسول ﷺ میں آوازوں کا پست ہو جانا

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ بنوتمیم کا ایک وفد نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا۔ ان پر امیر مقرر کرنے کا معاملہ پیش ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے امیر کے لیے اقرع بن حابس تمیمی کا نام پیش

کیا۔جبکہ حضرت عمرؓ نے اس مسئلہ میں ان سے اختلاف کیا۔حضرت ابوبکرؓ نے کہا تم نے صرف میری مخالفت برائے مخالفت کی ہے۔انہوں نے کہا ایسا نہیں۔بہرکیف حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں مذکورہ اختلاف پر دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں تو اللہ کریم نے وحی نازل فرمائی کہ:

''اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے پہلے (کسی کام میں) سبقت مت کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔اے ایمان والو اپنی آوازوں کو پیغمبر ﷺ کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ اُن سے ایسے کُھل کر بولا کرو جیسے آپس میں کُھل کر بولتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔'' (سورۃ الحجرات:۱۔۲)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ ان آیات کریمہ کے نزول کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کا یہ حال ہو گیا کہ جب رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات کرتے تو اتنی آہستہ آواز میں کرتے کہ حضور ﷺ کو اُن سے دوبارہ پوچھنا پڑتا۔[۸] اسی طرح حضرت ابوبکرؓ نے قسم اُٹھالی کہ وہ آئندہ رازدارانہ طریقہ کے سوا کسی انداز میں حضور اکرم ﷺ سے بات نہیں کریں گے۔[۹] ہر دو صاحبان (ابوبکرؓ و عمرؓ) کا حال یہ ہو گیا تھا کہ تمام صحابہ میں جلالت قدر اور حضور ﷺ کا انتہائی قرب واعتماد حاصل ہونے کے باوجود آپ ﷺ سے بات کرتے ہوئے بھی ڈرتے تھے۔[۱۰]

بارگاہ رسول اللہ ﷺ میں آوازوں کے پست ہو جانے کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ جب صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ کے در اقدس پر دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت پیش آتی تو (ہاتھ سے دستک دینے کی بجائے) ناخنوں سے کھٹکھٹاتے تھے۔[۱۱]

حضور ﷺ کے سامنے اونچی آواز پر غصہ

معروف صحابی حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت چاہی تو آپ نے سنا کہ سیدہ عائشہؓ (کسی گھریلو مسئلہ میں حضور اکرم ﷺ سے) اونچی آواز میں بول رہی تھیں۔ جب اندر داخل ہوئے تو شدت جذبات میں بیٹی کی اس جسارت پر اسے ایک طمانچہ مارنا چاہا اور کہا کہ حضور ﷺ سے اونچی آواز میں گفتگو کرتی ہو؟ مگر حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پکڑ لیا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ اسی غصے میں باہر نکل گئے۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ چلے گئے تو حضور ﷺ نے سیدہ عائشہؓ سے فرمایا: دیکھا! میں نے

تمہیں اس آدمی (تمہارے باپ) سے کیسے بچایا؟ چند دنوں کے بعد حضرت ابوبکرؓ دوبارہ کاشانہ نبوی ﷺ پر آئے تو دیکھا کہ میاں بیوی کے درمیان صلح ہوچکی ہے، کہنے لگے تم دونوں نے جس طرح مجھے اپنی لڑائی میں داخل کیا تھا، اپنی صلح میں بھی کرلو۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہم نے داخل کرلیا، داخل کرلیا۔[۱۲]

تعظیمِ رسول ﷺ کے باعث سوال سے ڈرنا

تعظیم و ہیبت رسول کے باعث صحابہ کرام دینی مسائل کے بارے میں بھی آپ ﷺ سے سوال کرنے سے ڈرتے تھے۔ چنانچہ اعلانِ نبوت کے بعد حضور ﷺ کے وصال تک تیئس سالوں میں صحابہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کے بقول آپ ﷺ سے صرف تیرہ یا چودہ سوالات کیے تھے، جن کا ذکر قرآن مجید میں ''یسئلونك'' کے لفظ سے کیا گیا ہے۔[۱۲A] اس مثالی انداز تعظیم کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۞ ...حضرت طلحہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے ایک جاہل اعرابی (بدوی) سے کہا کہ تم حضور ﷺ سے قرآنی آیت ''من قضیٰ نحبه'' (جس نے اپنی نذر پوری کردی۔ سورۃ الاحزاب:۲۳) کے حوالے سے دریافت کرو کہ یہ کون آدمی ہیں؟ اور (سوال کے لیے اعرابی کو واسطہ بنانے کی وجہ یہ تھی کہ) وہ آپ ﷺ سے سوال کرنے کی جرأت نہیں کرتے تھے۔ اس لیے کہ وہ حضور ﷺ سے ڈرتے اور آپ ﷺ کی غایت درجہ تعظیم کرتے تھے۔ چنانچہ اعرابی نے حضور ﷺ سے یہ (مذکورہ) بات پوچھی تو آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا۔ اس نے دوبارہ پوچھا تو بھی آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا (کوئی جواب نہ دیا)۔ پھر اتفاق سے میں (طلحہ) مسجد کے دروازے سے اندر داخل ہوا اور اس وقت میرے جسم پر سبز کپڑے تھے۔ جب حضور ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: جس سائل نے ''من قضیٰ نحبه'' کے بارے میں سوال کیا تھا، وہ کہاں ہے؟ اعرابی نے کہا کہ میں حاضر ہوں یارسول اللہ! فرمایا: یہ (طلحہ) ان (خوش نصیب) آدمیوں میں سے ہے جنہوں نے (ارشادِ الٰہی کے مطابق) اپنی نذر پوری کرلی۔[۱۳]

۞ ...حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ سے ایک معاملے میں سوال کرنا چاہتا تھا تو حضور ﷺ کی ہیبت کے باعث کئی سال تک اس سوال کو مؤخر کیے رکھا۔[۱۴]

❁...حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ہمیں قرآن مجید میں اس بات سے روک دیا گیا تھا کہ ہم (بلا ضرورت) کسی چیز کے بارے میں نبی محتشم ﷺ سے سوال کریں، اس لیے ہمیں یہ بات اچھی لگتی تھی کہ بدوی (دیہاتی) لوگوں میں سے کوئی عقل مند آدمی آئے اور وہ حضور ﷺ سے سوال کرے اور ہم سنتے رہیں۔ پھر حضرت انسؓ نے بدوی لوگوں میں سے ایک آدمی کی آمد کا ذکر کیا ہے جس نے بے دھڑک اور کھلے ڈلے انداز میں حضور ﷺ سے پہلے اللہ کریم کے خالق کائنات ہونے اور آپ ﷺ کے رسول ہونے کی تصدیق کی، پھر ارکان اربعہ کی فرضیت ولزوم کے بارے میں چند سوالات کیے اور نبی رحمت ﷺ نے جوابات مرحمت فرمائے۔ (جن کی تفصیل یہاں چنداں ضروری نہیں)۔ اس کے بعد وہ چل کھڑا ہوا اور جاتے ہوئے کہا:

''اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ میں ان احکام (ارکان) پر زیادتی کروں گا اور نہ ان میں سے کوئی چیز گھٹاؤں گا۔''

اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس نے سچ کہا (اپنی بات پر قائم رہا) تو ضرور بر ضرور جنت میں داخل ہوگا۔[15]

❁...حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے (ایک مرتبہ) صحابہ سے فرمایا کہ ''سلونی'' (مجھ سے سوال کرو) تو (اس اجازت کے باوجود) وہ آپ ﷺ سے ڈر گئے کہ آں جناب ﷺ سے کوئی سوال کریں۔ بعد ازیں حضرت ابو ہریرہؓ نے مشہور حدیث ''حدیث جبریل'' ذکر کی ہے۔ جس میں انسانی شکل کے اندر حضرت جبریل امین نے اسلام، ایمان، احسان اور قیامت کے بارے میں حضور ﷺ سے سوالات کیے اور حضور ﷺ نے جوابات مرحمت فرمائے۔ جن کی تفصیل کی یہاں چنداں ضرورت نہیں۔[16]

❁...حضرت علی المرتضیٰؓ کہتے ہیں کہ میں (طبعی طور پر) ایسا آدمی تھا جسے بہت مذی[17] آتی تھی تو حضور ﷺ کا داماد ہونے کے ناطے اس بارے میں حضور ﷺ سے سوال کرتے ہوئے مجھے حیاء آتی تھی۔ اس لیے میں نے مقداد بن الاسودؓ کو واسطہ بنایا تو انہوں نے اس مذی (کے حکم) کے بارے میں حضور ﷺ سے پوچھا جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنے عضو کو دھولیا کرے اور وضو کرلیا کرے۔ (غسل کی ضرورت نہیں)[18]

❁...حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے (ایک مرتبہ) ہمیں بعد دوپہر کی

نمازوں ظہر یا عصر میں سے ایک نماز پڑھائی اور دو رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ پھر آپ ﷺ اُٹھ کر مسجد کے سامنے ایک لکڑی کے پاس کھڑے ہو گئے اور اس پر اپنے دونوں ہاتھ یوں رکھے کہ ایک ہاتھ دوسرے پر تھا۔ اُس وقت آپ ﷺ کے چہرہ انور پر (کسی وجہ سے) غصہ کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ اس دوران بہت سے صحابہ مسجد سے یہ کہتے ہوئے نکل آئے کہ شاید نماز کی رکعتوں میں کمی کر دی گئی ہے۔ جماعت میں ابو بکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ (جیسے کبار صحابہ) بھی موجود تھے، مگر وہ آپ ﷺ سے بات کرنے (سوال کرنے) سے ڈر گئے۔ بالآخر ایک آدمی کھڑا ہوا جسے حضور ﷺ (از راہ شفقت) ذوالیدین کہتے تھے (جس کا نام عمیر بن عبد عمرو تھا) اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ بھول گئے ہیں یا نماز میں کمی ہو گئی ہے؟ فرمایا: میں بھولا ہوں نہ نماز میں کمی ہوئی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دیگر صحابہؓ سے پوچھا تو سب نے اشاروں سے ذوالیدین کی تصدیق کی۔ کوئی زبان سے کہنے کی ہمت نہ کر سکا۔ اس پر حضور ﷺ اپنے مصلی کی طرف لوٹے اور باقی دو رکعتیں پڑھائیں، پھر سلام پھیرا، پھر تکبیر کہتے ہوئے پہلے سجدہ کی مثل یا اس سے لمبا سجدہ کیا۔ پھر اسی طرح دوسرا سجدہ فرمایا۔[19]

خونِ نبوی ﷺ زمین پر گرانے کی بجائے پی لینا

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ ایک موقع پر بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ پچھنے لگوا رہے تھے۔ حضور ﷺ پچھنے لگوانے سے فارغ ہوئے تو فرمایا: عبد اللہ! یہ خون لے جاؤ اور کسی ایسی جگہ گرا دو جہاں تجھے کوئی دیکھ نہ رہا ہو۔ حضرت عبد اللہ حضور ﷺ کے ہاں سے اوجھل ہوئے تو خونِ نبوی ﷺ کو زمین پر گرانے کی بجائے پی لیا۔ جب واپس لوٹے تو آپ ﷺ نے پوچھا، عبد اللہ! تو نے خون کا کیا کیا؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اسے ایسی مخفی جگہ پر رکھا ہے کہ وہ یقیناً تمام لوگوں سے پوشیدہ رہے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لگتا ہے کہ تم نے اسے پی لیا ہے۔ عرض کی: ہاں۔ فرمایا تم نے خون کیوں پی لیا؟ (اب) لوگوں کو تجھ سے اور تجھے لوگوں سے ہلاکت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

حضرت ابو موسیٰ ابو عاصم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ میں جو غیر معمولی قوت و طاقت تھی وہ اسی خون نبوی ﷺ کی برکت سے تھی۔[20] ایک روایت میں

ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ! اب تجھے دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی اور ان کے سر پر دست شفقت بھی پھیرا۔[21]

اسی طرح ایک مرتبہ پچھنے لگوانے کے بعد آپ ﷺ نے حضرت سفینہؓ سے فرمایا کہ اس خون کو لے کر کسی ایسی جگہ دفن کر دو جہاں لوگوں اور چوپاؤں/جانوروں کے قدم نہ پڑیں۔ انہوں نے علیحدہ جا کر خونِ نبوی دفن کرنے کی بجائے پی لیا۔ واپس آئے تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ خون کا کیا کیا؟ انہوں نے عرض کی: میں نے پی لیا ہے۔ اس انداز محبت و تعظیم پر حضور ﷺ نے تبسم فرمایا۔[22]

علیٰ ہذا القیاس غزوہ اُحد کے دن جب حضور ﷺ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا اور اس پر خون لگا تھا تو اسی دوران حضرت ابو سعید خدریؓ کے والد گرامی حضرت مالک بن سنان آ گئے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اپنے منہ (زبان) کے ذریعے چہرہ نبوی ﷺ پر لگے خون کو چاٹ لیا پھر اسے نگل گئے۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ اس خوش نصیب آدمی کو دیکھے جس کے خون کے ساتھ میرا خون شامل (خلط ملط) ہو گیا ہے تو وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے۔''[23]

بستر نبوی ﷺ پر مشرک باپ کو نہ بیٹھنے دینا

اُم المومنین سیدہ اُم حبیبہؓ کے سگے والد اور اہل مکہ کے رئیس ابوسفیان (قبول اسلام سے پہلے) صلح حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹنے کے بعد اس کو دوبارہ بحال کرنے کی درخواست لے کر جب مدینہ منورہ آئے تو اس وقت رسول مقبول ﷺ غزوہ مکہ کے لیے کوچ کرنے کا ارادہ فرما رہے تھے۔ بنا بریں آپ ﷺ نے ابوسفیان کی درخواست رد فرما دی۔ اس پر ابوسفیان حضور ﷺ کے پاس سے اُٹھ کر اپنی بیٹی اُم حبیبہؓ جنہیں اللہ کریم نے ''اُم المومنین'' ہونے کے اعزاز سے نوازا تھا، کے پاس آئے۔ گھر میں جب وہ حضور ﷺ کے بستر پر بیٹھنے لگے تو سیدہ اُم حبیبہؓ نے بڑھ کر بستر نبوی لپیٹ دیا۔ باپ نے حیران ہو کر پوچھا: بیٹی! کیا تو نے اس بستر کو میرے لائق نہیں سمجھا یا مجھے اس پر بیٹھنے کے قابل نہیں سمجھا؟ بیٹی نے بلا جھجک جواب دیا، ابا جان! یہ رسول پاک ﷺ کا بستر ہے اور آپ ابھی تک شرک کی نجاست سے آلود ہیں۔ اس لیے آپ اس پاکیزہ بستر پر

بیٹھنے کے اہل و مستحق نہیں۔ باپ نے کہا: میرے بعد تمہارے نظریات اور سوچ میں بڑی خرابی واقع ہوگئی ہے۔[24]

''رسول اللہ ﷺ'' کا لفظ مٹانے سے انکار

ذیقعدہ ۶ ھ میں جب رسول مقبول ﷺ عمرہ کے ارادے سے مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لائے تو مقام حدیبیہ پر اہل مکہ نے حضور ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اس موقع پر حضور ﷺ کے درمیان اور اہل مکہ کے درمیان ''صلح حدیبیہ'' کے نام سے جو معروف صلح نامہ لکھا گیا (جس کی تفصیل کا موقع نہیں) اس کی کتابت کا فریضہ فریقین کی رضا مندی سے حضرت علی المرتضیٰؓ نے سرانجام دیا تھا۔ جب کاتب معاہدہ کے اس جملے پر پہنچے کہ ''یہ وہ معاہدہ ہے جسے محمد رسول اللہ ﷺ نے تسلیم کیا ہے'' تو اہل مکہ کا نمائندہ فوراً بول اُٹھا: اگر ہم یہ بات تسلیم کرتے ہوتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ کو عمرہ سے منع ہی نہ کرتے۔ لہٰذا اس معاہدے میں ''محمد بن عبداللہ'' کے الفاظ لکھے جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری ذات ''محمد رسول اللہ ﷺ'' اور ''محمد بن عبداللہ'' دونوں حیثیتوں کی حامل ہے۔ اس لیے مصالحت کی خاطر آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے فرمایا ''رسول اللہ'' کا لفظ مٹا دو۔ صحابہ کرامؓ نے اگرچہ آپ ﷺ کی نافرمانی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا تاہم حضرت علی المرتضیٰؓ کی ایمانی غیرت نے اس چیز کو گوارا نہ کیا اور مٹانے سے انکار کرتے ہوئے عرض کی: ''واللہ لا امحوك ابداً'' (قسم بخدا میں آپ ﷺ کا نام کبھی بھی نہیں مٹاؤں گا) محبت رسول ﷺ اور غیرت ایمانی کے ہاتھوں حضرت علی المرتضیٰؓ کو اس حکم کی تعمیل سے معذور سمجھتے ہوئے حضور ﷺ نے خود قلم ہاتھ میں پکڑا اور محمد رسول اللہ کی جگہ محمد بن عبداللہ قلم بند فرما کر صلح نامہ کی دیگر شرائط و تفصیلات کو مکمل کروایا اور واپس مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔[25]

اجازتِ نبوی کے بغیر ''محمد'' نام نہ رکھنے دینا

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام محمد رکھا۔ اس پر اس کی قوم نے اس سے کہا ہم تجھے یہ نام نہیں

رکھنے دیں گے تم حضور ﷺ کا نام رکھتے ہو۔ تو وہ شخص اپنے بچے کو اپنی پیٹھ پر اُٹھا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میرا لڑکا پیدا ہوا میں نے اس کا نام محمد ﷺ رکھا مگر میری قوم کے لوگ کہتے ہیں کہ ہم تجھے نہیں چھوڑیں گے تو محمد ﷺ کا نام رکھتا ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا میرا نام رکھو لیکن میری کنیت (ابوالقاسم) نہ رکھو کیونکہ میں ہی قاسم ہوں جو تقسیم کرتا ہوں تم میں جو کچھ ملتا ہے (غنیمت یا زکوۃ کا مال اس لیے اور کسی شخص کو ابوالقاسم نام رکھنا زیبا نہیں)[76]

جبکہ جابر بن عبداللہ سے ہی دوسری روایت یوں مروی ہے کہ ہم میں سے ایک شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہوا، اس نے اس کا نام محمد رکھا۔ ہم لوگوں نے کہا کہ ہم تیری کنیت حضور ﷺ کے نام سے نہیں رکھنے کے۔ (یعنی تجھے ابو محمد نہیں کہیں گے) جب تک کہ تو حضور ﷺ سے اجازت نہ لے۔ وہ شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے تو میں نے اس کا نام اللہ تعالیٰ کے رسول کے نام پر رکھا ہے مگر میری قوم کے لوگ انکار کرتے ہیں اس نام کی کنیت سے مجھے پکارنے سے جب تک کہ نبی اکرم ﷺ اجازت نہ دے دیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت نہ رکھو۔ کیونکہ میں ہی قاسم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میں تقسیم کر دیتا ہوں (ہر چیز) تمہارے درمیان (اپنے لیے جوڑ جوڑ کر نہیں رکھتا)[77]

حضور ﷺ سے مشابہ آدمی کی تعظیم و تکریم

معروف صحابی کاتب وحی اور خلافت بنی اُمیہ کے بانی حضرت امیر معاویہؓ (م ۶۰ ھ) کو اپنے زمانہ خلافت میں جب یہ خبر پہنچی کہ بصرہ میں کابس (یا حابس؟) بن ربیعہ بن مالک الشامی نامی ایک ایسا خوش نصیب شخص موجود ہے جسے ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے رسول مقبول ﷺ سے ایک گونا مشابہت حاصل ہے تو (ایسے شبیہ رسول ﷺ کی زیارت و دیدار کے لیے) آپ نے بصرہ کے والی عبداللہ بن عامر بن کریز کو لکھا کہ اس آدمی کو ان کے پاس (دارالحکومت دمشق) بھیج دیں۔ گورنر نے حسب حکم اس آدمی کو حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بھیج دیا۔ جب یہ کابس نامی شبیہ رسول ﷺ حضرت امیر معاویہ کے پاس پہنچے تو آپ نے اپنی نشست سے اُٹھ کر اور فرط محبت سے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا، ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر)

بوسہ لیا اور پھر ''مرو'' کے علاقہ میں ایک مستقل قطعہ اراضی جسے ''المرغاب'' کہا جاتا تھا محض اس لیے ان کے نام الاٹ فرما دیا کہ وہ حضور ﷺ سے ایک گونا مشابہت رکھتے تھے۔

اس کابس بن ربیع کو حضور ﷺ سے اس قدر مشابہت حاصل تھی کہ خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ ان کو دیکھتے تو رسولِ مقبول ﷺ کی یاد تازہ ہو جاتی اور آپ ﷺ کو یاد کر کے رونا شروع ہو جاتے۔[۲۸]

حضور ﷺ کے سسرال کا احترام۔ تمام قیدی رہا

اُم المومنین سیدہ جویریہؓ (جن کا سابقہ نام ''برہ'' تھا اور حضور ﷺ نے تبدیل کر کے جویریہ رکھا) بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی تھیں۔ ۵ ہجری میں غزوہ مریسیع میں بنو مصطلق کے قیدیوں میں اسیر ہو کر آئیں۔ حضور ﷺ نے قیدی تقسیم فرمائے تو یہ حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ کے حصے میں آئیں۔ آں محترمہ نے ثابت بن قیس سے مکاتبت (کچھ رقم کی ادائیگی پر آزادی) حاصل کر لی۔ سیدہ عائشہؓ کا بیان ہے کہ حضرت جویریہ بنت الحارث بڑی شیریں ملیح اور حسین وجمیل خاتون تھیں۔ ان کو جو بھی دیکھتا فریفتہ ہو جاتا تھا۔ جنگ اور غنائم کی تقسیم کے بعد رسول اللہ ﷺ ایک چشمہ کے کنارے میرے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اچانک جویریہ برآمد ہوئیں۔ مجھ پر غیرت کی آگ کا غلبہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ اس کی طرف توجہ فرمائیں اور اسے اپنے نکاح میں لے آئیں۔ جویریہ نے سب سے پہلے تو یہ بات کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں مسلمان ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ دوسرے میں بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں۔ اس وقت میں لشکر میں پڑی اور ثابت بن قیس کے حصے میں آ چکی ہوں۔ اس نے مجھے اس قدر مال پر مکاتب (ادائیگی کے بعد آزاد) بنایا ہے جو میں ادا نہیں کر سکتی۔ میں آپ ﷺ سے اس معاملے میں مدد طلب کرنے کے لیے آئی ہوں۔ سردار زادی کی یہ باتیں سن کر رحمت عالم ﷺ نے فرمایا میں مکاتبت کی رقم ادا کروں گا اور تیرے ساتھ اس سے بھی بہتر سلوک کروں گا۔ انہوں نے عرض کی: اس سے بہتر کیا سلوک ہوگا؟ فرمایا! رقم کی ادائیگی کے بعد تمہیں میں اپنے عقد نکاح میں بھی لے لوں گا۔ ان کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی تھی۔ فوراً حامی بھر لی۔ چنانچہ حضور ﷺ مکاتبت کی رقم ادا کر کے انہیں اپنے حبالہ عقد میں لے آئے۔

جب سچے اور عملی محبین رسول ﷺ اور جان نثار صحابہ کرام کو اس عقد نکاح کا پتہ چلا تو آپس میں کہنے لگے مناسب نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے حرم کے اقرباء کو جو کہ آپ ﷺ کے اب سسرالی رشتہ دار بن چکے ہیں، قیدی اور غلام بنائیں۔ اس کے بعد سب نے اپنے اپنے قیدیوں کو جن کی تعداد سو سے زیادہ تھی، آزاد کر دیا۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات میں سیدہ جویریہؓ سے بڑھ کر کوئی اور حرم اپنی قوم کے لیے خیر و برکت والی ثابت ہوئی ہو۔[29]

قرابتِ رسول ﷺ کا احترام

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں جب صحابہ کے وظائف مقرر کیے تو قرابت رسول ﷺ کے احترام میں امام حسنؓ و حضرت امام حسینؓ کا وظیفہ دیگر بدری صحابہ کی اولاد کے وظیفہ (دو ہزار درہم فی کس) سے زیادہ بدری صحابہ کے برابر پانچ پانچ ہزار درہم مقرر فرمایا جبکہ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کا وظیفہ بھی بدری صحابہ کے برابر مقرر کیا۔ اسی طرح ازواج النبی ﷺ کا وظیفہ بارہ بارہ ہزار درہم مقرر کیا۔[30] حتی کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کا وظیفہ اپنے بیٹے عبداللہ (ابن عمرؓ) سے محض اس لیے زیادہ مقرر فرمایا کہ اسامہ حضور ﷺ کو عبداللہؓ کی بلسبت زیادہ محبوب تھے۔ حالانکہ وہ اپنے فضائل و خدماتِ اسلام کے اعتبار سے اُسامہ سے بڑھ کر تھے۔[31]

اسی طرح حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ (حضور ﷺ کے چچا) جب حضرت عمرؓ یا حضرت عثمانؓ کے پاس سے گزرتے اور وہ دونوں سوار ہوتے تو (خلیفۃ المسلمین ہونے کے باوجود) فوراً رسول اللہ ﷺ کے چچا کے احترام میں سواری سے اُتر جاتے یہاں تک کہ وہ (حضرت عباسؓ) ان سے آگے گزر جاتے۔[32]

میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ۔ صحابہ کا تکیہ کلام

صحابہ کرام جب حضور ﷺ سے گفتگو کرنے اور ہم کلام ہونے کا اعزاز حاصل کرتے تو اپنی والہانہ عقیدت و محبت اور جاں نثاری کے جذبات کے اظہار اور عظمت مصطفوی کے اعتراف کے طور پر عموماً پہلے "فداك ابی و امی" (میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں) کہتے

پھر اصل بات کہتے۔ اس محبت بھرے انداز گفتگو اور منفرد تکیہ کلام کی مثالوں سے حدیث و سیرت کی کتابیں بھری پڑی ہیں، جن کا احاطہ ممکن نہیں۔ اس زیر مطالعہ کتاب میں بھی آپ کو کئی جگہ صحابہ کا یہ انداز گفتگو نظر آئے گا۔ تاہم ذیل میں تعظیم و محبت رسول ﷺ کے اس انداز کی چند جھلکیاں دکھانا بے جا نہ ہوگا۔ چنانچہ

۞...حضرت اُم عطیہؓ ایک صحابیہ رسول ﷺ ہیں۔ ان کا تکیہ کلام اور عمومی عادت یہ تھی کہ جب بھی نبی اکرم ﷺ کا ذکر خیر کرتیں تو ہمیشہ کہتیں ''بابی'' (میرے باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں) اس سلسلے میں امام بخاری نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حائضہ عورتوں کے باہر نکلنے اور عیدین کے موقع پر عید گاہ میں جانے اور اہل اسلام کے ساتھ دعاء میں شرکت کی اجازت نبوی ﷺ کی تصدیق کے بارے جب حضرت حفصہؓ نے حضرت اُم عطیہؓ سے سوال کیا کہ: کیا آپ نے اس سلسلے میں نبی اکرم ﷺ سے کوئی بات سنی ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں میرے باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں اور وہ جب بھی حضور ﷺ کا ذکر فرماتیں تو یہ ضرور کہتیں کہ میرے باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ (پھر انہوں نے بتایا کہ) میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ جوان لڑکیاں اور پردہ والی اور حیض والی عورتیں باہر نکلیں اور خیر کے مواقع اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوں البتہ حیض والی عورتیں عید گاہ سے الگ رہیں۔ حضرت حفصہؓ نے (ازراہ تعجب) کہا کیا حیض والی عورتیں بھی؟ تو انہوں نے کہا: کیا وہ (حج میں) میدان عرفہ اور فلاں فلاں موقع پر حاضر نہیں ہوتیں۔[۳۳]

۞...رسول اللہ ﷺ نے جب ایک موقع پر یہ بات ارشاد فرمائی کہ جس کسی کا بھی قیامت کے دن حساب لے لیا گیا تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں (اس بات پر) میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ مجھے آپ ﷺ پر قربان کرے کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے کہ ''تو جس کسی کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو اس سے آسان حساب لیا جائے گا'' فرمایا آیت میں جس حساب کا ذکر ہے وہ تو صرف پیشی ہوگی، لوگ پیش کیے جائیں گے (اور چھوٹ جائیں گے) لیکن جس سے پورا پورا حساب لے لیا گیا، وہ ہلاک ہو جائے گا۔[۳۴]

۞... حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنی قیام گاہ مقام سنح سے آئے تو سواری سے اُتر کر مسجد کے اندر آ گئے۔ کسی سے آپ نے کوئی بات نہ کی۔ اس کے بعد آپ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں آئے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف گئے۔ نعش مبارک ایک یمنی چادر سے ڈھکی ہوئی تھی، آپ نے چہرہ مبارک کھولا اور جھک کر چہرہ انور کا بوسہ لیا اور رونے لگے۔ پھر کہا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر دو مرتبہ موت طاری نہیں کرے گا۔ جو ایک موت آپ ﷺ کے مقدر میں تھی وہ آپ ﷺ پر طاری ہو چکی ہے۔ الخ[۳۵]

۞... حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب تکبیر (تحریمہ) کہتے تو تکبیر اور قرأت کے درمیان سکوت فرماتے۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں اس پر میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، میں تکبیر اور قرأت کے درمیان آں جناب ﷺ کا سکوت دیکھتا ہوں تو مجھے بتائیے کہ آپ ﷺ (اس سکوت میں) کیا پڑھتے ہیں؟ فرمایا: میں (یہ کلمات یا دعاء) پڑھتا ہوں:

"اللھم باعد بینی و بین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب اللھم نقنی من خطایای کالثوب الابیض من الدنس اللھم اغسلنی من خطایای با لماء والثلج والبرد"[۳۶]

آرامِ رسول ﷺ کی خاطر سیدہ عائشہؓ کا حرکت نہ کرنا

سیدہ عائشہؓ اپنی آپ بیتی بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

ہم ایک سفر میں رسول مقبول ﷺ کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ ہم نے (مکہ و مدینہ کے درمیان) مقام بیداء یا ذات الجیش پر پڑاؤ کیا تو میرا ہار گم گیا۔ ہار کی تلاش کے لیے حضور ﷺ رُکے تو سارے قافلے کو بھی رکنا پڑ گیا۔ پڑاؤ کا مقام ایسی جگہ تھا جہاں پانی نہ تھا اور نہ ہی صحابہ کرامؓ کے پاس موجود تھا۔ لوگ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور کہا: کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ آپ کی بیٹی نے کیا حرکت کی ہے؟ حضور ﷺ اور سارے لوگوں کو ایسی جگہ لا کر روک دیا ہے جہاں پانی کا نام و نشان تک نہیں اور نہ ان کے پاس ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ میرے

پاس آئے تو حضور ﷺ میری ران پر سر رکھے محو استراحت (سو چکے) تھے۔ ابا جی نے (غصے میں اور آہستہ سے) مجھے کہا۔ تو نے رسول مقبول ﷺ اور تمام قافلہ کو ایسی جگہ روک دیا ہے جہاں پانی موجود نہیں اور نہ قافلہ والوں کے پاس ہے۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں۔ پھر ابا جی نے میری ملامت کی اور غصے میں جو کچھ منہ میں آیا مجھے کہہ دیا۔ پھر اسی زبانی کلامی ملامت اور ڈانٹ ڈپٹ پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ میرے پہلو میں گھونسے بھی مارنے لگے۔ اس وقت میں گھونسے سہتی رہی مگر میں نے کوئی حرکت نہ کی کیونکہ رسول اللہ ﷺ میری ران پر سر رکھے سو چکے تھے۔ حتیٰ کہ پانی کے بغیر ہی صبح ہوگئی تو اللہ کریم نے یہ کرم فرمایا کہ آیت تیمم نازل فرما دی اور لوگوں نے تیمم کر کے نماز ادا کی۔ آیت تیمم کے نزول پر حضرت اسید بن حضیرؓ بے ساختہ بول اُٹھے۔ اے آلِ ابوبکرؓ یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں بلکہ تمہاری وجہ سے پہلے بھی کئی برکات کا ظہور ہو چکا ہے۔ سیدہؓ فرماتی ہیں کہ جب ہم نے اس اونٹ کو اُٹھایا جس پر میں سوار تھی تو اس کے نیچے ہار پڑا ہوا تھا۔[۲۷]

حضور ﷺ کا آرام۔ نمازِ جنازہ کے وقت بھی ملحوظ

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہمارا (صحابہ کرامؓ کا) عام معمول یہ تھا کہ جب کسی آدمی (صحابی) کی موت کا وقت قریب آتا تو ہم حضور ﷺ کو اطلاع کرتے۔ آپ ﷺ ازراہ کرم اس کے پاس تشریف لاتے اور اس کے لیے استغفار فرماتے۔ حتیٰ کہ جب اس کا انتقال ہو جاتا تو نمازِ جنازہ پڑھا کر واپس تشریف لے جاتے۔ یوں بسا اوقات آپ ﷺ کو بہت دیر تک رکنا پڑتا۔ اس صورت حال میں ہم نے آں جناب ﷺ پر زیادہ مشقت محسوس کی تو یہ مشورہ ہوا کہ کیوں نہ آپ ﷺ کو اس وقت اطلاع دی جائے جب اس آدمی کا انتقال ہو جائے۔ اس صورت حال میں آپ ﷺ کو زیادہ مشقت ہوگی اور نہ زیادہ رکنا پڑے گا۔ چنانچہ حسب تجویز و مشورہ کسی کی مرگ پر ہم آپ کو اطلاع دیتے تو آپ تشریف لاتے اور اس کی نماز جنازہ پڑھاتے۔ اب بعض اوقات تو آپ جنازہ پڑھا کر واپس تشریف لے جاتے اور بعض اوقات تدفین تک تشریف فرما رہتے۔ کچھ عرصہ تک اس پریکٹس پر عمل ہوتا رہا۔ پھر ہم نے کہا کہ حضور ﷺ کو نماز جنازہ کے لیے تکلیف دینے کی بجائے کیوں نہ ہم اپنے جنازے ہی

حضور ﷺ کے دولت خانے پر لے جائیں اور آپ ﷺ اپنے کاشانہ مبارک کے پاس ہی نمازہ جنازہ پڑھا دیں۔ یہ طریقہ کار آپ ﷺ کے لیے زیادہ آرام وسکون کا باعث ہوگا۔ اُس کے بعد آج تک اسی طریقہ پر عمل ہو رہا ہے۔[۳۸]

حضور ﷺ کے آرام کو ملحوظ رکھنے اور حد درجہ تعظیم وتکریم نبوی پر مشتمل صحابہ کرام کے اس طرزِ عمل پر شاہد چند روایات ملاحظہ ہوں:

۞...حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ ایک آدمی جس کی رسول اللہ ﷺ (ازراہ شفقت وتعلیم اُمت) عیادت فرمایا کرتے تھے، فوت ہوگیا۔ اس کی موت رات کو واقع ہوئی اور صحابہ نے رات کو ہی اسے دفن کر دیا۔ صبح ہوئی تو انہوں نے نبی رحمت ﷺ کو اس کی موت اور دفن کیے جانے کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمھیں کس چیز نے اس امر سے روک دیا کہ تم مجھے (اس کی موت سے) آگاہ کرتے؟ صحابہ نے عرض کی: (یا رسول اللہ!) رات تھی اور اندھیرا تھا۔ اس لیے ہم نے پسند نہ کیا کہ آں جناب ﷺ کو تکلیف دی جائے۔ یہ بات سن کر آپ ﷺ اس آدمی کی قبر پر تشریف لائے اور اس پر نمازہ جنازہ پڑھی (دعاءِ مغفرت فرمائی)۔[۳۹]

۞...ایک روایت حضرت ابن عباسؓ سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک قبر کے پاس سے گزرے جس میں رات کو ہی میت دفن کی گئی تھی۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ میت کب دفن کی گئی ہے؟ صحابہ نے عرض کی: گذشتہ رات۔ فرمایا: تو آپ لوگوں نے مجھے اطلاع کیوں نہ کی؟ لوگوں نے عرض کی: ہم نے اسے رات کی تاریکی میں دفن کیا تھا۔ اس لیے ہم نے پسند نہ کیا کہ آں جناب ﷺ کو (اس وقت تاریکی میں) جگائیں۔ اس پر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صفیں باندھ لیں۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں میں بھی (اگرچہ بچہ تھا) اُن میں شامل تھا۔ پھر آپ ﷺ نے اس قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی۔[۴۰]

۞...حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ایک سیاہ رنگ کی (حبشی) عورت مسجد نبوی کی صفائی کیا (جھاڑو دیا) کرتی تھی یا ایک جوان (حضرت ابو ہریرہؓ کو شک ہے) یہ خدمت سرانجام دیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ خادمہ یا خادم نظر نہ آیا تو حضور ﷺ نے اس کے بارے میں صحابہ کرام سے دریافت فرمایا۔ صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! رات اس کا انتقال ہوگیا (اور اسے دفن کر دیا گیا) ہے۔ فرمایا: تم نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہ دی؟ صحابہ نے عرض کی: ہم نے رات کی تاریکی میں آپ ﷺ کے آرام میں خلل ڈالنا مناسب نہ سمجھا۔ دوسرے گویا انہوں نے خادم یا

خادمہ کے معاملے (موت) کو معمولی بھی سمجھا تھا۔ فرمایا مجھے اس کی قبر کے متعلق بتاؤ۔ صحابہ کرام آپ ﷺ کو اس کی قبر پر لے گئے تو آپ ﷺ نے اس خادم یا خادمہ کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی پھر (تدفین کے بعد قبر پر بطور خصوصیت نمازِ جنازہ پڑھنے کی حکمت بتاتے ہوئے) فرمایا:

''بے شک یہ قبریں اپنے اہل (اصحاب قبر) پر تاریکی سے بھری ہوئی ہیں مگر اللہ کریم ان پر میری نماز کی برکت سے انہیں ان (اصحاب قبور) کے لیے منور فرما دیتا ہے۔''[41]

اس تنویرِ قبور کا آں جناب ﷺ کو کتنا اہتمام تھا، اس کا کچھ اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ معروف انصاری اور جاں نثار صحابی حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ کا جب انتقال ہوا تو اتفاق سے آپ ﷺ اس وقت مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ ایک مہینہ کے بعد واپسی ہوئی اور آپ ﷺ کو حضرت اُم سعدؓ کی وفات کا علم ہوا تو ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھی۔[42]

۞... حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف کہتے ہیں کہ اطراف مدینہ کی آبادی میں ایک مسکین عورت بیمار ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ صحابہ سے اس کی خیریت پوچھتے رہتے تھے اور فرمایا: اگر وہ مرجائے تو اسے دفن نہ کردینا۔ یہاں تک کہ میں خود اس پر نماز نہ پڑھاؤں۔ چنانچہ وہ فوت ہوگئی تو لوگ اس کا جنازہ عشاء کے بعد مدینہ میں لائے۔ یہاں انہیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سو چکے ہیں۔ اس لیے انہوں نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ وہ آں جناب ﷺ کو جگائیں۔ لہٰذا انہوں نے خود ہی اس پر نماز جنازہ پڑھا دی اور اسے بقیع الغرقد (جنت البقیع) میں دفن کردیا۔ جب رسول اللہ ﷺ صبح کو اُٹھے اور لوگ آپ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے ان سے اس مسکین عورت کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! وہ تو دفن کردی گئی۔ دراصل ہم لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے آں جناب ﷺ کو آرام فرما پایا۔ اس لیے ہم نے پسند نہ کیا کہ آں جناب ﷺ کو جگائیں۔ فرمایا چلو۔ آپ ﷺ خود بھی چل پڑے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ چل دیے حتیٰ کہ لوگوں نے آں جناب ﷺ کو اس عورت کی قبر دکھائی۔ تو رسول اللہ ﷺ (نمازِ جنازہ کے لیے) کھڑے ہوگئے اور لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے صفیں باندھ لیں۔ پس آپ ﷺ نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔[43]

۞... حضرت یزید بن ثابت سے روایت ہے کہ وہ لوگ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے تو آپ ﷺ نے ایک نئی قبر دیکھی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا یہ کس کی قبر ہے؟

لوگوں نے عرض کی: یہ فلاں خاتون ہے بنی فلاں کی لونڈی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے پہچان لیا۔ یہ ظہر کے وقت مری تھی اور آپ روزہ سے تھے اور قیلولہ فرما رہے تھے اس لیے ہم نے پسند نہ کیا کہ آپ ﷺ کو اس پر جگائیں تو رسول اللہ ﷺ (نماز کے لیے) کھڑے ہو گئے اور لوگوں نے آپ کے پیچھے صفیں باندھ لیں اور آپ نے اس پر چار تکبیریں کہیں۔ پھر فرمایا: تم میں جو آدمی بھی مر جائے جب تک میں تمہارے درمیان موجود ہوں تو مجھے اس کی اطلاع دو (تا کہ میں اس پر نماز پڑھا سکوں) کیونکہ میرا اس کے لیے نمازِ جنازہ پڑھانا سراپا رحمت ہے۔[۴۴]

حضور ﷺ کو نیند سے نہ جگانا

صحابہ کرام کی حد درجہ تعظیم وتوقیر کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ جب آپ محو استراحت ہوتے تو صحابہ کرام جگانے کی ضرورت ہونے کے باوجود اس وقت تک نہ جگاتے جب تک کہ آپ خود نہ جاگ اُٹھتے۔ چنانچہ اس اندازِ تعظیم کی ایک روایت ملاحظہ ہو۔ اس روایت میں اگر چہ موضوع سے ہٹ کر بھی بعض چیزیں ہیں اور خاصی طویل ہے تاہم بڑی ایمان افروز اور پیغمبرانہ شان و اخلاق کی مظہر ہے۔ اس لیے پوری روایت درج کر دینا فائدہ سے خالی نہیں۔ پڑھیے اور ایمان تازہ کیجیے۔

حضرت عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ اس سفر میں ہم رات بھر چلتے رہے یہاں تک کہ رات کا آخری پہر شروع ہوا تو ہم تھوڑی دیر کے لیے لیٹ گئے اور مسافر کے نزدیک اس وقت سے بڑھ کر کوئی نیند میٹھی نہیں ہوتی۔ پھر ہم اتنی گہری نیند سو گئے کہ ہمیں سورج کی گرمی نے بیدار کیا۔ تو سب سے پہلا شخص جو اس نیند سے بیدار ہوا فلاں تھا، پھر دوسرے نمبر پر فلاں اور تیسرے نمبر پر فلاں۔ حضرت عمرانؓ سے روایت کرنے والے راوی ابورجاء نے سب کے نام لیے تھے مگر تیسرے راوی عوف نام بھول گئے۔ پھر چوتھے نمبر پر حضرت عمر بن خطابؓ جاگے اور ہماری عادت یا عمومی قاعدہ یہ تھا کہ جب نبی رحمت ﷺ آرام فرما ہوتے تو ہم آپ کو نہ جگاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ از خود نیند سے بیدار ہو جاتے کیونکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ آپ کی نیند کے دوران کیا نئی وحی آپ کے لیے اُترتی ہے۔ جب حضرت عمر بیدار ہوئے اور انہوں نے اس چیز کو ملاحظہ کیا جو سب لوگوں کو پہنچ چکی تھی (دیر سے اُٹھنا اور نماز فجر کا قضا ہو جانا) اور وہ (طبعی طور) پر دلیر تھے پس انہوں نے تکبیر

کہی (اللہ اکبر کہا) اور بلند آواز سے تکبیر کہی۔ وہ برابر بلند آواز سے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہتے رہے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ ان کی آواز پر جاگ اُٹھے۔ جب آپ جاگ اُٹھے تو لوگوں نے اس مصیبت (دیر سے جاگنے اور نماز فوت ہوجانے) کی آپ ﷺ سے شکایت کی جو انہیں پہنچ چکی تھی۔ آپ نے فرمایا کوئی فکر نہ کرو اور کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ چلو اب (یہاں سے) کوچ کرو۔ آپ نے بھی کوچ فرمایا۔ پھر تھوڑی دور جا کر ٹھہر گئے۔ وضو کا پانی منگوا کر وضو فرمایا۔ باقاعدہ اذان دی گئی اور آپ ﷺ نے لوگوں کو نمازِ فجر (قضاء) پڑھائی۔

جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی الگ بیٹھا ہے جس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ نے پوچھا اے فلاں! تجھے کس چیز نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے روک دیا۔ اس نے عرض کی: مجھے جنابت (ناپاکی) لاحق ہوگئی ہے اور ادھر پانی موجود نہیں ہے، آپ نے فرمایا تجھ پر (پاک) مٹی (سے تیمم) لازم ہے بے شک وہ مٹی (تیمم) تجھے (جنابت سے پاکی کے لیے) کافی ہے۔

پھر آپ ﷺ چل پڑے (سفر شروع کردیا) تو لوگوں نے آپ سے پیاس کی شکایت کی۔ پس آپ ﷺ اتر پڑے فلاں آدمی کو بلایا۔ (ابو رجاء نے اس آدمی کا نام لیا تھا مگر عوف تیسرے راوی بھول گئے) اور حضرت علی المرتضیٰؓ کو یاد فرمایا۔ دونوں سے فرمایا جاؤ اور پانی تلاش کرو۔ وہ دونوں (پانی کی تلاش میں) چل پڑے۔ ایک جگہ ایک عورت سے دونوں کی ملاقات ہوئی جو اونٹ پر پانی کی دو پکھالوں یا مشکوں کے بیچ میں سوار جارہی تھی۔ انہوں نے اس عورت سے پوچھا: پانی کہاں پایا جاتا ہے۔ اس نے کہا مجھے پانی کل اسی وقت ملا تھا اور ہماری قوم کے مرد لوگ پیچھے آرہے ہیں۔ ان دونوں صحابہ نے اس سے کہا تو اب تم (ہمارے ساتھ چلو اس نے پوچھا کہاں؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی طرف۔ اس نے کہا کیا وہی آدمی جسے ''صابی'' کہا جاتا ہے؟ انہوں نے کہا وہی ہے جو تو مراد لے رہی ہے۔ پس تو چل تو سہی۔ آخر دو دونوں اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے اور آپ ﷺ سے سارا واقعہ بیان کیا۔

حضرت عمران کا کہنا ہے کہ پھر لوگوں نے اسے اونٹ سے اتارلیا۔ اس وقت نبی اکرم ﷺ نے الگ ایک برتن منگوایا اور دونوں پکھالوں یا مشکوں کا منہ کھول کر اس میں پانی انڈیلنا شروع فرمایا پھر ان کے اوپر کے منہ بند کردیے اور نیچے کے منہ کھول دیے۔ اب لوگوں میں یہ اعلان کرا دیا گیا کہ پانی پلاؤ (جس کو چاہو) اور خود بھی (سیر ہوکر) پیو۔ جس نے چاہا پانی (جانوروں کو)

پلایا اور خود بھی پیا۔ آخر میں آپ ﷺ نے اُس صحابی کو پانی سے بھرا ایک برتن دیا جسے جنابت (ناپاکی جسم) کی حالت درپیش تھی اور فرمایا اس کو اپنے اوپر انڈیل لو (نہا لو) اور وہ عورت کھڑی اُن تمام کاموں کو دیکھ رہی تھی جو اس کے پانی کے ساتھ کیے جا رہے تھے۔ اور قسم بخدا اب مشکوں سے پانی لینا بند کر دیا گیا مگر ہمیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ اُس وقت سے کہیں زیادہ بھری ہوئی ہیں جب ان سے پانی لینا شروع کیا گیا تھا۔

پھر نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: اب اس عورت کے لیے (کچھ ہدیہ) جمع کرو۔ لوگوں نے کھجور، آٹا، ستو (وغیرہ) جمع کرنا شروع کیا یہاں تک کہ انہوں نے اس عورت کے لیے بہت سا کھانا جمع کر لیا۔ پھر اس کھانے کو ایک کپڑے میں باندھ کر اس عورت کو اس کے اونٹ پر سوار کرا دیا اور کھانے سے بھرا کپڑا اس کے سامنے رکھ دیا۔ تب آپ ﷺ نے اس سے فرمایا تو جانتی ہے کہ ہم نے تیرے پانی سے کچھ کم نہیں کیا لیکن وہ اللہ کریم کی ذات ہی ہے جس نے ہمیں پانی پلایا۔

بعد ازاں وہ عورت اپنے اہل خانہ کے پاس آئی۔ چونکہ وہ راہ میں ہی اُن سے روک لی گئی تھی س لیے انہوں نے اس سے پوچھا اے فلاں! تجھے کس چیز نے روک لیا تھا؟ بولی ایک عجیب چیز نے روک لیا تھا وہ یہ کہ دو آدمی مجھے ملے اور وہ مجھے اس آدمی کے پاس لے گئے جسے "صابی" کہا جاتا ہے۔ پھر اُس نے ایسا ایسا کیا (پانی پینے پلانے اور مشکوں کے جوں کے توں بھرے رہنے کی ساری تفصیل بتائی) تو قسم خدا کی وہ یا تو زمین و آسمان میں تمام لوگوں سے سب سے بڑا جادوگر ہے یا وہ اللہ کا سچا رسول ہے۔

بعد ازیں مسلمانوں نے یہ کیا کہ اُس عورت کے قبیلہ کے اردگرد کے مشرکین پر تو حملہ کرتے تھے اور جن لوگوں میں وہ عورت رہتی تھی انہیں کچھ نہیں کہتے تھے۔ تو ایک دن اس عورت نے اپنی قوم سے کہا: میں سمجھتی ہوں کہ مسلمان جو تم کو چھوڑ دیتے ہیں تو عمداً چھوڑ دیتے ہیں تو کیا تم اسلام قبول کرو گے؟ قوم نے اس کی بات مان لی اور سب کے سب دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔[45]

❁❁❁❁❁❁

دوسری فصل: بے ادبیٔ رسول ﷺ سے احتیاط

محبت کے تقاضے کے علاوہ حضور اکرم ﷺ کے غیر معمولی مرتبہ و مقام اور منصب رسالت کے تحفظ و تقدس کو قائم و باقی رکھنے کے لیے اللہ کریم نے بارگاہ رسالت میں اُٹھنے بیٹھے اور آپ ﷺ سے ہم کلام ہونے کے جو آداب بتائے ہیں، عمداً بے ادبیٔ رسول ﷺ پر جو سخت تنبیہ و وعید بیان فرمائی ہے اور حرمت و آداب رسول کو ایمان کی بقا کے لیے جس طرح لازم ٹھہرایا گیا ہے، یہ سب چیزیں صحابہ کرام کے سامنے تھیں۔اس لیے وہ ہر ایسے کام، ہر ایسی حرکت، ہر ایسی بات اور ہر ایسا لفظ بولنے سے گریز کرتے تھے جس میں ادنیٰ بے ادبی بلکہ شائبہ بھی پایا جاتا ہو۔ آیئے اس منفرد انداز محبت و ادب کے چند ایمان افروز اور عملی مظاہر کا مطالعہ کرتے ہیں:

بے ادبیٔ رسول ﷺ کے شائبہ سے بھی گریز۔ چند جھلکیاں

۞...امام ترمذی اور دیگر محدثین نے الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے قباث بن اشیم نامی ایک بزرگ اور عمر رسیدہ صحابی سے پوچھا: ''انت اکبر ام رسول اللہ ﷺ؟'' آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ بڑے ہیں؟ ظاہر ہے حضرت عثمانؓ کا یہ سوال عمر میں ان کے حضور ﷺ سے بڑے یا چھوٹے ہونے سے متعلق تھا۔اس کے باوجود انہوں نے جو ایمان افروز جواب دیا وہ تعظیم رسول ﷺ کا شاہکار ہے۔ کہنے لگے:

"رسول اللہ ﷺ اکبر منی و انا اقدم منه"[۴۶]

''رسول اللہ ﷺ مجھ سے بڑے ہیں البتہ میں ان سے پہلے پیدا ہوا ہوں۔''

گویا اس بزرگ صحابی نے حضور ﷺ کے مقابلے میں اپنے لیے ''اکبر'' (بڑا) کا لفظ بولنے سے بھی گریز کیا۔جس میں تعظیم رسول ﷺ کے اندر کمی کا شائبہ ہو سکتا تھا۔

اسی طرح کا ایک سوال رسول اللہ ﷺ نے بذات خود صرم نامی ایک عمر رسیدہ صحابی (جن کا نام آپ ﷺ نے تبدیل کر کے سعید رکھا) سے کرتے ہوئے پوچھا:

''ہم دونوں میں کون بڑا ہے؟ میں یا تم؟''

انہوں نے جواب میں عرض کی: آپ ہی بڑے اور مجھ سے کہیں افضل ہیں البتہ عمر کے اعتبار سے میری ولادت آں جناب ﷺ سے پہلے کی ہے۔[47]

علیٰ ہذا القیاس حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نبی اکرم ﷺ سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ بایں ہمہ جب ان سے پوچھا گیا کہ ''آپ بڑے ہیں یا نبی اکرم ﷺ؟'' تو کہا آپ ﷺ ہی بڑے ہیں البتہ میں آپ ﷺ سے عمر رسیدہ ہوں۔ اور ایک روایت کے مطابق کہا: ''آپ ﷺ ہی بڑے ہیں البتہ میں آپ ﷺ سے پہلے پیدا ہوا ہوں۔''[48]

❁ ...حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو اپنی گراں قدر خدمات اور خلوص کے پیش نظر جو بلند مرتبہ و مقام اور پیغمبر اسلام کا قرب و اعتماد حاصل تھا، وہ اہل اسلام سے مخفی نہیں۔ اس قرب و اعتماد کا قدرتی تقاضا تو یہ تھا کہ وہ حضور ﷺ کے ساتھ بے تکلف ہوتے۔ مگر ایسا نہیں تھا۔ وہ آپ ﷺ سے بات کرتے ہوئے بھی ڈرتے تھے۔[49]

❁ ...حضرت انسؓ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ حجام آپ کے سر کے بال اُتار (مونڈ) رہا تھا اور آپ ﷺ کے صحابہ نے آپ ﷺ کو گھیر رکھا تھا اور وہ چاہ رہے تھے کہ آپ ﷺ کا کوئی بال نہ گرے (زمین پر) مگر یہ کہ وہ کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ میں ہو۔[50]

❁ ...صحابی رسول حضرت نعیم بن عبداللہ النحام القرشی العدوی نے (نبی رحمت ﷺ کے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے جانے کے بعد) جب ہجرت مدینہ کا ارادہ کیا تو ان کی قوم بنوعدی ان کے پاس آئی اور کہا کہ آپ ہمارے پاس ہی قیام رکھیں اور اپنے دین پر قائم رہیں اور جو شخص آپ کو اذیت پہنچانے کا ارادہ کرے گا، ہم اس سے آپ کا بچاؤ کریں گے اور آپ جو ہماری کفالت کرتے تھے وہ حسب سابق کرتے رہیں۔ وہ بنوعدی کے یتیم بچوں اور بیوہ عورتوں کی کفالت کیا کرتے تھے۔ بنابریں وہ ایک مدت تک ہجرت سے رُکے رہے۔ ایک مدت کے بعد جب ہجرت کر کے بارگاہ نبوی میں پہنچے تو نبی رحمت ﷺ نے ان سے فرمایا: ''تمہاری قوم تمہارے لیے میری قوم سے بہتر ثابت ہوئی۔ کیونکہ میری قوم نے مجھے گھر سے نکال دیا اور میرے قتل کا منصوبہ بنایا جب کہ تمہاری قوم نے تمہاری حفاظت کی، تمہیں

اپنے پاس روکے رکھا"۔ اب واقعہ کے اعتبار سے حضور ﷺ کی یہ بات حقیقت تھی۔ تاہم حضور ﷺ کے انہی الفاظ کی تائید میں چونکہ ایک اعتبار سے تعظیم نبوی ﷺ میں تھوڑی سی کمی اور تحقیر کا تاثر ملتا تھا اس لیے انہوں نے عرض کی:

"یا رسول اللّٰہ! بل قومك اخر جوك الی طاعة اللّٰہ و جھاد علوہ و قومی تبطونی عن الھجرۃ وطاعة اللّٰہ او نحو ھذا القول"

یا رسول اللہ ﷺ! (ایسا نہیں) بلکہ آپ کی قوم نے آپ کو نکال کر آپ کے لیے اطاعت الٰہی اور دشمنان خدا کے ساتھ جہاد کا موقع فراہم کیا جبکہ میری قوم نے مجھے ہجرت کی فضیلت حاصل کرنے اور اطاعت الٰہی سے روکے رکھا۔ یا اس سے ملتے جلتے دوسرے ایمان افروز الفاظ میں حضور ﷺ کی بات کی تاویل کی۔[۵۱]

✿... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جب میں تمہارے درمیان رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث بیان کروں (اور اس کے الفاظ میں متعدد معانی کا احتمال ہو) تو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اسی معنی (احتمال) کا یقین کرو جو سب سے زیادہ درست، سب سے زیادہ ہدایت پر مبنی اور سب سے زیادہ تقویٰ کا حامل (آپ ﷺ کے شایان شان) ہو۔[۵۲]

حضرت علی المرتضیٰؓ سے بھی حدیث رسول کے بارے میں اس طرح کا گمان رکھنے کی تاکید منقول ہے۔[۵۳]

✿... حضرت عقبہ بن صہبان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو یہ کہتے سنا کہ میں نے نہ تو کبھی گانا گایا، نہ کبھی جھوٹ بولا اور نہ کبھی میں نے اپنے عضو تناسل کو اپنے دائیں ہاتھ سے مس کیا جب سے میں نے اس (دائیں ہاتھ) سے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی ہے۔[۵۴]

✿... حضرت مغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ (جب کسی ضرورت سے کاشانہ نبوی پر حاضر ہوتے تو) آپ ﷺ کا دروازہ ناخنوں سے کھٹکھٹاتے تھے۔[۵۵]

✿... حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ (ایک مرتبہ) نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس دوران کہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا تو اچانک میری نظر ایک عورت پر پڑی جو ایک محل کے پہلو میں وضو کر رہی تھی تو میں

نے اس خاتون سے پوچھا کہ یہ محل کس آدمی کا ہے؟ اس نے کہا عمر کا ہے۔ اس پر مجھے ان کی غیرت یاد آ گئی تو میں الٹے پاؤں واپس لوٹ آیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں (یہ سن کر) حضرت عمرؓ رونے لگے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، کیا میں آپ ﷺ کی ذات پر غیرت کروں گا۔[56]

۞ ...حضرت اُم ہانی بنت ابی طالبؓ کے اسلام قبول کر لینے اور ان کے شوہر ھبیرہ بن ابی وھب کے اسلام قبول نہ کرنے کے باعث جب ان کے درمیان تفریق ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف پیغام نکاح بھیجا۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اگرچہ آپ مجھے اپنی سماعت اور بصارت سے بھی زیادہ محبوب ہیں مگر خاوند کا حق بہت بڑا ہے۔ ڈرتی ہوں کہ کہیں اس حق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو جائے اس لیے معذرت خواہ ہوں۔[57]

بے ادبیٔ رسول ﷺ کے خیال کو بھی برا سمجھنا

تعظیم و توقیر رسول ﷺ میں عملی طور پر کسی ادنیٰ قسم کی کوتاہی کا ارتکاب تو بہت دور کی بات ہے، صحابہ کرامؓ اس سلسلے میں ذہن میں پیدا ہونے والے غیر اختیاری خیال شیطانی وسوسہ اور طبعی کمزوری کے باعث اس قسم کے محض ارادہ کو بھی بُرا اور گناہ سمجھتے تھے۔ اس نوع کی تعظیم رسول ﷺ کی ایک ایمان افروز مثال ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت ابو وائل حضرت عبداللہؓ سے مروی یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں (حضرت عبداللہؓ) نے کہا: میں نے ایک رات نبی اکرم ﷺ کے ساتھ (آپ ﷺ کی اقتداء میں تہجد کی) نماز پڑھی۔ اس نماز میں آں جناب ﷺ نے اتنا لمبا قیام کیا کہ میں (اتنے لمبے قیام پر طاقت نہ ہونے کے سبب) ایک غلط اور بُرے امر کا ارادہ کرنے لگا۔ راوی ابو وائل کہتے ہیں: ہم نے پوچھا: آپ نے کیا (بُرا) ارادہ کیا تھا؟ فرمایا: میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی اکرم ﷺ کو کھڑے چھوڑ دوں۔ (مگر اس برے ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا)۔[58]

اس حدیث کی شرح میں علامہ کرمانی نے ایک سوال پیدا کرتے ہوئے کہا ہے: اگر آپ یہ کہیں کہ نفل نماز میں قیام (کھڑے ہونے) پر قدرت کے باوجود جب بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے تو پھر اس حدیث میں برے ارادہ کا کیا معنیٰ ہے؟ تو میں کہوں گا یہ برائی ترک ادب کی

جہت اور امام کی مخالفت کی صورت میں تھی۔ اور اس روایت میں یہ سبق ہے کہ ائمہ اور بزرگوں کے ساتھ ادب اختیار کرنا چاہیے۔[59]

حضور اکرم ﷺ کے برابر کھڑا ہونا بے ادبی سمجھنا

نماز میں امام کے ساتھ اگر ایک ہی مقتدی ہو تو مشہور فقہی مسئلہ ہے کہ مقتدی امام کے ساتھ دائیں طرف کھڑا ہو۔ علاوہ ازیں نماز کے دوران تو مساوات اسلام کا یہ عالم ہے کہ

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

اس کے باوجود نبیٔ رحمت ﷺ کے چچا زاد بھائی اور صغیر السن صحابی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نماز میں آپ ﷺ کے برابر کھڑے ہونے کو بے ادبی تصور کیا۔ چنانچہ حضرت موصوف اپنی آپ بیتی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ میں نے اپنی خالہ اُم المومنین حضرت میمونہؓ کے ہاں رات بسر کی تاکہ میں نبی اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھوں۔ آپ رات کو بیدار ہوئے تو فرمایا: آنکھیں سو گئیں ستارے ڈوب گئے اور حی و قیوم جاگتا رہا۔ پھر آپ ﷺ نے سورہ آلِ عمران کا آخری رکوع (ان فی خلق السموت والارض الخ) اختتام سورت تک پڑھا۔ اور پھر آپ ﷺ لٹکے ہوئے مشکیزے کی طرف اُٹھے اور اس کے پانی سے وضو کیا اور نماز شروع فرما دی۔ میں بھی وضو کر کے حضور ﷺ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ حضور ﷺ نے مجھے کان سے پکڑا، دوسری روایت کے مطابق مجھے میری پیشانی کے بالوں سے پکڑا اور مجھے اپنے پیچھے سے لا کر اپنی داہنی جانب کھڑا کر دیا۔ میں دوبارہ وہیں آ کر کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے دوبارہ مجھے اسی طرح اپنے دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ اور پھر تیسری بار بھی یہی واقعہ پیش آیا۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے لڑکے! جس جگہ میں نے تجھے کھڑا کیا تھا کونسی بات تجھے وہاں کھڑے ہونے سے مانع تھی؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! وہ آپ ﷺ کا ادب و احترام تھا کہ بھلا آپ ﷺ کے برابر کون کھڑا ہو سکتا ہے۔

ایک روایت کے مطابق انہوں نے عرض کی: کسی کے لیے بھی یہ روا نہیں کہ وہ آپ ﷺ کے برابر کھڑا ہو کر نماز پڑھے، جبکہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ حضور ﷺ کو یہ ادب و تعظیم بھرا جواب پسند آیا اور انہیں دعا دیتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں عرض کی:

"اللھم فقھه فی الدین و علمه تاویل الکتاب"

"اے اللہ! اس کو دین میں گہری سمجھ عطا فرما اور اسے قرآن مجید کی تفسیر کا علم سکھا۔"[60]

حضور ﷺ کے آگے بیٹھنا بے ادبی سمجھنا

حضرت بریدہؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ پیدل چل رہے تھے کہ اچانک آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آ گیا اور اس کے ہمراہ ایک گدھا بھی تھا۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! گدھے پر سوار ہو جائیے اور وہ خود پیچھے ہٹ گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ! نے فرمایا: نہیں تم اپنے چوپائے پر آگے بیٹھنے کے زیادہ حقدار ہو الا یہ کہ تم اپنا یہ حق مجھے دے دو۔ اس نے عرض کی: میں نے آپ ﷺ کو اپنا یہ حق دے دیا ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر آپ ﷺ گدھے پر سوار ہو گئے۔[61]

حضور ﷺ کے کھڑے ہوئے بیٹھنا بے ادبی سمجھنا

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ مسجد میں بیٹھا کرتے تھے اور ہم سے (مختلف مسائل پر) باتیں فرمایا کرتے۔ پھر جب آپ ﷺ (مجلس ختم ہونے پر) کھڑے ہوتے تو ہم لوگ اس وقت تک کھڑے رہتے یہاں تک کہ ہم دیکھتے کہ آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے گھروں میں سے کسی گھر میں داخل ہو گئے ہیں۔[62]

حضور ﷺ کے آگے نماز پڑھانا بے ادبی سمجھنا

حضرت سہل بن سعد الساعدی کا بیان ہے کہ (ایک موقع پر) رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنی عمرو بن عوف کی طرف (قباء میں) تشریف لے گئے تا کہ ان کے درمیان صلح کروا دیں۔ اسی دوران نماز (عصر) کا وقت قریب ہو گیا تو مؤذن (حضرت بلالؓ) نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آ کر کہا اگر آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں تو میں تکبیر کہہ دیتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ چنانچہ تکبیر کہی گئی اور حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھانا شروع کر دی۔ تھوڑی دیر بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو تمام لوگ نماز شروع کر چکے تھے۔ آپ صفیں چیرتے ہوئے پہلی صف میں آ کر کھڑے ہو گئے۔

لوگوں (نمازیوں) نے دیکھا تو تالیاں بجانا شروع کر دیں، مگر ابوبکرؓ کا یہ حال تھا کہ جب نماز پڑھتے تھے تو انہماک کی وجہ سے کسی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے۔ جب لوگوں نے کثرت سے تالیاں (ہاتھ پر ہاتھ مارنا) بجانا شروع کر دیں تو ابوبکرؓ بھی متوجہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کو پیچھے کھڑے دیکھ لیا۔ آپ ﷺ نے اشارہ سے ابوبکرؓ سے فرمایا تم اپنی جگہ پر کھڑے رہو اور نماز جاری رکھو۔ مگر ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی اس عزت افزائی پر ہاتھ اُٹھاتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کیا پھر پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور حضور ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو چکے تو فرمایا ابوبکرؓ! تمہیں کس چیز نے اپنی جگہ پر کھڑے ہونے سے روک دیا جب کہ میں نے خود تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیا تھا؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی: ابن ابی قحافہ کے بیٹے کے لیے روا نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھائے۔ بعد ازیں حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں نے تمہیں بہت تالیاں بجاتے دیکھا۔ آئندہ کسی آدمی کو نماز میں کوئی ایسی چیز پیش آ جائے تو وہ ''سبحان اللہ'' کہے۔ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو امام اس کی طرف توجہ کرے گا۔ یاد رکھنا یہ تالی بجانا خواتین کے لیے مخصوص ہے۔[۶۳]

اسی طرح حضرت مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں شرکت کی۔ حضرت مغیرہ کا کہنا ہے کہ (ایک صبح) رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے نکلے تو نمازِ فجر سے پہلے میں نے آپ کے ساتھ پانی کا لوٹا اُٹھا لیا۔ تو جب رسول اللہ ﷺ (رفع حاجت کے بعد) میری طرف لوٹے تو میں لوٹے سے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالنے لگا اور آپ ﷺ نے تین مرتبہ اپنے ہاتھ دھوئے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا چہرہ دھویا پھر اپنے جبہ کو اپنے بازوؤں پر چڑھانا چاہا تو اس کی آستینیں تنگ تھیں اس لیے آپ نے جبہ کے نیچے سے اپنے دونوں ہاتھ نکال کر کہنیوں تک دھوئے اور اس کے بعد موزوں پر مسح کیا پھر آپ ﷺ نے اپنے موزوں کے اوپر مسح کیا پھر آپ ﷺ چلے۔ مغیرہ کہتے ہیں میں بھی آپ کے ساتھ چل پڑا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو پایا کہ انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو نماز کے لیے آگے کر رکھا تھا اور وہ انہیں نماز پڑھا رہے تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے دو رکعتوں میں سے ایک رکعت پالی تو آپ ﷺ نے دوسری رکعت لوگوں کے ساتھ پڑھی۔ جب عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے سلام پھیرا تو رسول اللہ ﷺ اپنی نماز پوری کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ تو اس چیز

(حضور ﷺ کی اقتداء) نے لوگوں کو گھبراہٹ میں ڈال دیا اس لیے وہ کثرت سے تسبیح پڑھنے لگے۔ جب نبی رحمت ﷺ نے اپنی نماز پوری کر لی تو ان کی طرف متوجہ ہوئے پھر فرمایا تم نے اچھا کیا یا یہ فرمایا کہ تم نے ٹھیک کیا۔ اُنہیں اس بات کا شوق دلاتے ہوئے کہ تم نماز کو اس کے وقت پر پڑھو۔[۶۴]

حضور ﷺ سے جنبی حالت میں مصافحہ نہ کرنا

اہل علم سے مخفی نہیں کہ حَدَث (بے وضو ہونا) اور جنابت (سارے جسم کا ناپاک ہونا) ایک معنوی اور حکمی نجاست و پلیدی ہے جس کا ظاہر میں کوئی وجود نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں کسی چیز کو ہاتھ لگانا، پکڑنا اور کسی آدمی سے مصافحہ کرنا حتیٰ کہ کھانا پینا شرعی طور پر ممنوع نہیں۔ اسی طرح اس کے ہاتھ اور جسم سے لگنے والی چیز بھی ناپاک نہیں ہوتی۔ اس کے باوجود صحابہ کرام کی احتیاط و تعظیم نبوی کا عالم یہ تھا کہ وہ ایسی حالت میں نبی اطہر ﷺ سے مصافحہ کرنا یا سلام نبوی کا جواب دینا بے ادبی تصور کرتے تھے۔

چنانچہ اس طرح کی صورت حال ایک دفعہ حضرت حذیفہ ابن الیمانؓ کے ساتھ پیش آئی۔ وہ یوں کہ اتفاق سے جنبی حالت میں حضور ﷺ سے ملاقات ہوگئی۔ آں جناب ﷺ نے ازراہ شفقت مصافحہ کرنا چاہا تو حضرت حذیفہ نے اپنا ہاتھ آگے نہ بڑھایا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں حالت جنابت میں ہوں۔ فرمایا بے شک مومن کبھی نجس نہیں ہوتا۔[۶۵] جب کہ ایک دوسری روایت کے مطابق جنبی حالت میں ان کا سامنا حضور ﷺ سے ہوا تو ایک طرف ہٹ گئے، جاکر غسل کیا پھر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور ایک طرف ہٹ جانے کی وجہ بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا بے شک مومن کبھی نجس نہیں ہوتا۔[۶۶]

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی پیش آیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا اپنا بیان ہے کہ مدینہ منورہ کی ایک گلی میں اتفاق سے میرا رسول اطہر ﷺ کے ساتھ ایسی حالت میں سامنا ہوگیا کہ میں حالت جنابت میں تھا۔ رسول اطہر ﷺ کو دیکھ کر میں نے ایک طرف جاکر غسل کیا اور پھر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوگیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا ابو ہریرہؓ کہاں چلے گئے تھے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں جنبی حالت میں تھا اس لیے میں نے ناپسند کیا کہ ناپاکی کی

حالت میں جناب کی مجلس میں بیٹھوں۔ فرمایا: سبحان اللہ! بے شک مومن اس طرح (جنابت سے) ناپاک نہیں ہو جاتا (کہ کسی سے مصافحہ کر سکے نہ کسی مجلس میں بیٹھ سکے)۔ [67]

حضور ﷺ کی سواری پر بیٹھنا بے ادبی سمجھنا

حضرت عقبہ بن عامر سفروں میں آپ ﷺ کی سواری اور خچر کی باگ پکڑ کر آگے آگے چلنے کی خدمت پر مامور تھے۔ ایک مرتبہ ایک دشوار گزار اور پہاڑی راستے سے حضور ﷺ گزرے تو عقبہ کو فرمایا اب تم سوار ہو جاؤ۔ عقبہ کہتے ہیں میں نے اس امر کو اپنی شان اور وقعت سے زیادہ بڑا سمجھا کہ میں حضور ﷺ کی سواری پر سوار ہوں۔ ادھر اس بات کا بھی ڈر تھا کہ حضور ﷺ کی نافرمانی نہ ہو جائے کیونکہ ''الامر فوق الادب'' کے مصداق حکم کا ماننا ادب سے زیادہ فوقیت رکھتا تھا۔ چنانچہ تعمیل حکم کے واسطے تھوڑی دیر کے لیے سوار ہو گیا مگر پھر نیچے اُتر آیا۔ اور یوں براق کا شہسوار دوبارہ سوار ہو گیا اور میں حسب سابق باگ پکڑ کر سواری کے آگے آگے چلنے لگا۔ اسی موقع پر حضور ﷺ نے مجھے فرمایا اے عقبہ! کیا میں تمہیں دو بہترین سورتوں کی تعلیم نہ دوں! میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں کیوں نہیں؟ ضرور تعلیم دیجئے۔ فرمایا دو بہترین سورتیں ''قل اعوذ برب الفلق'' اور ''قل اعوذ برب الناس'' ہیں۔ [68]

حضور ﷺ کی رہائش کے اوپر رہائش کو بے ادبی سمجھنا

حضرت ابوایوب (خالد بن زید الخزرجی) انصاریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ان کے پاس اُترے (بطور مہمان ٹھہرے) تو نبی اکرم ﷺ نے نیچے کے مکان میں قیام فرمایا اور ابوایوب اوپر کے درجے (پورشن) میں تھے تو ایک بار ابوایوب رات کو جاگے اور کہا ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے سر کے اوپر چلتے پھرتے ہیں پھر سب گھر والے ایک طرف ہٹ گئے اور پوری رات ایک کونے میں گزاری۔ پھر انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اس معاملے میں بات کی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نیچے کا مکان زیادہ آرام کا ہے (رہنے والوں اور آنے والوں کے واسطے اور اسی لیے حضور ﷺ نیچے کے مکان میں رہتے تھے) تو حضرت ابوایوب نے کہا کہ میں اس چھت پر نہیں رہ سکتا جس کے نیچے آپ ﷺ ہوں۔ یہ سن کر نبی اکرم ﷺ اوپر کے درجے میں تشریف لے گئے۔ اور ابوایوب نیچے کے درجے میں رہائش پذیر ہو گئے۔ پھر حضرت ابوایوب نبی اکرم ﷺ

کے لیے کھانا تیار کرتے تھے تو جب کھانا آپ ﷺ کے پاس آتا (اور آپ ﷺ کا بچا ہوا کھانا واپس جاتا) تو ابوایوب (کھانا لانے والے آدمی سے) پوچھتے۔آپ ﷺ کی انگلیاں کھانے کی کس جگہ پر لگی ہیں؟ وہیں سے وہ کھاتے (برکت کے لیے) ایک بار ابوایوب نے کھانا پکایا جس میں لہسن تھا جب کھانا واپس گیا تو ابوایوب نے پوچھا آپ کی انگلیاں کہاں لگی تھیں؟ لوگوں نے کہا آپ نے نہیں کھایا۔ یہ سن کر ابوایوب گھبرائے اور اوپر گئے اور پوچھا کیا لہسن حرام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں لیکن میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔تو حضرت ابوایوبؓ نے کہا جو چیز آپ کو ناپسند ہے مجھے بھی ناپسند ہے۔حضرت ابوایوبؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس وحی آتی تھی (فرشتوں کو لہسن کی بو سے تکلیف ہوتی اس واسطے آپ ﷺ نہ کھاتے)[۶۹]

حضور ﷺ کے کمرے میں پانی نہ گرنے دینا

کتب سیرت و تاریخ کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ قدم رنجہ فرمانے پر خدائی حکم کے مطابق سب سے پہلے میزبانی کا شرف معروف صحابی حضرت ابوایوب انصاریؓ (خالد بن زید) کو عنایت فرمایا تھا۔[۷۰]

حضور ﷺ نے ملنے والوں کی سہولت کے لیے (جیسا کہ ابھی اوپر گزرا) مکان کی نچلی منزل میں ٹھہرنا پسند فرمایا تھا ابوایوب اور ان کی اہلیہ بالائی مکان پر تھے۔انہوں نے اس کو بے ادبی تصور کیا۔حضور ﷺ سے اوپر جانے کی درخواست بھی کی مگر آپ ﷺ نے فرمایا ہمیں یہیں زیادہ سہولت ہے۔ان کی غربت اور افلاس کا یہ عالم تھا کہ میاں بیوی کے پاس ایک ہی لحاف تھا ایک رات پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا اور پانی فرش پر گر گیا۔خدشہ یہ تھا کہ پانی کہیں نیچے حضور ﷺ کے کمرے میں نہ ٹپکنے لگ جائے۔اب پانی کو خشک کرنے کے لیے اور تو کوئی کپڑا (تولیہ وغیرہ) نہیں تھا اس لیے اپنے لحاف سے ہی پانی کو جذب کرلیا اور نیچے نہ جانے دیا۔[۷۱]

حضور ﷺ کے مدمقابل آنے پر ہاتھ روک لینا

حضرت سلمہ بن الاکوع کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول مقبول ﷺ قبیلہ اسلم کے کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو ایک بازار (میدان) میں تیر اندازی کا باہمی مقابلہ کر رہے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنی اسماعیل! تیر اندازی جاری رکھو کیونکہ تمہارے باپ

(حضرت اسماعیل علیہ السلام) بھی بڑے تیر انداز تھے اور میں دونوں ٹیموں میں سے بنی فلاں کی ٹیم کے ساتھ ہوں۔ اس پر مدمقابل ٹیم نے اپنے ہاتھ روک لیے۔ حضرت سلمہ کہتے ہیں (ان کے ہاتھ روک لینے پر) آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہم کیسے تیر اندازی (مقابلہ) کر سکتے ہیں جب کہ آپ ﷺ (ہمارے مقابلے میں) بنی فلاں کے ساتھ ہیں۔ آپ ﷺ نے از راہ شفقت فرمایا: تم تیر اندازی (مقابلہ) جاری رکھو میں تم سب (دونوں ٹیموں) کے ساتھ ہوں۔[۲]

کجاوۂ رسول ﷺ ناپاک حالت میں نہ کسنا

حضرت اسلع بن شریک کمال ادب رسول ﷺ کے حوالے سے اپنی آپ بیتی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی پر کجاوہ کسنے کی خدمت و ذمہ داری (ایک سفر میں) میرے سپرد تھی۔ اتفاق سے ایک یخ ٹھنڈی رات میں مجھے جنابت (ناپاکی کی حالت) پیش آ گئی۔ ادھر رسول للہ ﷺ نے کوچ کا ارادہ فرمالیا۔ اب میں نے اس امر کو ناپسند کیا کہ میں آں حضور ﷺ کی اونٹنی پر جنبی (ناپاک) حالت میں کجاوہ باندھوں۔ دوسری طرف مجھے اس بات کا بھی ڈر تھا کہ اگر میں ٹھنڈے پانی سے نہاتا ہوں تو بیمار ہو جاؤں گا اور یوں میری موت واقع ہو جائے گی۔ بنا بریں میں نے ایک انصاری آدمی کو زحمت دی، اس نے حضور ﷺ کی اونٹنی پر کجاوہ باندھ دیا اور آپ ﷺ روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے پانی گرم کرنے کا سامان کیا گرم پانی سے غسل کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کے ساتھ مل گیا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اسلع! کیا وجہ ہے کہ میں تمہارے کجاوہ باندھنے کا انداز بدلا بدلا دیکھتا ہوں؟ تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ دراصل یہ کجاوہ میں نے نہیں باندھا بلکہ ایک انصاری آدمی نے باندھا ہے۔[۳]

۞۞۞۞۞۞

تیسری فصل: غیر ارادی بے ادبیٔ رسول ﷺ کا افسوس

قرآن مجید میں جگہ جگہ بیان کیے گئے بارگاہ رسالت مآب ﷺ کے آداب اور بے ادبی پر تنبیہات کی تلاوت کے بعد حضور اکرم ﷺ کی عمداً بے ادبی کا تو سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ تاہم بعض اوقات بتقاضائے بشریت اور غیر ارادی غیر شعوری طور پر کسی صحابی سے اگر بظاہر بے ادبی کا ارتکاب ہوجاتا تو اسے بعد میں اس کا انتہائی افسوس اور رنج ہوتا اور تلافی مافات کی کوشش کرتا تھا۔ اس نرالے اندازِ محبت وعقیدت اور تعظیم رسول ﷺ کے چند ایمان افروز مظاہر ملاحظہ ہوں:

صلح نبوی ﷺ میں تردد کے اظہار پر افسوس

جلیل القدر صحابی سیدنا فاروق اعظمؓ سے صلح حدیبیہ کے موقع پر جوشِ ایمان میں اور ایمانی غیرت وحمیت کے باعث جب رسول مقبول ﷺ کے فیصلے یعنی آپ ﷺ کے قریشِ مکہ کی شرائط صلح کو قبول کرلینے جن سے اہل اسلام کی کمزوری کا تاثر ملتا تھا، پر تھوڑے سے تردد کا اظہار ہوگیا تو اس کی تلافی کے لیے مدتوں نوافل اور صدقات ادا کرتے رہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کی جو شرائط کفارِ قریش اور مسلمانوں کے درمیان طے پا رہی تھیں وہ بظاہر اہانت آمیز اور مسلمانوں کی کمزوری کا مظہر تھیں۔ مثلاً یہ کہ امسال مسلمان مکے میں داخل نہیں ہوں گے اور نہ عمرہ کریں گے بلکہ آئندہ سال عمرے کے لیے صرف تین دن مکہ میں ٹھہر سکیں گے۔ اسی طرح دس سال جنگ بندی کی مدت کے دوران اگر قریش سے کوئی شخص بھاگ کر مسلمانوں کے پاس چلا جائے تو اسے واپس کردیا جائے اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص قریش کے پاس چلا جائے گا تو اسے واپس نہ کریں گے وغیرہ وغیرہ۔

ان شرائط میں اگرچہ ایک ''فتح مبین'' اور ''خیر عظیم'' پنہاں تھی مگر اس تک رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کی نظر نہیں پہنچ رہی تھی۔ اس لیے کفر کے مقابلہ میں حضرت عمرؓ جیسے کفار پر سخت صحابی سے کس طرح ضبط ممکن تھا۔ چنانچہ وہ بے چین ہوکر رسول مقبول ﷺ کے پاس گئے اور عرض کی: ''کیا آپ ﷺ اللہ کے برحق نبی نہیں اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں۔

حضرت عمرؓ نے پھر عرض کی: تو آخر ہم اپنے دین کے معاملے میں یہ ذلت کیوں اختیار کریں؟" آپ ﷺ نے فرمایا "میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا اور وہ میرا مددگار ہے" حضرت عمرؓ سے پھر بھی صبر نہ ہوا، جا کر یہی سوالات حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کیے۔ انہوں نے بھی ویسا ہی جواب دیا جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے دیا تھا۔ اب حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے مگر بعد میں یہ فرمایا کرتے تھے: "فعملت لذلك اعمالاً" میں نے (رسول اللہ ﷺ کے سامنے) اس گستاخی اور جرأت کی تلافی کے لیے کئی اعمال (نفلی نماز، روزے، صدقات وغیرہ) کیے۔[4]

حضور ﷺ کا نصب شدہ پرنالہ اکھیڑنے کا کفارہ

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ جمعہ کے دن گھر سے نکلے تو ان کے بدن پر حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کے پرنالے کا پانی ٹپک پڑا۔ یہ پرنالہ مسجد کی طرف جاتے ہوئے حضرت عمرؓ کے راستے میں تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے اسے اکھیڑ دیا۔ اس پر حضرت عباسؓ نے ان سے کہا آپ نے میرا پرنالہ اکھیڑ دیا، اللہ کی قسم یہ پرنالہ جہاں تھا وہاں اسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے نصب فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اب ضروری ہے کہ میرے سوا آپ کے لیے کوئی سیڑھی نہ ہو اور اسے آپ ہی اپنے ہاتھوں سے نصب فرمائیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو اپنی گردن پر اُٹھایا انہوں نے اپنے دونوں پاؤں حضرت عمرؓ کے کندھوں پر رکھے پھر پرنالہ کو دوبارہ اسی جگہ نصب کر دیا جہاں پہلے رکھا ہوا تھا۔[5]

ہدایتِ نبوی ﷺ پر اعتراض کا ہمیشہ افسوس

بعض علماء نے لکھا ہے کہ غزوہ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ مشرکوں کے لشکر میں بنی ہاشم کے کچھ لوگ ہیں جو زبردستی قریش کے ساتھ چلے آئے ہیں ورنہ انہیں ہم سے جنگ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی، لہٰذا تم میں سے جو آدمی کسی بھی ہاشمی شخص کو پکڑے وہ اس کو قتل نہ کرے، بلکہ اس کو گرفتار کر لے۔ ان لوگوں میں آپ ﷺ نے ابوالبختری ابن ہشام کا بھی ذکر کیا اور فرمایا: "جو شخص ابوالبختری کو پکڑے وہ اسے قتل نہ کرے۔" کیونکہ یہی ابوالبختری ہے جو اس وقت مسلمانوں کی حمایت میں سب سے آگے آگے تھا جب قریش نے مکہ میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کا مقاطعہ اور بائیکاٹ کر رکھا تھا، اس

نے کوشش کی تھی کہ قریش کے اس عہد نامے کو پھاڑ دے جو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف کیا تھا اور جسے حرم میں لٹکا رکھا تھا۔

اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت عباسؓ کو بھی قتل نہ کرنے کی ہدایت فرمائی اس پر قدیم الاسلام صحابی حضرت ابو حذیفہؓ کی زبان سے بوجوہ یہ بات نکل گئی کہ ''کیا ہمارے باپ، بھائیوں اور خاندان والوں کو قتل کردیا جائے اور عباسؓ کو چھوڑ دیا جائے۔'' کیونکہ ان کا باپ عتبہ، ان کا چچا شیبہ اور بھائی ولید وہ لوگ ہیں جو غزوہ بدر میں شخصی مقابلے کے دوران سب سے پہلے قتل کیے گئے تھے، اسی طرح ان کے یعنی حضرت ابو حذیفہؓ کے خاندان کے دوسرے کئی لوگ جنگ کے دوران قتل کیے گئے تھے اس لیے وہ خاندانی وقومی تعصب میں کہہ بیٹھے: ''اگر عباس مجھے کسی جگہ مل گئے تو میں یقیناً ان کو تلوار پر رکھ لوں گا، یعنی قتل کردوں گا''۔ حضرت ابو حذیفہؓ کی یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا ''اے ابو حفص! کیا خدا کے رسول ﷺ کے چچا کی گردن تلوار سے ناپ دی جائے گی؟''۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں یہ پہلا دن تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ابو حفص کا لقب عطا فرمایا، غرض یہ سن کر انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں خود ابو حذیفہؓ ہی کی گردن اپنی تلوار سے ناپ دوں کیونکہ خدا کی قسم اس نے منافقانہ بات کہی ہے۔''

اس کے بعد خود حضرت ابو حذیفہؓ کو اپنے اس جملے پر سخت افسوس اور رنج ہوا، وہ کہا کرتے تھے کہ وہ کلمہ جو اس دن میں نے کہہ دیا تھا اس کی وجہ سے میں ہمیشہ بے چین رہتا ہوں اور ہمیشہ اس کی وجہ سے ڈرتا ہوں۔ اب میں اس غلطی کو اسلام کے لیے شہید ہو کر ہی اپنے اوپر سے دھو سکتا ہوں، چنانچہ جنگ یمامہ میں جہاد کرتے ہوئے دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ شہید ہوئے، اس جنگ میں چار سو پچاس صحابہ جبکہ ایک قول کے مطابق چھ سو صحابہ شہید ہوئے تھے۔[۶]

بارگاہِ رسول ﷺ میں بلند آوازی کا رنج

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے چند دن حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ کو غیر موجود پایا تو ان کے بارے میں دریافت کیا۔ ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں ان کے بارے میں معلوم کرکے آں جناب ﷺ کو آگاہ کروں گا۔ چنانچہ وہ آدمی

ان کے پاس آیا تو انہیں اپنے گھر میں سر جھکائے بیٹھے (پریشان) پایا۔ اس نے جب ان سے کہا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ برا حال ہے۔ کیونکہ ان کی آواز نبی اکرم ﷺ کی آواز سے بلند ہو جایا کرتی تھی لہٰذا اُس کے سارے اعمال (نیکیاں) ضائع ہو گئے اور (نتیجے میں) دوزخی قرار پایا۔ وہ آدمی نبی رحمت ﷺ کے پاس آیا اور بتایا کہ انہوں (ثابت بن قیس) نے یہ بات کہی ہے۔ راوی کے بیان کے مطابق نبی رحمت ﷺ نے دوبارہ اس آدمی کو ان کے پاس یہ بشارت دے کر بھیجا کہ ''انہیں (ثابت کو) یہ خوشخبری سنا دو کہ تم اہل دوزخ میں سے نہیں بلکہ تم اہل جنت میں سے ہو۔''[۲]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ثابت بن قیس آیت ''یا ایھا الذین آمنو الا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی'' کے نزول کے بعد گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے چند دن غیر حاضر پایا تو بلا کر وجہ پوچھی۔ عرض کی میں جہیر الصوت آدمی ہوں، مجھے ڈر ہے کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں اس قدرتی وغیر اختیاری بلند آوازی کی وجہ سے میرے سارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان لوگوں میں شامل نہیں ہو بلکہ تم خیر کے ساتھ زندہ رہو گے اور خیر کے ساتھ ہی مرو گے۔[۸]

حضور ﷺ سے تین مرتبہ سوال کے بعد وحی کا ڈر

رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں چل رہے تھے۔ حضرت عمرؓ بھی آپ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے۔ رات کا وقت تھا۔ کسی چیز کے بارے میں آپ ﷺ سے پوچھا۔ مگر آپ ﷺ نے انہیں کوئی جواب نہ دیا پھر انہوں نے دوبارہ پوچھا تو بھی آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا۔ اب حضرت عمرؓ نے (اپنے آپ سے) کہا: تیری ماں تجھے روئے تو نے نبیؐ اکرم ﷺ سے تین مرتبہ (سوال میں) اصرار کیا۔ اور آپ ﷺ نے کسی مرتبہ بھی جواب نہ دیا۔ حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ اب میں نے اپنی اونٹنی کو حرکت دی حتیٰ کہ سارے لوگوں کے آگے ہو گیا اور اس بات سے ڈر رہا تھا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن مجید (کوئی آیت) نہ نازل ہو جائے۔ مگر ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ میں نے ایک پکارنے والے کو سنا جو (مجھے) پکار رہا تھا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے (دل میں) کہا مجھے تو پہلے ہی ڈر تھا کہ میرے بارے میں کوئی

قرآنی آیت نازل نہ ہوجائے۔ کہتے ہیں (اسی سوچ و بچار میں) میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: آج رات مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری کائنات سے زیادہ عزیز ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے پھر آپ نے سورۃ ''انا فتحنا لک فتحا مبینا'' تلاوت فرمائی۔[79]

حضور ﷺ سے کیا گیا عہد پورا نہ ہوسکنے کا رنج

حضور اکرم ﷺ نے اصلاح و تربیت کے نقطہ نظر سے بعض صحابہ سے فرداً فرداً دنیا میں زیادہ مال جمع نہ کرنے کا عہد لیا تھا۔ مگر وہ بوجوہ اس عہد کو پورا نہ کرسکے۔ شرعی اور فقہی اعتبار سے اس عہد کو پورا کرنا اگرچہ ''مستحب'' کے درجے میں تھا تاہم ان صحابہ کو مرتے وقت اس عہد پر پورا نہ اتر سکنے کا انتہائی رنج تھا۔ اس قسم کے رنج کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

❁... حضرت ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ حضرت ابو ہاشم بن عتبہ کے پاس جبکہ وہ بیمار تھے، عیادت کے لیے آئے تو (ابو ہاشم کو روتے دیکھ کر) انہوں نے پوچھا: اے ماموں! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا تکلیف درد آپ کو بے آرام کررہا ہے یا دنیا کا حرص؟ (رونے کا سبب ہے) فرمایا ان سب میں سے کوئی بات نہیں۔ بلکہ (دراصل وجہ یہ ہے کہ) رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا جسے میں پورا نہیں کرسکا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مال (دنیا) میں سے تمہیں صرف ایک خادم اور جہاد کے لیے ایک سواری کافی ہے اور آج میں اپنے پاس دیکھ رہا ہوں کہ بہت کچھ جمع ہوگیا ہے۔[80]

❁... حضرت سلمان فارسیؓ کی موت کا وقت قریب آیا تو رونے لگے۔ لوگوں نے پوچھا حضرت! آپ کو کیا چیز رُلا رہی ہے۔ حالانکہ جب رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا تو وہ آپ سب سے راضی تھے اور اب تم حضور ﷺ کے ساتھیوں سے اور خود آپ ﷺ سے حوض کوثر پر ملاقات کرو گے۔ کہنے لگے میں موت کے ڈر سے رو رہا ہوں نہ دنیا کی حرص سے۔ بلکہ اس بات پر رو رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ مسافر کے ضروری زادراہ سے زیادہ سامان دنیا جمع نہ کرنا مگر ہم حضور ﷺ کی اس وصیت کی حفاظت نہیں کرسکے۔[81]

❁... حضرت ابو عبیدہؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے اس آدمی نے بیان کیا جو حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ

کے پاس داخل ہوا تو اس نے آپ کو روتے ہوئے پایا۔ اس نے پوچھا: اے ابوعبیدہ! آپ کو کیا چیز رُلا رہی ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے یہ بات رونے پر مجبور کر رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن مسلمانوں پر ہونے والی فتوحات کا ذکر کیا تھا حتیٰ کہ اس میں شام کی فتح کا بھی ذکر کیا اور فرمایا (اے ابوعبیدہ!) اگر اللہ تیری عمر دراز کرے تو خدام میں سے تجھے صرف تین خدام کافی ہیں۔ ایک خادم جو تیری خدمت کرے، دوسرا جو تیرے ساتھ سفر کرے اور تیسرا جو تیرے اہل خانہ کی خدمت کرے۔ اور اسی طرح چوپایوں میں سے تجھے تین چوپائے کافی ہیں ایک سواری کا جانور، دوسرا بار برداری کا جانور اور تیسرا تیرے غلام کا جانور۔ مگر اب تم دیکھو میرا گھر غلاموں سے اور میرا اصطبل گھوڑوں سے بھر چکا ہے۔ اس کے بعد میں کیسے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کر سکوں گا؟ حالانکہ آپ ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی تھی کہ ''بے شک تم میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور میرے نزدیک سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھے اس حالت میں ملے گا جس پر میں نے تمہیں چھوڑا۔''[۸۲]

حکم نبوی ﷺ پر عمل درآمد کی بجائے معذرت کا افسوس

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک عورت کے پاس تشریف لائے جو اپنے بچہ (کی وفات) پر رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: (اے خاتون!) اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔ وہ (شدت غم میں نہ پہچان سکنے کی وجہ سے) کہنے لگی آپ کو میری مصیبت کا کیا اندازہ ہے؟ (آں جناب ﷺ نے خاتون کی طرف سے اس غیر متوقع جواب کو طبعی وفطری غم کا قدرتی نتیجہ قرار دیتے ہوئے ازراہ رحمت وشفقت خاموشی اختیار فرمائی) مگر جب آپ ﷺ تشریف لے گئے تو اسے بتایا گیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تھی۔ تو اسے (یہ جان کر) ایسے لگا جیسے اس پر موت آگئی ہو۔ اسی وقت بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئی تو اس نے آپ کے در اقدس پر (عام بادشاہوں کی مانند) کوئی دربان نہ پایا۔ پھر (سیدھی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور) عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے (شدت غم میں) آں جناب ﷺ کو پہچانا نہیں تھا (اس لیے مذکورہ گستاخ کر بیٹھی) فرمایا: اصل صبر (جس پر عنداللہ اجر ہے) وہی ہے جس کا مظاہرہ صدمہ کی ابتداء میں کیا جائے۔ (بعد میں تو صبر آ ہی جاتا ہے)[۸۳]

حضور ﷺ کو جوتے کی نوک لگنے کا خوف

ایک سفر میں حضرت ابورھم غفاریؓ کی اونٹنی حضور ﷺ کے ناقہ کے پہلو بہ پہلو چل رہی تھی۔ حضرت ابورھم کے پاؤں میں سخت چمڑے کے جوتے تھے۔ اتفاق سے اونٹنیوں میں مزاحمت ہوئی تو اُن کے سخت جوتے کی نوک سے آپ ﷺ کی نازک پنڈلی میں خراش آگئی۔ آپ ﷺ نے بتقاضائے بشریت ان کے پاؤں پر کوڑا مار کر فرمایا: ''تم نے مجھے دکھ دیا پاؤں ہٹاؤ'' وہ سخت گھبرائے کہ اس گستاخی پر کہیں میرے بارے میں کوئی وحی نازل نہ ہوجائے۔ مقام جعرانہ میں پہنچے تو اگرچہ اونٹ چرانے کی باری اُن کی نہ تھی تاہم اس باطنی خوف سے کہ کہیں رسول اللہ ﷺ کا قاصد میرے بلانے کے لیے نہ آجائے، صحرا کی طرف اونٹ چرانے کے لیے نکل گئے۔ شام کو واپس آئے تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے طلب فرمایا تھا۔ مضطربانہ حالت میں حاضر خدمت ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے مجھے اذیت پہنچائی اور میں نے تمہیں کوڑا مار کر کھاتہ برابر کرنا چاہا جس سے تمہیں اذیت پہنچی۔ اب اس اذیت کے بدلے میں یہ بکریاں لے لو۔

ابورھم کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کی یہ رضامندی میرے لیے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب تھی (اور بکریاں بھی جھونگے میں مل گئیں)[۸۴]

حضور ﷺ کی طرف سے شرعی رخصت قبول نہ کرنے کا افسوس

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ (مرتاض صحابی) کہتے ہیں: میں ہمیشہ روزے رکھتا اور ہر رات پورا قرآن مجید پڑھا کرتا تھا۔ کہتے ہیں: یا تو میرا (میری اس عبادت کا) ذکر نبی اکرم ﷺ سے کیا گیا یا آپ ﷺ نے مجھے بلا بھیجا۔ غرض میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: کیا مجھے خبر نہیں لگی ہے کہ تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور ساری رات قرآن پڑھتے ہو؟ تو میں نے کہا ہاں یا نبی اللہ! اور میں اس سے صرف بھلائی چاہتا ہوں (یعنی ریاء و سمعہ مقصود نہیں) تب آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے لیے اتنا کافی ہے کہ ہر ماہ میں تین دن روزے رکھ لیا کرو۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ

نے فرمایا: تمہاری بیوی کا حق ہے تم پر اور تمہارے ملاقاتیوں کا حق ہے تم پر اور تمہارے جسم کا بھی حق ہے تم پر تو اس لیے تم داوٗد علیہ السلام کا روزہ اختیار کرو جو نبی تھے اللہ تعالیٰ کے اور سب لوگوں سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے۔ عبداللہ کہتے ہیں: میں نے عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! داوٗد علیہ السلام کا روزہ کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن ہر ماہ ایک بار ختم کیا کرو۔ میں نے عرض کی: میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ اے اللہ تعالیٰ کے نبی! تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیس روز میں ختم کیا کرو۔ میں نے عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دس روز میں ختم کیا کرو میں نے عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے نبی میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سات روز میں ختم کرو اور اس سے زیادہ نہ پڑھو (اس لیے کہ اس سے کم دنوں میں تدبر اور تفکر قرآن میں ممکن نہیں) کیونکہ تمہاری بیوی کا حق ہے تم پر اور تمہارے ملاقاتیوں کا حق ہے تم پر اور تمہارے بدن کا حق ہے تم پر۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں مگر میں نے تشدد کیا سو میرے اوپر تشدد ہوا۔ کہتے ہیں اور نبی ﷺ نے مجھ سے یہ بھی فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ شاید تمہاری عمر دراز ہو (تو اتنا بار تم پر گراں ہوگا اور امورِ دین میں خلل آئے گا، سبحان اللہ یہ آپ کی شفقت اور انجام بینی تھی) عبداللہ کہتے ہیں تو میں اسی حالت (بڑھاپے) کو پہنچا جس کا نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے ذکر فرمایا تھا۔ چنانچہ جب میں بوڑھا ہوگیا تو آرزو کیا کرتا کہ کاش میں نے نبی رحمت ﷺ کی رخصت کو قبول کرلیا ہوتا۔[۸۵]

ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ یہ حسرت بھرے کلمات یوں منقول ہیں کہ:

''اگر میں نے تین دنوں (کی رخصت) کو قبول کرلیا ہوتا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائے تھے تو یہ مجھے اپنے اہل وعیال اور تمام مال سے زیادہ محبوب ہوتا۔''[۸۶]

دعوت نبوی ﷺ پر کھانا نہ کھانے کا افسوس

حضرت انس بن مالکؓ قبیلہ بنی عبدالاشہل کے ایک فرد، (خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ کے علاوہ دوسرے ان کے ہم نامی صحابی) کا اپنا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کھانا تناول فرمارہے تھے۔ میں آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا قریب ہوجاؤ اور کھانا کھاؤ۔ میں نے عرض کی: میں روزے سے ہوں۔ (یہ سن کر آپ ﷺ نے دوبارہ

کھانے کی دعوت نہ دی) مگر مجھے زندگی بھر افسوس رہا کہ کیوں نہ میں حضور ﷺ کے متبرک کھانے سے کھانا کھا سکا (کیونکہ نفلی روزہ توڑنے کی قضا تو ممکن تھی مگر حضور ﷺ کے مبارک کھانے سے محرومی کی کوئی قضا نہیں)۔[۸۷]

ناراضگیٔ رسول ﷺ سے اللہ کی پناہ

صحابہ کرام سے بعض مسائل و معاملات میں بتقاضائے بشریت اگر کمی بیشی یا کوتاہی واقع ہو جاتی اور نبی رحمت ﷺ اس پر اصلاح و تربیت کے طور پر ناراضگی کا اظہار فرماتے تو وہ ناراضگی رسول ﷺ سے فوراً اللہ و رسول کی پناہ طلب کرتے۔ اور آں جناب ﷺ کو راضی کرنے کی کوشش کرتے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۞...حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تورات کا ایک نسخہ لا کر عرض کی: یارسول اللہ ﷺ یہ تورات کا نسخہ ہے۔ تو آپ ﷺ نے (اس کے جواب میں) خاموشی اختیار فرمائی۔ اس پر حضرت عمرؓ تورات کو پڑھنے لگے تو رسول اللہ ﷺ کا چہرِ انور متغیر ہونے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے (از راہ تنبیہ) حضرت عمرؓ سے کہا: تمہاری مائیں بہنیں تمہیں کھو دیں کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے انور پر ناراضگی کے آثار نمودار ہو رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے چہرہ رسول ﷺ پر ناراضگی کے آثار دیکھے تو پکار اُٹھے:

"اعوذ باللّٰہ من غضب اللّٰہ و غضب رسولہ رضینا باللّٰہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیاً"

''میں اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔''

یہ کلمات سن کر رسول اللہ ﷺ نے (بڑے تاکیدی انداز میں) فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری (محمد ﷺ کی) جان ہے۔ اگر تمہارے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر اور اولوالعزم رسول قبر (سے اُٹھ کر) آ جائیں اور تم میری اتباع چھوڑ کر ان کی اتباع کر لو تو سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاؤ گے اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت (دائمی)

کے زمانہ کو پاتے تو یقیناً (اپنا دین منسوخ ہونے کے باعث) میری ہی اتباع کرتے۔"
(رواہ الدارمی)[88]

❁...صحیح مسلم میں الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ متعدد طرق سے یہ روایت ہے کہ (ایک دفعہ) نبی اکرم ﷺ سے کچھ ایسی چیزوں کے بارے میں سوال کیا گیا جنہیں آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ جب آپ ﷺ پر بہت سوال کیے گئے تو آپ ﷺ ناراض ہوئے پھر (پیغمبرانہ جلال میں) لوگوں سے فرمایا: "سلونی عما شئتم" (تم جس چیز کے بارے میں بھی چاہتے ہو، مجھ سے پوچھ لو) تو ایک آدمی نے کہا: میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ حذیفہ ہے۔ پھر ایک دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور پوچھا میرا باپ کون ہے یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا تیرا باپ شیبہ کا مولیٰ سالم ہے۔ تو جب حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور پر ناراضگی کے آثار دیکھے تو عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! بے شک ہم اللہ کی طرف توبہ کرتے ہیں۔[89]

ایک روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے اپنے گھٹنے ٹیک دیے اور عرض کیا" رضینا باللّٰہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد رسولاً" تو رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے جب حضرت عمرؓ نے یہ بات کہی۔[90]

❁...حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ان کے باپ حضرت عباسؓ (بن عبدالمطلب) کو نادانی میں گالی دی تو حضرت عباسؓ نے اسے تھپڑ رسید کر دیا۔ جس پر فریقین کے آدمیوں نے ہتھیار نکال لیے۔ نبی اکرم ﷺ کو معلوم ہوا تو ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے منبر پر تشریف لائے اور حاضرین سے پوچھا بتاؤ میں کون ہوں؟ سب نے عرض کی: آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا تو بے شک آدمی کا چچا اس کے باپ کا حقیقی بھائی ہوتا ہے، لہٰذا ہمارے فوت شدہ اہل خاندان کو گالیاں دے کر ہمارے زندہ افراد کو اذیت نہ پہنچاؤ۔ تو انہوں نے عرض کی: ہم رسول اللہ ﷺ کے غضب (ناراضگی) سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا بے شک حضرت عباسؓ مجھ سے اور میں ان سے ہوں۔ اس لیے ہمارے مردوں کو گالی دے کر ہمارے زندوں کو اذیت نہ پہنچاؤ۔ اس پر ان لوگوں نے عرض کی: ہم آں جناب ﷺ کی ناراضگی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں لہٰذا آپ ﷺ ہمارے لیے استغفار فرما دیجیے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں تو اس درخواست پر آپ ﷺ نے ان کے لیے استغفار فرمایا۔[91]

۞...حضرت عمیر بن قتادہ اللیثی نے ایک مرتبہ بارگاہ نبوی ﷺ میں سوال کیا کہ ''فای الجهاد افضل؟'' (تو کون سا جہاد افضل ہے؟) جس پر آپ ﷺ نے (کسی نامعلوم وجہ کی بناء پر) اپنا سر جھکا لیا اور دیر تک خاموش رہے تو انہیں (حضرت عمیر بن قتادہ کو) خوف لاحق ہوا کہ شاید حضور ﷺ پر یہ سوال گراں گزرا ہے اور دل میں کہنے لگے کہ کاش میں نے یہ سوال آپ ﷺ سے نہ کیا ہوتا، پھر عرض کرنے لگے:

"اعوذ باللّٰہ من غضب اللّٰہ و غضب رسوله ﷺ"

''میں اللہ کے غضب اور اس کے رسول ﷺ کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔''

پھر تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اُٹھایا اور فرمایا تم نے کیا پوچھا تھا؟ میں نے عرض کی: کون سا جہاد افضل ہے؟ فرمایا: ظالم حکمران کے سامنے کلمہ عدل کہنا۔[۹۲]

۞...حضرت ابو قتادہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا آپ ﷺ کیسے روزے رکھتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ اس کی بات (سوال) سے ناراض ہوگئے۔ جب حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کا غضب (غصہ) دیکھا تو عرض کی:

"رضینا باللّٰہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیاً نعوذ باللّٰہ من غضب اللّٰہ و غضب رسوله "

حضرت عمرؓ اس جملہ کو بار بار دہرانے لگے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔[۹۳]

بعد ازیں حضرت عمرؓ نے روزے سے متعلق چند سوالات کیے اور آپ ﷺ نے جوابات مرحمت فرمائے۔ باقی رہا یہ اشکال کہ مذکور سوال پر رحمت عالم ﷺ کیوں اتنا ناراض ہوئے کہ حضرت عمرؓ کو آپ ﷺ کے غصہ سے اللہ کی پناہ طلب کرنا پڑی؟ تو اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ یہ بے تکا سوال تھا دوسرے اس سے کئی اعتقادی و عملی مفاسد پیدا ہو سکتے تھے جنہیں نگاہ نبوت دیکھ رہی تھی۔[۹۴]

۞...حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک زکوۃ وصول کرنے والے عامل کو بھیجا تو وہ ایک آدمی کے پاس (وصولی زکوۃ کے لیے) آیا، جس پر اس نے اسے ایک کمزور سا اونٹ کا بچہ (زکوۃ کے طور پر) دیا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے (عامل کے پہنچنے پر ناراضگی کے انداز میں) فرمایا: ہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عامل کو بھیجا اور (اس کے باوجود) فلاں آدمی نے اس کو دبلا پتلا اونٹ کا بچہ دیا۔ اے اللہ تو نہ اس آدمی میں برکت فرما اور نہ اس

کے اونٹوں میں۔ یہ بات اس آدمی تک پہنچی تو وہ ایک عمدہ قسم کی اونٹنی لے آیا اور کہنے لگا میں اللہ عزوجل اور اس کے نبی ﷺ کی طرف توبہ کرتا ہوں۔ اس پر نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: اے اللہ اس آدمی میں برکت فرما اور اس کے اونٹوں میں بھی۔[95]

❁...حضرت عائشہ زوج النبی ﷺ سے روایت ہے کہ آں محترمہؓ نے ایک تکیہ/گدا خریدا جس میں تصویریں تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسے (گھر میں داخل ہونے کے وقت) دیکھا تو آپ ﷺ دروازے پر ہی کھڑے ہوگئے اور اندر داخل نہ ہوئے جس پر آں محترمہؓ نے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر ناپسندیدگی کے آثار پہچان لیے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں۔ میں نے کیا گناہ کیا؟ (کہ آپ ﷺ اندر تشریف نہیں لا رہے؟) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جن تصویروں کو تم نے بنایا ان میں جان بھی ڈالو۔ پھر فرمایا بے شک وہ گھر جس میں یہ تصویریں ہوں۔ اس میں فرشتے (رحمت کے) داخل نہیں ہوتے۔[96]

❁❁❁❁❁❁

چوتھی فصل: گستاخیٔ رسول ﷺ۔ ناقابل برداشت

محبّ کے سامنے محبوب کی حرمت پامال ہو، اس کی عزت پر حرف آئے، اس کی گستاخی کی جائے اور محبّ کو ذرہ برابر غیرت نہ آئے۔ وہ محبوب کی عزت کی طرف بڑھنے والے ہاتھ کو توڑ دینے اور گستاخ کی زبان کو گدی سے کھینچ لینے کی اپنی سی کوشش نہ کرے تو اسے محبت کا دعویٰ کرنے کا کوئی حق نہیں۔ یہ تو عمومی محبت کا تقاضا ہے اور جہاں تک حضور ﷺ کے ساتھ محبت کا معاملہ ہے تو ہر جہت اور ہر زاویے سے آپ کی عزت و ناموس کا تحفظ اہل اسلام کا شرعی فرض ہے۔ اب صحابہ کرام اس فرض کی ادائیگی سے کیسے غافل رہ سکتے تھے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ صحابہ کرام نے حضور ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کے معاملے میں جس ایمانی حمیت وغیرت اور غیر معمولی ہمت و جرأت کا مظاہرہ کیا، اس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔ کوئی بڑی گستاخی تو درکنار، ان سے تو معمولی اور ادنیٰ گستاخانہ حرکت بلکہ گستاخی نما الفاظ بھی برداشت نہیں ہوتے تھے۔ آیئے عقیدت ومحبت جاں نثاری اور تعظیم وتکریم رسول ﷺ کے اس اندازِ محبت کے چند مظاہر کا مطالعہ کرتے ہیں۔

گستاخِ رسول ﷺ کی گردن ماردینے کی اجازت

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ یمن سے حضرت علی بن ابی طالبؓ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بیری کے پتوں سے دباغت دیے ہوئے چمڑے کے ایک تھیلے میں سونے کے چند ڈلے (ٹکڑے) بھیجے۔ ان سے ابھی (دکان کی) مٹی بھی نہیں جھاڑی گئی تھی۔ حضرت ابوسعید کہتے ہیں پھر آنحضور ﷺ نے وہ سونا چار افراد میں تقسیم کردیا، عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید الخیل اور چوتھے علقمہ تھے یا عامر بن طفیل۔ تو آپ کے اصحاب میں سے ایک آدمی نے کہا: ان لوگوں سے ہم زیادہ اس مال کے مستحق تھے۔

حضرت ابوسعید کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ مجھ پر اطمینان نہیں کرتے حالانکہ میں اس ذات کا امین ہوں جو آسمان میں ہے۔ میرے

پاس صبح شام وحی آتی ہے۔ حضرت ابو سعید کا کہنا ہے کہ پھر ایک شخص جس کی آنکھیں دھنسی ہوئیں، رخسار اُٹھے ہوئے اور پیشانی بھی اُبھری ہوئی تھی، گھنی داڑھی اور سر منڈا ہوا تہبند اُٹھائے ہوئے کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ سے ڈریے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا: افسوس کیا میں اس روئے زمین پر اللہ سے ڈرنے کا سب سے زیادہ مستحق نہیں ہوں۔ حضرت ابو سعید کہتے ہیں، پھر وہ شخص چلا گیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں اس شخص کی گردن نہ مار دوں؟ فرمایا نہیں۔ شاید یہ شخص نماز پڑھتا ہو۔ تو حضرت خالد نے عرض کی: بہت سے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جو اپنی زبان سے وہ بات (کلمہ توحید) کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس بات کا حکم نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دلوں کا کھوج لگاؤں اور نہ اس چیز کا حکم ہوا ہے کہ ان کے پیٹ چاک کروں۔ حضرت ابو سعید کا کہنا ہے کہ پھر آنحضور ﷺ نے اس کی طرف دیکھا تو وہ چہرہ دوسری طرف کیے ہوئے تھا۔ فرمایا: اس کی نسل سے ایک ایسی قوم نکلے گی جو کتاب اللہ کی تلاوت بڑی خوش الحانی کے ساتھ کرے گی لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ دین سے وہ لوگ اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ اور میرا (ابو سعید کا) خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میں ان کے دور میں ہوا تو ان کا اس طرح استیصال کروں گا جس طرح قوم ثمود کا استیصال کیا گیا تھا۔[97]

جب کہ ایک دوسری روایت میں کہ یہ منافق و بدبخت آدمی جس نے حضور ﷺ کے سامنے یہ گستاخی اور بدتمیزی کی تھی، اس کا نام ذوالخویصرہ تھا اور قبیلہ بنو تمیم سے تعلق رکھتا تھا اور اس کی گردن مارنے کی اجازت حضرت عمر فاروقؓ نے چاہی تھی مگر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی پناہ! لوگ باتیں کریں گے کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہوں۔ بے شک یہ آدمی اور اس کے ساتھی (خوارج) قرآن مجید کو پڑھیں گے مگر قرآن ان کے نرخروں (گلوں) سے نیچے نہیں اُترے گا (دل میں کوئی اثر نہیں کرے گا) اور یہ قرآن مجید سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے (اور اس پر خون نہیں لگتا)[98]

گستاخِ رسول ﷺ کو جہنم رسید کر دینا

حضرت عمیر بن امیہ الانصاری کی ایک مشرکہ بہن تھی۔ آپ جب نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ جانے لگتے تو اکثر یہ بدبخت نبی رحمت ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی اور گالیاں دیتی۔ ایک دن

آپ نے اپنی چادر کے نیچے تلوار چھپالی پھر اس کے پاس آئے، اس نے حسب عادت حضور ﷺ کو گالی دی تو حضرت عمیرؓ نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بیٹوں نے بڑا واویلا اور چیخ و پکار کی۔ پھر یہ معاملہ نبی اکرم ﷺ کے پاس لائے۔ مگر آپ ﷺ نے اس گستاخ کا خون معاف قرار دیا۔[99]

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک نابینا (صحابی) کی ایک اُم ولد (یہودیہ) تھی جو نبی اکرم ﷺ کو گالی دیتی اور آں جناب ﷺ کی شان میں برا بھلا کہتی تھی۔ اس پر وہ نابینا صحابی اسے روکتے اور ڈانٹ ڈپٹ کرتے مگر وہ اپنی حرکت سے باز نہ آتی۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک رات وہ (حسب عادت) نبی اکرم ﷺ کی شان میں بک بک کرنے اور گالی دینے لگی تو اس نابینا صحابی نے خنجر پکڑا، خنجر کو اس کے پیٹ پر رکھا اور زور سے خنجر کو دباتے ہوئے اسے قتل کر دیا حتیٰ کہ اس کے پیٹ کا بچہ بھی اس کی ٹانگوں کے درمیان گر پڑا اور وہاں جو کچھ تھا خون سے لت پت ہو گیا۔

جب صبح ہوئی تو اس وقوعہ کا ذکر نبی اکرم ﷺ سے کیا گیا۔ اس پر آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: میں اللہ کو گواہ بنا کر تم سے اس آدمی کے متعلق پوچھتا ہوں جس نے یہ کام کیا جس پر میرا حق ہے مگر یہ کہ وہ خود کھڑا ہو جائے تو وہ نابینا آدمی کھڑا ہو گیا اور لوگوں کے درمیان سے راستہ بناتے ہوئے آگے بڑھنے لگا اور وہ خوف سے کانپ رہا تھا یہاں تک کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اس عورت کا قاتل میں ہوں۔ دراصل یہ آں جناب ﷺ کو گالیاں دیتی اور آپ ﷺ کی شان میں نازیبا کلمات بکتی تھی میں اسے روکتا اور ڈانٹتا تھا مگر یہ اپنی حرکت سے باز نہیں آتی تھی۔ میرے اس سے موتیوں کی مانند دو بیٹے بھی ہیں اور یہ میری رفیقہ حیات تھی مگر گزشتہ رات یہ آپ ﷺ کو گالیاں دینے اور آپ ﷺ کی شان میں بکواس کرنے لگی تو میں نے خنجر پکڑا اور اس کے پیٹ پر رکھا اور اوپر سے دبایا حتیٰ کہ میں نے اسے قتل کر دیا۔ یہ تفصیل سن کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (لوگو!) گواہ ہو جاؤ اس گستاخ عورت کا خون معاف ہے۔[100]

اس واقعہ سے ملتی جلتی ایک دوسری روایت حضرت علی المرتضیٰؓ سے یوں مروی ہے کہ ایک یہودی عورت نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دیتی اور آپ ﷺ کی شان میں بک بک کرتی تھی۔ اس گستاخانہ

حرکت پر ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ دیا حتیٰ کہ وہ جہنم رسید ہوگئی (مرگئی) تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا۔[101]

جب کہ بعض محدثین نے یہ روایت امام شعبی سے روایت کی ہے اور صراحت کی ہے کہ اگرچہ یہ روایت ''مرسل'' ہے تاہم یہ حدیث ''جید'' ہے کیونکہ امام شعبی کی ملاقات حضرت علیؓ سے ثابت ہے دوسرے محدثین کے نزدیک وہ (شعبی) ''صحیح المراسیل'' ہیں۔[102]

گستاخِ رسول ابوجہل کی تلاش اور قتل

حضرت عبدالرحمٰنؓ سے روایت ہے کہ غزوہ بدر کے دوران جب کہ میں اپنی صف میں کھڑا ہوا جنگ میں مصروف تھا۔ میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو اپنے آپ کو دو انصاری نوجوانوں (معاذ بن عمرو معاذ بن عفراء) کے درمیان پایا، جو دونوں ابھی کمسن تھے، اسی وقت ایک نے ان میں سے مجھے آنکھ سے اشارہ کیا اور کہا:

''اے چچا! کیا آپ ابوجہل ابن ہشام کو پہچانتے ہیں؟''

میں نے کہا: ''ہاں! تمہیں اس سے کیا کام ہے؟''

اس نے کہا: ''میں نے سنا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں نے اس کو دیکھ لیا تو مجھ سے بچ کر نہیں جا سکتا، یہاں تک کہ ہم میں سے وہ موت کے گھاٹ اُتر جائے جس کا وقت آچکا ہے۔'' اسی وقت دوسرے نے مجھے آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے وہی بات کہی جو پہلے نے کہی تھی۔ میں اس بات پر اور ان دونوں کے جذبے پر حیران ہو رہا تھا کہ دونوں اپنے اس ارادہ کو ایک دوسرے سے چھپا رہے تھے، یعنی دونوں کا مقصد ایک تھا مگر ان میں سے ہر ایک دوسرے کو اپنے اس ارادہ سے بے خبر رکھنا چاہتا تھا تا کہ وہ اکیلے ہی اس کارنامے کو انجام دے سکے، تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اتفاق سے ابوجہل پر میری نظر پڑ گئی جو لوگوں کو جوش دلاتا ہوا ادھر سے اُدھر پھر رہا تھا، میں نے ان سے کہا:

''وہ دیکھو! یہی تو وہ شخص ہے جس کے متعلق تم پوچھ رہے تھے!''

یہ سنتے ہی وہ دونوں اپنی تلواریں بلند کر کے اس طرف بڑھے اور اس پر وار کیے یہاں

تک کہ ابوجہل کشتہ ہو کر گر پڑا، یعنی انہوں نے ادھ موا کر کے ڈال دیا جس سے وہ بے حرکت ہو کر زمین پر گر پڑا یہ دونوں سمجھے کہ وہ مر چکا ہے۔ اس کے بعد یہ دونوں مجاہد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور آپ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع دی، آپ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: ''تم دونوں میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے؟'' اس پر دونوں نے اپنے متعلق کہا کہ میں نے قتل کیا ہے۔ آخر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کر لیں ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تب آپ ﷺ نے ان کی تلواروں کو دیکھا اور دونوں کی تلواریں خون آلود دیکھ کر فرمایا: تم دونوں ہی نے اسے قتل کیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فیصلہ دیا کہ ابوجہل کے جسم کے کپڑے اور زرہ بکتر وغیرہ ان دونوں کو دی جائیں۔ البتہ ابوجہل کی تلوار کے متعلق آپ ﷺ نے یہ حکم نہیں دیا تھا۔ لہٰذا اب یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں رہی جس کے مطابق ابوجہل کی تلوار آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو عنایت فرمائی تھی۔[۱۰۳]

عبداللہ بن ابی کی گستاخی رسول ﷺ پر صحابی کو طیش

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے عرض کی گئی کہ آپ ﷺ عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) کے ہاں تشریف لے جاتے تو بہتر تھا۔ اس پر نبی اکرم ﷺ اس کی طرف روانہ ہوئے اور آپ ﷺ گدھے (یعفور نامی) پر سوار تھے اور مسلمان (صحابہ کرام) بھی پیدل آپ ﷺ کے ساتھ چلے اور وہ زمین (جدھر سے آپ گزر رہے تھے) شور تھی۔ جب نبی اکرم ﷺ اس کے پاس پہنچے تو اس نے (ازراہ تکبر و نفرت) کہا: آپ مجھ سے دور ہی رہیے گا قسم بخدا آپ کے گدھے (کے پیشاب) کی بو نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ اس پر صحابہ کرام میں انصار کا ایک آدمی بول پڑا: خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کا گدھا تم سے زیادہ خوشبودار ہے۔ تو عبداللہ بن ابی کی طرف سے اس کی قوم کا ایک آدمی (صحابی کی بات پر) غصے میں آ گیا۔ دونوں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے تو دونوں طرف سے دونوں کے حمایتی مشتعل ہو گئے حتیٰ کہ دونوں کے درمیان چھڑیوں، ہاتھوں اور جوتوں کے ذریعے مار کٹائی بھی ہوئی۔ ہمیں (راوی) کو معلوم ہوا کہ یہ آیت کریمہ اسی سلسلے میں نازل ہوئی کہ

''اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کروا دو۔''[۱۰۴]

گستاخی رسول ﷺ پر سیدہ عائشہؓ کی برہمی

ایک دفعہ یہودی مردوں کی ایک جماعت بارگاہ نبوی ﷺ میں آئی اور اپنے خبث باطن اور عداوتِ رسول ﷺ کا مظاہرہ کرتے ہوئے سلام کی نیت سے ''السلام علیکم'' کی بجائے اپنی زبانوں کو مروڑا دیتے اور دھوکا دیتے ہوئے کہا: ''السام علیك'' (آپ پر موت واقع ہو جائے) حضور ﷺ کے نورِ نبوت سے ان کی یہ چالاکی کیسے مخفی رہ سکتی تھی۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''و علیکم'' (بلکہ تم مردودوں پر موت ہو) ادھر سیدہ عائشہؓ جوشِ محبت میں ان کی اس گستاخی اور جسارت پر بول پڑیں۔

''السام علیکم و لعنکم اللّٰہ و غضب علیکم''

''تم مردودوں پر اللہ کی لعنت وغضب نازل ہو۔''

صاحب خلق عظیم ﷺ نے فرمایا: عائشہ! ذرا ٹھہرو۔ اتنی سختی اور یہ بددعائیں آپ کے شایانِ شان نہیں۔ آپ کے لیے ہر معاملے میں نرمی اور سختی سے بچنا ضروری ہے۔ عرض کی: محبوبا! آپ ﷺ نے ان بدبختوں کی بات نہیں سنی؟ فرمایا: جو میں نے جواب دیا ہے کیا تو نے وہ نہیں سنا؟ میری بددعا ان کے حق میں قبول ہوگی جبکہ میرے حق میں ان کی یہ بدعاء کبھی قبول نہ ہوگی۔ [105]

اسی طرح حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا اور کہا ''السام علیکم'' (آپ ﷺ پر موت واقع ہو) آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا ''و علیك'' (بلکہ تجھ پر موت واقع ہو) پھر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا جانتے ہو اس یہودی نے کیا کہا؟ دراصل اس نے کہا تھا ''السام علیکم'' صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ کیا ہم اس کو قتل نہ کر دیں فرمایا نہیں بلکہ جب اہل کتاب تمہیں سلام کریں تو تم بھی جواب میں ''و علیکم'' (اور تم پر بھی) کہہ دیا کرو۔ [106]

حضور ﷺ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ترجیح دینے پر طمانچہ جڑ دینا

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ دو شخصوں نے جن میں ایک مسلمان اور دوسرا یہودی تھا، ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔ مسلمان نے کہا اُس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ کو تمام جہانوں پر فضیلت دی تو جواب میں یہودی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام

کو تمام جہانوں پر فضیلت بخشی ۔ اس پر مسلمان نے اپنا ہاتھ اُٹھایا اور یہودی کے چہرے پر طمانچہ جڑ دیا تو یہودی نبی اکرم ﷺ کے پاس گیا اور مسلمان کے ساتھ اپنے تمام ماجرے کی آپ ﷺ کو خبر دی ۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے مسلمان کو بلایا اور اس سے واقعہ کے بارے میں دریافت فرمایا تو اس نے ساری تفصیل سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا ۔ تو (تمام ماجرا سن کر) نبی اکرم ﷺ نے (ازراہ تواضع تعلیم اُمت کے لیے) فرمایا: مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ترجیح نہ دیا کرو کیونکہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو جائیں گے اور میں خود بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہو جاؤں گا ۔ اس کے بعد سب سے پہلا شخص جو بے ہوشی سے افاقہ پائے گا، میں ہوں گا ۔ تو اس وقت میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرشِ الٰہی کا کنارہ پکڑے ہوئے ہوں گے ۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بے ہوش ہونے والوں میں شامل ہوں گے اور مجھ سے پہلے وہ ہوش میں آگئے ہوں گے یا ان لوگوں میں شامل ہوں گے جنہیں اللہ نے بے ہوشی سے مستثنیٰ کر دیا تھا ۔[۱۰۷]

حضور ﷺ کو گالی دہندہ کی پٹائی

حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی حضرت اروی بنت عبدالمطلب کے بیٹے حضرت طلیب بن عمیر بن وھب اسلام میں پہلے آدمی ہیں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کو گالی دینے پر ایک مشرک زخمی کر کے خون بہایا ۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت طلیب نے ایک موقعہ پر عوف بن صبرہ السہمی کو حضور ﷺ کو گالی دیتے سنا تو غیرت ایمانی میں اس مردود کو داڑھی کے بالوں سے اچھی طرح پکڑ کر خوب پٹائی کی ۔ حتیٰ کہ اسے مار مار کر زخمی کر دیا ۔ اس بات کی شکایت جب ان کی والدہ حضرت اروی سے لگائی گئی اور کہا گیا کہ کیا آپ دیکھتی نہیں کہ آپ نے بیٹے نے کیا حرکت کی ہے؟ اس پر حضرت اروی نے کہا ۔

ان طلیبا نصر ابن خاله واساه فی ذی دمه و ماله

بے شک طلیب نے اپنے ماموں کے بیٹے کی مدد کی

اور اس کے خون میں اور اس کے مال میں غمخواری کی

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مضروب آدمی ابواہاب بن عزیر الدارمی تھا جسے قریش مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو تھپڑ مارنے کی جسارت پر اُکسایا تھا ۔ اس کے بعد حضرت طلیب سے اس کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے اس کو پکڑ کر خوب پٹائی کہ حتیٰ کہ زخمی کر دیا ۔[۱۰۸]

جبکہ ایک روایت کے مطابق یہ مضروب و مردود آدمی ابو جہل تھا۔ جس نے حضور ﷺ کو گالی دی تو حضرت طلیب نے اس کی داڑھی کے بال پکڑتے ہوئے مار مار کر زخمی کر دیا۔[109]

حضور ﷺ کو "یا محمد" کہہ کر مخاطب کرنے پر برہمی

حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبانؓ کا بیان ہے کہ میں (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا تھا کہ اسی دوران ایک یہودی عالم (حبر) آیا اور حضور ﷺ کو سلام دیتے ہوئے کہا "السلام علیك یا محمد" یہ سن کر میں نے اسے اتنے زور سے دھکا دیا کہ وہ اس سے گرتے گرتے بچا۔ اس پر اس نے مجھے کہا تم نے مجھے دھکا کیوں دیا؟ میں نے کہا تو یارسول اللہ ﷺ کیوں نہیں کہتا۔ یہودی نے کہا ہم تو آپ ﷺ کو اسی نام سے پکارتے ہیں جو نام آپ ﷺ کے گھر والوں نے رکھا ہے۔ اب پیغمبر امن ﷺ نے (یہ جھگڑا ختم کرتے ہوئے) فرمایا بے شک میرے گھر والوں نے جو میرا نام رکھا وہ "محمد" (ﷺ) ہے۔

اس کے بعد یہودی عالم نے آپ ﷺ سے آخرت اور بچے کی ولادت سے متعلق چند سوالات کیے۔ جن کا جواب کوئی پیغمبر ہی دے سکتا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے نور نبوت اور خداداد علم سے ان کے جوابات دیے۔ جس پر اس نے تسلیم کیا کہ واقعی آپ ﷺ نبی ہیں اور پھر واپس چلا گیا۔ جس کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس کے واپس چلے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اس آدمی نے مجھ سے ان چیزوں کے بارے میں سوال کیا تو مجھے ان کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا حتیٰ کہ (اس کے پوچھنے پر) اللہ نے مجھے ان چیزوں کا علم عطا فرما دیا۔"[110]

حدیث نبوی کے معارضہ پر بیٹے سے قطع کلامی

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے حضرت بلال سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابا جان نے حدیث نبوی بیان کرتے ہوئے کہا: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اگر تمہاری عورتیں تم سے مساجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو انہیں ان کے حصہ (اجر و ثواب) سے نہ روکو۔ بلال نے (اپنے زمانہ کے فتنہ و فساد کے پیش نظر) کہا کہ ہم تو انہیں ضرور منع کریں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے (اس طرز تکلم کو حدیث نبوی کا معارضہ و مقابلہ سمجھتے ہوئے) کہا:

"اقول قال رسول اللّٰہ ﷺ و تقول انت لنمنعھن"

میں کہہ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا اور تو جواب میں کہتا ہے کہ ہم انہیں ضرور روکیں گے۔

جب کہ ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے حضرت سالم کی اس سلسلے میں مزید وضاحت یہ ہے کہ مذکورہ جملے کے بعد بلال بھائی کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے ابا جان نے انہیں ایسے سخت الفاظ میں برا بھلا کہا کہ میں نے کبھی ایسے سخت الفاظ کہتے ہوئے نہیں سنا تھا۔ اور پھر صرف اس وقتی ناراضگی اور غصہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مرتے دم تک انہوں نے بلال سے کلام نہیں کیا۔[۱۱]

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے قریب بیٹھے ہوئے ایک آدمی نے ''خذف'' کیا (یعنی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کی مدد سے کنکری پھینکی) تو آپ نے اسے ایسا کرنے سے روکا اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے خذف (شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کی مدد سے کنکری پھینکنے) سے منع کیا اور فرمایا ہے کہ خذف کا عمل کوئی شکار نہیں کرسکتا (البتہ کسی کی آنکھ نکال سکتا اور دانت توڑ سکتا ہے) مگر حضرت عبداللہ بن مغفل کے روکنے کے باوجود اُس آدمی نے دوبارہ خذف کا ارتکاب کیا۔ اس حرکت پر آپ نے اُس آدمی سے فرمایا: میں تمہیں یہ حدیث سنا رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس (خذف) سے منع فرما رکھا ہے مگر تم پھر دوبارہ خذف کرنے لگے ہو۔ بنابریں میں تم سے کبھی کلام نہ کروں گا۔[۱۲]

حدیث کے مقابلے میں رائے پیش کرنے پر سخت ناراضگی

حضرت عبادہ بن صامت الانصاریؓ جو رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور نقیب (بیعت عقبہ کا شرف حاصل کرنے والے) تھے، امیر معاویہ کے ساتھ روم کی سرزمین پر جہاد میں شریک ہوئے تو آپ نے وہاں لوگوں کو دیکھا کہ سونے کے ٹکڑوں کو دنانیر (سونے کے سکوں) اور چاندی کے ٹکڑوں کو دراہم (چاندی کے سکوں) کے بدلے خرید رہے ہیں تو انہوں نے کہا اے لوگو! بے شک تم اس طرح سود کھانے کا ارتکاب کر رہے ہو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ سونے کو سونے کے ساتھ نہ خریدو الّا یہ کہ وہ مثل بہ مثل ہو نہ ان کے درمیان کسی قسم کی زیادتی ہو اور نہ ادھار۔ اس پر امیر معاویہ نے ان سے کہا: اے ابوالولید! میں اس

معاملے میں سود نہیں سمجھتا الا یہ کہ ادھار ہو۔تو حضرت عبادہ نے کہا: میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم مجھے (حدیث کے مقابلے میں) اپنی رائے سناتے ہو۔اللہ نے مجھے یہاں سے نکالا تو ایسی سرزمین پر سکونت نہیں اختیار کروں گا جہاں پر تمہاری میرے اوپر ولایت (حکومت) ہو۔تو جب وہاں (روم) سے لوٹے تو مدینہ منورہ آگئے جس پر حضرت عمر بن الخطابؓ نے ان سے کہا: اے ابوالولید! تمہیں کیا چیز واپس لائی ہے؟ تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو پورا قصہ سنا دیا اور جو اہل روم سے (سود کے بارے میں) کہا تھا وہ بھی بتا دیا۔تو حضرت عمرؓ نے کہا اے ابوالولید! اپنی سرزمین (شام) کی طرف لوٹ جایئے۔اللہ اس سرزمین کا برا کرے جس میں تم اور تمہارے جیسے لوگ رہایش پذیر نہ ہوں اور امیر معاویہ (شام کے گورنر) کو لکھا کہ ان (حضرت عبادہ بن صامت) پر تمہاری کوئی ولایت (حکومت) نہیں۔علاوہ ازیں انہوں نے جو (سود کے بارے) کہا لوگوں سے اس پر عمل کراؤ کیونکہ وہی شرعی حکم ہے۔[۱۱۳]

حدیث نبوی ﷺ میں تردد پر غصہ

معروف صحابی حضرت عمران بن حصینؓ نے ایک مجلس میں یہ حدیث نبوی ﷺ بیان کی کہ ''اہل وعیال کے رونے سے مردے پر عذاب ہوتا ہے'' اس پر ایک شخص نے اعتراض کیا کہ ''کوئی شخص خراسان مر جائے اور اس کے اہل وعیال یہاں پر ماتم کریں تو کیا آپ کے خیال میں اس پر خراسان میں عذاب ہوگا؟'' حدیث نبوی کے معاملے میں اس تردد نما سوال اور بے ادبی پر حضرت عمران بن حصین نے جوشِ ایمان میں غصے سے فرمایا:

"صدق رسول اللّٰه و كذبت انت" [۱۱۴]

''رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا اور تو ہی جھوٹ بکتا ہے۔''

اسی طرح حضرت عبداللہ بن ثابت الانصاریؓ نے ایک مرتبہ اپنے بیٹوں کو بلا کر فرمایا کہ تم سب یہ تیل اپنے سروں پر لگا لو مگر وہ حسب حکم تیل لگانے سے رُک گئے۔اس پر حضرت عبداللہ نے لاٹھی پکڑی اور سب کو پیٹنا شروع کر دیا اور فرمایا: کیا تم رسول اللہ ﷺ کے تیل سے اعراض کرتے ہو۔[۱۱۵]

علیٰ ہذا القیاس ایک آدمی نے حضرت عمران بن حصینؓ سے کہا: اے ابو نجید! بے شک آپ لوگ (صحابہ) ہم سے بعض ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جن کی اصل ہم قرآن مجید میں نہیں پاتے۔تو حضرت عمرانؓ غصے میں آگئے اور فرمایا کیا تم ہر چالیس درہم پر ایک درہم زکوۃ

اور ہر اتنی بکریوں پر ایک بکری زکوٰۃ اور اتنے اونٹوں پر ایک اونٹ زکوٰۃ۔ کیا اس طرح کی تفصیل تم قرآن مجید میں پاتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو کس سے یہ تفصیل تم نے معلوم کی؟ تم نے یہ ساری تفصیل ہم سے حاصل کی اور ہم نے اسے نبی اکرم ﷺ سے حاصل کیا اور پھر اس طرح کی کئی چیزیں (مسائل) آپ نے ذکر فرمائیں۔[116]

مسجد نبوی میں بلند آوازی پر حضرت عمرؓ کی تنبیہہ

حضرت سائب بن یزیدؓ کہتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا کہ ایک آدمی نے میری طرف کنکری پھینکی۔ میں نے دیکھا کہ تو وہ حضرت عمر بن خطابؓ تھے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور ان دونوں آدمیوں کو میرے پاس بلا لاؤ۔ چنانچہ میں ان دونوں آدمیوں کو آپؓ کے پاس لے آیا۔ تو آپ نے ان دونوں سے پوچھا: تم کس علاقہ سے تعلق رکھتے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم اہل طائف سے ہیں۔ فرمایا اگر تم اس شہر (مدینہ) کے رہنے والے ہوتے تو تمہیں سزا دیتا، تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کرتے ہو۔[117]

حضور ﷺ سے گستاخانہ لہجہ۔ ناقابل برداشت

۞ ...حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس (اپنے قرض کا) تقاضا کرنے آیا اور اس نے (تقاضائے قرض میں آپ ﷺ کو) سخت الفاظ کہے جس پر صحابہ کرامؓ نے اسے پکڑنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو کیونکہ جس آدمی کا کسی پر حق ہو، وہ کوئی بات کہنے کا بھی حق رکھتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے جانور (جو قرض میں دیا گیا تھا) کی عمر کا جانور اسے دے دو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اس سے زیادہ عمر کا جانور تو موجود ہے (لیکن اس عمر کا نہیں) آپ ﷺ نے فرمایا وہی اسے دے دو کیونکہ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو تم میں ادائیگی کے اعتبار سے بھی اچھا ہے۔[118]

۞ ...حضرت ابوسعید الخدریؓ کہتے ہیں کہ ایک اعرابی (دیہاتی) نبی اکرم ﷺ کے پاس اپنے قرض کا مطالبہ کرنے کے لیے آیا جو آپ ﷺ کے ذمہ تھا۔ اور (قرض کا تقاضا کرنے میں) آپ ﷺ پر سختی کی حتیٰ کہ اس نے آپ ﷺ سے کہا اگر آپ ﷺ مجھے ادائیگی نہیں کرتے تو میں آپ ﷺ کے لیے بڑی تنگی پیدا کردوں گا۔ اس پر آپ ﷺ کے صحابہ نے اسے جھڑکا اور کہا تیرا ناس ہو۔ کیا جانتا ہے کہ تو کس عظیم ذات سے کلام کر رہا ہے؟ اس نے کہا کہ بے شک میں اپنا

حق مانگ رہا ہوں۔ تو نبی عدل ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تم نے صاحب حق کا ساتھ کیوں نہ دیا۔ پھر حضرت خولہ بنت قیسؓ کو بلا بھیجا اور ان سے فرمایا اگر تمہارے پاس کھجور ہے تو ہمیں قرض دے دو یہاں تک کہ ہمارے پاس اپنی کھجور آجائے تو ہم تمہیں ادائیگی کر دیں گے۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، کھجور موجود ہے۔ فرمایا تو اسے قرض کے طور پر دے دو۔ تو اس طرح آپ ﷺ نے اعرابی کا قرض دے دیا اور اسے کھجوریں کھانے کو بھی عنایت فرمائیں تو اس نے (خوش ہوکر) کہا آپ ﷺ نے میرا پورا حق ادا کیا، اللہ تعالیٰ آپ کو بھی زیادہ عنایت فرمائے۔[119]

۞...ایک مرتبہ حضور ﷺ اور سیدہ عائشہؓ کے درمیان کسی بات پر باہمی شکر رنجی ہوگئی۔ تصفیہ کے لیے میاں بیوی نے بطور حکم حضرت ابوبکرؓ کو بلایا۔ ابوبکرؓ آئے تو حضور ﷺ نے سیدہ عائشہؓ سے کہا: پہلے تم بات کرتی ہو یا میں کروں؟ سیدہ عائشہؓ نے (شدت جذبات میں) کہا: پہلے آپ ﷺ ہی اپنا موقف بیان کریں مگر حق کے سوا کوئی بات نہ کہیں۔ بیٹی کے منہ سے یہ جملہ سن کر حضرت ابوبکرؓ اپنے غصہ پر قابو نہ رکھ سکے۔ ایک زوردار طمانچہ بیٹی کے منہ پر ایسا مارا کے ان کے منہ سے خون بہنے لگا اور فرمایا: اے اپنی جان کی دشمن! کیا حضور ﷺ حق کے بغیر کوئی بات فرمائیں گے؟ باپ کا غصہ دیکھ کر سیدہ عائشہؓ نے حضور ﷺ کی پناہ لی اور آپ ﷺ کے پیچھے ہوکر بیٹھ گئیں۔ نبی رحمت ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا: ہم نے تمہیں اس لیے نہیں بلایا تھا اور نہ ہم تم سے اس قسم کے رویہ کا ارادہ رکھتے تھے۔[120]

۞...اسی طرح حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: واقعہ افک میں جب میرے رب نے آسمانوں سے میری براءت کی گواہی دی اور اس سلسلے میں سورۃ النور کی آیات نازل ہوئیں، تو اس وقت حضور ﷺ حضرت ابوبکرؓ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ جب وحی کی کیفیت دور ہوگئی تو آپ ﷺ نے میرے ابا جان سے فرمایا: جاؤ اپنی بیٹی کے پاس اور اسے بتاؤ کہ اللہ کریم نے اس کی براءت و پاکیزگی پر وحی نازل فرما دی ہے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب ابا جان تیز تیز چلتے ہوئے میرے پاس آئے اور فرمایا بیٹی! تمہارے لیے یہ خوشخبری ہے کہ اللہ کریم نے تمہاری براءت نازل فرمادی ہے۔ میں نے کہا ''میں اس پر اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں نہ کہ آپ کا اور اور نہ آپ کے ساتھی کا، جس نے آپ کو بھیجا ہے'' اتنے میں حضور ﷺ بھی میرے کمرے میں آگئے آپ ﷺ نے میرا بازو پکڑنا چاہا تو میں نے (وفورِ جذبات میں) جھٹک کر بازو چھڑا لیا۔ میری یہ گستاخی دیکھ کر ابا جی

نے جوتا اتار لیا اور مجھے مارنے کے لیے اُٹھے مگر امی جان نے انہیں روک لیا۔ ادھر حضور ﷺ میری اس شوخی اور فطری غصہ پر تبسم فرماتے رہے۔[121]

کاشانۂ رسول ﷺ کے ساتھ متصل گھر نہ ہونے کی بات گراں گزرنا

حضرت ابی بن کعبؓ کہتے ہیں کہ انصار کے ایک آدمی کا گھر مدینہ منورہ میں کافی فاصلے پر تھا مگر اس کے باوجود اس کی کوئی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (باجماعت پڑھنے سے) فوت نہ ہوتی تھی۔ ابی بن کعب کہتے ہیں کہ یہ صورتحال دیکھ کر مجھے اس پر رحم آیا اور میں نے اس سے کہا اے فلاں! اگر تو کوئی گدھا (سواری) خرید لے تو وہ تجھے ایک تو گرمی سے بچائے گا دوسرے زمین کے کیڑے مکوڑوں سے بھی تیری حفاظت کرے گا۔ تو اس نے (دور سے پیدل نماز کے لیے آنے کو ترجیح دیتے ہوئے) کہا، قسم بخدا میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میرا گھر نبی اکرم ﷺ کے کاشانہ مبارک کے ساتھ متصل ہو۔ حضرت ابی بن کعبؓ کہتے ہیں مجھے اس کی یہ (بظاہر بے ادبی کی) بات بڑی ناگوار گزری۔ حتیٰ کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو یہ بات بتادی۔ تو آپ ﷺ نے اسے بلا کر پوچھا تو اس نے آپ ﷺ کے سامنے بھی وہی بات کہہ دی اور عرض کی کہ وہ دور سے پیدل چل کر نماز کے لیے آنے میں اجر وثواب کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تیرے لیے وہی کچھ ہے جس کی تو نے نیت کی۔[122]

ناقۂ نبوی سے ناقۂ بدوی کا بڑھ جانا۔ صحابہؓ پر شاق

حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام ''عضباء'' تھا اور (دوڑ میں کوئی جانور) اس سے آگے نہیں بڑھ پاتا تھا۔ پس (ایک مرتبہ) ایک اعرابی اپنے اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اس نے عضباء سے دوڑ لگائی تو وہ ناقہ نبوی سے آگے بڑھ گیا۔ تو مسلمانوں (صحابہ کرامؓ) پر یہ معاملہ بڑا شاق گزرا اور کہنے لگے کہ عضباء (خلافِ معمول) پیچھے رہ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے (اس کی حکمت بیان کرتے اور صحابہ کا غم ہلکا کرتے ہوئے) فرمایا: بے شک اللہ کے ہاں یہ دستور ہے کہ جب دنیا میں کوئی چیز بلند ہوتی ہے تو وہ اسے پست بھی کرتا ہے۔[123]

✿✿✿✿✿✿

حوالہ جات وحواشی باب چہارم

۱۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ) ۱/۳۷۹

(ب) ایضاً (کتاب الوضوء باب البزاق والمخاط ونحوہ فی الثوب) ۱/۳۸

(ج) ابن کثیر، سیرۃ النبی (اُردو ترجمہ) ۲/۲۸۸

(د) حلبی، سیرت حلبیہ (غزوات النبی۔اُردو ترجمہ) ص:۴۱۱

(ہ) ابن قیم، زاد المعاد ۳/۲۹۳

۲۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب و باب مذکور)

(ب) ابو داؤد، السنن (کتاب السنۃ باب فی الخلفاء) ۲/۶۴۰

(ج) ایضاً (کتاب الجہاد باب فی صلح العدو) ۲/۳۸۱

(د) ہیثمی، مجمع الزوائد (باب ماجاء فی عروہ بن مسعودؓ) ۹/۳۸۶

۳۔ (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الایمان باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ وکذا الحج والعمرۃ)

(ب) قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفےٰ ۲/۳۸ (فصل فی عادۃ الصحابہ فی تعظیمہ و توقیرہ واجلالہ)

۴۔ (الف) ترمذی، جامع (ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر الصدیقؓ)

(ب) قاضی عیاض، الشفاء ۲/۳۸ (فصل مذکور)

(ج) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب مناقب ابی بکر وعمر) ص:۵۶۰

۵۔ (الف) ترمذی، الشمائل (باب ماجاء فی خلق الرسول ﷺ) ص:۵۹۸

(ب) قاضی عیاض، الشفاء ۲/۳۸ (فصل مذکور)

۶۔ ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب دفن المیت ۔ فصل الثانی) ص:۱۴۹

۷۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ ۳/۳۰۴

۸۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب التفسیر۔ سورۃ الحجرات) ۲/۷۱۸

(ب) ترمذی، جامع (ابواب التفسیر۔ سورۃ الحجرات) ص: ۴۷۰

۹۔ الحاکم المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۳/۷۴

۱۰۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الصلوٰۃ باب تشبیک الاصابع فی المسجد) ۱/۶۹ نیز (کتاب التہجد باب من یکبر فی سجدتی السھو)

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب المساجد باب السھو فی الصلوٰۃ والسجود لہ)

(ج) ابن ماجہ، السنن (ابواب اقامۃ الصلوٰۃ۔ باب فیمن سلم من ثنتین الخ) ۱/۸۶

۱۱۔ قاضی عیاض، الشفاء ۲/۴۰

۱۲۔ دیکھیے: (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب الادب باب ما جاء فی المزاح) ۲/۶۸۴

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب المزاح) ص: ۴۱۷

(ج) ابن کثیر، سیرۃ النبی (اُردو ترجمہ) ۳/۳۴۵

(د) البلاذری، انساب الاشراف ۱/۴۱۷

(ہ) الصالحی، سیرت شامی ۱۱/۱۴۹-۱۷۳

(و) ذھبی، سیر اعلام النبلاء ۲/۱۷۱

۱۲A۔ دیکھیے: (الف) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن ۳/۴۰

(ب) امام رازی، تفسیر کبیر ۵/۱۳۱

(ج) شاہ ولی اللہ، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف (اُردو ترجمہ) ص ۳

۱۳۔ (الف) قاضی عیاض، الشفاء ۲/۳۹-۴۰

(ب) ترمذی، جامع (ابواب المناقب باب مناقب ابی محمد طلحہ بن عبید اللہ)

(ج) ایضاً (ابواب التفسیر۔ تفسیر سورۃ الاحزاب)

(د) ذھبی، سیر اعلام النبلاء ۱/۲۸ (ترجمہ طلحہ بن عبید اللہ)

۱۴۔ قاضی عیاض، الشفاء ۲/۴۰

۱۵۔ دیکھیے: (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الایمان۔ ابتدائی احادیث) ۱/۳۰-۳۱

(ب) نسائی، السنن (کتاب الصیام باب وجوب الصیام)

۱۶- مسلم، الصحیح (کتاب الایمان۔ ابتدائی احادیث) ۱/۳۹

۱۷- مذی: وہ پانی جو بیوی سے ملاعبت اور بوسہ لیتے وقت مرد کے عضو تناسل سے نکل آتا ہے۔

۱۸- دیکھئے: (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الحیض باب المذی) ۱/۱۴۳

(ب) ابوداؤد، السنن (کتاب الطہارۃ باب فی المذی) ۱/۲۷

(ج) نسائی، السنن (کتاب الطہارۃ باب الوضوء من المذی نیز کتاب الغسل والتیمم باب الوضوء من المذی)

(د) شیبانی، امام محمد، مؤطا (باب الوضوء من المذی) ص: ۴۰

(ہ) مالک بن انس، مؤطا (جامع الوضوء۔ الوضوء من المذی) ص: ۱۴

۱۹- (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب الصلوٰۃ باب فی سجدتی السہو)

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب السہو) ص: ۹۲۔ ۹۳

۲۰- (الف) ابن حجر، الاصابہ ۴/۷۰ (نمبر شمار ۴۶۷۲)

(ب) الصالحی الشامی، سبل الہدیٰ والرشاد (سیرت شامی) ۱۰/۴۰

۲۱- بدران، تہذیب تاریخ دمشق ۷/۴۰۱

۲۲- الصالحی الشامی، سبل الہدیٰ والرشاد ۱۰/۳۹۔ ۴۰

۲۳- (الف) الحاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابۃ) ۳/۵۶۳۔ ۵۶۴

(ب) الصالحی الشامی، سیرت شامی ۱۰/۳۹

۲۴- دیکھئے: (الف) ابن ہشام، سیرۃ النبی ۴/۱۲۔ ۱۳

(ب) ابن سعد، الطبقات ۸/۱۰۰ (ترجمہ اُم حبیبہؓ)

(ج) ابن کثیر، سیرۃ النبی (اُردو ترجمہ) ۲/۲۰۰

(د) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ۴/۲۸۰

(ہ) ابن قیم، زاد المعاد ۱/۱۱۰

(و) ابن حجر، الاصابہ ۸/۸۵

(ز) ذہبی، سیر اعلام النبلاء ۲/۲۲۲۔ ۲۲۳

(ح) الصالحی الشامی، سیرت شامی ۱۱/۱۹۶

(ط) حلبی، سیرت حلبیہ (غزوات النبی، اُردو ترجمہ) ص: ۵۴۲

(ی) شیخ عبدالحق، مدارج النبوہ (اُردو ترجمہ) ۷۷۵/۲

۲۵- ملاحظہ ہو: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء)

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الجہاد والسیر باب صلح الحدیبیۃ فی الحدیبیۃ)

(ج) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب الصلح ۔ الفصل الثالث)

(د) ملا علی قاری، مرقاۃ (باب الصلح) ۷۷/۸-۹۱

(ہ) عامہ کتب سیرت و تاریخ (باب صلح حدیبیہ)

۲۶- مسلم، الصحیح (کتاب الآداب باب النہی عن التکنی بابی القاسم)

۲۷- ایضاً

۲۸- (الف) ابوجعفر بغدادی، کتاب المحبر (تحت المشبھون بالنبی ﷺ) ص: ۴۶-۴۷

(ب) ابن عساکر: تاریخ دمشق (مخطوطہ) تحت الکاف۔ کابس بن ربیعہ السامی) ۴۹۲/۱۴-۱۹۳

بحوالہ مولانا محمد نافع، سیرت امیر معاویہ ۶۰۳/۱-۶۰۵

(ج) شہاب الدین خفاجی، نسیم الریاض شرح الشفاء (فصل من توقیرہ ﷺ) ۶۴۳/۳

(د) الصالحی الشامی، سبل الہدیٰ ۴۵/۱۱

۲۹- دیکھیے: (الف) ابن ہشام، سیرۃ النبی: ۲۹۴/۲-۲۹۵

(ب) ابن سعد، الطبقات ۱۱۶/۸-۱۱۷ (ترجمہ جویریہ بنت حارث)

(ج) البناء، الفتح الربانی ۱۷/۲۱ نیز ۱۳۹/۲۲

(د) ابن حجر، الاصابہ ۴۳/۸-۴۴

(ہ) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۱۸۰۴/۴

(و) قسطلانی، المواہب اللدینہ ۹۱/۲

(ز) ابن سید الناس، عیون الاثر ۳۸۳/۲

(ح) الصالحی الشامی، سیرت شامی ۲۱۰/۱۱

(ط) شیخ عبدالحق، مدارج النبوہ (اُردو ترجمہ) ۷۷۳/۲

(ی) بدران، تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر ۳۰۶/۱-۳۰۷

(ک) حاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۲۶/۴-۲۷

۳۰۔ ابن سعد، الطبقات ۳/۲۹۶۔۲۹۷

۳۱۔ ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب مناقب اہل البیت) ص: ۵۷۱

۳۲۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء ۲/۹۳ (ترجمہ عباس بن عبدالمطلبؓ)

۳۳۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الحیض باب شہود الحائض العیدین ودعوۃ المسلمین) ۱/۴۶۔۴۷

(ب) ایضاً (کتاب العیدین باب اذا لم یکن لہا جلباب فی العید) ۱/۱۳۴

(ج) نسائی، السنن (کتاب صلوٰۃ العیدین باب خروج العواتق وذوات الخدور فی العیدین)

۳۴۔ بخاری، الصحیح (کتاب التفسیر۔ سورۃ اذا السماء انشقت)

۳۵۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ)

(روایت ہذا کے الفاظ صحیح بخاری کے ہیں)

(ب) نسائی، السنن (کتاب الجنائز باب تقبیل المیت)

(ج) ابن ماجہ، السنن (ابواب الجنائز باب ذکر ووفاتہ ودفنہ ﷺ) ۱/۱۱۸

۳۶۔ ابن ماجہ، السنن (ابواب اقامۃ الصلوٰۃ باب افتتاح الصلوٰۃ) ۱/۵۸۔۵۹

۳۷۔ ملاحظہ ہو: (الف) بخاری، الصحیح، (کتاب المناقب باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلا سے اگلا باب) ۱/۵۱۸ نیز کتاب التفسیر باب قولہ فلم تجدوا ماء فتیمموا الخ

(ب) ایضاً ۱/۴۸ (کتاب التیمم ترجمۃ الباب)

(ج) ایضاً (کتاب المحاربین باب من ادب اہلہ) ۲/۱۰۱۲

(د) مسلم، الصحیح (کتاب الحیض باب التیمم) ۱/۱۶۰

(ہ) ابوداود، سنن (کتاب الطہارۃ باب التیمم) ۱/۴۵

(و) نسائی، سنن (ابواب الوضوء باب بدء التیمم) ۱/۳۳۔۳۴

ز) مالک بن انس، موطا (التیمم) ص: ۱۸۔۱۹

۳۸۔ ابن شبہ، تاریخ المدینۃ المنورۃ ۱/۳۔۴

۳۹۔ بخاری، الصحیح (کتاب الجنائز باب الاذن بالجنازۃ الخ) ۱/۱۶۷

۴۰۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الجنائز باب صفوف الصبیان مع الرجال علی الجنائز) ۱/۱۷۶ نیز باب صلوٰۃ الصبیان مع الناس علی الجنائز ۱/۱۷۷

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب المشی بالجنازۃ والصلوٰۃ علیہا) ص: ۱۴۵

۴۱۔ دیکھیے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الصلوۃ باب کنس المسجد والتقاط الخرق) ۶۵/۱

(ب) ایضاً، (کتاب الجنائز باب الاذن بالجنازۃ و باب الصلوۃ علی القبر بعد ما یدفن) ۱/۱۶۷-۱۷۸

(ج) مسلم، الصحیح (کتاب الجنائز فصل فی الصلوۃ علی القبر) ۱/۳۰۹-۳۱۰

(د) ابوداؤد، السنن (کتاب الجنائز باب الصلوۃ علی القبر) ۴۵۷/۲

۴۲۔ ترمذی، جامع (ابواب الجنائز باب ماجاء فی الصلوۃ علی القبر) ص: ۱۶۸-۱۶۹

۴۳۔ دیکھیے: (الف) نسائی، السنن (کتاب الجنائز باب الصلوۃ علی الجنازۃ باللیل نیز باب الاذن بالجنازۃ)

(ب) امام محمد، موطا (باب الصلوۃ علی المیت بعد ما یدفن) ص: ۱۵۶-۱۵۸

(ج) مالک بن انس، موطا (باب تتبع الجنازۃ) ص: ۷۸-۷۹

۴۴۔ (الف) نسائی، السنن (باب الصلوۃ علی القبر، کتاب الجنائز)

(ب) ابن ماجہ، السنن (ابواب الجنائز باب ماجاء فی الصلوۃ علی القبر) ۱۱۱/۱

۴۵۔ بخاری، الصحیح (کتاب التیمم باب الصعید الطیب) ۴۹/۱

۴۶۔ دیکھیے: (الف) ترمذی، جامع (ابواب المناقب باب ماجاء فی میلاد النبی ﷺ) ص: ۵۲۱-۵۲۲

(ب) حاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۶۲۵/۳

(ج) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۱۳۰۳/۳ (نمبر شمار: ۲۱۶۵۔ قباث بن اشیم)

(د) ابن حجر، الاصابہ ۲۲۵/۵ (نمبر شمار: ۷۰۵۰)

نوٹ: ایک محفل میلاد میں راقم نے ایک ''علامہ صاحب'' کو جامع ترمذی کے درج بالا ترجمۃ الباب ''باب ماجاء فی میلاد النبی ﷺ'' (جس کے اندر متن میں درج روایت کے علاوہ کوئی روایت نہ ہے) سے مروجہ میلاد النبی ﷺ منانے کے جواز پر استدلال کرتے ہوئے سنا۔ علامہ صاحب کی اس ''اجتہادی بصیرت، قوت استدلال، ملکہ استنباط احکام اور عوام پر ''علمی رعب'' جمانے بلکہ جسارت پر حیرت ہوئی۔

۴۷۔ (الف) ابن حجر، الاصابہ ۱۰۲/۳ (نمبر شمار ۳۲۸۴)

(ب) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۶۲۷/۲ (نمبر شمار: ۹۹۳۔ سعید بن یربوع)

۴۸۔ (الف) ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح (باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ) ۳۸۸/۱۱

(ب) ذہبی، سیر اعلام النبلاء ۸۰/۲-۹۶

(ج) بدران، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۳۰/۷

۴۹- بخاری، الصحیح (کتاب الصلوٰۃ باب تشبیک الاصابع فی المسجد) ۶۹/۱

۵۰- مسلم، الصحیح (کتاب الفضائل باب قربہ ﷺ من الناس وتبرکہم بہ)

۵۱- دیکھیے: (الف) ابن قدامہ موفق الدین، المغنی والشرح الکبیر ۱۰/۵۱۵

(ب) ابن حجر، الاصابہ ۶/۲۴۸ (نمبر شمار: ۸۷۷۷)

(ج) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۴/۱۵۰۸ (نمبر شمار: ۲۶۲۸)

۵۲- ابن ماجہ، السنن (باب تعظیم حدیث رسول اللہ ﷺ الخ) ۴/۱

۵۳- ایضاً

۵۴- (الف) ابن ماجہ، السنن (باب کراھۃ مس الذکر بالیمین الخ) ۲۷/۱

(ب) ہیثمی، مجمع الزوائد (مناقب عثمان) ۸۶/۹

۵۵- (الف) قاضی عیاض، الشفاء ۲/۴۰

(ب) بخاری، الادب المفرد (باب قرع الباب ۲/۵۲۹

۵۶- ابن ماجہ، السنن (باب فضل عمرؓ) ۱۱/۱

۵۷- ابن سعد، الطبقات ۸/۱۵۲ (ترجمہ اُم ہانی بنت ابی طالب بن عبدالمطلب)

۵۸- بخاری، الصحیح (کتاب التہجد باب طول الصلوٰۃ فی قیام اللیل) ۱۹/۱۵۲-۱۵۳

۵۹- ایضاً (حاشیہ)

۶۰- (الف) احمد بن حنبل، مسند ۱/۳۲۸

(ب) حاکم، مستدرک (کتاب معرفۃ الصحابۃ) ۳/۵۳۴

(ج) ابن حجر، الاصابہ ۴/۹۱

(د) ہیثمی، مجمع الزوائد (مناقب عبداللہ بن عباسؓ) ۹/۲۸۴

(ہ) کاسانی، بدائع الصنائع (اُردو ترجمہ) ۱/۵۱۹-۵۲۰ (متن میں درج روایت بدائع سے ہی منقول ہے)

نوٹ: بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کے لیے حضور ﷺ کی دعا ''اللھم فقہ فی الدین'' ایک اور موقع پر بھی منقول ہے۔ وہ یہ کہ آپ ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے (از خود) آپ ﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھ دیا۔ آپ ﷺ نکلے تو دریافت فرمایا کہ پانی کس نے رکھا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نام بتا گیا تو آپ ﷺ نے اس خدمت سے خوش ہو کر دعا دی کہ ''اللھم فقہ فی الدین''۔ بخاری ۱/۲۶ (کتاب الوضوٴ باب وضع الماء عند الخلاء)

۶۱۔ (الف) ترمذی، جامع (ابواب الاستیذان والآداب باب ماجاء ان الرجل احق بصدر دابتہ)

(ب) ابوداؤد، السنن (کتاب الجہاد باب رب الدابۃ احق بصدرھا) ۳۴۷/۱

۶۲۔ ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب القیام) ص: ۴۰۳

۶۳۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الاذان باب من دخل لیوم الناس الخ) ۹۴/۱

(ب) ایضاً (کتاب التہجد باب رفع الایدی فی الصلوٰۃ لامر ینزل بہ)

(ج) ایضاً (کتاب التہجد باب الاشارۃ فی الصلوٰۃ)

(د) ایضاً (کتاب الصلح باب ماجاء فی الاصلاح بین الناس)

(ہ) ایضاً (کتاب الاحکام باب الامام یاتی قوماً فیصلح بینھم)

(و) نسائی، السنن (کتاب ادب القضاۃ باب مصیر الحاکم الیٰ رعیۃ للصلح بینھم) نیز (کتاب الامامۃ باب اذا تقدم الرجل من الرعیۃ ثم جاء الوالی ھل یتاخر و باب استخلاف الامام اذ غاب)

(ز) مسلم، الصحیح (کتاب الصلوٰۃ باب تقدیم الجماعۃ من یصلی بھم الخ)

(ح) ابوداؤد، السنن (کتاب الصلوٰۃ باب التصفیق فی الصلوٰۃ) ۱۳۵/۱-۱۳۶

(ط) امام مالک، موطا (باب الالتفات والتصفیق فی الصلوٰۃ عندالحاجۃ) ص: ۵۷

۶۴۔ دیکھئے: (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الصلوٰۃ باب تقدیم الجماعۃ من یصلی بھم اذا تاخر الامام الخ)

(ب) نسائی، السنن (کتاب الطہارۃ باب صفۃ الوضوء غسل الکفین و باب کیف المسح علی العمامۃ)

نوٹ: سنن نسائی کی اس روایت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پیچھے حضور ﷺ کے صرف نماز پڑھنے کا تذکرہ ہے۔ صحابہ کی ناگواری کا نہیں۔

(ج) امام محمد، موطا (باب المسح علی الخفین) ص: ۴۴

(د) امام مالک، موطا (جامع الوضو باب ماجاء فی صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ خلف رجل من اُمتہ) ۸۸/۱

۶۵۔ (الف) ابوداؤد، سنن (کتاب الطہارۃ باب فی الجنب یصافح) ۳۰/۱

(ب) کاسانی، بدائع الصنائع (اُردو ترجمہ) ۳۹۸/۱

۶۶۔ (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الحیض باب الدلیل علی ان المسلم لا ینجس) ۱۶۲/۱

(ب) نسائی، السنن (کتاب الطہارۃ باب مماسۃ الجنب)

(ج) ابن ماجہ، السنن (باب مصافحۃ الجنب) ۴۱/۱

۶۷۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الغسل باب عرق الجنب وان المسلم لا ینجس) ۴۲/۱

(ب) سنن، ابی داؤد (کتاب و باب مذکور) ۳۰/۱

(ج) جامع ترمذی (ابواب الطہارۃ ما جاء فی مصافحۃ الجنب) ص:۴۳

(د) مسلم، الصحیح (کتاب الحیض باب الدلیل علی ان المسلم لا ینجس) ۱۶۲/۱

(ہ) نسائی، السنن (کتاب الطہارۃ باب مماسۃ الجنب ومجالستہ)

(و) ابن ماجہ، السنن (باب مصافحۃ الجنب) ۴۰/۱

(ز) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب مخالطۃ الجنب) ص:۴۹

۶۸۔ (الف) نسائی، السنن (کتاب الاستعاذہ، روایات عن عقبہ بن عامر)

(ب) قسطلانی، المواھب اللدنیہ ۱۱۹/۲

(ج) ابن کثیر، سیرۃ النبی (اُردو) ۲۶۷/۳

۶۹۔ مسلم، الصحیح (کتاب الاشربہ باب اباحۃ اکل الثوم)

۷۰۔ ملاحظہ ہو: (الف) سہیلی، روض الانف ۲۲۸/۲

(ب) حلبی، سیرت حلبیہ ۲۲۸/۲

(ج) الشامی، سبل الہدیٰ والرشاد ۳۹۰/۳

(د) ابن اثیر، اسد الغابہ ۸۰/۲۔۸۱

(ہ) السمہودی، وفاء الوفاء ۲۵۶/۱

۷۱۔ دیکھئے: (الف) سہیلی، روض الانف ۲۳۹/۲

(ب) ابن کثیر، السیرۃ النبویہ ۲۷۷/۲

(ج) سمہودی، وفاء الوفاء ۲۶۴/۱

(د) ابن حجر، الاصابہ ۲۹۰/۲ (نمبر شمار: ۲۱۵۹)

(ہ) الحاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابۃ) ۴۶۱/۳

(و) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۴۲۵/۲ (نمبر شمار: ۶۰۰۔ خالد بن زید)

۷۲۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب المناقب باب نسبۃ الیمن الی اسماعیل) ۴۹۷/۱

(ب) ایضاً (کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل واذکر فی الکتاب اسمٰعیل) ۴۷۸/۱

(ج) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب اعداد آلۃ الجہاد)

(د) ابن حجر، الاصابہ ۴۷/۷ (نمبر شمار: ۷۷۳۲)

(ہ) ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح (باب اعداد آلۃ الجہاد) ۳۱۴/۷

۷۳۔ (الف) الصالحی الشامی، سیرت شامی ۳۸/۱۰

(ب) ابن کثیر، سیرۃ النبی (اُردو) ۲۶۱/۳ (مختصراً)

۷۴۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ) ۳۸۰/۱

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الجہاد والسیر باب صلح الحدیبیۃ) ۲۶/۲

۷۵۔ ابن سعد، الطبقات ۲۰/۴ (ترجمہ العباس بن عبدالمطلبؓ)

۷۶۔ (الف) حلبی، سیرت (غزوات النبی ۔ اُردو ترجمہ) ص: ۱۱۴

(ب) الحاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابۃ) ۲۲۳/۳

(ج) ابن سعد الطبقات ۱۱/۴ (ترجمہ العباس بن عبدالمطلب)

۷۷۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب التفسیر ۔ سورۃ الحجرات) ۷۱۸/۲

(ب) ایضاً (کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

۷۸۔ (الف) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۲۰۱/۱

(ب) ہیثمی، مجمع الزوائد (باب ماجاء فی ثابت بن قیس) ۳۲۲/۹

۷۹۔ دیکھیے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب التفسیر باب فضل سورۃ الفتح)

(ب) ایضاً (کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیۃ)

(ج) مالک بن انس، موطا (باب ماجاء فی القرآن) ص: ۷۱

۸۰۔ (الف) ترمذی، جامع (ابواب الزہد باب ماجاء فی ھم الدنیا وحبھا)

(ب) نسائی، السنن (باب ذکر الفطرۃ ۔ اتخاذ الخادم والمرکب)

(ج) ذھبی، سیر اعلام النبلاء ۱۶۶/۱

۸۱۔ ابن سعد، الطبقات ۹۰/۴-۹۱ (ترجمہ سلمان الفارسی)

۸۲۔ (الف) ذھبی، سیر اعلام النبلاء ۱۲/۱-۱۳ (ترجمہ ابوعبیدہ بن الجراح)

اس روایت میں اگرچہ ایک راوی کا نام نامعلوم ہے۔ مگر باقی راوی ثقہ ہیں۔ حاشیہ

(ب) احمد بن حنبل، مسند ۱۹۵/۱-۱۹۶

(ج) ہیثمی، مجمع الزوائد ۲۵۳/۱۰

۸۳۔ (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الجنائز فصل عند الصدمۃ الاولیٰ) ۳۰۲/۱

(ب) بخاری، الصحیح (کتاب الجنائز باب قول الرجل للمرءۃ عند القبر اصبری) ۱/۱۶۷ (بخاری میں یہ روایت صرف ہدایت نبوی "اتق اللّٰہ و اصبری" تک ہے۔ اس ہدایت نبوی پر خاتون کا جواب اور پھر بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہونے کا تذکرہ نہیں۔)

(ج) ایضاً (کتاب الاحکام باب ماذکر ان النبی ﷺ لم یکن لہ بواب)

(د) ولی الدین، مشکوۃ المصابیح (باب البکاء علی المیت) ص: ۱۵۰

۸۴- ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ۴/۲۴۴ (ترجمہ ابورہم غفاری)

۸۵- (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الصیام باب النہی عن صوم الدھر)

(ب) نسائی، السنن (کتاب الصیام باب صوم یوم وافطار یوم)

(ج) ابن ماجہ، السنن (باب فی کم یستحب ختم القرآن) ۱/۹۶

۸۶- (الف) نسائی، السنن (کتاب و باب مذکور)

(ب) ابن سعد، الطبقات ۴/۲۶۳۔۲۶۴

۸۷- (الف) ابن ماجہ، السنن (ابواب الاطعمہ باب عرض الطعام)

(ب) ابن سعد، الطبقات ۷/۴۵

(ج) ابن حجر، الاصابہ ۱/۱۳۷ (تحت نمبر شمار ۵۶۱)

۸۸- ولی الدین، مشکوۃ المصابیح (باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) ص: ۳۲

۸۹- مسلم، الصحیح (کتاب الفضائل باب کراہۃ اکثار السوال من غیر ضرورۃ)

۹۰- بخاری، الادب المفرد (باب من برک علی رکبتیہ) ۲/۶۱۲۔۶۱۳

۹۱- (الف) بدران، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۷/۲۳۷

(ب) ابن سعد، الطبقات ۴/۲۴ (ترجمہ العباس بن عبدالمطلب)

۹۲- حاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابۃ) ۳/۶۲۶

۹۳- ولی الدین، مشکوۃ المصابیح (باب صیام التطوع) ص: ۱۷۹

۹۴- ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح (باب صیام التطوع) ۴/۲۸۹

۹۵- نسائی، السنن (کتاب الزکوۃ باب الجمع بین المتفرق والتفریق بین المجتمع)

۹۶- (الف) مالک بن انس، موطا (باب ماجاء فی الصور والتماثیل) ص: ۳۸۱

(ب) ولی الدین، مشکوۃ المصابیح (باب التصاویر۔فصل اول) ص: ۳۸۵

۹۷۔ دیکھیے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب المغازی باب بعث علی بن ابی طالبؓ وخالد بن الولیدؓ الی الیمن)
(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الزکوٰۃ باب اعطاء المؤلفۃ ومن یخاف علی ایمانہ الخ)
(ج) ابوداؤد، السنن (کتاب السنۃ باب فی قتل الخوارج) ۶۵۶/۲
(د) نسائی، السنن (کتاب المحاربۃ باب من شھر سیفہ ثم وضعہ فی الناس) نیز (کتاب الزکوٰۃ باب المؤلفۃ قلوبھم)

۹۸۔ دیکھیے: (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الزکوٰۃ باب اعطاء المؤلفۃ ومن یخاف علیٰ ایمانہ الخ)
(ب) ابن ماجہ، السنن (باب فی ذکر خوارج) ۱۶/۱
(ج) بخاری، الادب المفرد (باب قول الرجل للرجل ویلک) ۲۵۰/۲

۹۹۔ ابن حجر، الاصابہ ۲۹/۵ (نمبر شمار: ۶۰۱۶)

۱۰۰۔ ابوداؤد، السنن (کتاب الحدود باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ) ۵۹۹/۲

۱۰۱۔ ابوداؤد، السنن (کتاب وباب مذکور) ۶۰۰/۲

۱۰۲۔ ابن تیمیہ، الصارم المسلول ص: ۶۰

۱۰۳۔ ملاحظہ ہو: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الجہاد باب من لم یخمس الاسباب ومن قتل قتیلا الخ)
(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الجہاد والسیر باب استحقاق القاتل سلب القتیل)
(ج) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب قسمۃ الغنائم والغلول فیھا)
(د) الحاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۴۲۵/۳ (تذکرہ معاذ بن عمرو بن الجموع)
(ہ) حلبی، سیرت حلبیہ (حصہ غزوات النبی۔ اُردو ترجمہ) ص: ۱۲۸
(و) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۱۴۱۱/۳ (نمبر شمار: ۲۴۲۲۔ معاذ بن عمرو الجموح)
(ز) ذھبی، سیر اعلام النبلاء ۲۵۰/۱ (ترجمہ عبدالرحمٰن بن عوف)

۱۰۴۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الصلح باب ماجاء فی اصلاح بین الناس)
(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الجہاد والسیر باب ما لقی النبی ﷺ من اذی المشرکین والمنافقین)

۱۰۵۔ دیکھیے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الادب باب الرفق فی الامر کلہ) ۸۹۰/۲
نیز (کتاب الادب باب لم یکن النبی ﷺ فاحشا)
(ب) ایضاً (کتاب الاستیذان باب کیف یرد علی اہل الذمۃ السلام) ۹۲۵/۲
(ج) ایضاً (کتاب الدعوات باب قول النبی یستجاب لنا فی الیھود) ۹۴۷/۲ نیز باب الدعاء علی

المشرکین

(د) ایضاً (کتاب استتابہ المعاندین باب اذاعرض الذمی الخ) ۱۰۲۳/۲

(ہ) مسلم، الصحیح (کتاب السلام باب النہی عن ابتداء اہل الکتاب بالسلام) ۲/۲۱۳-۲۱۴

(و) بخاری، الادب المفرد (باب لیس المومن بالطعان و باب الرفق) ۱/۴۰۴-۵۴۹

(ز) ولی الدین، مشکوۃ المصابیح (باب السلام) ص:۳۹۸

(ح) ترمذی، جامع (ابواب الاستیذان والآداب باب ماجاء فی کراہیۃ التسلیم علی الذمی)

۱۰۶- بخاری، الصحیح (کتاب استتابۃ المرتدین باب اذاعرض الذمی وغیرہ بسب النبی ﷺ)

۱۰۷- ملاحظہ ہو: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الخصومات۔ پہلا باب)

(ب) ایضاً (کتاب الانبیاء باب وفاۃ موسیٰ وذکر ما بعدہ)

(ج) ایضاً (کتاب التفسیر باب قولہ ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا الخ)

(د) ایضاً (کتاب الدیات باب اذالطم المسلم یہودیا عند الغضب)

(ہ) ایضاً (کتاب التوحید باب فی المشیۃ والارادۃ)

(و) ترمذی، جامع (ابواب تفسیر۔تفسیر سورۃ الزمر)

(ز) ابوداؤد، السنن (کتاب السنۃ باب فی التخییر بین الانبیاء) ۶۴۲/۲

(ح) مسلم، الصحیح (کتاب الفضائل باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام)

(ط) ولی الدین، مشکوۃ المصابیح (باب بدء الخلق وذکر الانبیاء) ص:۵۰۷

۱۰۸- ابن حجر، الاصابہ ۲۹۵/۳ (نمبر شمار:۴۲۸۱)

۱۰۹- ذھبی، تاریخ الاسلام (عہد الخلفاء الراشدین) ص:۹۵

۱۱۰- (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الحیض باب بیان صفۃ منی الرجل والمرءۃ الخ) ۱۴۶/۱

(ب) حاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۴۸۱/۳

۱۱۱- دیکھئے: (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد) ۱۸۳/۱

(ب) ولی الدین، مشکوۃ المصابیح (آخر باب الجماعۃ وفضلہا) ص:۹۷

(ج) ابوداؤد، السنن (کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد) ۸۴/۱

۱۱۲- (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الصید والذبائح باب اباحۃ مایستعان بہ وکراہۃ الخذف)

(ب) نووی، ریاض الصالحین (باب فی الامر بالمحافظۃ علی السنۃ وآدابہا) ص:۹۰

(ج) ابن ماجہ، السنن (ابواب الصید باب النہی عن الخذف)

(د) ایضاً (باب تعظیم حدیث رسول اللہ ﷺ والتغلیظ علی من عارضہ) ۳/۱

۱۱۳- ابن ماجہ، السنن (باب تعظیم حدیث رسول اللہ ﷺ) ۱/۳-۴

۱۱۴- نسائی، السنن (کتاب الجنائز باب النیاحۃ علی المیت) ۱/۱۸۹

۱۱۵- ابن حجر، الاصابہ ۴/۴۴ (نمبر شمار: ۴۵۶۵)

۱۱۶- ابوداؤد، السنن (کتاب الزکوٰۃ باب ماتجب فیہ الزکوٰۃ) ۱/۲۱۷-۲۱۸

۱۱۷- بخاری، الصحیح (کتاب الصلوٰۃ باب رفع الصوت فی المسجد) ۱/۶۷

۱۱۸- دیکھیے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الوکالۃ باب الوکالۃ فی قضاء الدیون)

(ب) ایضاً (کتاب المساقات باب استقراض الابل وباب لصاحب الحق مقال الخ)

(ج) ایضاً (کتاب الھبۃ باب الھبۃ المقبوضۃ وغیر المقبوضۃ وباب من ھدی لہ ھدیۃ الخ)

۱۱۹- ابن ماجہ، السنن (ابواب الشہادت باب لصاحب الحق سلطان) ۱/۱۷۶

نوٹ: اس حدیث کے حاشیہ میں یہ وضاحت ہے کہ یہ تلخ کلامی کرنے والا اعرابی غیر مسلم تھا۔ مگر آپ ﷺ کے اس کمال حسن اخلاق اور رافت وشفقت کو دیکھ کر کلمہ پڑھ لیا (سنن ابن ماجہ باب مذکور)

۱۲۰- امام غزالی، احیاء علوم الدین ۲/۵۵ (مؤسسۃ الحلبی قاہرہ)

۱۲۱- (الف) عبدالرزاق، مصنف ۵/۴۱۸ (بیروت)

(ب) الصالحی الشامی، سیرت شامی ۱۱/۱۴۸

۱۲۲- (الف) مسلم، الصحیح (کتاب المساجد باب فضل الصلوٰۃ المکتوبۃ فی جماعۃ الخ) ۱/۲۳۵

(ب) ابن ماجہ، السنن (ابواب المساجد باب الابعد فالابعد من المسجد اعظم اجرا) ۱/۵۷

۱۲۳- (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الرقاق باب التواضع)

(ب) امام محمد، موطا (باب السبق فی الخیل) ص: ۴۶۸

(ج) ابوداؤد، السنن (کتاب الادب باب فی کراہیۃ الرفعۃ فی الامور) ۲/۶۶۲

(د) نسائی، السنن (کتاب الخیل باب السبق)

(ہ) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب اعداد آلۃ الجہاد)

(و) ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح ۷/۳۱۷

باب پنجم

تبرک بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم

باب پنجم: تبرّک بالرسول ﷺ

پہلی فصل: اعضاء و جسمِ رسول ﷺ سے حصولِ برکت:

حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام ؓ کی والہانہ محبت و عقیدت کا ایک انداز یہ بھی نظر آتا ہے کہ جب انہیں آپ ﷺ کے وجودِ مسعود ، ر اعضاء بدن سے برکت حاصل کرنے کا کوئی موقع ملتا تو اسے غنیمت اور خوش نصیبی سمجھتے ہوئے ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ اس کی بڑی وجہ مختلف اوقات میں رونما ہونے والے وہ بے شمار معجزات تھے جن میں وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ حضور ﷺ کے جسد اطہر اور اعضاء رسول ﷺ سے مس ہونے اور زبانِ رسول ﷺ سے کوئی کلمہ نکلنے کی برکت سے مختلف اشیاء میں کس طرح تاثیر پیدا ہوجاتی تھی، تھوڑا سا کھانا سینکڑوں ہزاروں لوگوں کو کس طرح کافی ہو رہتا تھا، روحانی و قلبی بیماریوں کے ساتھ ساتھ جسمانی بیماریاں کس طرح دور ہوجاتی تھیں اور دعاء رسول ﷺ سے مصائب و آلام کس طرح ٹل جاتے تھے وغیرہ وغیرہ (جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں)۔

حضور ﷺ کی ذات سے ظاہر ہونے والی ایسی ظاہری و حسی برکات کا مشاہدہ کرنے کے بعد کیسے ممکن تھا کہ وہ آپ ﷺ کی ذات بابرکات سے حصول برکت کا کوئی موقع کھو دیتے۔ چنانچہ آئندہ سطور میں ہم اس طرح کی عقیدت و محبت کی چند جھلکیاں دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

دستِ نبوی چہروں پر لگانا - چند جھلکیاں

۞...حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام ؓ کی حد درجہ عقیدت و محبت کا ایک آنکھوں دیکھا منظر حضرت ابو جحیفہ ؓ یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عین دوپہر کو نبی رحمت ﷺ وادیٔ بطحا کی طرف نکلے۔ پھر وضو فرمایا اور ظہر کی دو رکعتیں اور عصر کی دو رکعتیں پڑھیں بعد ازیں لوگ کھڑے ہوگئے اور (فرطِ عقیدت سے) آپ ﷺ کے نازک ہاتھوں کو پکڑ کر اپنے چہروں سے چھونے لگے۔ مذکور صحابی اپنے حوالے سے کہتے ہیں کہ میں نے بھی آں جناب ﷺ کا دستِ

مبارک پکڑا اور اسے اپنے چہرہ پر رکھا تو میں نے دیکھا اور محسوس کیا کہ دستِ نبوی ﷺ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔[1]

۞...اسی طرح حضرت عائذ بن سعید ؓ ایک مرتبہ بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تو عرض کی! یا رسول اللہ ﷺ! میرے چہرے پر اپنا ہاتھ مبارک پھیر دیجیے نیز میرے لیے برکت کی دُعا بھی فرما دیجیے۔ حضور ﷺ نے یہ محبت بھری درخواست قبول فرماتے ہوئے ان کے لیے دُعاء برکت فرمادی اور ان کے چہرہ پر اپنا ہاتھ بھی پھیر دیا۔ ان کے چہرہ پر دست نبوی ﷺ لگنے کی برکت اور تاثیر کا یہ عالم تھا کہ ہمہ وقت چمکتا رہتا تھا۔[2]

۞...علیٰ ہذا القیاس یزید بن الاسود الخزاعی ؓ کہتے ہیں کہ ایک موقع پر (فرطِ عقیدت و محبت سے) میں نے نبی اکرم ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے (حصول برکت کے لیے) اپنے سینے پر رکھ لیا۔ تو میں نے (اپنے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ کی رُو سے) یہ چیز محسوس کی کہ رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے بڑھ کر ٹھنڈی اور خوشبودار ہتھیلی کوئی اور نہیں۔ بلاشبہ اور بلامبالغہ آپ ﷺ کا دست مبارک برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار تھا۔[3]

موئے نبوی ﷺ سے حصولِ برکت:

۞...حضرت انس بن مالک الانصاری معروف خادمِ رسول ہیں، حضور ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت حضرت انس کی عمر دس سال تھی۔ ان کی والدہ محترمہ حضرت اُم سلیم اپنے اس خوش نصیب بچے کو بارگاہ نبوی میں لائیں اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! یہ بچہ (انس) آپ ﷺ کی خدمت کے لیے حاضر ہے، حضور ﷺ نے از راہ شفقت اس خادم کو قبول فرمایا۔ یوں حضرت انس ؓ کو آپ ﷺ کے وصال تک (کوئی دس سال تک) خدمت نبوی ﷺ کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور اس دوران حضور ﷺ کی طرف سے اس شفقت اس پیار ومحبت اور بیگانہ ناز برداری کا مشاہدہ کیا کہ کوئی سگا والد بھی اپنی اولاد کے لیے اتنی شفقت و پیار کا مظاہرہ نہیں کرسکتا۔[4]

اس خادم رسول ﷺ نے از راہ عقیدت حضور ﷺ کا ایک بال مبارک آپ ﷺ کی زندگی میں کسی طرح حاصل کر لیا تھا اور پھر دعاء نبوی کی برکت سے لمبی عمر پانے اور طویل عرصہ تک زندہ رہنے کے باوجود[5] اس مبارک بال کو محفوظ رکھا اور حرز جان بنائے رکھا۔ وفات سے

تھوڑی دیر قبل یہ بال نبوی ﷺ ثابت بنانی کے سپرد کرتے ہوئے وصیت فرمائی کہ غسل کے بعد اس بال کو میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ ثابت بنانی مذکور کا بیان ہے کہ میں نے حسب وصیت وہ بالِ نبوی آپ کی زبان کے نیچے رکھ دیا پھر آپ کو دفن کر دیا گیا اور وہ بال بدستور آپ کی زبان کے نیچے تھا۔[6]

۞...یہی حضرت انس بن مالک ؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ حلاق (حجام) آپ ﷺ کا حلق کر (سر کے بال اتار) رہا تھا اور آپ ﷺ کے صحابہ نے آپ ﷺ کے اردگرد گھیرا بنا رکھا تھا اور وہ چاہ رہے تھے کہ حضور ﷺ کا ہر بال زمین پر گرنے کی بجائے کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ پر گرے۔[7]

۞...حضرت امیر معاویہؓ نے آنحضرت ﷺ کے چند بال اور ناخن کے تراشے مدت سے سنبھال کر رکھے ہوئے تھے۔ بوقت وفات ان کے متعلق وصیت فرمائی کہ یہ فلاں جگہ پر رکھے ہوئے ہیں۔ میرے مرنے اور غسل کے بعد ان کو میری آنکھوں، منہ اور نتھنوں میں رکھ دینا۔ اللہ کریم کی رحمت سے بعید نہیں کہ وہ ان آثارِ نبوی ﷺ کی برکت سے میرے اوپر رحم فرمائے۔[8]

۞...اُم المومنین سیدہ اُم سلمہؓ نے حضور اکرم ﷺ کے چند بال اپنے پاس بطور یادگار محفوظ رکھے ہوئے تھے۔ اہلِ مدینہ کو بھی حضور ﷺ کی اس یادگار کا علم تھا۔ چنانچہ جب کوئی شخص بیمار ہو جاتا تو ایک برتن میں پانی بھر کر آں محترمہ (سیدہ اُم سلمہؓ) کے پاس بھیج دیتا تھا اور وہ اس پانی میں ان بابرکت بالوں کو بھگو کر واپس کر دیتی تھیں، جسے وہ حصولِ شفاء کے لیے پی لیتا یا اس سے غسل کر لیتا تھا۔[9]

۞...علیٰ ہذا القیاس حضرت عبیدہ نے کہا: حضور ﷺ کا بال میرے پاس ہوتا تو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتا۔[10] اسی طرح حضور ﷺ نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) اپنے سر کے بال اتروائے تو حضرت ابوطلحہ نے بڑھ کر سب سے پہلے حضور ﷺ کا ایک بال اُٹھا لیا۔ پھر باقی لوگ بھی اُٹھے اور انہوں نے بھی موئے مبارک پکڑ لیے۔[11]

۞...معروف سپہ سالار حضرت خالد بن ولید سیف اللہؓ کے سر سے جنگ یرموک میں جنگ کے دوران ٹوپی گر گئی تو سپاہیوں سے فرمایا ٹوپی کو فوراً تلاش کرو۔ کافی کوشش اور تلاش کے بعد ٹوپی مل گئی تو آپؓ سے اس ٹوپی کے بارے میں اتنا پریشان ہونے کے متعلق پوچھا گیا تو

آپ نے بتایا کہ نبی رحمت ﷺ نے اپنے عمرہ کے موقع پر جب حلق کروایا (سر کے بال منڈوائے) تو لوگوں نے حضور ﷺ کے بالوں کو زمین پر گرنے کی بجائے اپنے ہاتھوں میں لیا۔ اس موقع پر میں نے بھی بڑھ کر حضور ﷺ کی پیشانی کا ایک بال حاصل کر لیا تھا جسے میں نے اس ٹوپی میں رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ یہ ٹوپی پہن کر میں جنگ میں بھی حصہ لیتا ہوں اس کی برکت سے مجھے ہمیشہ اللہ کی خصوصی مدد اور فتح حاصل ہوتی ہے۔[12]

بعض روایات میں میدانِ جنگ میں ٹوپی گرنے پر پریشانی کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ میں اس ٹوپی کی وجہ سے پریشان نہیں تھا بلکہ اس لیے پریشان تھا کہ اس ٹوپی میں حضور ﷺ کا بال تھا۔ دوسرے اس وجہ سے کہ مجھ سے اس ٹوپی کی برکت نہ سلب ہو جائے اور وہ کہیں مشرکین کے ہاتھوں میں نہ چلی جائے۔[13]

۞ ...حضرت عثمان بن عبداللہ بن جوھب[14] کا بیان ہے کہ مجھے میرے گھر والوں نے پانی کا ایک پیالہ دے کر اُم المومنین سیدہ اُم سلمہؓ کے پاس بھیجا۔ اور (مدینہ منورہ میں عموماً) جس آدمی کو بھی نظر لگ جاتی یا کوئی اور تکلیف ہو جاتی تو وہ آں محترمہ کے پاس اپنے کسی برتن میں پانی بھیج دیتا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک نکالتیں جو انہوں نے چاندی کی ایک ڈبیا (جُلجُل) میں سنبھال کر رکھے ہوئے تھے، انہیں پانی میں ہلا دیتیں اور وہ آدمی پی لیتا۔ حضرت عثمان مذکور کا کہنا ہے کہ میں نے ڈبیا (جُلجُل) میں دیکھا تو مجھے چند سرخ بال نظر آئے۔ (رواہ البخاری)[15]

مہرِ نبوت دیکھنے اور چھونے کا اشتیاق

حضرت عبداللہ بن سرجس کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ اپنے چند صحابہ کے ساتھ تشریف رکھتے تھے۔ لہٰذا میں اس طرح (چکر کی عملی شکل بتاتے ہوئے) آپ ﷺ کے پیچھے گھوما تو آپ ﷺ نے اس چیز کو پہچان لیا جس کا میں ارادہ کر رہا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے اپنی پیٹھ مبارک سے چادر ہٹا دی۔ تو میں نے مہر نبوت کی جگہ کو آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مٹھی کی مانند دیکھا جس کے اردگرد تل ہوں۔ گویا وہ مسوں کے برابر معلوم ہوتے تھے۔ پھر میں لوٹ کر آپ ﷺ کے سامنے آ گیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! اللہ کریم آپ ﷺ کی مغفرت فرمائے۔ فرمایا اللہ تیری بھی مغفرت فرمائے۔ اس پر لوگوں نے (مجھے) کہا

تیرے لیے تو حضور ﷺ نے مغفرت طلب کی ہے تو انہوں نے کہا ہاں اور تمہارے لیے بھی۔ پھر (اس بات کے ثبوت کے طور پر) اس آیت کی تلاوت کی (جس میں اللہ کریم نے آپ ﷺ کو مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے مغفرت طلب کرنے کا حکم فرمایا ہے۔)

''اور (اے پیغمبر ﷺ!) آپ مغفرت طلب کریں اپنے گناہوں کے لیے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی۔''[16]

اسی طرح معاویہ بن قرد کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ ﷺ کی بیعت کرنے کے لیے قبیلہ مزینہ کی ایک جماعت میں آیا۔ اور اس وقت آپ ﷺ کی قمیص کھلی تھی یا قمیص کا بٹن (راوی کو شک ہے) کھلا تھا۔ تو میں نے (فرطِ محبت میں) اپنا ہاتھ آپ ﷺ کی قمیص کے گریبان میں ڈال دیا اور مہر نبوت کو (برکت کے طور پر) چھو لیا۔[17]

علیٰ ہذا القیاس حضرت سلمان فارسیؓ کو نبوت کی تیسری علامت ''مہر نبوت'' دکھانے کے لیے حضور ﷺ نے جب اپنی پیٹھ سے چادر ہٹائی تو حضرت سلمان فارسیؓ فرطِ عقیدت میں مہر نبوت سے چمٹ گئے اور بے ساختہ رونے لگے۔[18]

زبانِ رسول ﷺ سے سلام کا بار بار حصول

حضرت قیس بن سعدؓ (بن عبادہ الانصاری) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (ایک مرتبہ) ہمیں شرفِ زیارت عطا کرنے کے لیے ہمارے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ (دروازے پر کھڑے ہو کر) فرمایا: ''السلام علیکم و رحمۃ اللہ'' حضرت قیس کا بیان ہے کہ والد صاحب (حضرت سعد) نے سلام کا جواب عرض کیا مگر بہت آہستہ (جسے حضور اکرم ﷺ نے سماعت نہ فرمایا) قیس کہتے ہیں میں نے ابا جان سے کہا آپ حضور ﷺ کو اندر آنے کی اجازت نہیں دے رہے؟ انہوں نے کہا چھوڑیے! میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ ہمارے اوپر زیادہ سے زیادہ (زبانِ وحی سے) سلام فرمائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا ''السلام علیکم و رحمۃ اللہ''۔ حضرت سعد نے دوبارہ آہستہ سے سلام کا جواب عرض کیا۔ اب آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ ''السلام علیکم و رحمۃ اللہ'' کہا اور اندر سے کوئی جواب موصول نہ ہونے پر حسب ضابطہ واپس لوٹنے لگے تو حضرت سعد نے سامنے آ کر عرض کی: یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ کا سلام سن رہا تھا مگر جواب آہستہ آہستہ عرض کر رہا تھا تاکہ آپ ﷺ زیادہ مرتبہ ہمارے اوپر سلام فرمائیں۔

بعد ازیں حضور ﷺ واپس ہمارے گھر تشریف لائے، حضرت سعد نے آپ ﷺ کے ہاتھ دھلوانے کے لیے صابن منگوایا۔ آں جناب ﷺ نے ہاتھ دھوئے۔ پھر حضرت سعد نے ایک رنگدار چادر پیش کی جسے آپ ﷺ نے جسم اطہر پر لپیٹ لیا۔ پھر دعاء کے لیے دونوں ہاتھ اُٹھا دیے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:

"اللهم اجعل صلوٰتك و رحمتك علىٰ ال سعد بن عبادة"

اس کے بعد آپ ﷺ نے کھانا تناول فرمایا اور جب واپس جانے لگے تو حضرت سعد نے سواری کے لیے ایک گدھا پیش فرمایا جس کی پیٹھ پر چادر ڈال دی گئی تھی۔ حضور ﷺ سوار ہوئے تو حضرت سعد نے کہا قیس! حضور ﷺ کے ساتھ جاؤ۔ حضرت قیس کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا سوار ہو جاؤ۔ میں نے ازراہ ادب آپ ﷺ کے ساتھ سوار ہونے سے معذرت کی تو فرمایا۔ یا میرے ساتھ سوار ہو جاؤ ورنہ واپس چلے جاؤ۔ حضرت قیس کہتے ہیں اس پر میں واپس آ گیا۔ (اور آپ ﷺ تشریف لے گئے)[19]

جسم نبوی ﷺ کے پسینے سے حصولِ برکت

نبی رحمت ﷺ کی معجزانہ جسمانی طہارت و نظافت اور بدنی نفاست کے باعث آپ ﷺ کے جسد اطہر سے بہنے والا پسینہ (عام انسانوں کے برعکس) غیر معمولی اور منفرد و ممتاز خوشبو کا حامل ہوتا تھا اس لیے صحابیات بطور خاص اس پسینہ سے خوشبو کا کام لیتی تھیں۔ چنانچہ خادم رسول ﷺ حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ نبی اطہر ﷺ (ایک دن) ہمارے ہاں (غریب خانہ میں) تشریف لائے اور ہمارے پاس ہی قیلولہ (دوپہر کا آرام) فرمایا۔ اس دوران آپ ﷺ کے جسد اطہر سے پسینہ بہنے لگا تو میری والدہ ایک شیشی لے آئیں۔ اور نبی اکرم ﷺ کے جسم اطہر پر ہاتھ پھیر کر پسینہ اس میں جمع کرنے لگیں۔ آپ ﷺ جاگ اُٹھے اور فرمایا: اُم سلیم! تم یہ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کی: یہ آں جناب ﷺ کا پسینہ ہے جسے ہم اپنی خوشبو میں ڈالتے (شامل کرتے) ہیں اور وہ سب سے بہترین خوشبو ہوتی ہے۔

ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ یہ محبت بھرا جواب سن کر نبی اکرم ﷺ ہنس پڑے۔[20]

حضرت اُم سلیمؓ کے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ازراہ لطف و کرم اکثر اپنی اس خالہ اور عقیدت مند کے گھر میں قدم رنجہ فرما کر قیلولہ فرمایا کرتے تھے اور انہیں متعدد بار

پسینہ نبوی جمع کرنیکی سعادت حاصل ہوئی۔[۲۱] ایک دن پسینہ جمع کرتے ہوئے حضور ﷺ نے وہی اوپر والا سوال کیا کہ یہ کیا کر رہی ہو؟ تو عرض کی: یارسول اللہ ﷺ اس پسینہ سے ہم اپنے بچوں کے لیے برکت حاصل کرتے ہیں۔ فرمایا ''اصبت'' تم نے ٹھیک کیا۔[۲۲]

اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت ثمامہؒ سے روایت ہے کہ حضرت اُم سلیمؓ نبی اکرم ﷺ کے لیے چمڑے کا فرش بچھا دیتیں اور آپ ﷺ اس چمڑے کے فرش پر ان کے ہاں قیلولہ (دوپہر کا آرام) فرماتے۔ پھر جب نبی اکرم ﷺ (قیلولہ سے) اُٹھ جاتے تو وہ (اُم سلیمؓ) فرش سے آپ ﷺ کا پسینہ اور (کنگھی وغیرہ سے گرے) بال اکھٹے کرتیں، انہیں ایک شیشی میں ڈال لیتیں پھر انہیں ''سُک'' نامی ایک خوشبو میں ملا لیتیں۔

راوی ثمامہ کہتے ہیں کہ جب حضرت انس بن مالکؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے وصیت کی کہ ان کے حنوط (مردوں کے جسم و کفن پر لگائی جانے والی خوشبو) میں اُس خوشبو (جس میں حضور ﷺ کا پسینہ اور بال ملے ہوئے تھے) سے کچھ خوشبو (حصولِ برکت کے لیے) ملا دی جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ چنانچہ (حسب وصیت) وہ خوشبو ان کے حنوط میں ملائی گئی۔[۲۳]

طبقات ابن سعد کی روایت میں یہ ایمان افروز اضافہ ہے کہ امام محمد بن سیرین نے بھی یہ خوشبو حضرت اُم سلیمؓ سے مانگی تھی اور آں محترمہ نے انہیں عنایت فرمائی۔ امام محمد کے شاگرد ایوب کہتے ہیں کہ میں نے وہ متبرک خوشبو امام محمد سے مانگی تھی جس پر انہوں نے مجھے عنایت فرمائی اور وہ اب تک میرے پاس موجود ہے، انہی حضرت ایوب کا کہنا ہے کہ جب امام محمد کا انتقال ہوا تو یہی خوشبو ان کے حنوط میں ملائی گئی۔[۲۴]

حضور ﷺ کے وضوء کا پانی جسموں پر ملنا:

حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام کی والہانہ عقیدت و محبت کا ایک اندازہ یہ بھی تھا کہ وہ آپ ﷺ کے وضوء کے بقیہ یا مستعمل پانی کو زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے بلکہ اُسے اپنے جسموں پر ملنا نہ صرف ایک سعادت تصور کرتے تھے بلکہ یوں لگتا تھا کہ بقیہ پانی کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے۔[۲۵] اس انداز محبت کا کئی مواقع پر اظہار ہوا۔ ایک موقعہ کا ایسا ہی چشم دید منظر بیان کرتے ہوئے حضرت ابو جحیفہ (وھب بن عبد العامری م ۷۴ھ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے

رسول اللہ ﷺ کو مکہ مکرمہ میں مقام ابطح پر چمڑے کے ایک سرخ خیمہ میں تشریف فرما دیکھا اور یہ بھی میں نے دیکھا کہ حضرت بلال نے آپ ﷺ کے وضو کا پانی پکڑ رکھا ہے اور لوگ اس پانی کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ پس جو آدمی اس پانی میں سے کوئی قطرہ حاصل کر لیتا وہ اسے (اپنے چہرہ اور جسم پر) حصولِ برکت کے لیے مل لیتا تھا اور جس کو اس پانی کا کوئی قطرہ نہیں ملتا تھا وہ حضرت بلالؓ کے ہاتھ کی تری لیکر ہی اپنی حسرت پوری کر لیتا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ حضرت بلالؓ نے ایک بھالا (عنزہ) پکڑ کر زمین میں گاڑ دیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ ایک سرخ دھاری حُلہ (جوڑا) پہنے ہوئے جلدی سے نکلے اور مذکورہ سترہ (بھالا) کے سامنے کھڑے ہو کر لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ دورانِ نماز میں نے دیکھا کہ لوگ اور چوپائے سترہ (بھالا) کے سامنے سے گزر رہے تھے۔[۲٦]

اسی طرح صاحب سیرت شامی نے امام عبدالرزاق کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب وضو فرماتے یا لعاب دھن (تھوک) پھینکنا چاہتے تو صحابہ کرامؓ بڑھ کر وضو کے مستعمل پانی اور لعاب دہن کو ہاتھوں میں لے لیتے اور اسے اپنے چہروں اور جسموں پر ملتے۔ حضور ﷺ نے عقیدت و محبت کا یہ انداز دیکھا تو فرمایا: تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ تو حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ نے عرض کی: ''نلتمس البرکة'' ہم آں جناب ﷺ کے مستعمل پانی اور لعاب دہن سے حصولِ برکت کی تلاش میں ایسا کرتے ہیں۔[۲۷]

علیٰ ہذا القیاس ایک دفعہ صحابیِ رسول ﷺ حضرت سلمہ بن عرادہؓ بن مالک الفصی نے رسول اللہ ﷺ کے وضو کے بقیہ پانی کے لیے جھگڑنا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس لڑکے کو وضو کرنے دو۔ چنانچہ اس نے وضو کیا پھر بقیہ پانی پی لیا۔ اس عقیدت و محبت کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے اس لڑکے کے سر اور چہرہ پر دست مبارک پھیر کر پیار فرمایا۔[۲۸]

پس خوردہ نبوی ﷺ میں کسی کو ترجیح نہ دینا

نبی رحمت ﷺ کا عام معمول اور عادت شریفہ یہ تھی کہ اگر پاس بیٹھنے والوں میں سے کسی کو کھانے پینے کی کوئی چیز عنایت فرماتے تو دائیں جانب بیٹھنے والے کو اس کا زیادہ حقدار سمجھتے ہوئے اسی کو دیتے اور اگر بائیں جانب بیٹھنے والے کسی بزرگ صحابی کو خلاف قاعدہ دینا چاہتے تو دائیں طرف بیٹھنے والے اُصولی حقدار سے اجازت طلب فرماتے اور یہ ترتیب ہمیشہ ملحوظ رہتی، چاہے بائیں طرف بیٹھنے والا آدمی کتنی ہی بڑی حیثیت والا ہوتا۔[۲۹]

تقسیم وعنایت کے اس اُصول وضابطہ پر عمل درآمد میں ایک مرتبہ ایک بڑا روح پرور منظر دیکھنے میں آیا۔ چنانچہ صحابی رسول ﷺ حضرت سہیل بن سعدؓ کا چشم دید بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پانی لایا گیا اور آپ ﷺ نے اس میں سے (حسب طلب) نوش فرمایا۔ اس وقت آپ ﷺ کے دائیں طرف (نوعمر) لڑکا جبکہ آپ ﷺ کی بائیں جانب بعض شیوخ (بزرگ، بڑی عمر کے صحابہ) بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے (حسب ضابطہ و قاعدہ اور اصل حقدار) لڑکے سے فرمایا اگر تو اجازت دے تو میں یہ بقیہ پانی ان بزرگوں کو دے دوں؟ (حضور ﷺ کے اس بقیہ اور جھوٹے پانی کی برکت وسعادت اس لڑکے سے بھی مخفی نہیں تھی اس لیے) اس لڑکے نے کہا: یارسول قسم بخدا آپ ﷺ کی طرف سے ملنے والے حصہ (تبرک) کے معاملے میں، میں کسی بڑے سے بڑے آدمی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ راوی کا کہنا ہے (یہ محبت بھرا جواب سن کر) آپ ﷺ نے پانی (کا پیالہ) اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔[30]

جبکہ دوسری روایت میں یہ وضاحت ہے کہ یہ لڑکے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور بزرگ حضرت خالد بن ولیدؓ تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنی آپ بیتی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سیدہ میمونہؓ (اُم المومنین) کے ہاں آیا۔ حضرت خالد بن ولید بھی ساتھ تھے۔ تو آں محترمہ ایک برتن میں ہمارے پاس دودھ لے آئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جب دودھ نوش فرمایا تو میں آپ ﷺ کے دائیں طرف اور حضرت خالدؓ بائیں طرف تھے۔ دودھ نوش کرنے کے بعد آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: یہ بقیہ دودھ (بطور قاعدہ) تمہارا حق ہے اس لیے اگر تم پسند کرو تو (بزرگ آدمی کی رعایت کرتے ہوئے) اس پر خالد کو ترجیح دو۔ میں نے عرض کی: میں آپ ﷺ کے جوٹھے پر کسی (بزرگ سے بزرگ) کو ترجیح نہیں دوں گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے (تعلیم اُمت کے لیے) فرمایا: جس آدمی کو اللہ کوئی کھانا کھلائے تو اسے یوں (دعا کے طور پر) کہنا چاہیے:

"اللھم بارك لنا فيه فاطعمنا خير امنه"

''اے اللہ اس کھانے میں ہمارے لیے برکت عنایت فرما اور اس سے زیادہ بہتر (عمدہ) کھانا ہمیں کھلا۔''

اور جس آدمی کو اللہ دودھ پلائے تو اسے یوں کہنا چاہیے:

"اللهم بارك لنا فيه و زدنا منه"

"اے اللہ اس (دودھ) میں ہمارے لیے برکت عنایت فرما اور اس میں زیادتی عنایت فرما۔"

رسول اللہ ﷺ نے (دودھ کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے) یہ بھی فرمایا ہے کہ دودھ کے سوا کوئی چیز کھانے اور پینے کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔[۱۳۱]

حضور ﷺ کی جائے نماز سے حصولِ برکت - چند مظاہر

❁ ...حضرت عتبان بن مالکؓ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے اور ان انصاری لوگوں میں سے تھے جو بدر کی لڑائی میں حاضر تھے وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میری بینائی بگڑی معلوم ہوتی ہے اور میں اپنی قوم کے لوگوں کو نماز پڑھایا کرتا ہوں۔ جب مینہ برستا ہے اور وہ نالہ بہنے لگتا ہے جو میرے اور ان کے بیچ میں ہے تو میں ان کی مسجد میں نہیں جاسکتا کہ ان کے ساتھ نماز پڑھوں۔ یارسول اللہ ﷺ! میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائیے اور میرے گھر میں نماز پڑھ دیجیے تاکہ میں اس جگہ کو نماز گاہ بنالوں۔ راوی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے عتبانؓ سے فرمایا: اچھا میں عنقریب ایسا کروں گا۔ عتبانؓ کہتے ہیں پھر (دوسرے دن) صبح کو آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ دونوں مل کر دن چڑھے میرے پاس تشریف لائے۔ آنحضرت ﷺ نے اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے اجازت دی، آپ ﷺ اندر آئے اور ابھی بیٹھے بھی نہیں تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے گھر میں کس جگہ کو پسند کرتا ہے کہ میں وہاں نماز پڑھوں؟ عتبانؓ نے کہا میں نے آپ ﷺ کو گھر کا ایک کونہ بتادیا تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور اللہ اکبر کہا۔ ہم بھی (آپ ﷺ کے پیچھے) کھڑے ہوئے اور صف باندھی۔ آپ ﷺ نے دو رکعتیں (نفل) پڑھ کر سلام پھیرا اور ہم نے کچھ حلیم تیار کر کے آپ ﷺ کو روک لیا (جانے نہ دیا) پھر محلہ کے اور کئی آدمی بھی آکر جمع ہوگئے ان میں ایک شخص (جس کا نام نہیں معلوم) کہنے لگا مالک بن دخیشن یا مالک بن دخشن کہاں ہے؟ کسی نے کہا وہ تو منافق ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت نہیں رکھتا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ایسا مت کہہ، کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ وہ خالص خدا کی رضامندی کے لیے "لا اله الا الله" کہتا ہے تب وہ بولا: اللہ اور

اس کا رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ اس نے کہا: البتہ بظاہر ہم اس کی توجہ اور اس کی سچی دوستی منافقوں کی طرف ہی پاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے دوزخ پر اس آدمی کو حرام کر دیا ہے جس نے "لا الہ الا اللہ" کہا اور اس کلمہ سے اس کا مقصود صرف اللہ کی رضا حاصل کرنا تھا۔[۳۲]

❁...حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی دادی مُلیکہ صاحبہ نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جو انہوں نے بطورِ خاص آپ ﷺ کے لیے تیار کیا تھا۔ آپ ﷺ تشریف لائے اور کھانا تناول فرمایا پھر (اہل خانہ سے) فرمایا: کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں تمہیں نماز پڑھا دوں۔[۳۳] حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی ایک چٹائی جو کثرت استعمال سے سیاہ ہو چکی تھی، اُٹھائی اور اسے پانی سے دھو دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نماز (نفل نماز) کے لیے کھڑے ہو گئے اور یتیم (حضور ﷺ کے مولیٰ ابو ضمیرہ کے صاحبزادے ضُمیرہ) آپ ﷺ کے پیچھے ایک صف میں کھڑے ہوئے اور بوڑھی عورت (حضرت مُلیکہ) ہمارے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔ پس آپ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز (نفل) پڑھائی پھر واپس تشریف لے گئے۔[۳۴]

❁...حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا (ان کی والدہ محترمہ) نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ ان کے ہاں تشریف لائیں، اور ان کے غریب خانہ میں نماز پڑھیں تاکہ وہ اس (بابرکت) جگہ کو جائے نماز بنا سکیں۔ چنانچہ آپ ﷺ (حسب درخواست) ان کے ہاں تشریف لائے تو آں محترمہ نے ایک چٹائی کا قصد کیا (بچھا دی) اور اسے پانی سے دھو دیا۔ جس پر آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور اہل خانہ نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔[۳۵]

❁...حضرت نافع کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کعبہ میں داخل ہوتے تو چند قدم آگے کی طرف بڑھتے دروازہ پشت کی طرف ہوتا اور آپ آگے بڑھتے۔ جب ان کے اور ان کے سامنے کی دیوار کا فاصلہ تقریباً تین ہاتھ رہ جاتا تو نماز پڑھتے۔ اس طرح آپ اُسی جگہ نماز پڑھنا چاہتے تھے جس کے متعلق حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ نبی رحمت ﷺ نے یہاں نماز پڑھی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ (بطور فتوی و مسئلہ) فرمایا کرتے تھے بیت اللہ میں جس جگہ بھی چاہیں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔[۳۶]

❁ ...موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سالم بن عبداللہ (ابن عمر) کو دیکھا کہ وہ (مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تک) راستے میں بعض مخصوص جگہوں کو تلاش کر کے نماز پڑھتے تھے اور وہ بیان کرتے تھے کہ ان کے والد (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) بھی ان مقامات میں نماز پڑھتے تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ان جگہوں میں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔[۳۷]

❁ ...علیٰ ہذا القیاس یزید بن ابی عبداللہ کا بیان ہے کہ میں حضرت سلمہ بن اکوع کے ساتھ (مسجد نبوی میں) حاضر ہوا کرتا تھا۔ تو ہمیشہ اس ستون کو سامنے رکھ کر نماز پڑھتے تھے جو مصحف کے پاس تھا تو میں نے (ایک دن) کہا اے ابومسلم! (حضرت سلمہ کی کنیت) میں دیکھتا ہوں کہ آپ ہمیشہ اسی ستون کو سامنے رکھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ انہوں نے اس پر فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خاص طور سے اسی ستون کو سامنے رکھ کر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔[۳۸]

روضہ رسول ﷺ میں دفن ہونے کی خواہش

حضرت عمرو بن میمون الاودی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو (ابولؤلو مجوسی کے ہاتھوں شدید زخمی ہونے کے بعد جامِ شہادت نوش کرنے سے پہلے) دیکھا کہ آپ نے عبداللہ بن عمرؓ (اپنے بیٹے) سے فرمایا: اُم المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس جاؤ اور کہو کہ عمر بن خطابؓ آں محترمہ کو سلام پیش کرتے ہیں پھر اُن سے پوچھو کہ آیا میں (عمر بن خطاب) اپنے دوساتھیوں کے ساتھ (روضہ نبوی میں) دفن کیے جانے کی سعادت حاصل کرسکتا ہوں؟ (عبداللہ بن عمرؓ حسب حکم اُم المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ابا جان کا سلام و پیغام پیش کیا تو) آں محترمہ نے فرمایا: میں خود اپنے لیے اس جگہ دفن ہونے کا ارادہ رکھتی تھی مگر آج انہیں (عمر فاروقؓ کو) اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں۔ عبداللہ بن عمرؓ واپس آئے تو (دیکھتے ہی) حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا خبر لائے ہو؟ بیٹے نے عرض کی: امیر المومنین آں محترمہؓ نے آپؓ کو (وہاں دفن ہونے کی) اجازت دے دی ہے۔ فرمایا: میرے نزدیک اُس مبارک جگہ سے بڑھ کر کوئی چیز اہم نہیں۔ پس جب میری شہادت واقع ہو جائے تو مجھے (میرے جنازہ کو) آں محترمہؓ کی خدمت میں لے جانا پھر سلام پیش کر کے دوبارہ عرض کرنا عمر بن خطابؓ حجرہ نبوی میں دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ اگر آں محترمہؓ (ازراہِ ایثار و قربانی) مجھے اجازت دے دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان (جنت البقیع) میں لے جا کر دفن کر دینا۔[۳۹]

❁❁❁❁❁❁

دوسری فصل: دستِ نبوی ﷺ کی مس شدہ چیزوں سے حصولِ برکت

کسی چیز کا نبی رحمت ﷺ کے دست مبارک جسے قرآن مجید نے "ید اللہ" (اللہ کا ہاتھ) قرار دیا ہے، یا جسد اطہر سے چھونا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ جو چیز ایک مرتبہ دست نبوی یا جسد نبوی سے لگ جائے، اس میں دیگر چیزوں کے مقابلے میں زیادہ عظمت، تقدس، پاکیزگی، عزت و مرتبہ، اور رفعت و شان پیدا ہو جانے اور اس کے غیر معمولی برکت کا حامل ہو جانے کا مسئلہ اہل علم سے مخفی نہیں۔[۴۰] یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ ان تمام چیزوں سے برکت حاصل کیا کرتے تھے، جو دست نبوی ﷺ یا دیگر اعضاء نبوی ﷺ سے ایک مرتبہ چھو جایا کرتیں تھیں۔

چند ایمان افروز مظاہر

عقیدت نبوی کے اس منفرد انداز کے چند ایمان افروز مظاہر ملاحظہ فرمایئے۔

۞...حضرت ابو محذورہ (سمرہ بن معیرہ) فتح مکہ کے بعد مکہ میں مؤذن رسول مقرر ہوئے اور وہیں ۵۹ھ میں وفات پائی۔ نبی رحمت ﷺ نے ان کو اذان کا طریقہ اور کلماتِ اذان کے اتار چڑھاؤ کی تعلیم دیتے ہوئے اپنا دست مبارک (شفقت و دماغی برکت کے لیے) ان کے سر کے اگلے حصے (پیشانی) پر رکھ دیا۔ اب حضرت ابو محذورہ پیشانی کے ان بالوں کو جو حضور ﷺ کے ہاتھ کے نیچے آئے تھے، نہ تو کٹواتے تھے اور نہ ان میں مانگ نکالتے تھے، اس وجہ سے کہ ان بالوں کو نبی رحمت ﷺ نے چھوا تھا۔[۴۱]

پیشانی میں بالوں کا یہ متبرک "گچھا" اتنا بڑھ گیا تھا کہ جب زمین پر بیٹھتے اور ان بالوں کو نیچے لٹکاتے تو زمین کو چھونے لگتے تھے۔ ایک دفعہ ان سے کہا گیا کہ آپ ان بالوں کو مونڈا کیوں نہیں دیتے؟ فرمایا: جن بالوں کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے مس کیا ہے، میں ان کو مرتے دم تک سر سے جدا نہیں کروں گا۔ چنانچہ موصوف نے حسب عہد آخری دم (وفات) تک بالوں کے اس گچھے کو نہ منڈوایا۔[۴۲]

۞...غزوہ خیبر میں جذبہ جہاد سے سرشار بنی غفار کی ایک صحابیہ کو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ایک ہار پہنایا تھا۔ یہ ہار اس صحابیہ کو اتنا عزیز اور پیارا تھا کہ عمر بھر گلے سے جدا نہ کیا۔ اور جب اس دنیا سے رخصت ہونے لگیں تو وصیت کی کہ ان کے ساتھ اس ہار کو بھی دفن کیا جائے۔[۴۳]

۞...حذیم بن حنیفہ التمیمی نے ایک مرتبہ بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میری اولاد میں یہ حنظلہ میرا سب سے چھوٹا بیٹا ہے۔ آپ ﷺ اس کے لیے بطورِ خاص دعا فرمایئے۔ آپ ﷺ نے اس بچہ (حنظلہ) کے سر پر دست شفقت پھیرا اور دعا دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تجھے برکت عنایت فرمائے۔ حضرت الذیال بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جس آدمی کے چہرے پر ورم آجاتا تھا، وہ حضرت حنظلہ (بن حذیم) کے پاس لایا جاتا۔ وہ اپنے ہاتھ پر ہلکا سا تھوک لگا کر بسم اللہ پڑھتے پھر اپنے ہاتھ کو اپنے سر کی اس جگہ پر رکھتے جہاں رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی لگی تھی۔ پھر وہ ہاتھ مریض کی ورم والی جگہ پر پھیر دیتے جس سے ورم دور ہو جاتا۔[۴۴]

۞...حضور ﷺ نے جب مدینہ منورہ میں قدم رنجہ فرمایا تو اپنے حجرے تعمیر ہونے تک کوئی چھ سات ماہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو مہمان نوازی کا شرف عطا فرمائے رکھا۔ اس دوران حضرت ابو ایوب کی اہلیہ محترمہ اُم ایوب روزانہ شوق سے کھانا تیار کرتیں اور بارگاہِ نبوی ﷺ میں لے آتیں اور جو کھانا بچ رہتا اسے بطور تبرک بڑے شوق سے کھاتے اور برتن کی اسی جگہ سے کھاتے جہاں حضور ﷺ کے ہاتھوں کے نشان لگے ہوتے تھے۔[۴۵] ایک دن کھانے میں لہسن ڈالا گیا۔ وہ حضور ﷺ نے تناول فرمائے بغیر واپس بھیج دیا۔ حضرت ابو ایوب کو برتن پر حضور ﷺ کی انگلیوں کے نشان نظر نہ آئے تو دوڑے دوڑے حضور ﷺ کے پاس آئے اور کھانا تناول نہ فرمانے کی وجہ پوچھی۔ فرمایا اس میں لہسن تھا۔ عرض کی: کیا وہ حرام ہے؟ فرمایا نہیں۔ تم کھالو تم میری مثل نہیں کیونکہ میرے پاس فرشتہ آتا ہے۔[۴۶]

۞...ایک انصاری صحابیہ کبشہ بنت ثابتؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ میرے ہاں تشریف لائے تو اسی دوران ایک لٹکے ہوئے پانی کے مشکیزہ سے کھڑے ہو کر پانی نوش فرمایا۔ میں اُٹھی اور مشکیزہ کی جس جگہ حضور ﷺ کا منہ مبارک لگا تھا، اس کو کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا۔ جس سے ان کا مقصود رسول اللہ ﷺ کے منہ مبارک سے لگی ہوئی جگہ سے برکت حاصل کرنا تھا۔[۴۷]

﴿...حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ (ایک مرتبہ ان کی والدہ محترمہ) حضرت اُم سلیم کے ہاں تشریف لائے اور (اُس وقت) گھر میں پانی کا ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا۔ اسی دوران آں جناب ﷺ نے اُس مشکیزہ کے منہ سے پانی نوش فرمایا۔ اس حال میں کہ آپ ﷺ (بوقت ضرورت کھڑے ہوکر پانی پینے کا جواز بتانے کے لیے) کھڑے تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ کا کہنا ہے کہ (امی جان) اُم سلیم نے اس مشکیزے کا منہ (جہاں سے حضور ﷺ نے پانی پیا تھا) کاٹ کر رکھ لیا اور وہ ہمارے پاس موجود ہے۔[۴۸]

﴿...حضرت حجاج بن حسان کہتے ہیں کہ ہم (ایک مرتبہ) حضرت انس بن مالکؓ کے پاس تھے۔ اسی دوران انہوں نے ایک برتن (پیالہ جس میں حضور ﷺ نے پانی نوش فرمایا تھا) منگوایا۔ جس میں لوہے کے تین مضبوط دستے اور ایک حلقہ (چھلا) تھا۔ انہوں نے اسے ایک سیاہ غلاف سے نکالا جو درمیانے سائز سے کم اور نصف چوتھائی سے زیادہ تھا۔ پھر حضرت انس بن مالکؓ نے حکم دیا اور اس میں پانی ڈال کر ہمارے پاس لایا گیا۔ ہم نے اس پانی سے پیا اور اپنے سروں اور چہروں پر ڈالا اور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا۔[۴۹]

﴿...حضرت انسؓ ہی صحابہ کرام کی عقیدت کا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

''جب نبی اکرم ﷺ فجر کی نماز سے فارغ ہوجاتے (اور یہ بات دیگر روایات میں موجود ہے کہ حضور ﷺ کے دور میں فجر کی نماز عموماً اول وقت یعنی علی الصبح اندھیرے میں پڑھی جاتی تھی) تو مدینہ منورہ کے خادم اپنے اپنے برتن اُٹھائے ہوئے آجاتے جن میں پانی بھرا ہوتا۔ ان کا (ان کے مالکوں کا) مقصود یہ ہوتا تھا کہ آپ ﷺ اپنا دست شفا اس میں ڈال کر پانی کو تبرک بنا دیں۔ جو بھی برتن آپ کے سامنے آتا آپ اپنا دست شفا اس میں ڈال کر اسے رشک آب کوثر بنا دیتے۔ بسا اوقات یوں بھی ہوتا کہ سخت سردی کے دنوں میں پانی کے برتن آپ ﷺ کے سامنے لائے جاتے مگر سردی کے باوجود آپ ﷺ اس ٹھنڈے پانی میں ہاتھ ڈال دیتے اور یوں اپنے عقیدت مندوں اور خادموں کی دلجوئی فرماتے۔[۵۱]

﴿...حضرت عبداللہ بن حازمؓ کے پاس ایک سیاہ عمامہ تھا جسے عموماً جمعہ کے ایام، عیدین اور جنگ کے موقعہ پر پہنتے تھے اور جب انہیں جنگ میں فتح ہوتی تھی تو اس عمامہ کو بطور تبرک پہنتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ عمامہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے پہنایا تھا۔[۵۲]

❁❁❁❁❁❁

تیسری فصل: حضور ﷺ کی مستعمل اشیاء سے حصولِ برکت

حضور ﷺ نے ذاتی ضروریات کے لیے وقتاً فوقتاً جو چیزیں استعمال فرمائیں، ان کا استعمال نبوی میں آنے اور آپ ﷺ کی طرف منسوب ہونے کے سبب خیر و برکت کا موجب ہونا ایک مسلمہ امر ہے۔ حضور ﷺ کے دربان حضرت جبریل امین کے گھوڑے کے سموں کے نیچے آنے والی مٹی اگر سامری کے زیورات سے تیار کردہ بے جان بچھڑے کے دھڑ میں کوئی اثر دکھا سکتی ہے تو وہ اشیاء جنہیں حضور ﷺ نے خود استعمال کیا یا انہیں ہاتھ لگایا، کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ کسی قسم کی تاثیر اور خیر و برکت کا موجب نہ بنیں۔ صحابہ کرامؓ سے یہ راز اور حقیقت مخفی نہیں تھی۔ چنانچہ جب انہیں حضور ﷺ کی کوئی مستعمل چیز مل جاتی تو اسے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز اور دینوی و آخروی برکات کا مؤثر ذریعہ تصور کرتے۔ اس قسم کے اندازِ محبت کے چند ایمان افروز مظاہر آئندہ صفحات میں ملاحظہ ہوں:

چادر نبوی ﷺ کا کفن کے لیے حصول

حضرت سہل بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ ایک خاتون نبی رحمت ﷺ کے پاس ایک بُنی ہوئی چادر لائیں، جس کو حاشیہ (کور) لگا ہوا تھا۔ اور عرض کی: یا رسول اللہ اس کو میں نے اپنے ہاتھ سے بُنا ہے اور اس لیے لائی ہوں تاکہ جناب ﷺ کو پہناؤں۔ آں جناب ﷺ نے وہ چادر پکڑ لی جبکہ آپ ﷺ کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ وہ چادر زیب تن فرما کر ہمارے پاس تشریف لائے۔ ایک صحابی (حضرت عبدالرحمٰن بن عوف یا حضرت سعد بن ابی وقاص یا کوئی اعرابی) نے اس چادر کی بڑی تعریف کی اور عرض کی: یا رسول اللہ! یہ مجھے عنایت ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ (اور چادر اس کے حوالے کر دی)

جب آپ ﷺ مجلس سے تشریف لے گئے تو لوگوں نے اس آدمی سے کہا تو نے اچھا نہیں کیا۔ تجھے معلوم ہے کہ حضور ﷺ نے وہ چادر اس لیے پہنی تھی کہ آپ ﷺ کو اس کی ضرورت تھی۔ اس کے باوجود تو نے سوال کر دیا جبکہ تو یہ بھی جانتا ہے کہ آپ ﷺ کسی سائل کا

سوال رد نہیں فرماتے۔ اس نے کہا خدا کی قسم! میں نے اس چادر کا سوال اس لیے نہیں کیا کہ اسے عام پہنوں گا بلکہ اس لیے آپ ﷺ سے طلب کی ہے کہ یہ میرے کفن کے کام آئے۔ چنانچہ راوی موصوف کے بیان کے مطابق یہ چادر نبوی اس محبّ صادق کا کفن ہی بنی۔[۵۳]

اسی طرح ولید بن الولید بن المغیرہ کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے اپنے کسی زائد کپڑے میں کفن دیجئے گا اور اس کو میری جلد کے ساتھ متصل فرمایئے گا۔ اس محبّ صادق کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے اس کی خواہش کے مطابق اپنا قمیص اسے بطور کفن پہنایا۔[۵۴]

قمیص نبوی ﷺ کا کفن کے لیے حصول

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) فوت ہوا تو اس کے بیٹے (عبداللہ جو مخلص مسلمان تھے) نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: (یارسول اللہ!) اپنا (بابرکت) قمیص مجھے عنایت فرمایئے تاکہ میں اُسے (باپ کو) اس میں کفن پہنا سکوں۔ دوسرے آپ ﷺ اس پر نمازِ جنازہ پڑھیں اور اس کے لیے دعاء مغفرت بھی فرمائیں۔ آپ ﷺ نے (ازراہ شفقت) اُسے اپنا قمیص عطا کردیا اور فرمایا: مجھے اطلاع کرنا (جب جنازہ تیار ہوجائے) تاکہ میں اُس پر جنازہ پڑھ سکوں۔ چنانچہ عبداللہ نے (حسب حکم) آپ ﷺ کو اطلاع دی تو جب آپ ﷺ نے اُس پر نمازہ جنازہ پڑھانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کو کھینچ کر متوجہ کیا اور عرض کی: کیا اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کو اس بات سے منع نہیں فرمایا کہ آپ ﷺ منافقین کی نماز جنازہ پڑھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھے دونوں اختیار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم ان (منافقین) کے لیے دعائے مغفرت مانگو یا نہ مانگو برابر ہے۔ اگر آپ ﷺ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار (دعائے مغفرت) کرتے ہیں تو بھی اللہ تعالیٰ ہرگز ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔

پھر آپ ﷺ نے اس (عبداللہ بن ابی) پر نماز جنازہ پڑھی تو (سورۃ البراءۃ کی) یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ''اور آپ ان (منافقین) میں سے جو کوئی بھی مرجائے، اس پر کبھی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ہی اس کی قبر پر (دعائے مغفرت کے لیے) کھڑے ہوں۔[۵۵]

ایک دوسری روایت کے مطابق عبداللہ بن ابی کی زندگی بھر اسلام دشمنی اور رسول دشمنی کے باوجود حضور ﷺ نے اُس پر جو یہ احسان فرمایا تو یہ اُس کے ایک احسان کا بدلہ تھا۔ وہ یہ کہ اس نے غزوہ بدر کے موقعہ پر حضور ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کو جبکہ وہ قیدی بن کر آئے تھے، اپنا قمیص دیا تھا۔[56] جبکہ ایک روایت کی رُو سے اُس نے خود مرض الوفات میں حضور ﷺ کو بلا بھیجا اور آپ ﷺ سے اپنے کفن کے لیے قمیص کی درخواست کی تھی۔ چنانچہ ملا علی قاری نے امام بغوی کی تفسیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ "عبداللہ بن ابی سلول جب بیمار تھا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کو بلا بھیجا۔ جب رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے تو فرمایا تجھے یہود کی محبت یعنی ان کے نزدیک جاہ و مرتبہ کی خواہش نے ہلاک کردیا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے آپ ﷺ کو اس لیے نہیں بلایا کہ آپ ﷺ اس طرح کی باتیں کر کے مجھے تکلیف پہنچائیں اور مجھے عار دلائیں بلکہ میں نے آپ ﷺ کو اس لیے بلایا ہے کہ آپ ﷺ میرے لیے استغفار فرمائیں اور آپ ﷺ سے یہ بھی سوال کیا کہ آپ ﷺ اُسے اپنی قمیص میں کفن دیں اور اس پر نماز ہ جنازہ پڑھائیں۔[57]

چنانچہ عبداللہ بن ابی کو (مرنے کے بعد) جب اس کی قبر میں داخل کیا جاچکا تھا تو رسول اللہ ﷺ (اپنے اخلاق عالیہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے) اس کے پاس تشریف لائے۔ اس کی میت کو نکالنے کا حکم دیا اس کی میت نکالی گئی تو اسے اپنے گھٹنوں پر رکھا، اس کے منہ میں اپنا لعاب دھن ڈالا، اسے اپنا قمیص پہنایا اور فرمایا: اس نے (میرے چچا) حضرت عباسؓ کو قمیص پہنایا تھا۔[58]

نبی رحمت ﷺ سے جب اس بارے میں گفتگو کی گئی (کہ آں جناب ﷺ نے اس کے واضح نفاق و کفر کے باوجود اس کو کیوں قمیص پہنایا اور کیوں نماز جنازہ پڑھائی؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ اس کے نفاق و کفر کی موجودگی میں میرا قمیص اور میرا نماز جنازہ پڑھانا اس کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا مگر قسم بخدا مجھے اُمید ہے کہ میرے اس حسن اخلاق سے اس کی قوم کے لوگ اسلام لائیں گے۔ چنانچہ جب اس کی قوم کے لوگوں نے اسے حضور ﷺ کے قمیص سے تبرک حاصل کرتے دیکھا تو ایک ہزار آدمی اسلام لے آئے۔[59]

عصائے نبوی ﷺ کفن کے ساتھ دفن کرنے کی وصیت

عقیدت و محبت رسول ﷺ کے زیر نظر واقعہ کا پس منظر قدرے طویل ہے تاہم بڑا ایمان افروز بھی ہے۔ اس لیے اس کی وضاحت مفید ہی نہیں بلکہ ضروری بھی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ

عبداللہ بن انیس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ مجھے بلایا اور فرمایا: مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ خالد بن سفیان بن نبیح میرے ساتھ جنگ (ریاست مدینہ پر حملہ) کرنے کے لیے لوگوں کو جمع کر رہا ہے اور وہ اس وقت ''عرنہ'' کے مقام پر ہے لہٰذا وہاں جاؤ اور اُسے قتل کر دو۔ حضرت عبداللہ بن انیسؓ کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے اس کی کوئی علامت و نشانی بتا دیجیے تا کہ میں اسے (بلا تردد) پہچان سکوں۔ حضور ﷺ نے (نور نبوت سے دیکھ کر) فرمایا: جب تو اسے دیکھے گا تو اسے متغیر اللون اور کانپتا ہوا پائے گا۔ عبداللہ موصوف کہتے ہیں: میں تلوار حمائل کر کے (منزل مقصود کی طرف) روانہ ہو گیا یہاں تک کہ اُس (مردود) کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اس وقت (اطلاع نبوی کے مطابق) مقام عرنہ پر ٹھہرا ہوا نیزوں کے لیے جگہ تلاش کر رہا تھا۔ ادھر عصر کا وقت تھا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو ٹھیک اسی طرح پایا جس طرح حضور ﷺ نے اس کی خبر دی تھی۔ میں اُس کی طرف آگے بڑھا تو مجھے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ عین ممکن ہے اُس کے درمیان اور میرے درمیان لڑائی ہو۔ جس کے باعث میری نماز نہ رہ جائے تو میں نے چلتے ہوئے اشارے سے رکوع سجود کیا اور یوں فریضۂ نماز ادا کر لیا۔ جب اس کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا: تم کون آدمی ہو؟ میں نے بتایا کہ ایک عرب آدمی ہوں اور تمہارے اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف تمہارے لشکر جمع کرنے کے متعلق سُنا تھا تو اس مقصد کے لیے تمہارے پاس چلا آیا ہوں۔ اُس نے کہا ہاں میں اسی کام میں مصروف ہوں۔

حضرت عبداللہ کہتے ہیں: میں کچھ فاصلہ اس کے ساتھ چلتا رہا حتیٰ کہ جب وہ میرے قابو اور زد میں آ گیا تو میں نے تلوار سے اسے جہنم رسید کر دیا۔ پھر جب میں وہاں (قتل گاہ) سے نکلا تو اسے اس حال میں چھوڑا کہ اس کی بیویاں اس کی لاش پر جھکی ہوئی (اسے بچانے کی سرتوڑ کوشش کر رہی) تھیں۔

حضرت عبداللہ بن انیسؓ کہتے ہیں کہ جب میں گستاخ رسول خالد بن سفیان الھذلی کا کام تمام کر کے آقائے دو جہاں ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا چہرہ فلاح پائے۔ کہتے ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے اس (خالد بن سفیان الھذلی) کو قتل کر دیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے سچ کہا۔ پھر رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ کھڑے ہوئے اور اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے اور مجھے عصا عطا کیا اور فرمایا: اے عبداللہ بن انیسؓ! اسے

اپنے پاس رکھو، پس جب میں یہ عصا لے کر لوگوں کے سامنے نکلا تو انہوں نے کہا کہ یہ عصا (ڈنڈا) کیا ہے؟ تو کہتے ہیں میں نے کہا: یہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے عطا کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اسے اپنے پاس رکھو۔ لوگوں نے (مجھے) کہا: حضور نبی کریم ﷺ سے دریافت کرو کہ کیا تم اسے رسول اللہ ﷺ کو واپس تو نہیں کرو گے؟ عبداللہ بن انیسؓ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ یہ عصا مبارک آپ ﷺ نے مجھے کس لیے عطا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے روز یہ تیرے اور میرے درمیان ایک نشانی ہوگی کہ جس دن بہت کم لوگ کسی کے ساتھ تعاون کرنے والے ہوں گے۔''

(راوی بیان کرتے ہیں کہ) حضرت عبداللہ بن انیسؓ نے اس عصا کو اپنی تلوار کے ساتھ باندھ لیا اور وہ ہمیشہ ان کے پاس رہتا یہاں تک کہ ان کا وصال ہوگیا۔ انہوں نے عصا کے متعلق وصیت کی تھی کہ اس کو ان کے کفن میں رکھ دیا جائے پھر انہیں اور عصائے نبوی کو (ان کے ساتھ) دفن کیا جائے۔

اسی طرح حضرت انس بن مالکؓ سے ایک اور روایت ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

انه كانت عنده عصية لرسول الله ﷺ فمات فدفنت معه بين جنبه و بين قميصه۔[١١]

''کہ ان کے پاس حضور ﷺ کی ایک چھوٹی سی چھڑی تھی، جب وہ فوت ہوئے تو وہ (چھڑی) ان کے ساتھ ان کی قمیص اور پہلو کے درمیان دفن کی گئی۔''

قمیص نبوی ﷺ سے حصول برکت

حضرت امیر معاویہؓ (م ۶۰ھ) نے اپنی وفات سے قبل جو وصیتیں فرمائیں، ان میں ایک اہم اور تاکیدی وصیت کفن کے ساتھ قمیص نبوی ﷺ پہنانے سے متعلق تھی۔ جس کا پس منظر آپ نے یوں بیان فرمایا کہ ایک دفعہ میں بارگاہ نبوی میں حاضر تھا۔ اس دوران آں جناب ﷺ کو وضو کرانے کی سعادت حاصل کی تو از راہ کرم آپ ﷺ نے فرمایا: معاویہ! کیا میں تجھے ایک قمیص نہ پہناؤں؟ میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، کیوں نہیں (ضرور مہربانی فرمائیے) تو آں جناب ﷺ نے بدن مبارک پر موجود قمیص اُتار کر مجھے پہنا دیا۔ میں نے وہ

قمیص نبوی ﷺ کچھ دیر پہن کر اُتار دیا اور اسے اپنے پاس محفوظ رکھ لیا۔ پھر فرمایا میں نے یہ قمیص اسی وقت کے لیے محفوظ رکھا ہوا تھا۔ لہٰذا اسی قمیص نبوی میں مجھے کفن دینا اور اس کو دوسرے کفن کے ساتھ اس طرح رکھنا کہ میرے بدن سے براہ راست متصل ہو جائے۔[۶۲]

حضرت امیر معاویہؓ نے مشہور شاعر کعب بن زہیر کی اولاد سے وہ چادر نبوی بھی بھاری قیمت دے کر خرید لی تھی جو حضور ﷺ نے انہیں قصیدہ ''بانت سعاد'' کہنے پر بطور انعام عنایت فرمائی تھی۔ اس چادر کو حضرت امیر معاویہؓ خود اور ان کے بعد ان کے جانشین خلفاء عیدین کے موقعہ پر بطور تبرک پہنا کرتے تھے۔[۶۳]

اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ نے وہ متبرک باغ بھی بھاری قیمت دے کر خرید لیا تھا جو حضور ﷺ نے ایک موقعہ پر حضرت حسان بن ثابتؓ کو ایک بدلے میں عنایت فرمایا تھا۔[۶۴]

جبہ نبوی ﷺ کے دھون سے بیماروں کا علاج

ایک دفعہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے ایک مخصوص قسم کا جبہ اندر سے نکالا اور حاضرین کو بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا جبہ ہے جو آپ نے بہن عائشہ کو عنایت فرمایا تھا۔ جب آں محترمہ نے انتقال فرمایا تو یہ میرے حصہ میں آ گیا۔ نبی رحمت ﷺ بعض اوقات اس جبہ کو زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ جبہ ہذا کے جسد نبوی سے مس ہونے کے باعث اب ہمارا معمول یہ ہے کہ ہم اس کو دھو کر اس کا دھوون مریضوں کو پلاتے اور اس سے (یعنی اس کے دھوون سے یا براہ راست جبہ شریف کو مریض کے سر آنکھوں پر رکھ کر، ہاتھوں سے چھو کر یا دونوں ہونٹوں سے چوم کر) مریضوں کی شفا کا سامان کرتے ہیں۔ (رواہ مسلم)[۶۵]

اسی طرح حضرت محمد بن جابرؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے جد امجد حضرت سیارہ بن طلق کا یہ بیان سنا کہ وہ بنی حنیفہ کے اس وفد کے قائد تھے جس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔ وہ بتاتے ہیں کہ جب میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو اتفاق سے آپ ﷺ اس وقت اپنا سر دھو رہے تھے۔ آپ ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے اہل الیمامہ کے بھائی! بیٹھ جاؤ اور تم بھی اپنا سر دھو لو۔ چنانچہ میں بیٹھ گیا اور حضور ﷺ کے بقیہ غسالہ (دھونے کے پانی) سے اپنا سر دھو لیا۔ پھر میں نے توحید و رسالت کا اقرار کر کے اسلام

قبول کیا تو اس پر آپ ﷺ نے مجھے ایک تحریر بھی عنایت فرمادی۔ اب واپسی پر میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! مجھے اپنے قمیص کا ایک ٹکڑا بھی عنایت فرمایئے تاکہ میں اس کے ذریعے آپ ﷺ کی یاد سے انس حاصل کرتا رہوں۔ آپ ﷺ نے مجھے قمیص کا ایک ٹکڑا عنایت کر دیا۔

محمد بن جابرؓ مذکور اپنے باپ (جابر) کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ہم لوگ قمیص رسول ﷺ کے اس ٹکڑے کو دھو کر اسی کے دھوون سے مریضوں کا علاج کیا کرتے تھے۔[66]

حضور ﷺ کی چارپائی سے حصولِ برکت

نبی کریم ﷺ کے استعمال میں رہنے اور آپ ﷺ کے جسد اطہر سے مس کرنے والی چیزیں اپنی ظاہری ہیئت اور ساخت کے اعتبار سے اگرچہ کوئی زیادہ نفیس اور قیمتی نہ تھیں۔ مگر روحانی و معنوی برکت کے اعتبار سے اور حضور ﷺ کے ساتھ نسبت کے حوالے سے رشک عرش بریں اور دنیا و مافیہا سے زیادہ قدر و قیمت رکھتی تھیں۔ اس کا اندازہ حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے ہو جاتا ہے جسے صاحب سیرت شامی نے بلاذری کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

''قریش مکہ کے نزدیک چارپائیوں پر سونا بہت پسندیدہ امر تھا۔ جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو پہلے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر میں نزول (قیام) فرمایا۔ آپ ﷺ نے پوچھا ابو ایوب! کیا تمہارے ہاں کوئی چارپائی نہیں؟ انہوں نے عرض کی۔ قسم بخدا نہیں۔ یہ بات انصاری صحابی اسعد بن زرارہ کو پہنچی تو انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں ایک چارپائی بھجوا دی جس کے بازو اور پائے لوہے کے تھے۔ آپ ﷺ اپنے وصال تک اسی چارپائی پر سوتے رہے۔ اسی چارپائی پر آپ ﷺ کا جنازہ پڑھایا گیا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد اہل مدینہ حصول برکت کے لیے اسی چارپائی پر اپنے مردوں کو اُٹھاتے تھے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کا جنازہ بھی اسی چارپائی پر اُٹھایا گیا۔[67]

امام حاکم کے مطابق حضرت صدیق اکبرؓ نے بوقت وفات یہ وصیت فرمائی تھی کہ اُن کا جنازہ نبی اکرم ﷺ کی چارپائی پر اُٹھایا جائے۔ یہ چارپائی اب اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے پاس تھی جس پر آپؐ آرام فرمایا کرتی تھیں چنانچہ حسب وصیت صدیق اکبرؓ کا جنازہ اسی چارپائی پر اُٹھایا گیا۔[68]

یہ چارپائی حضرت عائشہؓ کے ترکہ میں چار ہزار درہم میں فروخت کی گئی۔ جسے امیر معاویہؓ کے موالی (آزاد کردہ غلاموں) میں ایک آدمی نے خریدا اور اہل مدینہ کے لیے وقف کر دیا۔[69]

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا گیا کہ منبر رسول جہاں رسول اللہ ﷺ جلوہ افروز ہوتے تھے، پر آپ ﷺ کے بیٹھنے کی جگہ پر فرطِ عقیدت سے اپنا ہاتھ رکھتے پھر اسے اپنے چہرہ پر رکھتے۔[70]

حضور ﷺ کے مستعمل پیالہ سے حصولِ برکت۔ چند مظاہر

۞... حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے انہیں (بڑے شوق سے) ایک ایسے (بابرکت) برتن میں پانی پلانے کی پیشکش کی جس سے نبی رحمت ﷺ نے پانی نوش فرمایا تھا اور انہوں نے اس مبارک برتن کو (ازراہ عقیدت) اپنے پاس محفوظ کر لیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ابو ہریرہ سے کہا:

"الا اسقیك فی قدح شرب النبی ﷺ فیه"

''کیا میں تمہیں ایک ایسے پیالے میں پانی نہ پلاؤں جس میں نبی اکرم ﷺ نے پیا تھا۔''

یہی روایت حضرت ابو ہریرہؓ مزید تفصیل کے ساتھ دوسرے مقام پر یوں بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا تو حضرت عبداللہ بن سلام مجھے ملے اور کہا: ''تم میرے ساتھ میرے گھر چلو تمہیں ایسے (عظیم و بابرکت) پیالے میں پانی پلاؤں گا جس میں رسول اللہ ﷺ نے پانی نوش فرمایا تھا۔ دوسرے (غریب خانہ کے اندر) اس مسجد میں نماز پڑھنا جس میں نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ چنانچہ میں اُن کے ساتھ ان کے دولت کدہ پر پہنچا تو انہوں نے (مذکورہ بابرکت پیالے میں) مجھے ستو پلایا اور کھجور کھلائی۔ میں نے وہاں ان کی مخصوص مسجد میں نماز پڑھنے کا اعزاز بھی حاصل کیا۔''[71]

۞... عرب کی ایک عورت کے ساتھ حضور ﷺ کے نکاح کرنے کی خواہش مگر اُس بدبخت کے انکار کر دینے کے واقعہ کے ضمن میں حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ اُس دن نبی اکرم ﷺ تشریف لائے حتیٰ کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں آں جناب ﷺ خود اور آپ ﷺ کے صحابہ بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا: اے سہل! ہمیں پانی پلاؤ پس میں نے اُن کے لیے یہ پیالہ نکالا اور اس میں انہیں پانی پلایا۔ ابو حازم کہتے ہیں پھر حضرت سہل نے ہمارے لیے وہی پیالہ نکالا تو ہم نے اس سے پانی

پینے کا اعزاز حاصل کیا۔ راوی کہتے ہیں: بعد ازیں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اُن سے وہ پیالہ بطور ہدیہ مانگا تو انہوں نے وہ پیالہ انہیں دے دیا۔[۳]

۞ ...ایک صحابیہ اُم عامر اسماء بنت یزید بن السکن کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب کی نماز کے وقت اپنے محلے کی مسجد میں تشریف فرما دیکھا۔ میں فوراً اپنے گھر آئی گوشت و کھانا تیار کیا اور بارگاہ نبوی ﷺ میں لا کر عرض کی: ماحضر کو تناول فرمایئے۔ آں جناب ﷺ نے (عام عادت شریفہ کے مطابق) اپنے تمام صحابہ سے فرمایا کہ سب کھاؤ۔ چنانچہ آپ ﷺ نے خود، آپ ﷺ کے ساتھ آئے ہوئے صحابہ اور جتنے اہل خانہ موجود تھے، سب نے کھانا کھایا۔ یہ کوئی چالیس آدمی تھے اس کے باوجود قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے میں نے دیکھا کہ شوربہ کم ہوا نہ روٹیاں۔

اسی موقعہ پر نبی رحمت ﷺ نے میرے ہاں چمڑے کے ایک پیالے میں پانی پیا تھا بعد میں میں نے اس پیالے کو تیل لگا کر نرم و تازہ کر کے رکھ لیا جس میں ہم لوگ مریضوں کو (حصولِ شفاء کے لیے) پانی پلاتے اور وقتاً فوقتاً خود بھی حصولِ برکت کے لیے اسی پیالہ میں پانی پیتے تھے۔[۴]

۞ ...حضور اکرم ﷺ نے ایک موقعہ پر اپنا کھانا کھانے کا ایک بڑا پیالہ حضرت خداش بن ابی خداش کو عنایت فرما دیا تھا۔ حضرت خداش کا کہنا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ جب بھی ہمارے ہاں تشریف لے آتے تو فرماتے۔ میرے پاس حضور ﷺ کا پیالہ لے آؤ۔ چنانچہ ہم لوگ وہ پیالہ لا کر پیش کرتے تو آپؓ اس میں آب زم زم بھر کر اس سے پانی نوش فرماتے اور وہ پانی چہرہ پر بھی چھڑکتے۔[۵]

ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ نے یہ پیالہ جس آدمی کو عنایت فرمایا تھا اور جس سے حضرت عمرؓ برکت حاصل کرتے تھے، اس آدمی کا نام ''فراس'' تھا۔[۶]

۞ ...حضرت ابو عاتکہ الازدی ایک مرتبہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کو سلام عرض کیا اور صبح بخیر کہا۔ نبی اکرم ﷺ نے (از راہ کرم) ان کے لیے اپنی چادر بچھا دی اور انہیں اس پر بٹھایا۔ اور حاضرین کو (تعلیم و تربیت اخلاق کے طور پر) فرمایا:

"اذا جاء كم كريم قوم فاكرموه"

''پس تمہارے پاس کسی قوم کا کوئی معزز و شریف آدمی آئے تو اس کا احترام کرو۔''

علاوہ ازیں انہیں (ابو عاتکہ الازدی کو) ایک پیالہ بھی مرحمت فرمایا: الازدی مذکور کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی عطا کردہ یہ چادر اور پیالہ ایک عرصہ تک ہمارے پاس موجود رہے۔ اور اسی پیالے میں لوگ (حصولِ برکت کے لیے) اپنے مردوں کو حنوط (مردہ کے جسم اور کفن پر لگائی جانے والی ایک قسم کی خوشبو) لگایا کرتے تھے۔[۷۷]

نعلین نبوی ﷺ کے تسمہ کی صدیوں تک حفاظت:

حافظ ابن حجر نے اپنے ایک شیخ القطب الحلبی کی تاریخ مصر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ صحابی رسول ﷺ حضرت سلیمان السلمی ابوالحدید کی پشت میں بارھویں نسل کے ایک فرد احمد بن عثمان مصر آئے تو وہاں کے ایک عالم دین سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اس عالم نے ان کے پاس نعلین نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا تسمہ دیکھا اور انہوں نے اس تسمہ کے بارے میں بتایا کہ نعلین نبوی کا یہ تسمہ انہیں نسلاً بعد نسل وراثت میں اپنے جد اعلیٰ سلیمان السلمی (صحابی رسول اللہ ﷺ) سے ملا ہے۔ موصوف احمد بن عثمان کا انتقال ۶۲۵ھ میں ہوا تو ان کا کوئی وارث نہ تھا تو ان کا سارا ترکہ الاشرف بن العادل نے لے کر مدرسہ الاشرفیہ دمشق کے اوقاف میں جمع کرا دیا۔ اس ترکہ میں نعلین نبوی کا مذکورہ تسمہ بھی موجود تھا۔[۷۸]

۞۞۞۞۞۞

چوتھی فصل: حضور ﷺ سے بچوں کو گھٹی ڈلوانا اور دُعا کروانا

حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام کی عقیدت و محبت کا ایک پہلو یہ بھی دکھائی دیتا ہے کہ وہ اپنے نومولود بچوں کو خود گھٹی ڈالنے یا کسی دوسرے آدمی سے ڈلوانے کی بجائے انہیں بارگاہ رسول ﷺ میں لاتے۔ سراپا برکت دست نبوت سے گھٹی ڈالنے کی درخواست کرتے اور نام تجویز کراتے تھے۔ کیونکہ طبی نقطہ نظر سے بچے کی نشو ونما اور تربیت میں گھٹی ڈالنے والے کی شخصیت و کردار کا بالعموم ایک اثر ہوتا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ کسی نیک آدمی کے ہاتھوں بچوں کو گھٹی ڈلوانا مسنون ہے۔ اسی طرح گھٹی کے علاوہ بھی وہ بسا اوقات اپنے بچوں کو حضور ﷺ کے پاس لاکر ان کے لیے دعاء کی درخواست کرتے تھے اور حضور ﷺ دینی و دنیوی اعتبار سے اپنے عظیم منصب کی پرواہ کیے بغیر کمال شفقت سے بچوں کو اپنے دست مبارک سے گھٹی ڈالتے اور بچوں کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے دعاء دیتے تھے۔

اس انداز عقیدت پر متعدد روایات گواہ ہیں چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

"ان رسول الله ﷺ كان يؤتى بالصبيان فيبرك عليهم و يحنكهم"[۷۹]

''بے شک رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں بچے لائے جاتے تھے۔ آپ ﷺ ان کے لیے برکت کی دعاء فرماتے اور اپنے دست مبارک سے گھٹی ڈالتے تھے۔''

اسی طرح حافظ ابن حجر نے مستدرک للحاکم کے حوالے سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا یہ قول اور چشم دید گواہی نقل کی ہے کہ جس آدمی (صحابی) کے ہاں بھی کوئی بچہ پیدا ہوتا وہ اسے حضور ﷺ کے پاس لاتا اور دعا کراتا۔[۸۰]

گھٹی ڈلوانا - چند مظاہر

مشتے از خروارے کے طور پر صحابہ کی اس عقیدت کے چند نمونے ملاحظہ فرمایئے:

۞...معروف صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں: میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو میں اسے بارگاہِ نبوی میں لایا۔ آپ ﷺ نے اس کا نام ''ابراہیم'' رکھا۔ پھر ایک کھجور کے ذریعے اسے

گھٹی ڈالی (کھجور کو اپنے دندان مبارک سے چبا کر اور لعاب دھن شامل کر کے اس کے منہ میں ڈالا) اور اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی اور پھر بچہ مجھے پکڑا دیا۔ یہ حضرت ابوموسیٰ کے بڑے بیٹے تھے۔[81]

۞ ...اُم المومنین سید عائشہ صدیقہؓ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ ایک بچہ بارگاہ نبوی میں لایا گیا تاکہ آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے اسے گھٹی ڈال دیں۔ تو اس بچے نے آپ ﷺ پر (آپ کے کپڑوں پر) پیشاب کر دیا۔ اس پر آپ ﷺ نے (کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار کیے بغیر) پانی منگوایا اور پیشاب پر بہا دیا۔[82]

۞ ...حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ فرماتی ہیں: عبداللہ بن زبیر ابھی میرے پیٹ میں تھے، میں مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے نکلی تو وضع حمل کی مدت پوری ہو رہی تھی۔ چنانچہ مدینہ منورہ پہنچنے پر پہلے قباء میں اُتری تو وہیں عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے۔ میں اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لائی اور بچہ کو آپ ﷺ کی گود میں رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے کھجور منگوائی اسے دانتوں سے چبایا پھر بچے کے منہ میں اپنا لعاب ڈالا۔ چنانچہ سب سے پہلی چیز جو میرے بیٹے کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ رسول مقبول ﷺ کا لعاب دہن تھا۔ پھر آپ ﷺ نے کھجور کے ساتھ اسے گھٹی ڈالی اور اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔

یہ عبداللہ بن زبیرؓ پہلے بچے تھے جو مہاجرین کے ہاں پیدا ہوئے جس سے مہاجرین بہت خوش ہوئے کیونکہ ان سے کہا گیا تھا کہ یہود نے تمہارے اوپر جادو کر رکھا ہے۔ اس لیے تمہارے ہاں اولاد نہ ہوگی۔[83]

۞ ...حضرت ابوطلحہؓ (زید بن سہل الانصاری) کے بیٹے کے انتقال پر اس کی ماں حضرت اُم سلیم (نام میں اختلاف ہے۔ غمیصاء، رمیصاء، سہلہ، رُمیلہ) نے جس کمال صبر کا مظاہرہ کیا (جیسا کہ آگے آرہا ہے) اس پر خوش ہو کر حضور ﷺ نے دونوں میاں بیوی کے لیے دعا فرمائی جس کی برکت سے اللہ نے انہیں دوسرا بیٹا عنایت فرمایا۔ حضرت ابوطلحہؓ نے ان سے کہا بچے کو دھیان سے بارگاہ نبوی میں لے جاؤ۔ وہ اسے آپ ﷺ کے پاس لائے اور اُم سلیم نے ان کے ساتھ چند کھجوریں بھی ارسال کیں۔ رحمت دو عالم ﷺ نے بچے کو اُٹھایا اور پوچھا کیا اس کے ساتھ کوئی چیز لائی گئی ہے؟ حاضرین نے عرض کی: ہاں کھجوریں ہیں۔ آپ ﷺ نے

کھجوریں پکڑ کر دندانِ مبارک سے چبائیں، بچے کے منہ میں ڈالیں تو یوں اس کو گھٹی ڈالی اور اس کا نام ''عبداللہ'' رکھا۔[84]

جب کہ صحیح مسلم کی ایک روایت اور بعض دوسری کتب حدیث میں حضرت ابوطلحہؓ کی اہلیہ محترمہ اور صحابیہ حضرت اُم سلیمؓ کے کمال صبر اور نومولود کو گھٹی کے لیے بارگاہ نبوی ﷺ میں بھیجنے کا یہ واقعہ ذرا تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس تفصیلی روایت کا یہاں اندراج کئی اعتبار سے فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ چنانچہ:

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہؓ کا (ابوعمیر نامی) ایک بیٹا جو اُم سلیمؓ کے پیٹ سے تھا، مر گیا۔ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا ابوطلحہ کو خبر نہ کرنا ان کے بیٹے کی، جب تک کہ میں خود نہ کہوں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں آخر ابوطلحہ آئے۔ اُم سلیمؓ نے شام کا کھانا ان کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے کھایا اور پیا، حضرت انسؓ کا کہنا ہے کہ پھر اُم سلیمؓ نے اچھی طرح بناؤ اور سنگھار کیا ان کے لیے جس طرح پہلے کیا کرتیں تھیں۔ تو انہوں نے جماع کیا ان سے۔ جب اُم سلیمؓ نے دیکھا کہ وہ سیر ہو گئے اور ان کے ساتھ صحبت کر چکے۔ اس وقت انہوں نے کہا اے ابوطلحہؓ! اگر کچھ لوگ اپنی چیز کسی گھر والوں کو مانگنے پر دیویں پھر اپنی چیز مانگیں تو کیا گھر والے اس کو روک سکتے ہیں؟ ابوطلحہؓ نے کہا نہیں روک سکتے۔ اُم سلیمؓ نے کہا تو میں تم کو خبر دیتی ہوں تمہارے بیٹے کے مرنے کی۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ یہ سن کر حضرت ابوطلحہؓ غصے ہوئے اور کہنے لگے تو نے مجھ کو خبر نہ کی یہاں تک کہ میں آلودہ ہوا (جنبی ہوا) پھر تو نے مجھے میرے بیٹے (کی وفات) کے بارے میں خبر دی۔ بعد ازیں وہ گھر سے نکلے، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور جو کچھ واقع ہوا تھا، اس سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو برکت دیوے تمہاری گزری ہوئی رات میں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اُم سلیم حاملہ ہو گئیں۔ راوی کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں تھے اور اُم سلیمؓ بھی آپ کے ساتھ تھیں اور رسول اللہ ﷺ جب سفر سے مدینہ میں تشریف لاتے تو رات کو مدینہ میں داخل نہ ہوتے چنانچہ جب لوگ مدینہ کے قریب پہنچے تو اُم سلیم کو دردِ زہ شروع ہوا۔ جس وجہ سے ابوطلحہؓ ان کے پاس ٹھہر گئے اور رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں ابوطلحہؓ کہنے لگے: اے میرے رب! تو جانتا ہے کہ مجھے تیرے رسول ﷺ کے ساتھ نکلنا پسند ہے جب

وہ نکلیں اور ان کے ساتھ (مدینہ منورہ میں) داخل ہونا پسند ہے جب وہ داخل ہوں۔ مگر اب میں روک لیا گیا ہوں جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اُم سلیمؓ کہنے لگیں اے ابو طلحہؓ! اب میرے ویسا درد نہیں جیسے پہلے تھا۔ لہٰذا چلو چنانچہ ہم چل پڑے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب میاں بیوی مدینہ میں آئے پھر اُم سلیمؓ کو دردزہ شروع ہوا اور وہ ایک لڑکا جنیں۔ تو میری ماں نے مجھے کہا: اے انس اس کو کوئی دودھ نہ پلاوے یہاں تک کے تو صبح اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاوے جب صبح ہوئی تو میں نے بچہ اُٹھایا اور اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا، حضرت انسؓ کہتے ہیں میں نے دیکھا تو آپ ﷺ کے ہاتھ میں اونٹوں کے داغنے کا آلہ ہے۔ آپ ﷺ نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا شاید اُم سلیمؓ نے لڑکا جنا ہے۔ میں نے عرض کی: ہاں۔ انسؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے وہ آلہ ہاتھ مبارک سے رکھ دیا اور میں بچہ کو لے کر آیا اور آپ ﷺ کی گود میں بٹھایا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی عجوہ کھجور میں سے عجوہ منگوائی اور اپنے منہ میں چبائی، یہاں تک کہ وہ گھل گئی پھر آپ ﷺ نے اس کو بچہ کے منہ میں ڈالا تو بچہ اس کو چوسنے لگا، انسؓ کہتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دیکھو انصار کو کھجور سے کیسی محبت ہے پھر آپ ﷺ نے اس بچے کے منہ پر ہاتھ پھیرا اور اُس کا نام عبداللہ رکھا۔[85]

۞... ابو امامہ اسعد بن سہل بن حنیف الانصاری نبی اکرم ﷺ کی وفات سے دو سال قبل پیدا ہوئے۔ جب پیدا ہوئے تو بارگاہ نبوی ﷺ میں لائے گئے۔ آپ ﷺ نے نومولود کو (اپنے دست مبارک سے) گھٹی ڈالی اور اس کے نانا ابو امامہ اسعد بن زرارہ کے نام پر اس کا نام اسعد رکھا۔[86]

۞... حضرت عبداللہ بن ہشامؓ کو ان کی والدہ حضرت زینب بنت حمید بچپن میں ہی رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئیں اور عرض کی: یا رسول اللہ! اس بچے کو بیعت فرما لیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ابھی بہت چھوٹا ہے البتہ بچے کے سر پر دست شفقت پھیرا اور اسے دعا دی۔ اور زہرہ بن معبد سے روایت ہے کہ ان کے دادا عبداللہ بن ہشام انہیں اپنے ساتھ بازار میں لے جاتے تھے، وہاں غلہ خریدتے۔ حضرت ابن عمر اور ابن زبیرؓ سے اگر ملاقات ہو جاتی تو وہ فرماتے کہ ہمیں بھی اس تجارت میں شریک کرلو کہ آپ کے لیے رسول اللہ ﷺ نے برکت کی دعا کی تھی۔ چنانچہ وہ انہیں شریک کر لیتے اور اکثر ایک اونٹ (کے اُٹھانے کے برابر غلہ) کا نفع حاصل ہوتا اور اسے وہ گھر بھیج دیتے۔[87]

دعاء کروانا۔ چند مظاہر

گھٹی کے علاوہ بھی صحابہ کرامؓ اپنے بچوں کو بارگاہ نبوی میں لاتے اور ان کے لیے دُعاء برکت کراتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات بچے آپ کے کپڑوں پر پیشاب بھی کر دیتے۔ چند مظاہر ملاحظہ ہوں:

۞ ...عمرو بن حریث کہتے ہیں کہ میرے والد (حریث بن عمرو القرشی المخزومی) مجھے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لائے تو آپ ﷺ نے ازراہ شفقت میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعاء دی۔[۸۹]

۞ ...حضرت حسان بن شداد کہتے ہیں کہ ان کی والدہ صاحبہ ان کو لے کر بارگاہ نبوی میں آئیں اور عرض کی: یارسول اللہ! میں اپنے اس بیٹے کو آپ ﷺ کے پاس لائی ہوں تاکہ آپ ﷺ اس کے لیے یہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی زندگی میں برکت ڈال دے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور وضو کے بقیہ پانی سے اس کے چہرہ کو پیار سے مس فرمایا اور اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔[۹۰]

۞ ...حضرت سائب بن الاقرع کہتے ہیں بچپن میں ان کی والدہ محترمہ حضرت ملیکہ انہیں بارگاہ نبوی میں لے آئیں۔ آپ ﷺ نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔[۹۱]

۞ ...حضرت ولید بن عقبہ بن ابی معیط کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ مکرمہ فتح فرمایا تو اہل مکہ اپنے بچوں کو آپ ﷺ کے پاس لانے لگے اور آپ ﷺ ان بچوں کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرنے لگے۔ حضرت ولید کہتے ہیں کہ اس دوران مجھے بھی بارگاہ نبوی ﷺ میں لایا گیا مگر اس وقت میرے جسم پر ''خلوق'' (ایک قسم کی خوشبو) لگی ہوئی تھی اس لیے آں جناب ﷺ نے میرے سر پر دست شفقت نہ پھیرا۔[۹۲]

۞ ...حضرت سائب بن یزید (اپنی آپ بیتی بیان کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ مجھے میری خالہ نبی رحمت ﷺ کی خدمت اقدس میں لے گئیں اور عرض کی: یارسول اللہ! میرے اس بھانجا کو درد ہے تو آپ ﷺ نے میرے سر پر دست شفاء پھیرا اور مجھے برکت کی دعا دی۔ پھر آپ ﷺ نے وضو فرمایا تو میں نے آپ ﷺ کے وضو کا باقی پانی پی لیا۔ بعد ازیں میں آپ ﷺ کی پیٹھ

مبارک کے پیچھے کھڑا ہوا تو آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت دیکھی جو ''زر الحجلۃ'' (حجلہ عروس کی گھنڈی) کی مانند تھی۔[۹۳]

۞...حضرت ذیال بن عبید نے جلیل القدر صحابی حضرت حنظلہؓ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ ان کے والد نے رسول اللہ ﷺ سے ان کے حق میں دعائے خیر کرنے کے لیے عرض کی۔ آپ ﷺ نے حنظلہؓ سے فرمایا: بیٹا! میرے قریب آؤ۔ وہ آپ ﷺ کے قریب ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے سر پر رکھا اور فرمایا: ''بارك الله فيك'' حضرت یال فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ جب کسی شخص کے چہرے یا بکری کے تھن پر ورم آجاتا تو لوگ اسے (دم کے لیے) حضرت حنظلہ کے پاس لے آتے تو وہ اپنے ہاتھ پر لعاب دہن ڈالتے پھر اسے اپنے سر پر رکھتے اور کہتے ''بسم اللہ علیٰ اثر ید رسول اللہ ﷺ'' اور پھر وہ ہاتھ ورم کی جگہ پر پھیر دیتے تو ورم اُتر جاتا۔[۹۴]

۞...حضرت منذر بن ابی اسیدؓ کی ولادت ہوئی تو انہیں نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ تو آپ ﷺ نے (ازراہ شفقت و پیار) انہیں اپنے زانو مبارک پر بٹھا لیا اور (ان کے والد) حضرت ابو اسیدؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی دوران نبی کریم ﷺ کسی سامنے کی چیز کی طرف متوجہ ہوئے (اور بچہ کی طرف سے توجہ ہٹ گئی) تو حضرت ابو اسیدؓ نے اپنے بیٹے کو پکڑا اور نبی رحمت ﷺ کی ران مبارک سے اُٹھا لیا۔ پھر جب نبی رحمت ﷺ متوجہ ہوئے تو پوچھا بچہ کہاں ہے؟ حضرت ابو اسیدؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم نے اسے گھر بھیج دیا ہے۔ فرمایا اس کا نام کیا ہے؟ ابو اسیدؓ نے عرض کی: ''فلاں'' فرمایا (نہیں) بلکہ اس کا نام ''منذر'' ہے۔ تو انہوں نے اسی دن اس کا نام منذر رکھ دیا۔[۹۵]

نومولود بچوں کو بارگاہ نبوی میں لا کر گھٹی ڈلوانے، دُعاء برکت کروانے اور ان کے سر پر حضور ﷺ کے دست شفقت پھیرنے کے مذکورہ بالا چند واقعات بطور نمونہ ہیں۔ اس کے علاوہ بھی متعدد صحابہ (رضی اللہ عنہما) کے بچوں کو دست نبوی سے گھٹی ڈالے جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ حافظ ابن حجر اور دیگر تذکرہ نگاروں نے متعدد بچوں کے نام بتائے ہیں۔[۹۶]

۞۞۞۞۞۞

حوالہ جات وحواشی باب پنجم

۱۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب المناقب باب صفۃ النبی ﷺ) ۱/۵۰۲

(ب) احمد بن حنبل، مسند ۴/۳۰۹

۲۔ ابن حجر، الاصابہ ۴/۲۰ (تحت نمبر شمار: ۴۴۳۵)

۳۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب ۴/۱۵۷ (نمبر شمار: ۲۷۵۵)

۴۔ (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الفضائل باب حسن خلقہ ﷺ) ۲/۲۵۳

(ب) ابو داؤد، السنن (کتاب الادب پہلا باب) ۲/۶۵۸

۵۔ (الف) امام بخاری، الادب المفرد (ص:۹۶)

(ب) ابن حبان، الصحیح ۱۰/۱۵۸

(ج) ابن کثیر، السیرۃ النبویہ (عربی) ۴/۶۵۳

(د) ابن حجر، الاصابہ ۱/۷۲ (ترجمہ انس بن مالک)

۶۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ ۱/۷۲

۷۔ (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الفضائل باب قربہ من الناس وتبرکھم بہ وتواضعہ) ۲/۲۵۶

(ب) احمد بن حنبل، مسند ۳/۱۳۳

(ج) ابن سعد، الطبقات ۳/۵۰۵

۸۔ (الف) بلاذری، انساب الاشراف (ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان) ۴/۱۳۱

(ب) طبری، تاریخ (تحت ۶۰ھ) ۶/۱۸۲

(ج) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۳/۱۴۱۹ (نمبر شمار: ۲۴۳۵۔ معاویہ بن ابی سفیان)

(د) ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح (کتاب العلم۔ الفصل الاول) ۱/۲۶۷

۹۔ بخاری، الصحیح (کتاب اللباس باب مایذکر فی الشیب) ۲/۸۷۵

۱۰- (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الوضو باب المآء الذی یغسل بہ شعر الانسان الخ)

(ب) ابن سعد، الطبقات ۳/ ۵۰۶

۱۱- (الف) بخاری، کتاب و باب مذکور

(ب) ابن سعد، الطبقات ۳/ ۵۰۶

۱۲- (الف) ابن حجر، الاصابہ ۲/ ۹۹ (نمبر شمار: ۲۱۹۷)

(ب) الصالحی الشامی، سیرت شامی (سبل الہدی و الرشاد) ۱۰/ ۳۹

(ج) ہیثمی مجمع الزوائد (باب ماجاء فی خالد بن الولید) ۹/ ۳۴۸

۱۳- الصالحی الشامی، سبل الہدی والرشاد۔ ۱۱/ ۴۵۱

۱۴- ان حضرت عثمان کا تعلق قبیلہ تیم سے تھا اور حضرت ابوہریرہؓ کے شاگرد تھے۔ مرقاۃ ۸/ ۳۶۹

۱۵- مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطب والرقی۔ الفصل الثالث

۱۶- ترمذی، الشمائل (باب ماجاء فی خاتم النبوۃ) ص: ۵۶۹-۵۷۰

۱۷- ایضاً (باب ماجاء فی لباس رسول اللہ ﷺ) ص: ۵۷۲

۱۸- ابن سعد، الطبقات ۴/ ۷۹ (ترجمہ سلمان الفارسی)

۱۹- (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب الادب باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستیذان) ۲/ ۷۰۴-۷۰۵

(ب) بخاری، الادب المفرد (باب اذا اسلم الرجل علی الرجل فی بیتہ) ۲/ ۵۲۲-۵۲۳

(ج) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب الضیافۃ)

۲۰- (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الفضائل باب طیب عرقہ ﷺ والتبرک بہ) ۲/ ۲۵۷

(ب) نسائی، السنن (کتاب الزینۃ باب ماجاء فی الانطاع)

۲۱- (الف) مسلم، الصحیح (کتاب و باب مذکور) ۲/ ۲۵۷-۲۹۱

(ب) ابن سعد، الطبقات ۸/ ۴۲۸-۴۲۹

۲۲- صحیح مسلم (کتاب و باب مذکور) ۲/ ۲۵۷

۲۳- بخاری، الصحیح (کتاب الاستیذان باب من زار قوماً فقال عندھم) ۲/ ۹۲۹

۲۴- (الف) ابن سعد، الطبقات ۸/ ۴۲۸ (ترجمہ اُم سلیم)

(ب) ذھبی، سیر اعلام النبلاء ۲/ ۳۰۷-۳۰۸

۲۵- بخاری، الصحیح ۳۱/۱ (کتاب الوضو باب استعمال فضل وضوء الناس)

۲۶- (الف) بخاری، الصحیح (کتاب و باب مذکور نیز کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الثوب الاحمر) ۵۴/۱

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الصلوٰۃ باب سترۃ المصلی والندب الی الصلوٰۃ الی سترۃ الخ)

(ج) نسائی، السنن (کتاب الطہارۃ باب الانتفاع بفضل الوضوء)

(د) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب السترۃ) ص: ۷۳-۷۴

(ف) بخاری میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک پیالہ پانی کا منگوایا اس میں اپنے ہاتھ اور چہرہ انور دھویا اور کلی کی پھر ابو جحیفہ اور ابو موسیٰ سے فرمایا کہ اس کو پی لو اور اپنے چہروں اور سینوں پر چھڑک لو/انڈیل لو (بخاری، الصحیح (کتاب الوضو فضل وضوء الناس) ۳۱/۱

نوٹ: باوثوق ذرائع کے مطابق آج کل بعض غالی عقیدت مند اور مرید بھی اپنے پیروں کو رسول اطہر ﷺ پر قیاس کرتے ہوئے ان کے وضو کا مستعمل پانی پینے لگے ہیں۔ (العیاذ باللہ) اس لیے یہ صراحت غیر مناسب نہیں ہوگی کہ شرعی و فقہی اعتبار سے پیغمبر معصوم ﷺ کے مستعمل پانی کے علاوہ کسی بڑے سے بڑے بزرگ کے مستعمل پانی کا پینا جائز ہے نہ بطور تبرک جسم پر ملنا۔

۲۷- الصالحی، سیرت شامی ۳۸/۱۰

۲۸- ابن حجر، الاصابہ ۱۱۷/۳-۱۱۸ (نمبر شمار: ۳۳۸)

۲۹- چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پانی ملا دودھ (کچی لسی بنا کر) لایا گیا۔ اس وقت اتفاق سے آپ ﷺ کے دائیں جانب ایک بدوی اور بائیں جانب حضرت ابو بکرؓ بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے دودھ نوش فرمایا اور بقیہ (حسب ضابطہ ایک آدمی کی درخواست کے باوجود دائیں طرف بیٹھے) بدوی کو عنایت فرما دیا اور وضاحت فرما دی کہ "الایمن فالایمن" ضابطہ درجہ بہ درجہ دائیں جانب سے دینا ہے۔

(الف) صحیح بخاری (کتاب الاشربہ باب الایمن فالایمن فی الشرب) ۸۴۰/۲

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الاشربہ باب استحباب ادارۃ الماء واللبن ونحوھما الخ)

(ج) ابو داؤد، السنن (کتاب الاشربہ باب فی الساقی متی یشرب) ۵۲۴/۲

(د) ابن ماجہ، السنن (کتاب الاشربہ باب اذا شرب اعطی الایمن فالایمن)

(ہ) امام محمد، موطا (باب الرجل یشرب ثم یتناول من عن یمینہ) ص: ۳۸۰

(و) ابن سعد، الطبقات ۲۰/۷

(ز) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب الاشربہ)

۳۰- (الف) بخاری، صحیح (کتاب الاشربہ باب ھل یستاذن الرجل من عن یمینہ الخ) ۸۴۰/۲

(ب) ایضاً (کتاب المساقاۃ باب فی الشرب) ۳۱۶/۱ نیز (باب من رایٰ ان صاحب الحوض الخ)

(ج) ایضاً (کتاب الھبۃ باب ھبۃ الواحد للجماعۃ) ۳۵۴/۱ نیز (باب الھبۃ المقبوضۃ وغیر المقبوضۃ)

(د) ایضاً (ابواب المظالم والقصاص باب اذا اذن لہ الخ) ۳۳۱/۱

(ہ) مسلم، الصحیح (کتاب الاشربہ باب استحباب ادارۃ المآء واللبن الخ) ۱۷۴/۲

(و) امام محمد، موطا (باب الرجل یشرب ثم تیناول من عن یمینہ) ص: ۳۸۰

(ز) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح، باب الاشربہ

۳۱- (الف) ترمذی، الشمائل باب ماجاء فی صفۃ شرب رسول اللہ ﷺ ص: ۵۸۲

(ب) ترمذی، جامع (ابواب الدعوات باب مایقول اذا اکل طعاماً)

(ج) ابن ماجہ، السنن (کتاب الاشربہ باب اذا شرب اعطی الایمن فالایمن)

۳۲- ملاحظہ ہو: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الصلوٰۃ باب المساجد فی البیوت) ۶۰/۱

(ب) ایضاً (کتاب الاذان باب اذا زار الامام قوماً فامھم) ۹۲/۱

(ج) ایضاً (کتاب التہجد باب صلوٰۃ الضحیٰ فی الحضر الخ) ۱۵۷/۱

(د) ایضاً (کتاب التہجد باب صلوٰۃ النوافل جماعۃ) ۱۵۸/۱

(ہ) ایضاً (کتاب الاطعمہ باب الخزیرۃ قال النضر الخ)

(و) ایضاً (کتاب استتابۃ المرتدین باب ماجاء فی المتاولین الخ)

(ز) مسلم، الصحیح (کتاب المساجد باب الرخصۃ فی التخلف عن الجماعۃ لعذر)

(ح) مسلم، الصحیح (کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ) ۴۶/۱

(ط) نسائی، السنن (کتاب الصلوٰۃ باب امامۃ الاعمٰی)

(ی) امام مالک، موطا (جامع الصلوٰۃ) ص: ۶۱

(ک) ابن ماجہ، السنن (باب المساجد فی الدور) ۵۵/۱

(ل) ابن سعد، الطبقات ۵۵۰/۳

۳۳۔ بظاہر یہی لگتا ہے کہ کھانے کی دعوت اسی مقصد (گھر میں نمازِ نبوی ﷺ سے حصولِ برکت) کے لیے دی گئی تھی۔ (حاشیہ بین السطور بخاری ۵۵/۱)

۳۴۔ دیکھیے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی الحصیر الخ) ۵۵/۱

(ب) ایضاً (کتاب الاذان باب وضوء الصبیان ومتی یجب علیہم الغسل) ۱۱۹/۱

(ج) مسلم، الصحیح (کتاب المساجد باب جواز الجماعۃ فی النافلۃ الخ)

(د) نسائی، السنن (کتاب الصلوٰۃ باب موقف الامام اذا کانوا ثلاثۃ وامرءۃ)

(ہ) ابو داؤد، السنن (کتاب الصلوٰۃ باب اذا کانوا ثلاثۃ کیف یقومون) ۹۰/۱

(و) امام محمد، مؤطا (باب الرجلان یصلیان جماعۃ) ص: ۹۸

(ز) مالک بن انس، مؤطا (جامع سبحۃ الضحی) ص: ۵۴

(ح) بخاری، الادب المفرد (باب من زار قوماً فطعم عندھم) ۴۳۶/۱

۳۵۔ نسائی، السنن (کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی الحصیر)

۳۶۔ بخاری، الصحیح (کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بین السواری فی غیر جماعۃ سے اگلا باب) ۷۲/۱

۳۷۔ بخاری، الصحیح (کتاب الصلوٰۃ باب المساجد التی علی طرق المدینۃ والمواضع التی صلی فیہا النبی ﷺ) ۷۰/۱۔۷۲

۳۸۔ ایضاً (کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ الی الاسطوانۃ) ۷۲/۱

۳۹۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الجنائز باب ماجاء فی قبر النبی ﷺ وابی بکر وعمر) ۱۸۶/۱

(ب) ایضاً (کتاب الاعتصام باب الکتاب والسنۃ باب ماذکر النبی ﷺ وحض علی الخ)

(ج) ابن سعد، الطبقات ۳۶۳/۳ (ترجمہ عمر بن الخطاب)

(د) ابن عساکر، تاریخ مدینۃ دمشق ۴۳۶/۳۰

۴۰۔ چنانچہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان باہمی فضیلت کی بحث میں لکھا ہے: "ولا خلاف ان موضع قبرہ افضل بقاع الارض" (الشفاء: ۹۱:۲) اور اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ کی قبر انور کی جگہ تمام کرہ ارض سے زیادہ افضل ہے۔ اسی طرح علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

"البقعۃ التی ضمتہ ﷺ فانہا افضل البقاع الارضیۃ والسماویۃ حتیٰ قیل و بہ اقول انہا

افضل من العرش" (روح المعانی جلد نمبر: ۲۵ تفسیر سورۃ الدخان، ابتدائی آیات)
زمین کا وہ ٹکڑا جو آپ ﷺ کے جسدِ انور کو مس کر رہا ہے وہ تمام زمین و آسمان کا سب سے افضل حصہ ہے۔ حتیٰ کہ کہا گیا ہے اور خود میری (علامہ آلوسی کی) بھی یہی رائے ہے کہ زمین کا وہ حصہ عرش سے بھی زیادہ افضل ہے۔

۴۱۔ (الف) ابوداؤد، السنن (کتاب الصلوٰۃ باب کیف الاذان) ۱/۷۲-۷۳
(ب) الصالحی الشامی، سیرت شامی ۱۱/۴۵۱

۴۲۔ (الف) قاضی عیاض، الشفاء ۲/۵۶
(ب) الحاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۳/۵۱۴
(ج) الصالحی، سبل الھدیٰ والرشاد ۱۰/۳۸

۴۳۔ امام احمد، مسند ۶/۳۸۰ (حدیث امرءۃ من بنی غفار)

۴۴۔ (الف) ابن حجر، الاصابہ ۲/۴۳ (تحت حنظلہ: نمبر شمار: ۱۸۵۱)
(ب) الصالحی الشامی، سبل الھدیٰ ۱۰/۳۴
(ج) ہیثمی، مجمع الزوائد (باب ماجاء فی حنظلۃ بن حذیم) ۹/۴۰۸

۴۵۔ ابن اثیر، اسد الغابہ ۲/۸۱

۴۶۔ الحاکم المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۳/۴۶۰

۴۷۔ دیکھیے: (الف) ترمذی، جامع (ابواب الاشربہ باب الرخصۃ فی ذالک) ص: ۲۸۲
(ب) ترمذی، الشمائل (باب صفۃ شرب رسول اللہ ﷺ) ص: ۵۸۳
(ج) ابن ماجہ، السنن (کتاب الاشربہ باب الشرب قائما)
(د) ابن حجر، الاصابہ ۸/۱۷۵ (نمبر شمار: ۹۰۵)

۴۸۔ دیکھیے: (الف) ترمذی، الشمائل (باب صفۃ شرب رسول اللہ ﷺ) ص: ۵۸۳
(ب) ذہبی، سیر اعلام النبلاء ۲/۳۰۸
(ج) امام احمد، مسند ۳/۱۱۹ نیز ۶/۴۳۱
(د) ابن سعد، الطبقات ۸/۴۲۸

۴۹۔ (الف) امام احمد، مسند ۳/۱۸۷

(ب) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ۶/۷

۵۰۔ ترمذی، الشمائل (باب ماجاء فی قدح رسول اللہ ﷺ) ص: ۵۸۱

۵۱۔ دیکھئے: (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الفضائل باب قربہ ﷺ من الناس وتبرکہم بہ وتواضعہ لہم) ۲/۲۵۶

(ب) بیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین، دلائل النبوۃ ۱/۳۳۱

(ج) قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، ۱/۱۲۲

(د) الصالحی، سیرت شامی ۱۰/۳۸

(ہ) ملا علی قاری، شرح الشفاء۔ ۱/۲۷۳

۵۲۔ ابن حجر، الاصابہ ۴/۶۰ (تحت نمبر شمار: ۴۶۳۲)

۵۳۔ دیکھئے: (الف) بخاری، صحیح (کتاب الجنائز باب من استعد الکفن فی زمن النبی ﷺ ولم ینکر علیہ) ۱/۱۷۰

(ب) ایضاً (کتاب الادب باب حسن الخلق والسخاء وما یکرہ من البخل الخ) ۲/۸۹۲

(ج) ایضاً (کتاب البیوع باب ذکر النساج)

(د) ایضاً (کتاب اللباس باب البرود والحبرۃ الخ)

(ہ) ابن ماجہ، السنن (کتاب اللباس باب لباس رسول اللہ ﷺ)

۵۴۔ ابن حجر، الاصابہ ۶/۳۲۴ (نمبر شمار: ۹۱۵۲)

۵۵۔ ملاحظہ ہو: (الف) بخاری، صحیح (کتاب الجنائز باب الکفن فی القمیص الذی یکف الخ) ۱/۱۶۹

(ب) ایضاً (کتاب التفسیر باب استغفر لہم اولا تستغفر لہم الخ)

(ج) ایضاً (کتاب اللباس باب لبس القمیص الخ)

(د) ترمذی، جامع (ابواب التفسیر باب من سورۃ التوبہ)

(ہ) ابوداؤد، السنن (کتاب الجنائز باب فی العیادۃ)

(و) نسائی، السنن (کتاب الجنائز باب القمیص فی الکفن)

(ز) ابن ماجہ، السنن (ابواب الجنائز باب الصلوۃ علی اہل القبلۃ) ۱/۱۱۰

۵۶۔ (الف) بخاری، صحیح (کتاب الجنائز باب ھل یخرج المیت من القبر واللحد لعلۃ) ۱/۱۸۰

(ب) ابن سعد، الطبقات ۴/۱۳ (ترجمہ العباس بن عبدالمطلب)

(ج) ولی الدین، مشکوۃ (باب غسل المیت وتکفینہ) ص: ۱۴۴

۵۷- ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح (باب غسل المیت وتکفینہ) ۴/۴۰-۴۱

۵۸- ولی الدین، مشکوٰۃ (باب غسل المیت وتکفینہ - الفصل الثالث)

۵۹- ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح (باب مذکور) ۴/۴۰

۶۰- دیکھئے: (الف) امام احمد، مسند ۳/۴۹۶ (حدیث عبداللہ بن انیس)

(ب) بیہقی، السنن الکبریٰ ۳/۲۵۶ (باب کیفیۃ صلاۃ شدۃ الخوف)

(ج) ابن سعد، الطبقات ۲/۵۱ (سریۃ عبداللہ بن انیس)

(د) ہیثمی، مجمع الزوائد ۶/۲۰۳ (باب قتل خالد بن سفیان الھذلی)

۶۱- ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ۶/۶ (فی بیان سیف رسول اللہ)

(ب) ہیثمی، مجمع الزوائد ۳/۴۵ (باب دفن الآثار الصالحۃ مع المیت)

۶۲- ملاحظہ ہو: (الف) بلاذری، انساب الاشراف (تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیانؓ) ۴/۱۳۱

(ب) ابن عساکر، تاریخ دمشق، مخطوطہ (ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان) ۱۶/۷۰۰

(ج) ذھبی، تاریخ الاسلام (ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان) ۲/۳۲۳

(د) ابن جریر طبری، تاریخ (تحت ۶۰ ھ) ۶/۱۸۲

(ہ) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۳/۱۴۱۹ (نمبر شمار: ۲۴۳۵- معاویہ بن ابی سفیان)

(و) ابن اثیر، اسد الغابہ ۴/۳۸۷

(ز) حلبی، سیرت حلبیہ (حصہ غزوات النبی ﷺ- اُردو ترجمہ) ص: ۵۹۸

(ح) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ۸/۱۴۱-۱۴۳

(ط) ملا علی قاری، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (کتاب العلم - الفصل الاول) ۱/۲۶۷

(ی) مولانا محمد نافع، سیرت حضرت امیر معاویہ ۱/۵۹۷ تا ۶۰۱

۶۳- ابن حجر، الاصابہ ۵/۳۰۲ (نمبر شمار: ۷۴۰۵)

۶۴- الحاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۳/۵۱۹

۶۵- (الف) مسند احمد بن حنبل ۶/۳۴۷-۳۴۸ (حدیث اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ)

(ب) ملا علی قاری، مشکوٰۃ المصابیح (کتاب اللباس) ص: ۳۷۴

(ج) ملا علی قاری، شرح مشکوٰۃ ۸/۲۴۲

۶۶- ابن حجر، الاصابہ ۱۵۶/۳ (نمبر شمار: ۳۶۲۰)

۶۷- الصالحی الشامی، سیرت شامی (سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد) ۳۵۴/۷

۶۸- الحاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۶۳/۳

۶۹- ابن عساکر، تاریخ مدینہ دمشق ۴۴۴/۳۰

۷۰- الصالحی، سیرت شامی ۴۵۱/۱۱

۷۱- بخاری، الصحیح (کتاب الاشربہ باب الشرب من قدح النبی ﷺ) ۸۴۲/۲

۷۲- (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب ماذکر النبی ﷺ وحض علی الخ) ۱۰۹۱/۲

(ب) عسقلانی، فتح الباری ۱۲۹/۷ (باب مناقب عبداللہ بن سلام)

(ج) بیہقی، السنن الکبریٰ ۳۴۹/۵ (باب کل قرض جر منفعۃ فھو ربا)

۷۳- (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الاشربہ باب الشرب من قدح النبی ﷺ) ۸۴۲/۲

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الاشربہ باب اباحۃ النبیذ الذی الخ) ۱۶۹/۲

۷۴- ابن حجر، الاصابہ ۲۵۳/۸ (نمبر شمار: ۱۳۶۷)

۷۵- بن حجر، الاصابہ ۱۰۵/۲ (نمبر شمار: ۲۲۲۲)

۷۶- ایضاً، ۲۰۶/۵ (نمبر شمار: ۶۹۶۵)

۷۷- ابن عبدالبر، الاستیعاب ۱۷۰/۴ (نمبر شمار: ۳۰۶۰)

۷۸- ابن حجر، الاصابہ ۱۲۸/۳ (نمبر شمار: ۳۴۵۴)

۷۹- (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الطہارۃ باب حکم بول الطفل الرضیع وکیفیۃ غسلہ) ۱۳۹/۱

(ب) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب العقیقۃ ۔ الفصل الاول)

۸۰- ابن حجر، الاصابہ ۳/۱ نیز ۵۸/۵ (نمبر شمار: ۶۱۵۸)

۸۱- بخاری، صحیح (کتاب العقیقۃ باب تسمیۃ المولود غداۃ یولد لمن لم یعق عنہ وتحنیکہ) ۸۲۱/۲

۸۲- (الف) بخاری، صحیح (کتاب و باب مذکور)

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الطہارۃ باب حکم بول الطفل الرضیع الخ) ۱۳۹/۱

۸۳- دیکھئے:

(الف) صحیح بخاری (کتاب العقیقۃ باب تسمیۃ المولود غداۃ یولد لمن لم یعق عنہ وتحنیکہ) ۸۲۲/۲

(ب) ایضاً (کتاب المناقب باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہؓ الی المدینۃ) ۱/۵۵۵

(ج) مسلم، الصحیح (کتاب الآداب باب استحباب تحنیک المولود وغیرہ)

(د) ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (باب العقیقۃ۔ الفصل الاول)

(ہ) ابن حجر، الاصابہ ۴/۶۹

(و) الحاکم، المستدرک (کتاب معرفۃ الصحابہ) ۳/۵۴۸

(ز) ابن عبدالبر، الاستیعاب ۳/۹۰۶ (نمبر شمار: ۱۵۳۵)

(ح) بدران، تہذیب تاریخ دمشق ۷/۴۰۰

۸۴۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب العقیقہ باب مذکور ۲/۸۲۲)

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الادب، باب استحباب تحنیک المولود وغیرہ) ۲/۲۰۸

(ج) ابوداؤد، السنن (کتاب الادب باب فی تغییر الاسماء) ۲/۶۷۷

(د) ذہبی، سیر اعلام النبلاء ۲/۳۱۰

(ح) ابن حجر، الاصابہ ۵/۶۱ (نمبر شمار: ۶۱۷۴)

۸۵۔ دیکھئے: (الف) مسلم، الصحیح (کتاب الفضائل باب فضائل اُم سلیم الخ) ۲/۲۹۲

(ب) ہیثمی، مجمع الزوائد (باب مناقب اُم سلیم وولدھا عبداللہ) ۹/۲۶۱

(ج) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ۸/۴۳۱۔۴۳۳ (متعدد طریق سے روایت)

۸۶۔ ابن حجر، الاصابہ ۱/۱۰۰ (تحت نمبر شمار: ۴۱۱۔ اسعد بن سہیل)

۸۷۔ بخاری، الصحیح (کتاب الشرکۃ فی الطعام باب الشرکۃ فی الطعام وغیرہ) نیز (کتاب الاحکام باب بیعۃ الصغیر)

۸۸۔ ملاحظہ ہو: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الوضوء باب بول الصبیان) ۱/۳۵

(ب) ایضاً (کتاب العقیقۃ باب تسمیۃ المولود غداۃ یولد) ۲/۸۸۲

(ج) ایضاً (کتاب الدعوات باب الدعاء للصبیان بالبرکۃ)

(د) نسائی، السنن (کتاب الطہارۃ باب بول الصبی الذی لم یاکل الطعام)

(ہ) ابوداؤد، السنن (کتاب الطہارۃ باب بول الصبی یصیب الثوب) ۱/۵۲

(و) امام محمد، موطا (باب الغسل من بول الصبی) ص: ۴۰

(ز) مالک بن انس، موطا (کتاب جامع الحیضۃ باب ماجاء فی بول الصبی) ص: ۲۲

(ح) ابن ماجہ، السنن (ابواب الطہارۃ باب ما جاء فی بول الصبی الذی لم یطعم) ۱/۴۰

۸۹۔ ابن حجر، الاصابہ ۲/۴ (تحت جریث نمبر شمار: ۱۶۷۵)

۹۰۔ ابن حجر، الاصابہ ۲/۹ (تحت حسان نمبر شمار: ۱۷۰۳)

۹۱۔ ابن حجر، الاصابہ ۳/۵۸ (نمبر شمار: ۳۰۵۰)

۹۲۔ ابن حجر، الاصابہ ۶/۳۲۲ (نمبر شمار: ۹۱۴۸)

۹۳۔ دیکھئے: (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الوضوء باب استعمال فضل وضوء الناس) ۱/۳۱

(ب) ایضاً (کتاب المرضی باب من ذھب بالصبی المریض لیدعیٰ لہ)

(ج) ایضاً (کتاب الانبیاء باب خاتم النبوۃ)

(د) ترمذی، الشمائل (باب ما جاء فی خاتم النبوۃ) ص: ۵۶۹

(ہ) ترمذی، جامع (ابواب المناقب باب ما جاء فی خاتم النبوۃ)

(و) مسلم، الصحیح (کتاب الفضائل باب اثبات خاتم النبوۃ)

۹۴۔ دیکھئے: (الف) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ۷/۴۲

(ب) احمد بن حنبل، مسند ۵/۶۸

(ج) ہیثمی، مجمع الزوائد ۴/۲۱۱

(د) ابن حجر، الاصابہ ۲/۱۳۳

۹۵۔ (الف) بخاری، الصحیح (کتاب الادب باب تحویل الاسم الی اسم احسن منہ)

(ب) مسلم، الصحیح (کتاب الادب باب استحباب تحنیک المولود وغیرہ)

۹۶۔ تفصیل کے لیے دیکھئے:

ابن حجر، الاصابہ ۵/۶۱ (نمبر شمار: ۶۱۷۵)۔ ص: ۶۳ (نمبر شمار: ۶۱۷۹)۔ ص: ۶۵ (نمبر شمار: ۶۱۸۷)۔ ص: ۷۰ (نمبر شمار: ۶۲۰۷)۔ ص: ۷۲ (نمبر شمار: ۶۲۱۹)۔ ص: ۷۵ (نمبر شمار: ۶۲۳۳)۔ ایضاً ۶/۱۵۲ (نمبر شمار: ۸۲۸۹)۔ ایضاً ۶/۳۵۶ (نمبر شمار: ۹۳۸۲)۔ ایضاً ۸/۳۸ (نمبر شمار: ۲۴۴)۔ ایضاً ۸/۹۴ (نمبر شمار: ۴۷۴)۔ ایضاً ۸/۱۴۹ (نمبر شمار: ۷۷۴)۔ ایضاً ۸/۲۱۰ (نمبر شمار: ۱۱۲۶)۔ ابن عبدالبر۔ الاستیعاب۔

فہرست مآخذ ومراجع

۱۔ آلوسی محمود بغدادی (م ۱۲۷۰ھ) روح المعانی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان- ت-ن

۲۔ ابن ابی شیبہ، ابوبکر عبداللہ بن محمد (م ۲۳۵ھ) مصنف، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶ء

۳۔ ابن اثیر عزالدین الجزری (م ۶۳۰ھ) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، المکتبۃ الاسلامیہ، طہران ۱۳۴۴ھ

۴۔ ابن اثیر عزالدین الجزری (م ۶۳۰ھ) الکامل فی التاریخ، دارصادر، بیروت ۱۳۹۹ھ

۵۔ ابن اسحاق محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی المدنی (م ۱۵۱ھ) السیرۃ النبویہ، دارالنفائس کریم پارک، لاہور- ت- ن

۶۔ ابن تیمیہ تقی الدین احمد (م ۷۲۸ھ) الصارم المسلول علی شاتم الرسول، دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدرآباد دکن

۷۔ ابن جوزی، ابوالفرج عبدالرحمان (م ۵۹۷ھ) الوفاء باحوال المصطفیٰ، مطبعۃ السعادۃ بمصر، ۱۳۸۶ھ

۸۔ ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی (م ۸۵۲ھ) فتح الباری شرح البخاری، شیش محل روڈ، لاہور ۱۹۸۱ء

۹۔ ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی (م ۸۵۲ھ) الاصابہ فی تمییز الصحابہ، المطبعۃ الشرفیہ مصر ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء

۱۰۔ ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی (م ۸۵۲ھ) لسان المیزان، دارالفکر، بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۸ھ ۱۹۸۸ء

۱۱۔ ابن سعد، محمد (م ۲۳۰ھ) الطبقات الکبریٰ، دارصادر بیروت ۱۳۷۷ھ

۱۲۔ ابن سید الناس (م ۷۳۴ھ) عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، بیروت ۱۴۰۰ھ

۱۳۔ ابن شبہ، ابوزید عمر بن شبہ النمیری البصری (م ۲۶۴ھ) تاریخ المدینۃ المنورہ، دارالفکر قم- ایران ۱۳۹۹ھ

۱۴۔ ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ (م ۴۶۳ھ) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، مطبعہ نہضہ مصر ت-ن)

۱۵۔ ابن عساکر، علی بن حسن الشافعی (م ۵۷۱ھ) تاریخ مدینہ دمشق دارالفکر، بیروت لبنان ۱۴۱۵ھ ۱۹۹۵ء

۱۶۔ ابن قدامہ، موفق الدین عبداللہ بن احمد حنبلی (م ۶۲۰ھ) المغنی والشرح الکبیر، مطبعۃ المنار مصر ۱۳۴۸ھ

۱۷۔ ابن قیم الجوزیہ (م ۷۵۱ھ) زادالمعاد فی سیرۃ خیر العباد، مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

۱۸۔ ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل (م ۷۷۴ھ) البدایہ والنہایہ، مطبعۃ السعادۃ، مصر ۱۳۵۱ھ-

۱۹۔ ایضاً السیرۃ النبویہ (عربی) داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

۲۰۔ ایضاً سیرۃ النبی (اردو ترجمہ) مکتبہ القدوسیہ، اردو بازار، لاہور (طبع اول) ۱۹۹۶ء

۲۱۔ ایضاً تفسیر القرآن العظیم، سہیل اکیڈمی لاہور ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

۲۲۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید ماجہ (م ۲۷۵ھ) السنن مجتبائی دہلی (طبع کلاں)

۲۳۔ ابن منظور، محمد بن مکرم (م ۷۱۱ھ) مختصر تاریخ لابن عساکر، دارالفکر دمشق ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء

۲۴۔ ابن ہشام، ابومحمد عبدالملک (م ۲۱۳ھ) سیرۃ النبی، قاہرہ، مصر ۱۳۴۲ھ ۱۹۳۷ء

۲۵۔ ابوالحسن علی ندوی (م ۱۹۹۹ء) منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین- مکتبہ دعوت اسلام لاہور ۱۹۷۶ء

۲۶۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث (م ۲۷۵ھ) السنن، نور محمد کراچی (طبع کلاں)

۲۷۔ ابوزہرہ محمد، خاتم النبیین، دارالفکر العربی، بیروت

۲۸۔ ابوعبید القاسم بن سلام (م ۲۲۴ھ) کتاب الاموال (اردو ترجمہ) ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۲۰۰۰ء

۲۹۔ ابونعیم احمد الاصبہانی (م ۴۳۰ھ) مسند الامام ابی حنیفہ، مجمع البحوث الاسلامیہ، اسلام آباد، ۲۰۰۰ء

۳۰۔ ابویعلی موصلی (م ۳۰۷ھ) مسند، بیروت

۳۱۔ احمد بن حنبل، امام (م ۲۴۱ھ)، مسند مصر طبع قدیم

۳۲۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ) الجامع الصحیح، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی (طبع کلاں)

۳۳۔ (الف) بخاری، امام مذکور، الادب المفرد، دارالکتب العلمیہ، بیروت

(ب) بخاری، امام مذکور، الادب المفرد (مع شرح فضل اللہ الصمد) المکتبہ الاسلامیہ حمص ۱۳۸۸ھ

۳۴۔ بدر عالم میرٹھی، مولانا (م ۱۹۶۵ء) ترجمان السنہ، ندوۃ المصنفین دہلی مقبول اکیڈمی لاہور

۳۵۔ بدارن، الشیخ عبدالقادر (م ۱۳۴۶ھ) تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر، دارالمسیرۃ بیروت ۱۳۹۹ھ

۳۶۔ بغوی محی السنہ الحسین بن مسعود (م ۵۱۶ھ) الانوار فی شمائل النبی المختار، دارالضیاء، بیروت ۱۴۰۹ھ

۳۷۔ بلاذری، احمد بن یحییٰ (م ۲۷۹ھ) انساب الاشراف، دارالمعارف مصر ت۔ن

۳۸۔ البناء احمد عبدالرحمٰن الساعاتی الفتح الربانی للترتیب مسند احمد، دارالحدیث، قاہرہ

۳۹۔ بیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین (م ۴۵۸ھ) السنن الکبریٰ مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۵۳ھ

۴۰۔ امام مذکور، دلائل النبوۃ، مکتبہ اثریہ، لاہور (عکس طبع بیروت)

۴۱۔ پنجاب یونیورسٹی، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

۴۲۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری (م ۱۹۹۸ء) ضیاء النبی ﷺ، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور ۱۴۱۸ھ

۴۳۔ ترمذی، ابوعیسیٰ (م ۲۷۹ھ) الجامع، نور محمد کراچی (طبع کلاں)

۴۴۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الشمائل (بمع الجامع للترمذی) نور محمد کراچی (طبع کلاں)

۴۵۔ جلال الدین عمری، سید، غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق، ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ ۱۹۹۹ء

۴۶۔ الحاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ (م ۴۰۵ھ) المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث،
دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدرآباد دکن ۱۳۴۲ھ

۴۷۔ حلبی، علی بن برہان الدین (م ۱۰۴۴ھ) سیرت حلبیہ (اردو ترجمہ "غزوات النبی") دارالاشاعت کراچی ۲۰۰۱ء

۴۸۔ ایضاً انسان العیون فی سیرۃ المامون (سیرت حلبیہ) مطبع البابی مصر ۱۳۸۴ھ

۴۹۔ حمید اللہ، ڈاکٹر (م ۲۰۰۲ء) خطبات بہاولپور، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

۵۰۔ حمید اللہ، ڈاکٹر (م ۲۰۰۲ء) عہدِ نبویؐ میں نظامِ حکمرانی، اردو اکیڈمی کراچی ۱۹۸۱ء

۵۱۔ خفاجی، احمد شہاب الدین (م ۱۰۶۹ھ) نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض، مکتبہ الازہریہ مصر ۱۳۲۶ھ

۵۲۔ الدیار بکری، حسین بن محمد بن الحسن (م ۹۶۶ھ) تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس مؤسسۃ شعبان بیروت، ت-ن

۵۳۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (م ۷۴۸ھ) تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر والاعلام، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان الطبعۃ الثانیہ ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء

۵۴۔ ایضاً سیر اعلام النبلاء، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۷۸ء

۵۵۔ رازی، فخر الدین، امام (م ۶۰۶ھ) تفسیر کبیر، مطبعہ بہیہ مصر ۱۳۵۷ھ

۵۶۔ راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ) المفردات فی غریب القرآن، مصطفیٰ حلبی، مصر ۱۳۸۱ھ

۵۷۔ رفیق دلاوری، ابو القاسم، سیرۃ ذوالنورین، مکتبہ صدیقیہ ملتان، ت-ن

۵۸۔ سعید احمد اکبرآبادی، سیدنا صدیق اکبرؓ، انجمن حمایت اسلام، لاہور ۱۹۸۰ء

۵۹۔ سمہودی، نور الدین علی بن احمد (م ۹۱۱ھ) وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ مطبعۃ الادب، مصر ۱۳۲۶ھ، بیروت ۱۹۷۱ء

۶۰۔ سہیلی، ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ (م ۵۸۱ھ) الروض الانف، مکتبہ الکلیات الازہریہ، مصر

۶۱۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) الانصاف فی بیان سبب الاختلاف (اردو ترجمہ) علماء اکیڈمی، محکمہ اوقاف، لاہور ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء

۶۲۔ شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبیؐ، مکتبہ الفیصل، اردو بازار، لاہور ۱۹۹۱ء

۶۳۔ شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء) الفاروق، مکتبہ مجتبائی، پاکستان، ہسپتال روڈ، لاہور

۶۴۔ شیبانی، امام محمد بن حسن (م ۱۸۹ھ) مؤطا (مع اردو ترجمہ) مسلم اکادمی محمد نگر، لاہور ۱۹۸۳ء

۶۵۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) مدارج النبوۃ (اردو ترجمہ) مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار، لاہور

۶۶۔ الصالحی الشامی محمد بن یوسف (م ۹۴۳ھ) سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد (المعروف سیرت شامی) دار الکتب العلمیہ، بیروت- لبنان، الطبعۃ اولیٰ ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء

۶۷۔ طبری، محمد بن ابن جریر (م ۳۱۰ھ) تفسیر جامع البیان عن تاویل القرآن، دار المعارف، مصر، ت-ن

۶۷۔ طبری، محمد بن ابن جریر (م ۳۱۰ھ) تاریخ الرسل والملوک، دار المعارف، مصر ۱۹۶۲ء

۶۹۔ عقاد، عباس محمود، عبقریۃ ابی بکر (اردو ترجمہ از منہاج الدین اصلاحی) ادبستان، لاہور ۱۹۹۶ء

۷۰۔ علی متقی ہندی (م ۹۷۵ھ) کنز العمال، حیدرآباد دکن ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء

۷۱۔ غزالی، امام محمد بن محمد (م ۵۰۵ھ) احیاء العلوم الدین، مؤسسۃ الحلبی، قاہرہ ۱۹۶۷ء

۷۲۔ الفاسی، علاؤ الدین علی بن بلبان (م ۷۳۹ھ) صحیح ابن حیان، المکتبۃ الاثریہ، سانگلہ ہل، ضلع شیخوپورہ۔

۷۳۔ قاضی عیاض، ابوالفضل (م۵۴۴ھ) الشفاء بتعریف حقوق المصطفےٰ، مکتبہ التجارۃ الکبریٰ، مصر، ت۔ن)

۷۴۔ قرطبی، ابوعبداللہ (م۶۷۱ھ) الجامع لاحکام القرآن، المکتبۃ العربیہ، قاہرہ ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۷ء

۷۵۔ قسطلانی، احمد بن محمد (م۹۲۳ھ) المواهب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ، مکتب الاسلامی، بیروت ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء

۷۶۔ قشیری، مسلم بن حجاج، امام (م۲۶۱ھ) الجامع الصحیح، قدیمی کتب خانہ کراچی (طبع کلاں)

۷۷۔ کتانی، شیخ عبدالحی (م۷۸۹ھ) نظام الحکومۃ النبویہ، بیروت

۷۸۔ مالک بن انس، امام (م۱۷۹ھ) مؤطا، مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۴۵ھ

۷۹۔ ماوردی، ابوالحسن علی بن محمد (م۴۵۰ھ) احکام السلطانیہ (اردو ترجمہ) قانونی کتب خانہ، لاہور

۸۰۔ ایضاً اعلام النبوۃ، مصر ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۸۱ء

۸۱۔ محمد نافع، مولانا مدظلہ، سیرت حضرت امیر معاویہ، تخلیقات، لاہور ۱۹۹۵ء

۸۲۔ ملا علی قاری (م۱۰۱۴ھ) شرح الشفاء للقاضی عیاض، مطبع عثمانیہ، ۱۳۱۶ھ

۸۳۔ ایضاً، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، مکتبہ امدادیہ، ملتان

۸۴۔ ایضاً الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، تحقیق علامہ زغلول، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء

۸۵۔ ایضاً المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع، تحقیق ابوغدہ، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، حلب ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء

۸۶۔ مناظر احسن گیلانی (م۱۳۷۵ھ) مقدمہ تدوین فقہ، مکتبہ رشیدیہ، لاہور ۱۹۷۶ء

۸۷۔ منذری، زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی (م۶۵۶ھ) الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف، مصطفیٰ حلبی، مصر ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء

۸۸۔ مودودی، ابوالاعلیٰ (م۱۹۷۹ء) تفہیم القرآن، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور

۸۹۔ الموصلی، حسین بن المبارک بن یوسف (م۷۴۲ھ) الاوامر والنواھی، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۰ھ

۹۰۔ نبہانی، یوسف بن اسماعیل (م۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۲ء) جواہر البحار فی فضائل النبی المختار، مصطفیٰ البابی، مصر ۱۳۷۹ھ

۹۱۔ ندوی، سید سلیمان (م۱۳۵۳ھ) خطبات مدراس، لاہور اکیڈمی

۹۲۔ ندوی، ابوالحسن علی سید (م۱۹۹۹ء) المرتضیٰ، مکتبہ سید احمد شہید

۹۳۔ نسائی، احمد بن شعیب (م۳۰۳ھ) السنن، نور محمد کراچی (طبع کلاں)

۹۴۔ نووی، ابوزکریا یحییٰ بن شرف (م۶۷۶ھ) ریاض الصالحین، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۱ء

۹۵۔ واقدی، محمد بن عمر بن واقد (م۲۰۷ھ) کتاب المغازی، طبع آکسفورڈ یونیورسٹی۔

۹۶۔ ولی الدین، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب (م۷۴۹ھ) مشکوٰۃ المصابیح، ایچ ایم سعید کراچی (طبع کلاں)

۹۷۔ ہیثمی، نورالدین علی بن ابی بکر (م۸۰۷ھ) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، دارالکتاب العربی، بیروت ۱۹۶۷ء
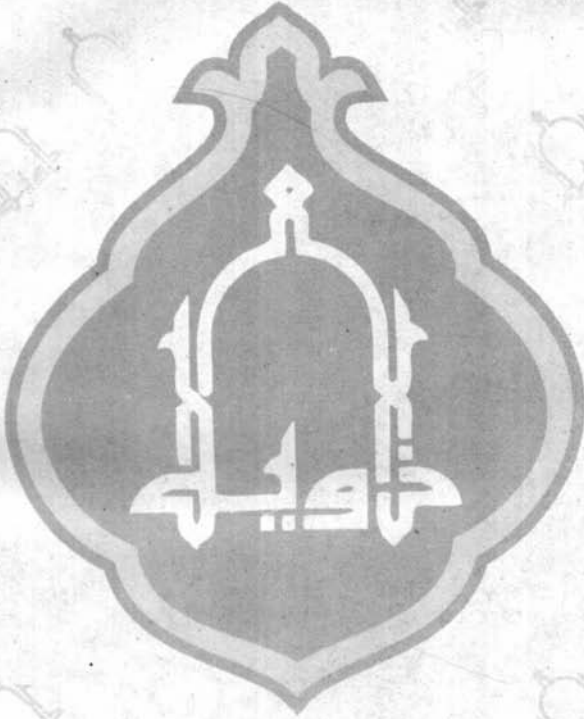
زاویہ
زاویہ فاؤنڈیشن لاہور
8/C - دربار مارکیٹ لاہور
10- مرکز الاویس دربار مارکیٹ سستا ہوٹل لاہور
فون نمبر: 042-7113553
042-7117152
موبائل فون 0300-4355534
zaviafoundation@hotmail.com
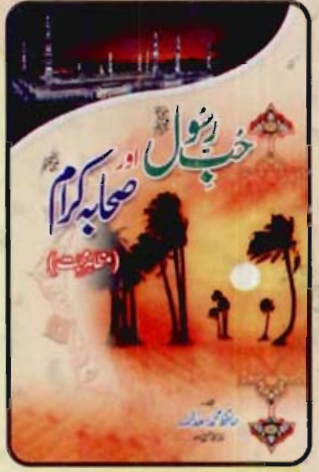
محبت فطرت انسانی کا جزو لاینفک ہے تاریخ ادیان عالم بلکہ پوری تاریخ عالم محبت و عشق کے مسحور کن نغموں، مختلف افسانوں، داستانوں اور واقعات سے بھرپور ہے۔ ہر انسان کی محبت و چاہت کا نقطۂ ارتکاز مختلف ہوتا ہے لیکن جس سے بھی اُسے محبت ہوتی ہے اُس کے لیے وہ اپنا سب کچھ نثار کرنا اپنی محبت کی معراج سمجھتا ہے۔ عشق و محبت کی ان داستانوں کا محور اگر حُسنِ بتاں رہا ہے تو ہمیں ایسے اہل دل بھی نظر آتے ہیں جنھوں نے مجازی محبت کی دلدل سے نکل کر محبت و عشق حقیقی کی وادی میں قدم رکھا ہے اور اپنے محبوب سے والہانہ وابستگی کی روشن مثالیں پیش کی ہیں لیکن عشق و محبت کا تقدس مآب مثالی اور متوازن تصور اور محبوب حجازی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستگی کی جو درخشندہ مثالیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیش کی ہیں معلوم تاریخ انسانیت میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت کے بغیر مومن ہونے کا دعویٰ منافقت کی بیّن دلیل ہے دراصل حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ پیمانہ ہے جس سے کسی بھی مسلمان کے ایمان کو ماپا جاسکتا ہے۔ چونکہ محبت انسان کو قوتِ عمل عطا کرتی ہے، محبت انسان کو آداب سکھاتی ہے اور محبت ہی اُسے پستی سے کمال تک پہنچاتی ہے اسی لیے محبت ہی دین کی بنیاد ہے۔ صحابہ کرام نے کس طرح ''**قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ** (آل عمران) (فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا) اور'' **ان الذین یغضون أصواتهم عند رسول اللّٰہ أولئک الذین امتحن اللّٰہ قلوبهم للتقوی** (الحجرات) (بلاشبہ جو لوگ بارگاہِ رسالت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے خاص کر لیا ہے) کے عملی نمونے پیش کیے اس کی تفصیل اس روح پرور کتاب میں موجود ہے جسے نامور محقق، صاحب اسلوب سیرت نگار، حافظ محمد سعد اللہ نے مستند مآخذ و مراجع کی مدد سے تالیف کیا ہے یہ روح پرور تالیف جہاں ارباب محبت کی تسکین کا سامان فراہم کرے گی وہاں اہل تحقیق و آگہی کے لیے سیرت نگاری کے نئے زاویے بھی روشن کرے گی ان شاء اللہ

سعید احمد
(ریسرچ فیلو، زاویہ فاؤنڈیشن، لاہور)

زاویہ فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) لاہور
c-8\1 دربار مارکیٹ لاہور
فون نمبر 042-7113553-7117152
موبائل نمبر 0300-4837930